1978

یادگار حضرت علامہ راشد الخیری مغفور و محترمہ بیگم راشد الخیری مرحومہ

قائم شدہ

عصمت

شریف ہندستانی بیبیوں کیلئے

پاکیزہ خیالات علمی۔ ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ

ایڈیٹر۔ رازق الخیری

THE ... OF ...

کھانے پکانے کی بہترین کتابیں

عصمتی دسترخوان حصہ اول جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لیے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست ہے۔ ہندوستان بھر کے دستکی تقریباً ۵۰ عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محبت سے کتاب مرتب فرمائی ہے باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات اور مضامین درج کئے گئے ہیں ایک ایک چیز کی کئی قسم کی تیار کرنے کے لیے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے۔ چاول کے نمونے اور میٹھے۔ سویاں۔ کھیر۔ فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن۔ مچھلی۔ مرغ۔ جیلی۔ بسکٹ پڈنگ۔ کباب۔ کیک۔ دالیں۔ شامیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے۔ بڑے۔ پکوڑی کچوریاں۔ پراٹھے۔ روٹی غرض ہر قسم کے کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ خوش ذائقہ دار کھانے پکانے لگیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے۔ چند ہی سال میں آٹھوں ایڈیشن نکل گئے۔ قیمت ۳

عصمتی دسترخوان حصہ دوم عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ ہے جس میں مضمون کے نہایت ہی کار آمد اور قابل قدر مضامین ہیں مثلاً

مشرقی مغربی کھانے ہماری خوراک اور غذا کے متعلق تحقیقی مضامین۔ کھانے کے اصول۔ کھانے کی حفاظت۔ جرمنی باورچی خانہ۔ جاپانی باورچی خانہ۔ کچی سبزی۔ ترکاریوں کے خواص۔ کھانے کا کمرہ۔ اناج کا صندوق۔ ایرانی لوت وغیرہ۔ ترکیبیں سب نئی اور آزمودہ ہیں اور ایک ایک چیز کی متعدد ترکیبیں۔ عربی۔ ایرانی۔ ترکی۔ جاپانی۔ عراقی۔ روسی۔ اطالوی۔ انگریزی۔ فرانسیسی کھانوں کی کئی ترکیبیں ہیں۔ قیمت ۳ عصمتی دسترخوان مکمل یعنی دونوں حصوں کی قیمت ۔ صرف

عصمتی ہنڈکلیا سواسو کھانوں کی صحیح ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں۔ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کار آمد باتیں بھی ہیں قیمت ۱۰

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل جو صبح تیسرے پہر کے ناشتے۔ چا۔ کوکو۔ شربت۔ لسی۔ فالودہ۔ آئس کریم۔ بسکٹ۔ کیک۔ توس۔ کریلی وغیرہ کی کئی ترکیبیں ہیں قیمت ۱۲

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کو اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں کئی درجن تجربہ کی ہوئی ترکیبوں کے علاوہ کار آمد مضامین بھی ملک کے قابل ڈاکٹروں کے لکھے ہوئے ہیں قیمت ۱۰

بیماروں کے کھانے بیماروں کے جو کھانے بہت مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ ۱۲

مذاقیہ کھانے دولہا بھائی سے نندوئی سے سہیلیوں سے مہذب مذاق کرنے کے نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۴

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

عصمتی کروشیا عام فہم ہدایات اور مختلف قسم کی جھالروں۔ کورنوں۔ انسرشن۔ ڈلیوں وغیرہ کے خوبصورت نمونے چند عنوانات: ۳۰ ۵ گل دار۔ گلدان۔ ہرن۔ گھوڑے۔ شیر۔ مرغ۔ راج ہنس۔ بچہ مع تیر کمان۔ گاڑی۔ عورت وغیرہ چوتھا ایڈیشن قیمت دو روپیہ ۲

عصمتی کشیدہ میز پوش۔ پلنگ پوش۔ چادریں۔ رومال۔ کرسیوں کے گدے۔ بچیوں وغیرہ کے کئی درجن نمونے۔ دلکش پھول دلاویز بیلیں وغیرہ چوتھا ایڈیشن

گلدستہ کشیدہ وضع وضع کے پھول بیلیں کونے۔ بوٹیاں چادر۔ میز پوش۔ گریبان محمد کے لیے۔ ۴۰ مشہور دستکار خواتین نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے تیسرا ایڈیشن

گلزارِ درخشاں کشیدہ کاری کے سو بہترین نمونے از محترمہ آر کے درخشاں ۱۲

گلشن نہرا ۲۴۴ بیلیں، ۲۰۰ پھول، ۳۰۰ کونے، ۱۱۰ گملے، ۱۱۰ ٹوکریاں، ۵۰ مرکزی خاکے، ۷ گریبان غرض کشیدہ کے متعدد نمونے ہیں قیمت ۱۲

مجموعہ کشیدہ کاری پہلے ۴۴ نمونے ان کے بعد نئی نئی وضع کی کراسٹ کے نمونے پھر مختلف خواتین کے دیے ہوئے ۶۳ بہترین نمونے ہیں قیمت

روح کشیدہ جس میں متعدد نمونے چھوٹے بڑے درمیانی پھولوں۔ بیلوں۔ گلدستہ مرکز کونوں کے ہیں قیمت ۸

کروشیا کی قسمیں مختلف قسم کی کروشیا کی عام فہم ترکیبیں اور ہدایتیں نمونے دیدہ زیب

کراس اسٹچ ورک ترچھے ٹانکوں کے کام کی مشہور کتاب۔ چند نمونوں کے عنوانات: چڑیا۔ سارس۔ جوزہ۔ مور۔ بلی۔ چوہا۔ گھڑی۔ ہرن۔ ہاتھی۔ وغیرہ۔ پھولوں بیلوں گلدانوں وغیرہ کے بھی بہت سے نمونے ہیں قیمت ۱۲

تارکشی کا کام جس کی مدد سے کپڑے سے دھاگہ نکالنے کا کام آجاتا ہے متعدد نمونے

گلدستہ تارکشی مضامین اور ہدایتیں نہایت سلیقہ اور محنت سے لکھی گئی ہیں ۵۰ نمونے ہیں ایک ایک

اونی کام سلائیوں سے بنائی کے بہترین نمونے۔ مضامین اور ہدایتیں عام فہم رنگین اور سادے نمونے بہت کافی ہیں دوسرا ایڈیشن قیمت

سوئی کا کام ۴۴ پھول، ۷۰ بیلیں، ۶۰ جھالریں، ۳۰ فریم، ۱۱ انسرشن، ۳ جالیاں، ۱۱ پنکھے، ہینڈ اور منی بیگ، ۲۴ پردے ان کے علاوہ متعدد اور نمونے مفصل اور مکمل، ۴۰ عصمتی بہنوں نے یہ کتاب تیار کی ہے بار سوم قیمت تین روپیہ

سلمہ ستارہ کا کام کلابتون۔ شکویس سلمہ۔ گجائی۔ موتی ستارہ وغیرہ کے نمونے دیدہ زیب۔ مرحومہ خدیجہ بائی کی دستکاری کا

چمنستانِ خیاطی پاسوئی کا کام بچوں کے کپڑے سوٹ جانگئے۔ باڈی۔ قمیص۔ زنانہ کپڑے سلوکے شب خوابی ۲ حصہ دوم

گلستانِ خیاطی جمپر فراک کتائی سلائی کی ترکیبیں اور نمونے بہترین قیمت ۲ کپڑے کی کتائی سلائی کی بہترین کتاب قیمت ۲

گوٹہ کناری کا کام ہندوستان کی قدیم دستور صنعت پر بیش بہا کتاب سو سوا نمونے ہیں ترکیبیں عام فہم ہیں۔ قیمت صرف دو روپیہ

جالی کا کام لہریں۔ جال۔ سیدھے الٹے فیتے۔ گملے پھول۔ بیلیں۔ گلدستے۔ مختلف وضع کے متعدد ہیں۔ ہدایتیں بہت آسان مگر مکمل ہیں بار دوم قیمت دو روپیہ ۲

شمیم سوزن کاری جس میں زری کا کام۔ ڈار جیناورک۔ کامدانی کا کام کاٹ کے ٹکڑوں کا کام۔ سلک ریشم اور ہندی کروشیا کے نمونے ڈیڑھ سو کے قریب ہیں ہدایات

محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ۔ عصمت بک ڈپو۔ کوچہ چیلان دہلی

رسالہ عصمت دہلی

سینتیسواں سال	جولائی سنہ ۱۹۴۴ عیسوی	جلد ۷۳ نمبر ۱

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی (مع محصول ڈاک) پانچ روپیہ۔ بذریعہ وی پی پانچ روپیہ چار آنے ممالک غیر سے دس شلنگ
امراء سے دس روپیہ والیان ریاست سے سو روپیہ

(باہتمام رازق الخیری ایڈیٹر و پرنٹر پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپ کر دفتر عصمت کوچہ چیلان (دریا گنج) دہلی سے شائع ہوا)

چند باتیں

عصمت کا چھتیسواں سال جو جون کے پرچہ کے ساتھ ختم ہوگیا عصمت کی تاریخ میں ایک اور سخت آزمائش کا سال تھا۔ تمام چیزوں کی حد سے بڑھی ہوئی گرانی۔ ملازموں کا کال۔ کاغذ کی نایابی اور نئے نئے قانون۔ یہ چیزیں ہی کچھ کم پریشانی کا باعث نہ تھیں کہ مارچ میں بانی عصمت کی رفیقۂ حیات جن کے دل و دماغ نے، جن کے ہاتھ پاؤں نے جن کے زیور اور نقد روپیہ نے متعدد مرتبہ چمن عصمت کو خزاں کے حملوں سے محفوظ رکھا۔ اس دنیا سے تشریف لے گئیں۔ اور عصمت کا اڈیٹر دنیا کی سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی نعمت سے محروم ہوگیا پچھلی سہ ماہی میں رسالہ کے مضمونوں کی شان میں فرق آجانا بھی ممکن تھا اور پرچہ کی پابندی اشاعت میں بھی۔ مگر خدا کا شکر ہے پرچہ کی ضخامت سے قطع نظر کرکے کہ اس کا بڑھانا ہمارے اختیار سے باہر تھا۔ باوجود انتہائی پریشانیوں کے عصمت کا چھتیسواں سال کسی اعتبار سے سالہائے گزشتہ سے کم نہیں رہا۔

اس پرچہ سے عصمت کا سینتیسواں سال شروع ہوتا ہے عصمت کے دستور کے مطابق یہ جولائی کا پرچہ ضخیم سالگرہ نمبر کی صورت میں شائع ہونا چاہیئے تھا مگر جس قدر صفحات دیئے جارہے ہیں ان سے زیادہ ممکن نہ تھے کسی اور قسم کا کاغذ استعمال کرنا خلاف قانون ہے اور جس کاغذ پر رسالہ شائع ہو رہا ہے یہ کاغذ بھی کوٹہ سے زیادہ استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ باریک لکھائی کی وجہ سے مضامین اب بھی دو سال پہلے کے رسالہ کی لکھائی کے مقابلہ میں کم سے کم سوا سو صفحوں کے پیش کئے جارہے ہیں۔ حالات موجودہ کے پیش نظر جو کچھ ہے اسے

وقت کی رفتار

جون ۱۹۲۶ء میں حضرت علامہ راشد الخیری نے امرتسر میں لڑکیوں کی تعلیم پر ایک تقریر فرمائی تھی، اس کا ایک حصہ یہ تھا:۔

اٹھارویں صدی عیسوی کی مسلمان لڑکیاں (اُن کے حسنات و فضائل کے اعتراف پر بھی) آج کے لڑکوں کے واسطے لاشے محض ہیں۔ اور اس وقت کی لڑکیاں اُن لڑکوں کے واسطے سوہانِ روح جس قسم کی لڑکیاں اُس وقت کھپ سکتی تھیں ویسی ہی تیار ہو رہی تھیں۔ مگر آج کا مطالبہ کچھ اور ہے، اس وقت پنج سورہ کی حافظ، اور راہِ نجات کی ماہر کو کوئی نہیں پوچھتا اس وقت ایسی لڑکی کی ضرورت ہے جو کم از کم خط پڑھ سکے، اور حساب لکھ سکے۔ اور تار اور منی آرڈر کے لئے کسی کی محتاج نہ ہو۔ اگر بد نصیب لڑکی کا قاتل باپ اپنی لڑکی کو اس وقت کی تعلیم سے محروم رکھے، تو اس کے دو معنی ہیں، اول تو یہ کہ وہ قطعی فیصلہ کر چکا ہے کہ اپنی لڑکی کی شادی عمر بھر نہ کرے۔ اور اس کی یعنی باپ کی موت کے بعد زمانہ اور نفس لڑکی کے ساتھ جو سلوک کرے نا عاقبت باپ اس کو جائز اور روا سمجھے کیونکہ وقت کی رفتار تو واضح طور پر اعلان کر چکی ہے کہ تعلیم نسواں کی مخالفت حقیقتاً نکاح نسواں کی مخالفت ہے، دوسرے معنی یہ ہیں کہ جس بازار میں بجلی کے لیمپ، جھاڑ، فانوس بک رہے ہیں، وہاں حضرت بھی ایک مٹی کا دیا ہاتھ میں لیکر کھڑے ہیں ظاہر ہے کہ کسی بھک منگی بڑھیا کی نظر آپ پر پڑ جائے ورنہ اس چکا چوند میں جناب کو کوئی نہ پوچھے گا۔

عصمت کی سالگرہ پر

دُعائیہ

پھر بہارِ بے خزاں بزمِ ادب پہ چھا گئی
رنگ بن کر عارضِ نسواں کو پھر چمکا گئی

یادِ رفتہ کی ہمارے دل میں پھر لہرا گئی
گلشن عصمت کو پھر پھولوں سے یہ مہکا گئی

ہے خوشی کا دن پرستارانِ عصمت کے لئے
عید گویا آگئی اہلِ محبت کے لئے

صنفِ نازک کے زمانہ درپئے آزار تھا
کوئی پرساں تھا نہ اُن کا مونس و غمخوار تھا
اس سفینے کے ڈبونے کو ہر اک تیار تھا
یہ بنا جب ناخدا بیڑا اپنا پار کرتا

ہوگیا قدرت سے پیدا بے بسوں کا غمگسار
زندگی نسوانیت کی جس نے کر دی استوار

کر دیا اس نے رہا پستی و ذلت سے ہمیں
پھر بٹھایا علم کی کرسی پہ عزت سے ہمیں
ہاں بچایا جہل کی تاریک ظلمت سے ہمیں
کر دیا آگاہ رمزِ قوم و ملت سے ہمیں

راز اک اک روشنیٔ علم کا سمجھا دیا
بھولی بھٹکی بہنوں کو راستہ بتلا دیا

یا الٰہی، تا ابد یہ نیّرِ تاباں رہے!
اور چمن علم و ادب کا اس سے گل افشاں رہے!
تا قیامت اس کے سر پر سایۂ یزداں رہے!
یہ رہے اور اس کے سالِ نو کا ہر ساماں رہے!

فیض اس سے ملک کی سب بیبیاں پاتی رہیں
زیست کی الجھن سب آسانی سے سلجھاتی رہیں

قیصر جہاں قیصر بنت مولانا نصیر بدایونی

کارنامۂ عصمت

اے خوشا وہ راشد الخیری زہے عصمت کا باغ   کیسے فرحت بخش نکلے اس کے مینا و ایاغ
جس کے بادہ نے مٹایا جہل کا نسواں سے داغ   علم کے جس نے گھروں میں کر دیئے روشن چراغ

پیش ازیں ظلمت کدہ یوں طبقۂ نسواں تھا
جس سے تیرہ ہر طرف کاشانۂ ایمان تھا

دہر میں عصمت کا پرچہ کارنامہ ہے ترا   ملت اسلام پر فیضان اور احساں کیا
عالم نسواں کا تو ہے اولیں راہ نما   تو نے کی سعی عمل میں اس عمل کی ابتداء

کام تو لیتا رہا تشویق اور ترغیب سے
تو نے کی تعلیم نسواں کس حسین ترکیب سے

شمع روشن کی طرح عصمت گھروں میں جب گیا   جہل کی تاریکیوں کو دور اس نے کر دیا
عالم نسواں نے سمجھی اپنی ہستی کی بنا   منکشف ہے مرے یہ راز بھی ان پر کھلا

میرے حق مردوں پہ کیا ہیں ہم پہ کیا ہیں ان کے حق
زندگی کہتے ہیں کس کو مل گیا یہ بھی سبق

خانہ داری میرے ذمہ اور اس کے کاروبار   تربیت کی ننھے بچوں کی ہمیں ہیں ذمہ دار
منحصر حسن سلیقہ پر مرے گھر کی بہار   ہم میں حسن خلق ہو اور میزبانی کا شعار

ہم تو خو ضبط و تحمل کی ہو عادت جبر کی
محنتوں کے موقع آجائیں تو خصلت صبر کی

تھا وہی علامہ اس گلزار کا روح رواں   کامیابی اس کی تھی اس کی ریاضت کا سماں
اٹھ گیا عصمت کے سر سے اس کا سایہ ناگہاں   اور روانہ ہو گیا وہ سوئے گلزار جناں

سایہ افگن ہو گیا اس پہ وہ فرزند لیق
رازق الخیری سا اہل دل مربی شفیق

رازق الخیری نے اس گلشن کی رکھوالی جو کی   پتی پتی بوٹی بوٹی کی بڑھائی دل کشی
قدر دانوں کی بھی ہمت اور دل بستگی بڑھی   دیدہ زیب اس کی وہ صورت پھر وہ حسن باطنی

اس کا ہر ہر نخل تیزی سے لگا کرنے نمو
ہو گئے جاذب نظر کے اختلاط رنگ و بو

دہر میں ہو کر رہا یہ اک ریاض انتخاب   سیرتوں میں بے عدیل اور حسن میں بھی لاجواب
جلد نہ محبوب جہاں اور کیوں نہ ہوتا کامیاب   گو معمر ہو گیا تازہ رہا لیکن شباب

طبقۂ نسواں کو اس نے آج انساں کر دیا
خانہ داری کی ہر اک مشکل کو آساں کر دیا

اپنی آبادی کی وسعت میں اضافہ بھی کیا
جوہر نسواں بنات ہیں آج اس کے ہم فضا
کر رہے ہیں کام اپنے یہ بھی دونوں خوشنما
ہر حلقہ میں نہاں صیغہ ہے تعلیمات کا

دست کاری صنعت و حرفت نمایاں جن میں ہیں
بچیوں کے تکملہ کے تازہ ساماں جن میں ہیں

ملک میں ہیں آج دیکھو کیسی کیسی قابلہ
کامیاب اہل قلم مضمون نگار خوش نوا
مایۂ ناز وطن ہے جن کے مضموں کی فضا
نظم کی رنگینیاں بھی کس قدر ہیں دل ربا

ہے شگفتہ آج علمی قابلیت کا چمن
ذی ہنر ہیں کیسی کیسی ان میں کی اہل فن

کب اودھ پر یا کہ ہے پنجاب ہی پر انحصار
آفتاب عصمت کا چمکا تا بہ بنگال و بہار
ہے تمامی ملک میں اس ماہ وش کا اقتدار
علم کا گلشن ہے اس کے فیض سے کیا پر بہار

ہے ہوا باندھے ہوئے مغرب سے تا مشرق تمام
عالم نسواں کی سب کچھ اور ہی ہے صبح شام

راشد الخیری کی یہ ہے یادگار داستاں
اس کے فیضان نے کیا نسواں کو کیا علم نہاں
لیکن تجھ سے ہے امداد حزین و ناتواں
رکھ اسے یارب سلامت دے حیات جاوداں

اس کا ہر ہر حرف زندہ داستاں ہو کر رہے
یہ زمانے میں بہار بے خزاں ہو کر رہے

امداد عظیم آبادی

تبدیلی پتہ کی اطلاع خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو فوراً دیجئے ورنہ پرچہ ملنے کی ذمہ داری نہ ہوگی۔ منیجر

چھتیسویں (۳۶) سال کے مضمون نگار

شائستہ اختر صاحبہ سہروردی پی ایچ ڈی۔ اُردو کی نامور اہلِ قلم خواتین میں سے ہیں۔ ان کا مطالعہ وسیع ہے اور خیالات نہایت منجھے ہوئے۔ گذشتہ دس سال میں ان سے زیادہ کسی کے مضامین عصمت میں شائع نہیں ہوئے۔ موجودہ گرانی" (اگست) اور "سوتی لباس" (دسمبر) ان دونوں مضمونوں سے اس زمانہ میں جب کہ ہر چیز کی قیمت پر آگ بھڑ رہی ہے۔ خواتین بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ کیونکہ موجودہ مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے جو مخلصانہ مشورہ دیئے گئے ہیں ان پر آسانی عمل کیا جا سکتا ہے۔ "دوستی" (جولائی) "خوشامد" (اکتوبر) "کم ظرفی" (فروری) خشک عنوانات ہیں مگر ان مضمونوں میں افسانوں کی سی دلچسپی ہے اور موثر پیرایہ میں عام اخلاقی کمزوریوں پر متوجہ کیا گیا ہے۔ "اسلامی قانونِ وراثت" (جنوری) شائستہ اختر صاحبہ کا بے حد قابل قدر مضمون ہے جس میں انہوں نے ایک نہایت اہم مسئلہ کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے "میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو" مشہور مثل ہے جو سب سے زیادہ صادق آتی ہے۔ ان شرعی ورثا پر جن کا اصول ہوتا ہے لینے کو مچھلی اور دینے کو کانٹے۔ جو اپنا حق لینے کے لئے زیر دستوں کو تباہ و تاراج کر دینا ثواب سمجھتے ہیں۔ مگر فرائض کی ادائیگی کے نام پر جنہیں سانپ سونگھ جاتا ہے۔ "سوسائٹی کا ظلم" (مئی) اور "ازدواجی زندگی کا ایک پہلو" ایسے دونوں مضمون بھی حق رکھتے ہیں کہ ٹھنڈے دل سے ان پر غور کیا جائے۔

آمنہ نازلی صاحبہ ادیب فاضل کے مختصر تفریحی مضامین سنجیدہ ظرافت اور طنز ملیح کی خصوصیات کی بنا پر ادبی حلقوں میں پسندیدہ نظروں سے دیکھے جاتے ہیں، اس سال ان کے چار مختصر افسانے شائع ہوئے ہیں اور چاروں دلآویز ہونے کے علاوہ نتیجہ خیز ہیں۔ "دو شالے" (نومبر) اور "آنا" (جنوری) دونوں ڈرامے کیا بلحاظ مکالمہ نویسی اور کیا باعتبار کردار نگاری اُردو کے بلند معیار طبع زاد مختصر ڈراموں میں منتخب کئے جا سکتے ہیں۔ اور پڑھنے والوں کو مصنفہ کے کمالِ فن پر خراجِ تحسین ادا کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس سال بھی ان کے مضامین سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔

جمیلہ بیگم صاحبہ مصنفہ فیروزہ۔ اُن مضمون نگار خواتین میں سے ہیں جو مختلف موضوعوں پر سلیقہ کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہیں۔ ان کی بحثیں مدلل اور موثر ہوتی ہیں۔ اور ان کے مشورے کافی غور و خوض پر مبنی۔ ان کے مضامین ہر سال معقول تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ اس سال بھی ان کے مضمونوں کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ اور ان میں کئی مضمون بے حد قابلِ قدر ہیں۔

ظفر جہاں بیگم صاحبہ مصنفہ اختری بیگم۔ اُردو کی مشہور لکھنے والیوں میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ ان کے مضمونوں کے عنوانات میں تو کچھ جاذبیت نہیں ہوتی مگر جو کچھ لکھتی ہیں۔ ذاتی تجربوں اور وسیع مشاہدوں کی بنا پر دلسوزی کے ساتھ اس لئے ان کا ہر مضمون قابلِ قدر ہوتا ہے۔

بلقیس بیگم (نمبر ۱) صاحبہ منشی کامل۔ ان مضمون نگار خواتین میں سے ہیں۔ جن کی قابلیت طبقۂ نسواں کے لئے مایۂ ناز کہی جا سکتی ہے، ان کے مضمونوں کی نسوانی حلقوں میں دھوم مچ چکی ہے معاشرتی تمدنی، اخلاقی مسائل اور خانہ داری، بچوں کی تربیت وغیرہ پر ان کے بے حد قابلِ قدر مضامین شائع ہوئے ہیں جن سے ہزاروں خواتین نے فائدہ اٹھایا ہے۔ افسوس ہے ان کے مضامین کی تعداد اس سال زیادہ نہیں ہے۔

نذر سجاد حیدر صاحبہ مصنفہ نجمہ وغیرہ ہندوستان کی چوٹی کی افسانہ نگار خواتین میں سے ہیں۔ نجمہ جیسے مقبول، دل پسند ناول کے بعد انہوں نے عصمتی بہنوں کے لئے گذشتہ سال ماں کی بیٹی شروع کیا تھا مگر یہ دلآویز افسانہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ سید سجاد حیدر صاحب کا انتقال ہو گیا اور ان کے بعد نذر سجاد حیدر صاحبہ جن کی صحت پہلے ہی خراب تھی باقی حصہ اب تک نہ لکھ سکیں ہم کوشش کر رہے ہیں اس سینتیسویں سال میں اس افسانہ کا باقی حصہ بھی شائع ہو جائے۔

گ۔ ن صاحبہ اور نبی فاطمہ صاحبہ۔ خانہ داری اور حفظانِ صحت پر یہ دونوں خواتین اچھے خاصے مضامین لکھ لیتی ہیں۔ جن میں کارآمد اور مفید مشورے ہوتے ہیں۔

سیدہ انیس زہرا صاحبہ ناہید۔ گزشتہ سال کی مضمون نگاروں میں سے انہوں نے نمایاں ترقی کی ہے۔ بوٹ کھوتے ہوئے (اگست) اور "ہمارے حکیم جی" (فروری) دونوں مزاحیہ افسانے کامیاب ہیں۔ یہ

یہاں تبصرہ بھی کہتی ہیں۔ اکتوبر اور جنوری کی دونوں نظمیں اچھی ہیں۔

قیصر جہاں صاحبہ بدایونی کی نظمیں دو تین سال سے شائع ہو رہی ہیں۔ اس سال کی نظموں میں کئی نظمیں ایسی ہیں جو منظر کشی اور جذبات نگاری کے لحاظ سے قابل تعریف کہی جا سکتی ہیں۔

بیگم م ح ہاشمی صاحبہ سال گزشتہ کے مضمون نگار خواتین میں سے ہیں۔ ان کے مفید مضمون ٹکس بانی کی آخری چار قسطیں اس سال بھی شائع ہوئی ہیں اس موضوع پر اردو میں اس قدر عام فہم پیرایہ میں غالباً کسی نے آج تک ایسا مفصل و مکمل مضمون نہیں لکھا۔

وحیدہ عزیز صاحبہ بی اے کے مضامین انگریزی اخبارات میں شائع ہوتے ہیں۔ انگریزی میں ان کی ایک کتاب بھی شائع ہو چکی ہے اردو میں پچھلے سال سے لکھنا شروع کیا ہے۔ ان کے مضامین ٹھوس اور تحقیقی ہوتے ہیں۔ خیالات میں بھی ایک حد تک پختگی ہے۔

محمودہ رضویہ صاحبہ کراچی۔ آٹھ دس کتابوں کی مصنفہ ہیں اور ان کی انشائے لطیف کے متعدد نمونے عصمت میں شائع ہو چکے ہیں تاریخی افسانے بھی لکھتی ہیں۔ ان بہن نے تین چار سال کی قلیل مدت میں اچھی ترقی کر لی ہے۔

ایس بی طاہرہ صاحبہ پشاور عصمت کی مخصوص مضمون نگاروں میں سے ہیں۔ مختصر ادبی مضامین چھ سات سال سے شائع ہو رہے ہیں ان کے پیرایہ بیان میں دلکشی ہے۔ بچوں کی تربیت پر بھی مفید مضامین لکھتی ہیں۔

زیب عثمانیہ صاحبہ مصنفہ متاع حرم۔ پنجاب کی ممتاز شاعرات میں سے ہیں۔ اس سال ان کی صرف تین نظمیں چھپی ہیں۔ اور تینوں اچھی ہیں۔

ماجدہ بیگم صاحبہ منشی فاضل بنت دانش شاہجہانپوری کی نظمیں تین سال سے ہی شائع ہو رہی ہیں مگر ان کا شمار دور حاضرہ کی کامیاب شاعرات میں کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ نظموں کے گیت بھی دلاویز ہوتے ہیں۔

عظمت ایوب صاحبہ بی اے، نے دو تین سال سے لکھنا شروع کیا ہے شاعرہ بھی ہیں مضمون نگار بھی اور دونوں حیثیتوں سے ان کا مستقبل کامیاب نظر آتا ہے۔

قمر جہاں بیگم صاحبہ نور کی نظمیں اسی سال سے عصمت میں چھپنی شروع ہوئی ہیں۔ جذبات نگاری اچھی خاصی کر لیتی ہیں بعض اشعار بہت موثر ہوتے ہیں۔

مسز ہمایوں مرزا صاحبہ ام، آر، اے، ایس۔ عصمت کے ابتدائی دور کی مضمون لکھنے والیوں میں سے ہیں۔ ایک درجن سے زیادہ مقبول کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ تحریر و تقریر دونوں میں کافی نام پیدا کر چکی ہیں۔ افسوس ہے ان کے مضمونوں کی تعداد اس سال بہت کم ہے۔

نرملا دیوی صاحبہ تیواری کے مضامین کئی سال سے شائع ہو رہے ہیں کسی نہ کسی مفید موضوع پر قلم اٹھاتی اور سلیقہ کے ساتھ خیالات کا اظہار کرتی ہیں۔ یہ اگر لکھتی رہیں تو بہت اچھا لکھنے لگیں گی۔

صدیقہ بانو صاحبہ الہ آبادی کئی سال سے لکھ رہی ہیں معاشرتی تعلیمی مسائل پر ان کی بحثیں دلچسپ ہوتی ہیں۔

عصمت کی مشہور شاعرات محترمات خورشید آرا بیگم۔ بلقیس جمال بلقیس۔ بشیر النساء بیگم بشیر۔ خورشید اقبال حیا۔ گوہر اقبال نور۔ قمر جہاں بیگم کی کوئی نظم افسوس ہے اس سال شائع نہیں ہوئی۔ محترمات سکینہ محمود ام اے۔ نجم انوار الحق بی اے صفیہ شمیم ملیح آبادی۔ کنیز فاطمہ حیا لکھنوی اور نوشابہ قدوائی کی نظمیں خلاف توقع بہت کم چھپیں۔

اسی طرح محترمات سکینہ عبید بی اے۔ رشیدہ عزیز بی اے۔ شوکت ریاض۔ مہ صفیہ مجیب امۃ الوحی۔ ثریا سلیم بی اے۔ جہاں بانو بیگم نقوی ام اے۔ کملا چٹرجی۔ کنیز کاظم ام اے۔ بلقیس جہاں آرا۔ مسز حمید لکھنوی۔ بیگم ضیاء الحسن۔ ب ن ابراہیم کے مضامین بھی اس سال بہت کم چھپے اور محترمات رفیعہ امیر کیانیہ۔ عطیہ بیگم نفیسی۔ سرور جہاں۔ زعفرانی امۃ الحفیظ۔ کنور کول کنور۔ عفت کیانیہ۔ شہہ بانو کا تو اس سال ایک مضمون بھی نہیں چھپا۔ ہمیں بہت خوشی ہوگی اگر یہ محترم خواتین اپنے پرچے کے سینتیسویں سال کو کامیاب بنانے میں حصہ لیں گی اور اپنے گراں قدر مضامین اور نظموں سے عصمت کی زینت بڑھائیں گی۔

نئی لکھنے والیوں میں محترمات حلیمہ زبیدہ۔ صفیہ بانو۔ شمس عفت جہاں ہاشمی بی اے۔ مونس شبیر۔ ناہید ہاشمی۔ آسیہ قدوائی۔ ام سلمیٰ فیاض علی کو مضمون نگاری کی مشق ضرور رکھنی چاہئے۔

مضمون نگار مردوں میں مولوی محمد ظفر ام، اے۔ ڈاکٹر اعظم کریوی۔ پروفیسر حامد حسن قادری۔ مولوی عبد الغفار صاحب خیری۔ محمد احمد صاحب سبزواری ام اے۔ محمد مرغوب صدیقی۔ پرنسپل مشتاق احمد صاحب زاہدی۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی اور **شعرا میں** حضرات ازل۔ اختر شیرانی۔ بصیر صدیقی بدایونی۔ تلوک چند محروم۔ خلیق بریلوی۔ سیماب اکبر آبادی۔ جام نوائی۔ عبد العزیز فطرت۔ وقار دہلوی۔ ساقی صدیقی۔ محمود اسرائیلی خصوصیت کے ساتھ ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان حضرات نے اپنے مضامین اور نظموں سے عصمت کی گراں قدر قلمی اعانت فرمائی ہے۔

رازق الخیری

خاتونِ اکرم ؑ عصمتی انعامات

عصمت کے چھتیسویں (۳۶) سال میں (جولائی ۱۹۴۳ء تا جون ۱۹۴۴ء) جن خواتین و حضرات کے مضامین شائع ہوئے ہیں ان کی فہرست اس پرچہ کے آخری صفحوں پر درج ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ اس سال مضمون نگار خواتین کی تعداد دو تین سال قبل کی فہرست کے مقابلہ میں کم ہے جس کی وجہ ظاہر ہے کہ کاغذ کی نایابی کی وجہ سے رسالہ کی ضخامت اس سال کم رہی۔ عورتوں میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے اور لکھنے والیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے محترمہ خاتونِ اکرم جنت مکانی کی یادگار میں ہر سال جولائی میں عصمت مختلف موضوعوں کے بہترین مضامین پر انعامات تقسیم کرتا ہے یہ انعامات صرف ان خواتین میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جن کے سال بھر میں کم سے کم چار مضمون شائع ہوئے ہوں۔ چونکہ اس سال پرچہ کی ضخامت کم رہی اس لئے کم سے کم تین (۳) مضمون جن خواتین کے شائع ہوئے ہیں۔ ان کی خدمت میں انعامات پیش کئے گئے ہیں۔ جو مضامین قابل انعام قرار دیئے گئے ہیں ضروری نہیں کہ وہ اپنے اپنے موضوعوں کے بہترین مضامین ہی ہوں کیونکہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی موضوع پر جو بہترین مضمون شائع ہوا ہے وہ کسی ایسی خاتون کا ہو جن کے سال بھر کے مضمونوں کی تعداد تین (۳) سے کم ہو اور دوسرے درجہ کا مضمون کسی مرد کا ہو۔ اس لئے وہ دونوں مضمون نظر انداز کر کے تیسرے درجہ کے مضمون پر انعام دیا گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بہن کے مضامین صرف دو موضوعوں پر چھپے ہوں اور انہیں دس روپیہ انعام میں مگر ایک دوسری بہن کے مضامین صرف ۴ ہیں لیکن مختلف موضوعوں پر اور انہیں (۳) انعام ۱۵ روپیہ کے مل جائیں۔ گویا یہ انعامات (تعداد مضامین کا انعام چھوڑ کر) مختلف موضوعوں کے بہترین مضامین پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔

۱۔ خانہ داری اس موضوع پر ہر سال عصمت میں اچھے اچھے مضامین معقول تعداد میں شائع ہوتے ہیں چھتیسویں سال میں کم سے کم تین مضامین جن خواتین کے شائع ہوئے ہیں ان میں محترمہ شائستہ اختر صاحبہ سہروردی کے مضامین موجودہ گرانی (اگست) کامیاب پارٹیاں (نومبر) اور موتی لباس (دسمبر) خصوصیت کے ساتھ نہایت مفید اور کارآمد ہیں۔ جن پر دس روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔ نیز ...ہ (دسمبر) از ظفر جہاں صاحبہ اور گھریلو نسخے (فروری) از بی فاطمہ بھی نہایت مفید مضامین ہیں جن پر ۵-۵ روپیہ کے انعام دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ حفظانِ صحت کے مضامین اس سال بھی اچھے خاصے رہے۔ گ۔ ن صاحبہ کا مضمون غذا سے علاج (اگست) اور آمنہ نازلی صاحبہ تجربہ چٹ پٹ (ستمبر) ۵-۵ روپیہ کے انعام کے مستحق ہیں۔

۳۔ سنگھار و آرائش کے مضامین بھی بہت کم رہے مگر قابل انعام ایک مضمون ہے مشرقی سنگھار (اپریل) از گ۔ ن صاحبہ جس پر ۵ ...

۴۔ تاریخ و سیرت پر اس سال مضامین کم شائع ہوئے تو مضمون رضیہ سلطانہ کا انصاف ہے جس پر و۔ا صاحبہ کی خدمت میں ۵ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں۔

۵۔ سیر و سیاحت پر یا **۶۔ سیاسی** مضمون اس سال قابل انعام کوئی شائع نہیں ہوا۔

۷۔ بچوں کی تربیت اور پرورش پر کئی مضمون قابل قدر شائع ہوئے ہیں نئی آنا (اپریل) اور بچوں کی تربیت کا ایک پہلو (مئی) و۔ا صاحبہ کے دو مضمون مختصر مگر نہایت مفید ہیں۔ بچوں کے ساتھ غیر ساوی سلوک (نومبر) از بی فاطمہ صاحبہ بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ان دونوں محترم خواتین کی خدمت میں ۵-۵ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں۔

۸۔ صنعت و حرفت کے مضامین کے لحاظ سے بھی یہ سال کامیاب ہے بیگم م۔ ح ہاشمی صاحبہ کو جس بانی پر سال گزشتہ انعام مل چکا ہے ۵ روپیہ اس سال کے مضامین پر بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ تقدیر و تدبیر (دسمبر) میں جمیلہ بیگم صاحبہ نے نہایت مفید مشورہ خواتین کو دیئے ہیں۔ ۵ روپیہ اس مضمون پر بھی انعام دیا جاتا ہے۔

۹۔ معاشرتی تمدنی مضامین کے لحاظ سے بھی یہ سال نہایت کامیاب ہے مگر کم سے کم تین مضمون لکھنے والی خواتین میں صرف شائستہ اختر صاحبہ سہروردی کے دو مضمون قابل ذکر ہیں۔ سوسائٹی کا ظلم (مئی) ازدواجی زندگی کا ایک پہلو (جون) ان مضمونوں پر ۵ روپیہ دیئے جاتے ہیں۔

۱۰۔ اخلاقی مضامین کئی بیبیوں کے بہت اچھے رہے خصوصیت کے ساتھ شائستہ اختر صاحبہ کے مضامین خوشامد (اکتوبر) اور کم ظرفی (فروری) جمیلہ ... صاحبہ کا مضمون ہمدردی کی چند زندہ مثالیں (جون) اور اختر جہاں بیگم صاحبہ

کیا کوئی سر سبز ہو آگے جناب فیض کے — ختم ہر فن ہے یہاں اے مشفق من دیکھئے
قلمرو میں سخن کے تھی حکومت فیض صاحب کی — شہنشاہ طبیعت تھی طبیعت فیض صاحب کی
کلام حق کے حافظ تھے مفسر تھے، محدث تھے — دلیل صانع قدرت تھی حجت فیض صاحب کی
کوئی منہ آئینہ کی کھائے منہ تو اپنا بنوائے — جواب اپنا نہیں رکھتا سوال فیض صاحب ہے

فیض کا غم و الم

جس دن جناب فیض فلک مرتبت اٹھے — اے عصر دفن زیر زمیں شاعری ہوئی
چھڑک اشکوں سے پانی اور دے جاروب پلکوں سے — دلا آنکھوں سے سر سے چل مزار فیض صاحب ہے
کیا ہے سنگ مر مر اشک سے اوسکی صفائی پر — مصفا یک قلم لوح مزار فیض صاحب ہے

نقش سرکاری ملازم تھے اور کسی اچھی خدمت پر فائز تھے۔ (۱) جسکا اشارہ اس طرح کیا ہے " اکنون از دیر باز بہجت خدمت سہتمی و کثرت کار"

مکرمی مولوی عمر یافعی کا بیان ہے کہ نقش محکمہ بلدیہ میں سہتمم قبالہ تھے، اور بقول خود نہایت عدیم الفرصت رہا کرتے تھے، اپنے ہم نشینوں اور معاصر شعراء کی شعر گوئی انکے دل کو گرما دیا کرتی تھی، ۔ اور شعر کہنے سے نہ چوکتے تھے۔ ور باوجود اسکے نقش اعلیٰ درجے کے مصنف اور نقاد تھے۔

تلامذۂ نقش :- فیض کے ارشد تلامذہ میں عصر اور مزاج کے اکثر تلامذہ کا پتہ چلتا ہے جو گلدستوں میں درج ہیں۔ مگر نقش کے تلامذہ کا حال نہیں ملتا، البتہ خود نقش نے اپنے اس تذکرہ میں اپنے دو شاگردوں سردار علی خاں سردار کرنولی (۲) میر جنید علی جاگیر دار المتخلص بہ محب کا ذکر کیا ہے۔

معاصرین : نقش نے تو اپنے دو سوسے زاید معاصرین کا تذکرہ لکھا ہے۔ ان میں حکیم مظفر الدین مزاج اورنگ آبادی اور میر احمد علی عصر حیدرآبادی، فیاض الدین خاں فیاض اور حبیب اللہ ذکا وغیرہ ہیں۔

عصر نے تذکرہ نقش کے نو قطعات تاریخی ایک سے ایک بہتر لکھے اور نقش کی بہت تعریف کی۔ فیاض اور ذکا کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ ان دونوں نے حضرت فیض صاحب کو مجبور کیا کہ وہ محاورات زبان آردو کی تحقیق میں ایک کتاب تدوین فرمائیں چنانچہ فیض نے خزاین الامثال لکھی، جو ضخیم ہے۔ جس میں فرماتے ہیں کہ یہ میرا نواب سر سالار جنگ اولی کی خدمت میں آخری نذرانہ ہے اس کے

(۲) عروس الاذکار قلمی۔

روحِ راشد الخیری کا پیغام

روحِ راشد[1] کا ہو جو پرتو
عصمت کا چراغ کیوں نہ دے لو

تربت پہ ہو اُن کی بارشِ نور
انعامِ خدا ہوں اُن پہ نشو نشو

شاداں رہیں رازق اور صادق
دونوں کرتے ہیں کیا تگ و دو

ہے پیشِ نظر فلاحِ نسواں
دن رات لگی ہوئی ہے اک لو

اخلاق و صفات شرق و اسلام
شور بیز جہاں ہوں از سرِ نو

لیکن ہے بہت ہلاکت انگیز
مغرب سے یہاں جو آئی ہے رو

اس سے بچیں اہلِ ہند و اسلام
اس میں بہنے لگیں نہ زہرو

ہے جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری[1]
گندم کی نمائش اور سب جو

تعمیر کے پردہ میں ہے تخریب
خوبی ایک اور برائیاں نو

سمجھے ہیں سب اس کو نیک سے
اب صبح ہوئی اور رات پھٹی پو

مغرب میں تو ہوتا ہے اندھیرا
مشرق سے شروع ہوتی ہے ضو

این نکتہ شناس و در راہِ خویش
با راہ شناس ہم قدم شو[2]

ہے مزرعِ آخرت یہ دنیا
بخشش سو سو ۔ حساب جو جو

آؤ سب مل کے ایک ہو جائیں
حسبِ ارشاد قُلْ تَعَالَوْا[3]

حامد حسن قادری

---

[1] یہ مصرع ڈاکٹر اقبال مرحوم کے اس شعر سے لیا گیا ہے ؎
نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی ۔ جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

[2] (ترجمہ) اس نکتہ کو سمجھو اور اپنے سفرِ حیات میں صحیح رہبر کے ساتھ چلو۔

[3] قُلْ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ
(ترجمہ) جس بات پر ہمارا تمہارا اتفاق ہے، آؤ اس کو مل کر انجام دیں ۔

مگر ہم ۔۔۔

چمن زار شاداب و خنداں رہیں گے
درختوں پہ طائر غزل خواں رہیں گے
فضاؤں میں بادل دُر افشاں رہیں گے
مگر ہم تہِ خاک پنہاں رہیں گے!

بہاریں گلستاں میں آیا کریں گی
فضائیں یونہی لہلہایا کریں گی
درختوں کے دامن گل افشاں رہیں گے
مگر ہم تہِ خاک پنہاں رہیں گے!

چمن کی فضائیں مہکتی رہیں گی
صبا کے اثر سے لہکتی رہیں گی
گل و غنچہ و برگ رقصاں رہیں گے
مگر ہم تہِ خاک پنہاں رہیں گے!

گھٹائیں یونہی گھر کے آیا کریں گی
یونہی بلبلیں گیت گایا کریں گی
یونہی گلستاں گل بداماں رہیں گے
مگر ہم تہِ خاک پنہاں رہیں گے!

یہ شہر اور دیہات بستے رہیں گے
صداؤں سے معمور رہتے رہیں گے
بپا زندگانی کے طوفاں رہیں گے
مگر ہم تہِ خاک پنہاں رہیں گے!

عروسِ سحر روز آیا کرے گی
فضا نور سے جگمگایا کرے گی
مناظر، سحر خیز و خنداں رہیں گے
مگر ہم تہِ خاک، پنہاں رہیں گے!

یہ راتیں یونہی جھلملایا کریں گی
ستاروں کی شمعیں جلایا کریں گی
سرِ چرخ روشن چراغاں رہیں گے
مگر ہم تہِ خاک پنہاں رہیں گے!

کہستاں سے چشمے اُبلتے رہیں گے
سرِ راہ موتی پھسلتے رہیں گے
یہ سیلابِ سیمیں خراماں رہیں گے
مگر ہم تہِ خاک پنہاں رہیں گے!

غرض یہ خدائی کے رنگیں نظارے
یہ شام و سحر کے بہاریں نظارے
خراماں و رخشاں و رقصاں رہیں گے
مگر ہم تہِ خاک پنہاں رہیں گے!

اختر شیرانی

یہ ہے سماج

والد صاحب کو روئی کی تجارت میں جب گھاٹا شروع ہوا تو میں بی۔ اے کے دوسرے سال میں تھی۔ انہیں دن بدن خسارہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ ایم۔ اے کے دوسرے سال میں میں نے والدین کی تنگ دستی کا خیال کرتے ہوئے نہایت حسرت و یاس کے ساتھ کالج کو خیرباد کہہ دیا اور ملازمت کی جستجو شروع کی۔ آخر لاہور کے ایک گرلز سکول میں جگہ مل گئی۔ اور میں بمبئی چھوڑ کر لاہور چلی آئی۔ تنخواہ کچھ ایسی کم تو نہ تھی۔ لیکن میرے اخراجات پہلے کی طرح اب بھی زیادہ تھے۔ بچپن سے امیرانہ ٹھاٹھ دیکھتی آئی تھی، اب اسے بھولنا ذرا مشکل تھا۔

والدین سے دور ہو کر دل بہت افسردہ رہتا تھا۔ اس افسردگی کو بھولنے کے لئے تھوڑے ہی عرصے کے بعد میں ٹینس کلب کی ممبر بن گئی۔ جہاں جمیلہ اور اس کے دیور اختر سے ملاقات ہوئی اور اس طرح میری زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ جمیلہ ہنس مکھ اور ملنسار لڑکی تھی۔ ہماری دوستی بڑھتی گئی۔ اکثر وہ مجھے اپنے یہاں بلاتی اور میں کبھی انکار نہ کر سکتی تھی۔ کیونکہ میں ان لوگوں کو بہت پسند کرنے لگی تھی۔ جمیلہ کے شوہر بیرسٹری کے لئے ولایت گئے ہوئے تھے۔ اور اختر ایل ایل بی میں پڑھتے تھے۔ اختر بھی مجھے پسند تھے۔ ان کی سادگی اور خوش مزاجی سب کو ان کا گرویدہ بنا لیتی تھی۔ یوں تو کلب میں ساتھ کھیلنے کی وجہ سے ہم کافی بے تکلف ہو گئے تھے۔ لیکن اب ان کی نگاہوں سے میں ان کے نئے جذبات کا اندازہ لگا رہی تھی۔ اپنے دل کو ٹٹولا تو وہاں بھی کچھ ایسے ہی جذبات موجود تھے۔ لیکن ان جذبات سے کیا ہوتا ہے۔ جانتی تھی کہ سماج کے اصولوں کے مطابق سرمایہ دار اور مزدور میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہاں میں بھی ایک مزدور تھی۔ اپنی روزی دن بھر محنت کر کے کماتی تھی۔ اختر کے والد زمیندار تھے۔ پنجاب کے ایک مالدار زمیندار! میرا ان کا جوڑ نہ تھا۔ اسی لئے میں اختر سے کترانے لگی۔ دل میں محبت کے جو بیج پیدا ہو گئے تھے۔ انہیں نکال پھینکنا چاہتی تھی۔ درخت کا تنہ نہیں کٹ سکتا۔ لیکن بیج پھوٹنے سے پہلے ہی ضائع کیا جا سکتا ہے، میں نے کلب جانا بند کر دیا۔ جمیلہ نے کئی بار بلایا میں نہ گئی مگر جب اس نے اپنی بچی کی پہلی سالگرہ پر بلایا تو جانا پڑا۔ اختر بھی موجود تھے۔

جمیلہ اپنی بچی کو سلانے چلی گئی۔ مہمان رخصت ہو چکے تھے۔ میں جانے کو تیار بیٹھی تھی۔ لیکن جمیلہ سے رخصت نہ ہوئی تھی۔ میں اور اختر ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر اختر بولے "کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟"

"جی نہیں، ناراض کیوں ہوتی" میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

"نجمہ! آپ نہیں سوچ سکتیں کہ اتنا عرصہ آپ سے نہ ملنے کے باعث میں کتنا پریشان رہا ہوں۔ آپ نے کلب آنا بھی چھوڑ دیا"

میں جذبۂ دل کو کچلنے میں کامیاب نہ ہو سکی تھی، لیکن کم از کم اسے چھپا سکتی تھی۔ بے پرواہی کے انداز سے کہا "آج کل فرصت ذرا کم ملتی ہے"۔ انہوں نے ایسا ظاہر کیا گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ بولے "آج میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کلب میں اتنا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ یہاں بھی آنا آپ نے بند کر دیا۔ میں سوچتا ہوں آخر کب تک اپنے جذبات کو چھپاؤں گا۔ آج وہ سب کچھ کہہ دوں جسے کہنے کی آج تک ہمت نہ ہوئی تھی۔ لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ صاف صاف کہہ ڈالوں" پھر مسکرا کر "آپ ناراض تو نہ ہوں گی" میں نے شرما کر سر جھکا لیا۔ دل دھک دھک کرنے لگا۔ میں جانتی تھی۔ وہ کیا کہنے والے ہیں۔ چہرہ جذبات کی شدت سے تمتمانے لگا لیکن پھر وہی دو طبقوں کی تفریق کا خیال آیا اور میں اداس ہو گئی۔ اور وہ کہہ رہے تھے "نجمہ تمہارے بغیر میری زندگی بے کار ہے۔ تم ہی میرے ویران دل کو آباد کر سکتی ہو کاش ہم ہمیشہ ساتھ رہ سکیں۔ کیا یہ ممکن ہے؟ نجمہ... بولو نجمہ"

میرا سر چکرانے لگا۔ ہاتھ کانپنے لگے۔ اور میں نے نگاہیں جھکا لیں۔ کمرے میں دیر تک خاموشی رہی۔ مجھے یاد نہیں کہ جمیلہ کب آئیں اور اختر کب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ میں نہ معلوم کیا سوچ رہی تھی۔ جمیلہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ جمیلہ مجھ پر جھکی ہوئی پوچھ رہی تھیں۔ "کیسی طبیعت ہے نجمہ بہن!" میں نے اداس لہجہ میں کہا "میں گھر جانا چاہتی ہوں"۔ اور جمیلہ نے اسی وقت کار نکالنے کے لئے ڈرائیور کو بھیج دیا۔

بہت دن تک میں اسی کشمکش و پیچ میں رہی کہ اب کیا ہونا ہے۔

رہ رہ کر اختر کی گفتگو کا ایک ایک لفظ دماغ میں گھومتا تھا۔ اور مجھے وہ واقعات یاد آرہے تھے جب چار سال منگنی رہنے کے بعد میرے ہونے والے خسر نے یہ کہہ کر رشتہ توڑ دیا تھا کہ "ہمیں تو اب یہاں سے کچھ جہیز وغیرہ ملنے کی امید نظر آتی نہیں"۔ میرے والد نے بہت کہا کہ گو اب میری مالی حالت بہت بگڑ گئی ہے۔ تاہم لڑکی کو جہیز کسی طرح کم نہ دوں گا۔ لیکن وہاں سے ٹکا سا جواب مل گیا۔ والد صاحب کو سخت صدمہ ہوا۔ اور ایک عرصہ تک ندامت کی وجہ سے لوگوں سے ملنا جلنا بند رکھا۔ جب ان کی تجارت ترقی پر تھی تو میرے لئے آئے دن اچھے سے اچھے پیغامات چلے آتے تھے۔ اب منگنی بھی ٹوٹ گئی۔ میں نے عہد کیا تھا کہ کسی بڑے گھر کا رشتہ قبول نہ کروں گی۔ جہاں عمر بھر ساس نندوں کے طعنے سہنے پڑیں۔ لیکن اب تو معاملہ ہی اور تھا۔ منگنی چھوٹنے کا مجھے ذرا بھی ملال نہ تھا کیونکہ اس شخص سے میں بالکل ناواقف تھی لیکن اب اب میری آرزوؤں کا خون ہو رہا تھا۔ جہیز کا معاملہ ایسی ٹیڑھی کھیر تھی کہ میں دم بخود تھی۔ سماج کے اصولوں کو توڑنے کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ اختر کی والدہ مجھ پر بہت مہربان تھیں لیکن میں سوچتی تھی کہ یہ مہربانی صرف اپنی بہو کی سہیلی سمجھ کر ہے۔ میری مسلسل خاموشی نے اختر کو کچھ مایوس سا کر دیا اور باوجودیکہ وہ پہلے کی طرح ہمیشہ ہنس کر کلام کرتے تھے لیکن ان کی درد بھری نگاہیں حالِ دل کہے دیتی تھیں۔ جسے دیکھ کر سخت اذیت ہوتی تھی۔ جمیلہ نے بہت پوچھا کہ "نجمہ بہن! آخر آپ کو انکار کیوں ہے کیا آپ اپنی جمیلہ کو نہ بتائیں گی؟" لیکن میں یہ کہہ کر ٹال دیتی کہ "بہن شادی کرنے کا ابھی میرا ارادہ نہیں ہے"۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کوشش میں تھی کہ اختر کے گھر والوں کے جہیز وغیرہ کے متعلق خیالات معلوم کروں۔ ابھی تک امید کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ لیکن اسی اثنا میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جس نے رہی سہی امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔

جمیلہ کے بھائی کی شادی تھی۔ دعوتِ ولیمہ میں میں جمیلہ اور اس کے سسرال والوں کے ساتھ جمیلہ کے میکے گئی۔ ایک بڑے کمرے میں جہیز کی نمائش ہو رہی تھی۔ میں ان سب کے ساتھ جہیز کے کمرے میں پہنچی۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اتنا شاندار جہیز جمیلہ کی بھاوج لائی تھیں کہ خود جمیلہ کا جہیز اس کے مقابلہ میں کچھ نہ تھا۔ حالانکہ میں نے ادھر اُدھر سے اس کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔ زیورات کے مختلف سیٹ۔ ریشمی کپڑوں کے انبار۔ چاندی کے بیشمار برتن، اعلیٰ درجہ کا فرنیچر۔ غرضیکہ کونسی ایسی چیز تھی جو وہاں موجود نہ تھی۔ میں محوِ حیرت کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ لیکن قریب ہی جمیلہ کی ساس کی آواز سن کر میں چونک پڑی۔ وہ اپنی بڑی لڑکی سے کہہ رہی تھیں۔ "ارے بے بڑا نانا سب کچھ دیا ہے۔ پر میں پوچھتی ہوں دولہا کو کیا دیا ہے ایک موٹر بھی نہ دے سکے" لڑکی نے کہا "اور اماں جان صرف ۴۰ جوڑے دیئے ہیں لڑکی اور نندوں کو ایک ایک جوڑا" ماں بولیں "ارے وہ کیا دیں گے کنجوس ہیں، اللہ نے اتنا دے رکھا ہے۔ ان سے اچھا تو ہم نے ہی تمہیں دیا تھا۔ یاد ہے ساٹھ جوڑے تھے اور ریشمی گرم نہ جانے کتنے تھے۔ ارے جمیلہ بیٹی، ذرا بتانا تو۔" اور جمیلہ سے پوچھنے کمرے میں دوسری طرف چلی گئیں۔ میں خاموش کھڑی یہ سب کچھ سنتی رہی۔

میں دن رات یہی سوچنے لگی کہ اب انجام کیا ہوگا۔ مجھے یقین تھا کہ اختر ان نمائشی لغویات سے بہت بلند ہیں۔ ان کے لئے یہ چیزیں جن کی چمک دمک دو روز میں ختم ہو جائے گی۔ کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ اور پھر ان کے پاس کسی چیز کی کمی ہے! لیکن مجھے ڈر تھا کہ والدین کی مرضی کے خلاف شادی کر کے وہ ہمیشہ کے لئے ان سے جُدا ہو جائیں گے اور شاید اپنے آرام و آسائش یاد کر کے وہ مجھ سے متنفر ہو جائیں کہ جس کی وجہ سے انہیں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور میں یہ حشر دیکھنے کے لئے تیار نہ ہو سکتی تھی۔ میں اپنے دل کو نہ سنبھال سکی۔ اس کا اثر میری صحت پر پڑنے لگا۔ ڈاکٹروں نے کام چھوڑنے کا مشورہ دیا۔ میں بھی چاہتی تھی کہ اختر سے دُور چلی جاؤں آخر اس طرح گھُل گھُل کر مرنے سے کیا فائدہ؟ اختر کو کتنا دُکھ ہوگا اُس کا دھیان بھی میری طرف سے نہیں ہٹے گا۔ میرے جانے کے بعد رفتہ رفتہ وہ مجھے بھول جائے گا اور پھر شاید وہ شادی کرے۔ ہاں شادی۔ کسی امیر گھر کی لڑکی سے جو اتنا جہیز لائے کہ اختر کی والدہ سنبھال نہ سکیں۔

میں نے استعفیٰ دیدیا اور بمبئی واپس چلی گئی۔ چلتے وقت اتنی ہمت بھی نہ کر سکی کہ جمیلہ اور اختر سے مل لیتی۔ میری تمنا تھی کہ ایک بار آخری بار اختر سے ملوں لیکن ڈر تھا کہ دل کا راز آنکھوں کے ذریعہ ان پر عیاں نہ ہو جائے۔ میں نے انہیں اپنا پتہ بھی نہیں بتایا۔ اور یہی ایک ترکیب تھی۔ جس سے وہ مجھے بھول جاتے۔ میں چاہتی بھی تو یہی تھی کہ وہ مجھے بھول جائیں۔ کتنی سنگدل تھی میں یا شاید سماج!

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ اور وقت کے ساتھ حالات بھی بدلتے

رہتے ہیں۔ لہٰذا میرے کے بعد کوشش، یہ قدرت کا اٹل قانون ہے، دو
سال کے اندر اندر والد صاحب کی تجارت پھر ترقی پر پہنچ گئی۔ تیسرے
سال کے اختتام پر تو پہلے سے بھی زیادہ چمک اٹھی۔ ہم نے ایک شاندار
کوٹھی کرایہ پر لی۔ اور ہماری اپنی کوٹھی کی تعمیر شہر کے ایسے حصہ میں
ہونی شروع ہوئی جو روساء کے لئے مخصوص تھا۔ والد صاحب بمبئی کے
مالدار طبقے کے ایک سرکردہ رکن بن گئے۔ وہی سماجی رہنما جو ہماری عسرت
کے زمانہ میں آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ اب ہر وقت خوشامد کرتے رہتے
تھے۔ بڑے بڑے گھروں سے میری شادی کے پیغام آنے لگے۔ والد صاحب
کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس کو انتخاب کریں اور کس سے انکار کریں۔ لیکن
یہاں تو دل کی دنیا ہی برباد ہو چکی تھی۔ میں نے سوسائٹی سے بالکل کنارہ
کشی اختیار کر لی تھی۔ لیکن ادھر کچھ روز سے اختر بہت یاد آ رہے تھے۔
ایک عرصے سے اپنے شکست خوردہ دل کی دبی ہوئی آواز کو اندر دبانے
کی عادی ہو چکی تھی۔ لیکن اب میرا ضدی دل پھر آمادۂ جنگ نظر آتا تھا
سوچتی تھی، آخر میں نے اختر سے شادی کیوں نہیں کی! صرف اسی لئے
کہ اختر کی خوشی کے لئے میرے ساتھ بہت سا جہیز نہ تھا۔ لیکن اب کونسی
چیز ہے جو پیسے سے نہیں خریدی جا سکتی۔ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی
ہوں۔ سب کچھ میرا ہے۔ یہ سب کچھ اختر کی والدہ کے قدموں میں ڈال کر
اُن سے اختر کو مانگ لوں گی۔ لیکن یہ سوچ کر میرا دل دھڑکنے لگا کہ کہیں
اختر نے شادی۔۔ لیکن نہیں اتنی جلدی وہ مجھے بھول جائیں یہ کیسے
ہو سکتا ہے؟ دل نے کہا کہ محبت کے کھیل میں یہ آخری پانسہ بھی ڈال
دیکھو اور ایک بار اختر سے ملو۔ دبی ہوئی چنگاری پھر سُلگ اٹھی اور ایسی
بھڑکی کہ دل میں ایک آگ سی لگا دی۔ اور میں نے فوراً اختر کو خط لکھا۔ خط
نہایت مختصر تھا۔ "آپ سے ملنے کو جی چاہ رہا ہے۔ جلدی چلے آئیے۔
باقی باتیں ملاقات پر ہوں گی۔" چار روز بعد تار ملا کہ "رات کی گاڑی سے
آ رہا ہوں۔" میں جذبات کی شدت سے بیتاب ہو گئی۔ اختر کا کمرہ میں نے
خود سجایا اور دیر تک دروازے میں کھڑی ایک ایک چیز کا جائزہ لیتی
رہی۔ کار کا ہارن سُن کر میں چونک پڑی۔ اور دوڑی دوڑی کار میں جا
بیٹھی کتنی خوش تھی میں، اتنی کہ نہ کبھی پہلے ہوئی تھی اور نہ اس کے بعد
پلیٹ فارم پر پہنچ کر میں بے صبری سے ٹرین کا انتظار کرنے لگی۔ آخر ٹرین
رکی اور اختر مسکراتے ہوئے نیچے اترے۔ ملازم سامان سنبھالنے لگا
اور ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اختر نہایت گھسیا

چار خانہ کی اچکن پہنے ہوئے تھے۔ لیکن وہ اس میں بھی بہت ہی شکیل
نظر آتے تھے۔ میں نے سر سے پاؤں تک انہیں گھور کر دیکھا اور انہوں
نے مجھے، شاید ہم دونوں اس تبدیلی کی وجہ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ پھر اختر
نے کہا "کہئے آپ خیریت سے تو ہیں، کتنا عرصہ گزر گیا ہے" میں جواب
میں مسکرا کر خاموش ہو گئی اور ہم دونوں کار کی جانب چل دیئے۔ جب ہم گھر
پہنچے تو امی اور ابا جان کھانے کے کمرے میں ہمارا انتظار کر رہے تھے۔
کھانے کے دوران میں جب کبھی اختر کی نگاہ میری طرف اٹھ جاتی میرے
کان بجنے لگتے اور میں آنے والے وقت کا تصور کرتی۔ جب میں انہیں سب
کچھ بتا دوں گی۔ وہ سب کچھ جسے بتانے کے لئے میں سخت بے قرار تھی۔
کھانے کے بعد والد لائبریری میں چلے گئے۔ امی اپنے کمرے میں۔ اور میں اور
اختر ڈرائنگ روم میں آتشدان کے قریب جا بیٹھے۔ دیر تک خاموشی رہی
میرے کان محبت کے چند الفاظ سننے چاہتے تھے، وہی جو آج سے چند
سال پہلے اختر نے کئی بار کہے تھے۔
اختر کو شکوہ تھا کہ میں ان سے ملے بغیر چلی گئی اور خط تک نہ لکھا۔
میں نے اس کے لئے معافی چاہی، اور پھر جمیلہ وغیرہ کے حالات پوچھنے لگی۔
"سب اچھے ہیں!" انہوں نے فرمایا۔ مجھے شرارت سوجھی "اور مسز اختر؟"
میں نے پوچھا۔ اختر نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ پھر بولے "وہ بھی اچھی ہیں"
اور انہوں نے سر جھکا لیا۔ "کیا اختر نے شادی کر لی"۔ میں نے اپنے دل
سے سوال کیا۔ "نہیں نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا، کیا اتنی جلدی وہ مجھے بھول
گئے۔ شاید مذاق کر رہے ہوں" میں نے اُن کے چہرے کا جائزہ لینا شروع
کیا۔ اور میرا دل بیٹھنے لگا۔ لیکن میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے
کہا "کب کی آپ نے شادی؟" "چار ماہ ہوئے ہوں گے" میں نے بمشکل کہا
"کس۔۔ کس سے۔۔ کون" وہ اب بھی سر جھکائے بیٹھے تھے آہستہ
آہستہ انہوں نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "آپ کے جانے کے بعد
میں نے عہد کر لیا تھا کہ شادی نہ کروں گا۔ کچھ عرصہ تو اسی امید میں رہا کہ
شاید کبھی آپ یاد کر لیں۔ لیکن ساتھ ہی اپنے دل کو سمجھاتا کہ یہ خیال غلط
ہے۔ آپ تو مجھے پسند نہیں کرتیں۔ آپ سے ملنا بھی ناممکن تھا۔ آپ کے
اس طرح لاپتہ ہونے کا یہی مطلب تھا کہ آپ مجھ سے نفرت کرتی ہیں۔ آخر
صبر کر کے خاموش رہا۔ اور شاید زندگی اسی طرح بسر ہو جاتی اگر ایک غیر
معمولی واقعہ پیش نہ آ جاتا۔ اور اس واقعہ نے میری زندگی میں سب سے
بڑی تبدیلی پیدا کی۔ میرے ایک عزیز دوست کی بہن کی شادی تھی۔

میں بھی شریک تھا۔ بارات آ چکی تھی۔ نکاح کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ کہ یکایک شور و غل مچ گیا کہ فریقین میں بڑے زور شور سے لڑائی ہونے لگی۔ معلوم ہوا کہ لڑکے والوں نے دس ہزار کے زیورات مانگے تھے، جن کا لڑکی والوں نے وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن اس وقت بمشکل تین ساڑھے تین ہزار کا زیور نکلا۔ اس پر بات بڑھ گئی اور برات واپس جانے کو تیار ہو گئی بہت کچھ کہا سنا گیا لیکن لڑکے کے والد اور چچا ایک نہ مانے اور لڑکا بالکل خاموش تھا۔ وہ بولتا بھی کیوں۔ شادی ٹھہراتے وقت اس سے کب پوچھا گیا تھا کہ "میاں تم اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو" اس کے لئے سب لڑکیاں برابر تھیں اس سے شادی نہ ہوئی کسی اور سے ہو جائے گی۔ شادی ہی کرنی ہو ٹھہری۔ پھر اس میں یہ کیا ضروری ہے کہ کسی خاص لڑکی سے ہی ہو اور پھر وہ تو دولھا تھے۔ شرمائے ہوئے بیٹھے تھے، ان کی بلا سے لیکن مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے دولھا سے کہا کہ میاں آپ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ اور خاموش ہیں۔ کیا آپ یہاں شادی کرنا نہیں چاہتے"۔ اور مجھے دولھا میاں کا یہ جواب سن کر چپ ہونا پڑا کہ "صاحب میں تو کچھ جانتا نہیں۔ بڑے بوڑھے جو کر رہے ہیں۔ وہی بہتر ہو گا۔ میرے لئے یہ لڑکی یا کوئی دوسری سب برابر ہیں۔ مجھے اس بات کی اجازت ہی کب ہے کہ اپنی پسند کا اظہار کروں۔ میں جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اس کی شادی کسی اور سے کر دی گئی۔ کیونکہ میرے والد وہاں رشتہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اب دل میں کوئی آرزو ہی نہیں رہی۔ مجھ پر کیا اثر ہو سکتا ہے بلکہ اچھا ہے کہ یہ معصوم لڑکی مجھ جیسے ٹوٹے ہوئے دل کے شخص کی بیوی نہ بن سکے۔ میں کسی کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا"۔ یہ تو ٹھیک تھا لیکن میں یہ بھی خوب جانتا تھا کہ اب اس غریب لڑکی کی شادی ناممکن ہے۔ ہمیشہ کے لئے کالک کا ٹیکا اس کے ماتھے پر لگ جائے گا۔" ادھر لڑکی کے بوڑھے باپ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اپنی ٹوپی اتار کر سمدھی کے قدموں میں ڈال دی۔ لیکن وہ سنگدل اپنے لڑکے کا ہاتھ پکڑے باہر نکل گیا۔ جو کچھ ہوا سماج اسے جائز سمجھ رہا تھا بلکہ یہ دنیا والے سب کچھ دیکھ رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ میں مارے غیرت کے کانپ اٹھا۔ میرے دل پر سماج کی یہ بے حسی، یہ بے غیرتی دیکھ کر سخت چوٹ لگی۔ اور بھری مجلس کے روبرو میں نے اس بزرگ کے سامنے سر جھکا کر کہا کہ "اس خاکسار کو اپنی غلامی میں قبول کیجیے"۔ سب طرف ایک خاموشی سی چھا گئی لوگ حیرت سے میری طرف دیکھ رہے تھے اور میرے خسر مجھے گلے سے لگائے رو رہے تھے۔ اسی وقت ہمارا نکاح ہو گیا۔ اور بغیر جہیز بغیر شان و شوکت میں اپنی بیوی کو ساتھ لے کر گھر پہنچا"۔

اتنا کہہ کر اختر ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ میں یہ سب سن رہی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔ کیا اختر اتنے بلند اور پاکیزہ ارادوں کے مالک ہیں۔ میں انہیں اتنا بلند انسان نہیں سمجھتی تھی۔ آہ میں نے انہیں کتنا غلط سمجھا۔ لیکن ان کی والدہ؟ میں نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ "پھر ... پھر کیا ہوا؟" میں نے جلدی سے پوچھا اور انہوں نے اداس لہجہ میں کہا "پھر ... مجھے افسوس ہے کہ میرے والدین نے اپنی بہو کو گھر میں رکھنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اپنے ساتھ جہیز کچھ نہیں لائی تھی۔ بلکہ مجھے بھی گھر سے نکل جانے کو کہا۔ چنانچہ میں اپنی بیوی کو لے کر ایک چھوٹے سے مکان میں چلا آیا۔ اور اب میں اور وہ نہایت سادہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن مجھے ہم خوش ہیں۔ میں آسایش کے سامان کے بغیر بھی آرام سے رہتا ہوں۔ میں وکالت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ قوم کی خدمت۔ فرخندہ بھی اس کام میں میری برابر کی شریک ہے۔ فرخندہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ میرے دل میں جو محبت کی چوٹ تھی اس پر مرہم سا لگ گیا ہے۔ اور میری یہ شادی شاید سماج کے لئے مثال بن سکے۔ اور وہ وقت آئے۔ جب سماج کے ان بے معنی اصولوں کو توڑ دیا جائے کاش سوسائٹی ذرا آنکھیں کھولے اور دیکھے کہ کتنی حسین آرزوئیں پامال ہو جاتی ہیں۔ صرف اسی کے بنائے ہوئے اصولوں کی وجہ سے!"

"کتنی حسین آرزوئیں پامال ہو جاتی ہیں"۔ میں نے از خود رفتہ ان کے اس فقرے کو دہرایا۔ انہوں نے چونک کر میری طرف دیکھا ... "آپ کچھ پریشان سی معلوم ہوتی ہیں"۔

"جی نہیں میں خوش ہوں۔ بہت خوش۔ آپ نے بہت اچھا کیا۔ اختر صاحب کہ شادی کر لی۔ میری طرف سے مبارکباد قبول کیجئے"۔ اور میں نے ان کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر نہ تو خوشی کے آثار تھے اور نہ رنج کے۔ ایک اطمینان سا ظاہر ہوتا تھا۔ لیکن میرا دل آہ! وہ تو ٹوٹ چکا تھا۔ انہوں نے مسکرا کر کہا "کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا کہ آپ ... آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی" اف میں اس کا کیا جواب دیتی۔ جو کچھ کہنے کے لئے میرا دل تڑپ رہا تھا اب اس کے لئے گنجائش ہی کہاں باقی رہی تھی۔ میں نے اداس لہجہ میں کہا — "اختر صاحب میرے دل کی دنیا برباد ہو چکی"۔ (باقی صفحہ ۴۲ کالم ۲)

رات

تُو دہر میں شہزادیٔ ظلمات ہے اے رات   تُو منبعِ دریائے کرامات ہے اے رات
تُو مخزنِ الطاف و عنایات ہے اے رات   اک تیری بھی کیا بات ہے کیا بات ہے اے رات

اعجاز تو ہے اپنا جو کسی وقت دکھا دے
اک آن میں اللہ سے بندے کو ملا دے

دہقاں ہو کوئی کھیت میں ہل جوت کے ہارا   یا کوئی مسافر ہو تھکا راہ کا مارا
ہاتھی ہو کہ ہو شیر ہرن ہو کہ چکارا   دن چھپتے ہی سب ڈھونڈتے ہیں تیرا سہارا

آغوش میں لے اُن کو یہی کام ہے تیرا
آرام دہِ خلقِ خدا نام ہے تیرا

مزدور جسے کام ہے محنت ہی سے دن بھر   آتا ہے جونہی لوٹ کے وہ شام کو گھر پہ
اے رات کئی بار سُنا ہے سرِ بستر   لیتا ہے مزے گا کے تیرے گیت وہ اکثر

آرام کا منظر نظر آتا ہے تجھ میں
پاتا ہے جو کچھ چین تو پاتا ہے تجھ میں

اے رات نہ کیوں میں تجھے آنکھوں پہ بٹھاؤں   اے رات نہ کیوں میں تجھے سینے سے لگاؤں
عالم کی نگاہوں سے نہ کیوں تجھ کو چھپاؤں   کیوں خالِ سویدا تجھے دل کا نہ بناؤں

تُو وہ کہ تیرا ذکر ہے قرآن میں آیا
اَلَّیْلَ لِبَاسًا ہے تیری شان میں آیا

سوگند تیری رب سماوات نے کھائی   تو مرتبہ میں دن سے بھی افضل نظر آئی
تا عرش بریں احمدِ مختار کو لائی   نعمت جو دلائی تھی انہیں حق سے دلائی

لاریب ہے تو کاشفِ اسرارِ حقیقت
اے رات نہ ہو کیوں تجھے پھر دن پہ فضیلت

وہ شب جسے کہتے ہیں شبِ قدر مسلمان   نازل ہوا جس میں شہِ لولاک پہ قرآن
ہوتا ہے فرشتوں کو یہ اللہ کا فرمان   برساؤ میری رحمتیں مخلوق پہ ہر آن

اے رات وہ شب بھی تیری پردے میں نہاں ہے
جو بات بھلا تجھ میں ہے وہ دن میں کہاں ہے

اے رات چمکتے ہوئے تاروں کی قسم ہے   تو میرے موافق ہو تو پھر کیا مجھے غم ہے
وہ کچھ بھی نہ اللہ سے مل جائے وہ کم ہے   تیری نہ اگر قدر کرو دل میں تو ستم ہے

تعمیلِ قُمِ الَّیْلَ تھا جب شیوۂ حضرت
میں اٹھوں نہ کیوں رات کو پھر بہرِ عبادت

ہر لمحہ تیرا گو ہے بہت قیمتی اے رات
ہیں قابلِ تعریف تیرے سارے ہی اوقات
رہ ہر وقت ہی بخشش پہ تلی رہتی ہے وہ ذات
کچھ اور تیرے پچھلے پہر کی ہے مگر بات

اس وقت کے اوصاف بیاں ہو نہیں سکتے
یہ راز ہر اک دل پہ عیاں ہو نہیں سکتے

یہ وقت وہ ہے مہر بھی ظلمت میں نہاں ہے
یہ وقت وہ ہے نیند میں ہر پیر و جواں ہے
چھائی وہ خموشی ہے کہ چپ اک جہاں ہے
اس وقت جدھر دیکھئے اک ہُو کا سماں ہے

مصروف نہیں اپنے کسی کام میں دُنیا
کیا اس گھڑی ہے راحت و آرام میں دُنیا

آتی ہے نظر شہر میں ہر ایک دکاں بند
دروازے گھروں کے ہیں یہاں بند وہاں بند
اظہارِ تمنائے دلی سے ہے زباں بند
ہر طرح کے اشغال سے ہیں اہلِ جہاں بند

صیاد بھی گلشن میں دکھائی نہیں دیتا
اور نالۂ بلبل بھی سنائی نہیں دیتا

وہ نورِ احد جلوہ دکھاتا ہے اُسی وقت
جنت کی طرف ہم کو بلاتا ہے اُسی وقت
دریائے کرم جوش پہ آتا ہے اُسی وقت
پاتا ہے جو انسان وہ پاتا ہے اُسی وقت

اس وقت کوئی بات بھی ٹالی نہیں جاتی
جو حق سے دعا کیجئے خالی نہیں جاتی

آغاز میں بیداریٔ شب ہوتی ہے مشکل
بستر سے نہ اٹھنے پہ مچلتا ہے بہت دل
کوشش کرے انسان تو رہتا نہیں کاہل
مانندِ ازل تو بھی ہر اک شب پہ ہو مائل

اے شیخ چہ جوئی زِ شبِ قدر نشانی
ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی

ابوالاعجاز ازل لاہور

روپیہ کیوں اور کیسے بچائیں؟

جنگ کے زمانے میں ہر ملک کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں، ان بڑھے ہوئے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے زائد مقدار میں زر رائج کرنا پڑتا ہے، جب زر کی مقدار معمولی سے زیادہ ہو جاتی ہے تو چیزوں کی قیمتیں بڑھنے لگتی ہیں اور اس کو عام طور پر گرانی کہا جاتا ہے۔ گرانی کے زمانے میں صرف معین آمدنی والے بڑے نقصان میں رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی آمدنی تو حسب سابق برقرار رہتی ہے مگر اخراجات میں اضافہ ہو جاتا ہے، البتہ غیر معین آمدنی والے اتنے خسارے میں نہیں رہتے۔ مثلاً کمہار، سنار، لوہار اور دیگر اہل حرفہ اپنی تیار کی ہوئی چیزوں کی قیمت بڑھا دیتے ہیں۔ وکیل، ڈاکٹر اور اسی قسم کے دوسرے پیشہ ور لوگ اپنی فیس اور دواؤں کی قیمت میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ کارخانوں، گرینول اور ورکشاپ میں کام کرنے والوں کی اجرت بھی بڑھ جاتی ہے اور اسی مناسبت سے روزانہ معمولی قسم کی مزدوری کرنے والے بھی زائد اجرت طلب کرنے لگتے ہیں۔ تاجر اور کاروباری آدمیوں کے منافع بڑھ جاتے ہیں، مالکان اراضی و جائداد اپنی چیزوں کا زیادہ کرایہ مانگنے لگتے ہیں، کاشتکاروں کو اپنی پیداواروں کی قیمت زائد ملنے لگتی ہے معمولی سرکاری ملازموں کو جن کی تنخواہیں معین ہیں گرانی الاونس یا بھتہ کے نام سے کچھ رقم ملنے لگتی ہے، اسی طرح مجموعی حیثیت سے سماج میں ایسے بہت ہی کم طبقے رہ جاتے ہیں جو واقعی نقصان میں رہتے ہیں۔

گویا جنگ کے زمانے میں آمدنی اور اخراجات دونوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بالکل ضروری نہیں کہ ان دونوں میں یکساں رفتار سے اضافہ ہو، کیونکہ اگر ایسا ہونے لگے تو پھر صحیح معنوں میں گرانی ہی پیدا نہ ہو، پہلے اخراجات میں اضافہ ہوتا ہے، اور پھر آمدنی بڑھتی ہے، اور آمدنی ہمیشہ اخراجات سے پیچھے رہتی ہے لیکن یہاں ایک دوسری چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی جنگ کے زمانے میں ہزاروں نئے کام نکل آتے ہیں۔ اس طرح بہت سے لوگوں کو روزگار مل جاتا ہے۔ خاندان کے وہ افراد جو کام کرنے کے قابل ہونے کے باوجود بیکار رہا کرتے تھے اب روزگار سے لگ جاتے ہیں، اور اس طرح خاندان کی معمولی آمدنی پہلے کے مقابلہ میں کافی بڑھ جاتی ہے۔

اس بڑھی ہوئی آمدنی کا کچھ حصہ گرانی کی نذر ہونا لازمی ہے مگر اس کا کچھ حصہ پس انداز بھی کیا جا سکتا ہے، بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانے میں جبکہ ہر چیز کی قیمت میں دوگنا اور سہ گنا اضافہ ہو گیا ہو، روپیہ کیسے بچایا جا سکتا ہے۔ اس وقت تو جیسے تیسے گزر کر لینا ہی سب سے بڑی کارگزاری ہے۔ نہ یہ کہ مزید اخراجات میں کمی کر کے رقم بچائی بھی جا سکے۔

ہر شخص کی آمدنی دو قسم کے اخراجات پر مشتمل ہے، اشد ضروریات اور تعیشات۔ اشد ضروریات وہ ہیں، جن کے بغیر انسانیت کی تکمیل ہی نہیں ہوتی، مثلاً صحت بخش غذا، صاف اور سادہ لباس، بچوں کی تعلیم، علاج معالجے کے اخراجات، ہوادار مکان وغیرہ۔ اس کے علاوہ دوسری تمام چیزیں تعیشات میں داخل ہیں۔ اشد ضروریات میں کمی نہ صرف دشوار ہے بلکہ اس سے انسانیت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ بھی ہے، مگر تعیشات میں ساری بچت ہی بچت ہے، اگر ہم اپنی ضروریات پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو ہم کو بمشکل کوئی ایسی چیز نظر آئے گی جو غیر ضروری ہو، اس کے برخلاف اگر بغائر نظر ان کا مطالعہ کیا جائے تو پھر بہت سی ایسی مدیں نکل سکتی ہیں، جن کی یا تو ہم کو بالکل ضرورت نہیں یا ان کی ضرورت کو بہت کچھ کم کیا جا سکتا ہے، پان اور سگریٹ کی کتنی ہی افادیت کیوں نہ ہو لیکن ان کو استعمال کرنے والا اگر ایک دم ان چیزوں کو ترک نہیں کر سکتا تو ان میں بلا کسی دقت اور تکالیف کے کمی ضرور کر سکتا ہے۔ اور اس طرح ہر ماہ کچھ رقم پس انداز کر سکتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر یہ طے کر لیا جائے کہ ان میں کمی دشوار ہے۔ تو واقعی ان میں کوئی کمی نہیں کی جا سکتی بلکہ ان میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے، کیونکہ تعیشات کی مثال بالکل ربڑ کی سی ہے جسے اگر کھینچے جاؤ تو کھنچتا ہی چلا جاتا ہے۔

جنگ کے زمانے میں روپیہ کی قیمت گر جاتی ہے یعنی روپیہ سستا اور چیزیں گراں ہو جاتی ہیں، یہ کیسی عجیب و غریب بات ہے، کہ تمام کاروباری آدمی اور تاجر اپنی تمام چیزیں، مثلاً غلے، گھی، شکر، چھالیہ، کپڑے، دوائیں وغیرہ کا محض اس لئے ذخیرہ

کرتے ہیں کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تب ان کو فروخت کر کے زیادہ منافع کمایا جائے، لیکن روپیہ جیسی چیز کو جو اہم ترین آلۂ مبادلہ ہے اس وقت اڑا دیا جائے جبکہ اس کی قیمت گر رہی ہو، کیا یہ انتظار دانش مندی کے خلاف ہے کہ ہم اپنا روپیہ اس وقت کے لئے بچائیں جبکہ اس کا بھاؤ بڑھ رہا ہو۔

تعیشات کا مقصد حظ اور لطف حاصل کرنا ہے، مگر اس وقت جتنا روپیہ ان چیزوں پر صرف ہو رہا ہے اس مناسبت سے ہم کو بہت کم لطف حاصل ہو رہا ہے، سینٹ کی وہ شیشی جو پہلے ایک روپیہ میں آتی تھی، اب تین روپیہ میں آ رہی ہے، اور اس کو تین روپیہ میں خریدنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے وہ لطف جو تین شیشیوں سے اٹھایا تھا ایک شیشی سے محدود کر لیا۔ تو کیا یہ دور اندیشی نہیں کہ جب کسی شئے کا واحد مقصد حظ اور لطف حاصل کرنا ہو تو کیوں نہ اس وقت اس کو ملتوی کر دیا جائے جبکہ وہ کم ہو، اور جب لطف زیادہ سے زیادہ حاصل ہو سکے تب اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

اب فرض کر لیجئے کہ کسی نے اس طرح روپیہ بچا بھی لیا تو دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مصرف کیا ہو، یہ روزمرہ کے مشاہدے کی چیز ہے کہ گھر میں جمع شدہ پیسہ کبھی نہیں بچتا، کیونکہ جب جیب گرم ہو تو بازار کی ہر شئے کارآمد اور مفید معلوم ہونے لگتی ہے، مگر جب گرہ میں دام نہ ہوں تو اونٹ دو ٹکے میں بھی مہنگا ہی نظر آتا ہے، مال عرب پیش عرب ایک پرانا مقولہ ہے، اب اس کی افادیت ختم ہو گئی، اب تو رقم بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ اپنے پاس نہ رکھی جائے، اور یہ سونے پر سہاگہ ہے کہ وہ کسی ایسے مستند کاروبار میں لگا دی جائے، جہاں نہ وہ صرف محفوظ ہے، بلکہ اس پر زیادہ سے زیادہ منافع بھی مل سکے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ہم اپنی رقم کو اپنے پاس بلا خرچ کئے رکھ سکتے ہیں۔ تب بھی کسی بڑی رقم کو اپنے پاس رکھنا خطرات سے خالی نہیں ہو سکتا کہ کسی وقت چور یا ڈاکو موقع پا کر رقم اڑا لے جائیں آدمی کو اگر کسی کاروبار میں بڑا نقصان بھی ہو جائے تب بھی اس کو وہ صدمہ نہیں پہنچتا جو چوری یا ڈاکہ سے پہنچ جاتا ہے کیونکہ پہلی صورت میں کوشش تو کرتا ہے۔ یہ اتفاق ہے کہ اس کو ناکامی ہو، اور دنیا میں اس کو عبرت کا مول لینے نہیں ہو سکتا مگر دوسری صورت میں گنجائش اس نے یہ رقم کسی کاروبار میں لگا دی ہوتی۔ یہ دھکا اس وقت اور زیادہ شدید ہو جاتا ہے جبکہ مال بچانے کی کوشش میں اس کو یا اس کے عزیز و اقارب کو جانی یا جسمانی نقصان پہنچ جائے۔

روپیہ پس انداز کرنے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں، مثلاً پرانے زمانے میں یہ عام دستور تھا کہ جب عوام کے پاس ضرورت سے زائد روپیہ ہوتا تھا۔ تو وہ چاندی یا زیادہ تر سونا خرید لیا کرتے تھے، آج کل بھی بعض لوگ ایسا کرتے ہیں۔ مگر یہ کوئی دانش مندانہ فعل نہیں، جنگ سے پہلے سونے کا بھاؤ تیس چالیس روپیہ کے درمیان تھا۔ اور اس وقت اسی ۸۰ سے زائد ہے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد سونے کا بھاؤ پھر گھٹے گا۔ لہٰذا وہ ایک تولہ سونا جس کے لئے اس وقت اسی روپیہ دیئے جائیں جنگ کے بعد ہم کو اس کے چالیس روپیہ ملیں گے۔ گویا اس سودے میں ہمارا نصف روپیہ ضائع ہو گیا۔ یہی صورت جائداد غیر منقولہ کی ہے اس وقت ان کی قیمتیں بھی غیر معمولی طور پر بڑھ گئی ہیں، جنگ کے بعد وہ کم ہوں گی۔ کاروباری حصوں کی صورت ذرا مختلف ہے یعنی قیمت تو ان کی بھی کافی بڑھ گئی ہے مگر ساتھ ہی ان کے منافع کی شرح میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اگر جنگ چند سال تک جاری رہے۔ تب تو زائد رقم کا کچھ حصہ منافع کی شکل میں وصول ہو جائے گا ورنہ وہ بھی ہاتھ سے گیا۔ پھر یہ تو ان کاروباروں کی صورت ہے۔ جو جنگی کاموں کے ذیل میں آتے ہیں۔ ورنہ عام کاروبار میں نہ تو اتنا نفع ہے۔ اور پھر ناکامی کا خطرہ الگ ہے۔

اب صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے یعنی اگر روپیہ کسی ایسے کاروبار میں لگا دیا جائے جہاں سے ہم کو اپنا روپیہ روپے کی ہی شکل میں واپس مل جائے تو ہم نہ صرف اس کی قیمت کے گرنے کے نقصان سے محفوظ ہو سکتے ہیں بلکہ اس کی قیمت بڑھا بھی سکتے ہیں، اور یہ چیز گورنمنٹ کو قرض دینے سے پوری ہو سکتی ہے۔ اس وقت گورنمنٹ مختلف قسم کے قرض لے رہی ہے اور قرض دینے والے کو اصل رقم کچھ منافع کے ساتھ ایک مدت کے بعد واپس مل جائے گی۔

گورنمنٹ کے ان مختلف قرضوں میں سے زیادہ مناسب اور مفید طریقہ وہ ہے۔ جو حال ہی میں حکومت نے "بارہ سالہ نیشنل سیونگ سرٹیفکٹس" کے نام سے جاری کیا ہے۔ یہ سرٹیفکٹ دس، پچاس، سو، پانچ سو، ہزار روپیہ کے ہیں، ان میں بارہ سال کے بعد

ہر دس روپیہ کے پندرہ روپیہ ہو جائیں گے، گویا بارہ سال میں ان پر ۵۰ فی صدی منافع ہوگا۔ یہ منافع اس قدر کثیر ہے جو کسی دوسرے کاروبار میں ہرگز نہیں مل سکتا۔ پھر حکومت اس کی ضامن ہے برطانوی ہند۔ اور ریاستوں کے باشندے انہیں خرید سکتے ہیں۔ البتہ کوئی شخص پانچ ہزار سے زائد کے سرٹیفکٹس نہیں خرید سکتا۔ ان کو خریداری کی تاریخ سے تین سال کے بعد بھنایا جا سکتا ہے البتہ خریدار کی موت پر یہ قبل از وقت بھی بھن سکتے ہیں۔ ان کی جزوی تفصیلات ہر ڈاک خانہ سے مل سکتی ہیں۔ اور یہ ہر ڈاک خانہ سے خریدے بھی جا سکتے ہیں۔ میں محترمی بہنوں کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ اس وقت اپنے فائدہ کے لئے روپیہ ضرور بالضرور پس انداز کریں اور اگر کسی کاروبار میں لگانا چاہتی ہیں تو اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

محمد احمد سبزواری، ایم اے

(بقیہ صفحہ ۱۲) اب شادی کیا کروں گی اب تو میرا ارادہ ہے کہ میں بھی سوشل کاموں میں حصہ لینے لگوں۔" انہوں نے تعجب سے میری طرف دیکھا "آپ یعنی آپ کا مطلب ہے کہ آپ .. آخر کیوں" وہ کچھ پوچھنا چاہتے تھے یعنی کہ آپ کا دل کس نے توڑا کیا کوئی ایسا سنگدل بھی ہوگا۔ انہوں نے زیادہ جرأت سے کام لیا "آپ .. کیا آپ نے کبھی کسی سے محبت بھی کی ہے؟" شاید وہ مجھے اس جذبے کے لئے بالکل ناقابل خیال کرتے تھے۔ میرا دل سماج کے بے پناہ مظالم پر خون کے آنسو گرا رہا تھا اور میری نظریں آتشدان کی راکھ کے اندر دبی ہوئی آخری چنگاریوں پر جمی ہوئی تھیں!

مونس شبیر

درۂ بولان میں سے گزرتے ہوئے

درۂ بولان میں گاتی ہوئی جاتی ہے ریل — پتھروں کے دل کو دھڑکاتی ہوئی جاتی ہے ریل
وادیوں پر ایک اجلی سادگی چھائی ہوئی — ہر طرف ایک مستیٔ بے نام لہرائی ہوئی
گھاٹیوں کی گود میں بیتاب سی موجِ سرور — دامنِ کہسار میں انگڑائیاں لیتا سا نور
صبح کی کرنوں کا کہساروں پہ بیخود رقصِ نرم — ریل کی بیدار ہوتی پٹریوں کے پیچ و خم
سرخ کہساروں پہ پو پھٹنے کا نورانی سماں — ان بیابانوں پہ پھول قربان ہزاروں گلستاں
شبنم آلودہ مناظر، یہ موسم کا نکھار — دوڑتی سی وادیاں، یہ بھاگتے سے کوہسار
بولتی خاموشیاں، یہ اک سکوتِ پُرکلام — یہ خیابانوں میں کچھ خانہ بدوشوں کے خیام
سلسلہ در سلسلہ یہ چھوٹی چھوٹی بستیاں — اجلی اجلی چوٹیاں، یہ دھندلی دھندلی پستیاں

پتھروں میں شاد ہے، کھوئی ہوئی ہے زندگی
کتنے اطمینان سے سوئی ہوئی ہے زندگی

انیس ناہید

عورت

مسلّم ہے عورت کی ہستی سے گھر ہے — جہنم ہے گھر، یہ اگر بد گہر ہے
دیار و ممالک ہیں مربوط اس سے — بنائے محبت ہے مضبوط اس سے
نہ ہے سیم و زر سے، نہ دام و درم سے — یہ دنیا ہے آباد عورت کے دم سے
شانِ تمدن، مدارِ معیشت! — ہر اک کامرانی ہے اس کی بدولت
وجود اس کا اکسیرِ حیات آفریں ہے — دل اس کا فروزاں، نگہ آتشیں ہے
جُدا اس کا مذہب، عقیدت انوکھی — نرالا تصوّر، شریعت انوکھی
اطاعت کا ایثار، گھٹی میں اس کی — ترقی کی پتوار مٹھی میں اس کی
فضاؤں میں رنگینیاں ہیں اسی سے — یہ انوارِ کون و مکاں ہیں اسی سے
ہر اک سانس میں حاملِ زندگی ہے — وجود اس کا تفسیرِ درماندگی ہے

نہاں جلوۂ طُور پہلو میں اس کے!
کلیم و مسیحا، یہیں سے ہیں پلے

بشیر النساء بیگم بشیر

محلہ کے ایک مکان میں

میاں۔ (گھر میں داخل ہو کر) "میں نے تمھیں بارہا سمجھایا کہ بچی
کو ننگا دھڑنگا نہ رکھا کرو۔ لیکن اس وقت بھی وہ بغیر جانگیا پہنے ننگو
لی گود میں دہی والے کی دکان پر نظر آئی۔ خدا کی قسم بچوں کو اس حالت
میں دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔"
بیوی: "آنکھوں میں خون اتر آتا ہے تو گھونٹ دو میرا گلا۔ کلیجہ میں
ٹھنڈک پڑ جائے گی۔ اس ہر وقت کی چخ چخ پٹ پٹ سے تو جان
بچے گی۔"
میاں: "تمہاری تو وہ مثل ہے کہ کہو کھیت کی اور سنیں کھلیان کی۔
کہاں کوئی بات ہوئی اور تم نے اپنا گلا بڑھا دیا۔ آخر میں نے کوئی بری
بات تو نہیں کہی۔ یہی تو کہا کہ بچوں کو ننگا نہ رکھا کرو۔"
بیوی: "ایک ہو تو سنبھالوں، دو ہوں تو دیکھوں بھلا اس
پیٹ کا کہاں تک بناؤ سنگار اور مانگ پٹی کرتی رہوں، جب
ایسے خیالات تھے تو میاں ہزار روپیہ کما کر لاتے اور پچاس روپیہ
نرس رکھتے۔"
میاں۔ (کھسیانی ہنسی ہنس کر) "اوں ہوں! یہ منہ اور مسور کی
دال! تم جانتی ہو کہ پھر ہزار روپیہ ماہانہ میں کیسی بیوی ملتی۔ تم بیچاری
کسی کرخندار کے ہاں گوٹہ بنتی ہوتیں۔"
بیوی: "تمہارے منہ میں خاک، تمہارے ہی عزیز گوٹہ بنتے ہیں
...ل گوٹہ بنتی۔ تم نے تو میرا وہ مانجھا خراب کیا ہے کہ خدا دشمن کا
...ے۔ تم جانتے ہو کہ میں جس وقت بھی میکے چلی جاؤں تو میرے
...ل بھیا مجھے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھیں۔ اور تم ... تم زرد رہے
...نے لگتی ہے)۔
نند۔ (دوسرے کمرے سے نکل کر) "بھابی جان، بھابی جان! خیر
ہے، کیا بات ہے؟"
بیوی: "ہاں بھیا کے خوب کان بھر کر اب پوچھتی ہو کہ خیر تو ہے،
اپنا کام کرو۔ میں تم لوگوں کی رگ رگ سے واقف ہوں۔"
نند: "لو اور سنو۔ میں آس نہ پاس، اور تم الٹی مجھ پر برسیں
۔ بھائی جان! میں نے آپ کو کب بھڑکایا تھا۔ بتائیے نا!

یہ بھابی کیا کہہ رہی ہیں؟!!"
بھائی: "تم خاموش ہو جاؤ انیسہ۔ ان کے منہ مت لگو۔ ان
کی زبان کا تو ٹانکا ٹوٹ چکا ہے۔ یہ بھی غیرت نہیں کہ محلہ پڑوس
والے سب سن رہے ہوں گے۔"
بیوی: "آئے بڑی غیرت والے۔ بہنا کی حمایت لینے کھڑے
ہو گئے۔ بیوی میں تو ہزاروں کیڑے ہیں اور اماں بہنیں تو
جیسے ساری خوبیوں کی پوٹ ہیں! بس تو اس پوٹ کو سر پر اٹھا کر
گلی گلی قصیدے گاتے پھرو۔"
میاں: "اور نہیں تو تم جیسی بیوی کے قصیدے گاؤں جس نے
میری زندگی۔ میری عزت، آبرو۔ میرا کھانا پینا سب حرام کر رکھا
ہے۔ (بہن سے) انیسہ تم نے دیکھا ان کے خیالات کس قدر تنگ
اور ذلیل ہیں۔"
بیوی: "بس خاموش ہو جاؤ، آئے بڑے ذلیل کہنے والے
تم پچاس روپلی پر اس قدر گھمنڈ، اتنا غرہ، اللہ اکبر، وہ تو اللہ نے
گنجے کو ناخن نہیں دیئے۔ ورنہ کھجاتے کھجاتے مر جاتا۔"
نند: "بھابی مہربانی کر کے خاموش ہو جائیے۔ ہم اپنے بھائی کی نسبت
اس قدر توہین آمیز باتیں نہیں سن سکتے۔"
بھابی: "ارے جا لڑکی، ہوش کے ناخن لے۔ آئی بڑی حمایتی
بن کر۔ بھائی کی نسبت کیوں سننے لگیں۔ ہاں بھابی کے متعلق غٹر غٹر
بیٹھی سنتی رہیں۔ اب جو دکھتی رگ پکڑ لی تو اچھل پڑیں۔"
ساس: "بس دلہن بس۔ اپنی زبان کو لگام دو۔ میں اتنی دیر سے
بیٹھی خون کے گھونٹ پی رہی ہوں لیکن شاباش ہے تمہاری زبان
کو کسی طرح خاموش نہیں ہوتی۔ سچ پوچھو تو تم نے میرے لڑکے
کی زندگی برباد کر دی۔ اس کی عزت دو کوڑی کی کر دی۔ اس کو کہیں
کا نہ رکھا۔"
بہو: "کیا کہنے ہیں ان کی عزت کے۔ ہیں بھی تو تمہارے بیٹے
کہیں کے لاٹ۔ پھر کسی وائسرائے کی لڑکی لاتیں۔ میری دہلیز
پر کیوں ناک رگڑنے گئی تھیں۔"

میاں: "خبردار اگر اماں جان کی شان میں ایک لفظ بھی گستاخی کا کہا ہوگا!"

بیوی: "یہ بھی کیا کہنے ہیں آپ کی اماں جان کی شان و شوکت کے۔ میں تو اسی طرح کہوں گی اور اس سے بھی زیادہ کہوں گی۔ کیا کرو گے؟ تم میاں ایسے ہی ناک والے ہو تو کچھ کر کے دکھاؤ۔"

میاں: (دانت پیس کر) "اچھا تو بتاؤں کہ اس زبان درازی کا کیا انجام ہوتا ہے۔"

ماں: "بیٹے خبردار! عورتوں پر ہاتھ اٹھانا بزدل اور کمینوں کا کام ہے۔ اگر نباہ نہیں ہوتا تو بہتر یہ ہے کہ قصہ ختم کرو۔"

بہو: "قصہ ختم کرنا آسان کام نہیں ہے بڑی بی! اپنا قصہ ختم ہونے سے پہلے تم سب کا قصہ بھی ختم کروں گی۔ تو تم میرا کیا کر لو گے۔ ابھی جا کر موٹر کے نیچے لیٹتی ہوں۔ پھر دیکھنا سب اماں بیٹے کیسے بندھے بندھے پھریں گے۔" (جانے لگتی ہے)

بچے روتے بلبلاتے بھاگتے ہیں "اماں اماں"

نند پکارتی ہے۔ "بھابی خدا کے لئے خاندان کی ناک نہ کاٹیے۔"

میاں: (زور سے) "ارے بھئی ادھر آ کر بات تو سنو۔"

بیوی: "میں کچھ نہیں سنتی مجھے جانے دو۔"

میاں: "اچھا چلی جانا لیکن اس طرح تو نہ جاؤ۔"

بیوی: "اچھا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں نہ جاؤں تو تم سب کان پکڑ کر معافی مانگو۔"

آمنہ نازلی

خط و کتابت کے وقت

خریداری نمبر ضرور لکھئے۔ ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔ — مینیجر

سسرال میں میرا پہلا دن (بقیہ صفحہ ۲۲)

گاؤ تکئے سے لگ کر بیٹھ گئے۔ اور خود ہاتھ دھونے گئے۔ ذرا دیر بعد چائے آگئی۔ اور چائے کی کشتی میرے سامنے رکھ کر بولے "لیجئے بنائیے۔ یہ بھی آپ کا فرض ہے۔" میں نے ایک پیالی اپنے اور ایک ان کے لئے بنائی۔ وہ چائے پیتے جاتے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہنے لگے "شادی کے ہنگامے اور اس طوفان بدتمیزی میں آپ کو بہت تکلیف ہوگی۔ مگر میں نے بھابی جان سے کہہ دیا ہے کہ یہ لوگ آپ کو زیادہ پریشان نہ کریں۔" میں نے کہا "نہیں پریشانی کی کیا بات ہے۔" پھر میرے خاندان اور بھائیوں کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ اس ذکر پر بے اختیار میرے آنسو نکل آئے جس سے خود بھی بہت متاثر ہوئے اور بہت تسلی تشفی دیتے رہے۔ پھر بات کا رخ بدلنے کے لئے کہا "سنا ہے آپ کو لکھنے پڑھنے کا بہت شوق ہے" میں نے کہا "جی ہے تو مگر تکمیل کا موقع نصیب نہیں ہوا" بولے "خیر کیا حرج ہے اب بھی میں مدد کو حاضر ہوں۔ آپ کے ادبی شوق کا حال معلوم کر کے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ آپ اپنا شوق ضرور جاری رکھئے گا۔" میں نے کہا "انشاء اللہ"۔ بولے "آپ پریشان اور اداس نہ ہوں۔ مجھے اپنا دوست اور مشیر سمجھئے۔ اور ہر الجھن اور پریشانی مجھ سے کہہ دیا کیجئے گا۔ خانگی زندگی میں آپ کو دقتیں اور پریشانیاں ضرور پیش آئیں گی مگر ہم دونوں ایک دوسرے کے صلاح اور مشورے سے انہیں جھیلیں گے۔" پھر اپنے خاندان کے لوگوں کے مزاج کے متعلق باتیں بتانے لگے۔ کسی نے باہر سے دستک دی۔ وہ خدا حافظ کہہ کر باہر چلے گئے۔

مجھے پھر باہر محفل میں لے جایا گیا۔ اور گانا بجانا ہنسی مذاق ہوتا رہا مگر میں ان سب کے درمیان بیٹھی کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔ "یہ تو اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ مہربان۔ حساس، ہمدرد، اور سمجھدار ہیں۔ میری ان کی طبیعت، مزاج، مذاق ملتے جلتے معلوم ہوتے ہیں۔ بات ٹھیک ہے۔ اگر ہم دونوں ایک ہو کر زندگی کے حادثات کا، خانگی مشکلات کا مقابلہ کر سکے۔ ایک دوسرے کے احساسات کو سمجھے اور ان کا لحاظ کرتے رہے تو بے شک ہماری زندگی اچھی کٹے گی۔ اور دوسروں کے لئے قابل رشک ہوگی۔ انشاء اللہ۔" لیجئے میں نے بتا دیا کہ سسرال میں میرا پہلا دن کیسے کٹا۔ مگر ٹھہریے ابھی ایک بات اور باقی ہے۔ آخر میں یہ راز کی بات بھی آپ کو بتا دوں۔ افسانہ نگاروں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ کبھی تو آپ بیتی، جگ بیتی کے پردے میں بیان کرتے ہیں۔ اور کبھی جگ بیتی آپ بیتی بنا لیتے ہیں۔ اس لئے ان کی باتوں کو حرف بہ حرف واقعے کے مطابق نہیں سمجھ لینا چاہئے۔ اور۔ لوگوں کا خیال ہے ... میں بھی افسانہ نگار ہوں ...

(آل انڈیا ریڈیو دہلی سے نشر ہوئی)

صالحہ عابد حسین

لکھنؤ کی فردیں

لکھنؤ اور فرخ آباد کی چھپی ہوئی فردیں نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر میں بھی بہت مشہور ہیں۔ سوتی کپڑے پر چھپی ہوئی فردیں ایک عرصے سے انگلستان و امریکہ جاتی ہیں۔ جہاں مشرقی فن کے قدردان اصحاب ان کو آرائش کے لئے اپنے کمروں میں لٹکاتے ہیں۔

کچھ عرصے سے لکھنؤ میں ریشمی کپڑے پر چھپائی کا رواج بہت زیادہ ہوگیا ہے۔ اور یہاں کی چھپی ہوئی چادریں، تکیہ کے غلاف اور لحاف رضائی کی فردیں فن صباغی و نقاشی کا اعلیٰ نمونہ ہوتی ہیں۔ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی چھپائی نہایت مشکل کام ہے اور بجز ماہر کاریگروں کے ان کا تیار کرنا ناممکن ہے۔ یہ ضروری ہے کہ شکل اور کاموں کے اس کام میں تھوڑی سی مشق ضروری ہے۔ لیکن ایسی فردوں کی چھپائی زیادہ مشکل نہیں اور گھروں میں چھاپی جا سکتی ہیں۔

ضروری سامان

قبل اس کے کہ ریشمی کپڑے پر چھپائی کے طریقے تحریر کئے جائیں، یہ ضروری ہے کہ اس سامان کا تذکرہ کر دیا جائے جس کا مہیا کرنا ضروری ہے :۔

(۱) لکڑی کے چھاپے (۲) معمولی کچے رنگ Basic colours (۳) تیزابی رنگ Acid colours (۴) تیزاب سرکہ Acetic acid (۶) ٹارٹری Tartaric Acid (۷) گوند (۸) لکڑی کے ٹبے ۴ عدد (۹) لکڑی کی چوکی (جس پر کپڑا چھاپا جائے)

کپڑے کو چھاپنے کے لئے تیار کرنا

اگر کوئی سفید غلط کر رنگا ہوا ہو تو اس کے لئے کسی تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ سفید ہے تو یہ دیکھ لینا چاہئے کہ بالکل سفید ہے یا کچھ میلا پن لئے ہوئے۔ اگر میلا پن ہو تو اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کورا کپڑا ہے۔

کورے غلط کو چھاپنے سے قبل صابن میں پکانا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس کا کورا پن دور ہو جائے۔ کپڑے کو وزن کر لیا جائے اور اس کے وزن پر ۵ فی صدی اچھا صابن (سنلائٹ صابن) تراش کر پانی میں ڈال کر جوش دیں تاکہ حل ہو جائے۔ اس کے بعد پانی اس قدر بڑھائیں کہ کپڑے کے وزن کا ... ہو جائے۔ مثلاً اگر کپڑا ایک سیر ہے تو صابن ۴ تولہ لیں اور پانی ۲۰ سیر)

اب اس صابن کے پانی کو خوب گرم کریں یہاں تک کہ سنسنانے لگے۔ اس کے بعد کپڑے کو اس میں کھول کر ڈال دیں اور لکڑی کے چکنے صاف ڈنڈے سے چلائیں تاکہ کپڑا اچھی طرح کھل جائے۔ اس طرح آدھ گھنٹہ تک پکائیں۔ پانی کو جوش نہیں کھانا چاہئے بلکہ اس کا درجہ حرارت ۱۰۰ درجہ سے کچھ کم یعنی ۹۰ ڈگری رہنا چاہئے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ جب پانی سنسناتا ہے تو اس کا درجہ حرارت پورے ۱۰۰ درجہ پر نہیں ہوتا۔ جب اس سے زیادہ حرارت پہنچائی جاتی ہے تو پانی جوش کھانے لگتا ہے اور اس وقت درجہ حرارت ۱۰۰ درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ آدھ گھنٹے کے بعد کپڑے کو نکال کر صاف پانی میں چھ سات مرتبہ خوب دھونا چاہئے تاکہ صابن کا اثر بالکل نکل جائے۔ اس کے بعد تھوڑے پانی میں تھوڑا سا تیزاب سرکہ (ایک سیر کپڑے پر ایک تولہ) ملا کر اس میں کپڑے کو چلائیں اور پھر نہ دھوئیں۔ اب کپڑے میں کوئی ہلکا رنگ جو رنگنا ہو معمولی طور پر پانی میں حل کرکے دے دیں۔ رنگ معمولی کچے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ ان کو بالکل اسی طرح رنگیں جیسے عموماً گھروں میں دوپٹے رنگے جاتے ہیں۔ یہ ضروری خیال رکھیں کہ کپڑا رنگنے سے پہلے خشک نہ ہو گیا ہو بلکہ خوب بھیگا ہوا ہو۔

اگر سفید غلط ہے تو اس کو پہلے پانی میں اچھی طرح بھگو لیں۔ اس کے بعد کوئی ہلکا رنگ دے دیں۔ سوکھنے کے بعد کپڑے پر استری کر کے جتنی بڑی فرد تیار کرنا ہو اس کا عرض یعنی کرا اتنی بڑی فرد تیار کر لیں۔ اس طرح وہ چھاپنے کے لئے بالکل تیار ہو جائے گی۔

چھپائی کا پیسٹ بنانے کا طریقہ

سب سے پہلے ادھ سیر گوند لے کر ایک سیر پانی میں بھگو دیں۔ جب خوب حل ہو جائے تو باریک کپڑے میں چھان کر رکھ لیں۔ یہ گوند رنگ کے پیسٹ میں ملایا جاتا ہے۔ اب پیسٹ حسب ذیل طریقہ پر بنائیں۔

رنگ (سبز رنگ۔ مثلاً آسمانی۔ بادامی۔ گلابی وغیرہ) ۲ تولہ

پانی آدھ سیر۔ تیزاب سرکہ ۲۰ تولہ۔ ٹارٹرک ایسڈ ۲ تولہ۔

پانی آدھا سیر۔ پہلے پانی کو جوش دیں اور رنگ اس میں حل کر لیں۔ اس کے بعد تیزاب ہمرکہ، ٹارٹرک ایسڈ ملا دیں۔ جب یہ رنگ ٹھنڈا ہو جائے تو گوند کا پانی ملا دیں۔ اب پیسٹ تیار ہو گیا۔

علاوہ معمولی پکے رنگوں کے تیزابی رنگوں Acid colours سے بھی چھپائی ہو سکتی ہے۔ یہ بہ نسبت معمولی رنگوں کے زیادہ پختہ ہوتے ہیں۔ ان کا پیسٹ بالکل اسی طرح اور ان ہی اوزان کے ساتھ تیار کریں جیسا کہ اوپر درج کیا گیا ہے۔

لکڑی کے چھاپے

لکھنؤ کی طرز کی چھپائی میں جو چیز سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے وہ خاص ڈیزائن کے عمدہ چھاپے ہیں۔ کیونکہ ان ہی پر ڈیزائن کا دار و مدار ہے۔

لکھنؤ، فرخ آباد اور قنوج میں کپڑے کی چھپائی کے ساتھ چھاپے بنانے والے بہت اچھے اچھے کاریگر کام کرتے ہیں۔ ان کا کام یہی ہے کہ بہتر سے بہتر اور نئے ڈیزائن کے چھاپے تیار کریں۔

یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ عموماً جو چھاپے فروخت ہوتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان سے چھاپ کر بعد میں اس ڈیزائن کو کاڑھا جائے۔ کاڑھنے میں ڈیزائن کی پتی اور پھول اور کلی میں حسب پسند مختلف رنگ کا تاگہ استعمال کرنے سے کئی رنگ کا ڈیزائن تیار ہو جاتا ہے۔

حالانکہ چھاپہ صرف ایک ہی ہوتا ہے لیکن کلر کی چھپائی کے لئے جو چھاپے بنائے جاتے ہیں۔ وہ ایک ڈیزائن کے لئے تین چار یا اس سے زیادہ چھاپوں کے سیٹ ہوتے ہیں۔ ایک چھاپے سے ڈیزائن کا خاکہ (Outline) بنتا ہے۔ جو عموماً سیاہ رنگ سے چھاپا جاتا ہے۔

دوسرے میں صرف پتیاں ہوتی ہیں۔ تیسرے میں صرف پھول۔ چوتھے میں صرف کلیاں۔ یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ ہر چھاپہ مختلف رنگ سے چھاپا جائے۔ اور جب پورا سیٹ چھپ جائے تو کئی رنگوں کا ایک خوبصورت ڈیزائن چھپ جائے۔

حاشیہ پر چھاپنے کے لئے بیلیں بھی اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ اور بیچ میں چھاپنے کے علاوہ چھاپے ہوتے ہیں۔ ان کو چھاپتے وقت اس سلیقہ سے ملایا جاتا ہے کہ چھپنے کے بعد کپڑے میں یہ پہچاننا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ ڈیزائن کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر ایک باغیچہ سا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

اس قسم کی چھپائی شروع کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ لکھنؤ فرخ آباد یا قنوج سے اسی طرح کے چھاپے منگوائے جائیں۔ ورنہ چھپائی عمدہ نہ ہوگی۔

چھاپنے کا طریقہ

ایک لکڑی کی چوکی (جس کی اونچائی تقریباً ایک فٹ ہو) جس کی سطح ہموار ہو، چھپائی کے لئے منتخب کریں۔ یا اس کام کے لئے خاص طور پر بنوائی جائے۔ اس پر کوئی موٹا کپڑا کئی تہ کر کے بچھا دیں۔ اس کے اوپر جو کپڑا چھاپنا ہے اس کو بچھا کر ہاتھ سے خوب ہموار کر لیں تاکہ کہیں شکن نہ رہے۔ اس کے بعد لکڑی کی ٹرے (جس کی لمبائی ۹ انچ، چوڑائی ۶ انچ ہو) میں ایک کمبل کا ٹکڑا دہرا کر کے بچھائیں۔ اس پر رنگ کا پیسٹ ڈال کر سب طرف یکساں طور پر پھیلا دیں۔ اس کے بعد ململ کا ٹکڑا لے کر احتیاط سے رکھ دیں۔

اب چھاپے کو اس پر آہستہ سے رکھ کر اٹھا لیں اور کپڑے پر رکھ کر چھاپ دیں۔ ٹرے ہر رنگ کے پیسٹ کی علیحدہ تیار کر کے رکھ لیں اور ہر چھاپہ مختلف رنگ سے ڈیزائن کے لحاظ سے چھاپیں۔ پہلے حاشیہ چھاپ کر تیار کر لیں۔ اس کے بعد بیچ میں چھاپیں۔

چونکہ غلطہ ایک قیمتی کپڑا ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ پہلے معمولی سوتی کپڑے پر چھاپنے کی مشق کر لیں۔ چھاپنے کے بعد کپڑے کو سایہ میں خشک کر لیں۔ اور پھر آدھ گھنٹہ سے ایک گھنٹہ تک اسٹیم[1] دیں۔ اس کے بعد ٹھنڈے پانی میں خوب دھو کر خشک کر لیں۔

تیزابی رنگوں (Acid colours) بھی بالکل اسی طرح چھاپیں اور ایک گھنٹہ اسٹیم دے کر پانی میں خوب دھو کر خشک کر لیں۔

خشک کرنے سے قبل اگر آخیر کے پانی میں تھوڑا سا ٹارٹرک ایسڈ (Tartaric Acid) ملا کر کپڑے کو اس میں ہلا دیں اور بغیر دھوئے ہوئے خشک کر لیں تو چمک اور خوشنمائی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

کورے کپڑے کو پکانے کے لئے بہترین صابن روغن زیتون کا ہوتا ہے۔ یہ عام طور پر نہیں ملتا اس لئے Lanoline Soap نام کا صابن استعمال کریں تو ریشم نہایت چمکدار اور ملائم ہو جاتا ہے۔

اقبال احمد، سپروائزر صنعت و حرفت بھوپال

---

[1] اسٹیم دینے کا طریقہ کتاب کپڑے کی چھپائی میں بتفصیل [illegible]

بچے کی اصلاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اکرموا اولادکم۔ اپنی اولاد کی عزت کرو۔ حدیث شریف میں بھی یہی فرمایا ہے کہ بچے کو سزا دے کر اس کی جائز خودداری کو مت مٹاؤ۔

عیسٰی علیہ السلام کا بھی یہی قول ہے۔ "بچوں کو میرے پاس آنے دو۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کے لئے ہے۔"

فطرت انسانی پر غور کرنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ بچے کی اصلاح سختی سے نہیں ہو سکتی۔ جو والدین اپنے بچوں کو مار پیٹ کر اور برا بھلا کہہ کر درست کرنا چاہتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ سختی کرنے سے بچے کے اخلاق پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ جسمانی اور روحانی سزا سے اکثر حالتوں میں بچے میں بے شرمی اور دیدہ دلیری بڑھ جاتی ہے۔ اور بچہ ذلت سہنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ والدین اور اولاد کے درمیان اختلاف کی ابتدا ہوتی ہے۔ نفرت اور بیگانگی ہو جاتی ہے۔ دراصل بچے کو سزا دے کر جھڑکیوں وغیرہ سے سدھارا نہیں جا سکتا۔ اور نہ ہی اس طرح اطاعت پر مجبور کیا جا سکتا ہے بلکہ اس طرح بچہ بجائے فرماں بردار ہونے کے الٹا ضدی اور نڈر ہو جاتا ہے۔ سخت گیری نے اکثر بچوں کی جانیں بھی تلف کی ہیں۔ بچہ سزا کے صدمہ سے بیمار ہو کر مر گیا۔ اس طرح بچے کی موت والدین کے لئے الٹی سزا ہے۔

قطع نظر مذکورہ بالا ہلاکت خیز سزاؤں کے طعنہ اور تشنے سے بچے کو جو روحانی تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا اظہار بچے کی طاقت سے باہر ہوتا ہے۔ اس طرح بچے کے جھنجلانے پر اور بھی سرزنش کرنا ناعاقبت اندیشی ہے۔

بعض لوگ بچوں کو چھیڑنے ستانے میں لطف اٹھاتے ہیں اس طرح سے غصہ کرنے کی بچے کو عادت پڑ جاتی ہے۔ اکثر بچے فطرتاً ضدی ہوتے ہیں۔ زیادہ غصے کی حالت میں پاگل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ بچے کی دماغی نشو ونما پر برا اثر پڑتا ہے۔ اس طرح کئی ذہین بچے کند ذہن ہو کر رہ گئے۔ اگر ہم اپنے بچے کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ رکھیں تو زیادہ بہتر ہے۔

جتنا کہ حسن سلوک سے بچے کی اصلاح ہو سکتی اور کسی طریقے سے نہیں ہو سکتی۔ حتی الوسع بچے کے ساتھ نرم اور مناسب رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جس سے بچے کی اخلاقی خودداری کو ٹھیس نہ لگے۔ بچے کو عملی طریقے سے سمجھایا جائے۔ بچے کے سامنے اچھے نمونے پیش کئے جائیں۔ بچے کی نگرانی کے ساتھ اس پر اعتماد کیا جائے۔ اس کی خواہشوں کا خیال رکھا جائے۔ اور بچے کو ہر طرح صاف ستھرا۔ خوش اور تندرست رکھا جائے۔ بچے کو شروع سے فرماں برداری سکھائی جائے۔ تو نہ صرف بچے کی صحیح تربیت اور نشو ونما ہو گی۔ بلکہ ان کا مستقبل خوش آئند اور روشن ثابت ہو گا۔

رہا یہ سوال کہ بچہ چوری کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ زیادہ روتا ہے۔ دوسرے بچوں کو مارتا ہے۔ توڑتا پھوڑتا ہے۔ یہ ایسی عادتیں نہیں کہ کوشش سے چھوٹ نہ سکیں۔ یہ تو فقط ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ اگر باوجود ہر طرح کی کوشش کے بچہ نہ سدھر سکے تو پھر بچے کی قسمت۔ قدرت خود ہی ایسے بچے کی محافظ ہے اور اصلاح کار۔

ایس۔ بی طاہرہ

خوشی اور غم

چاندنی رات تھی، افلاک کا گھر روشن تھا
ابر پارے بھی کہیں سے نکل آئے۔ یہ کیا؟
زندگی دیکھتی تھی راحت جاوید کا خواب
معاً آنکھوں میں کچھ آنسو ابل آئے۔ یہ کیا؟

مطلع دل پہ مسرت کا درخشاں مہتاب
ابر غم میں ہوا پوشیدہ تو کیا غم اس کا
ابر چھٹ جاتا ہے تو چاندنی رات کا نظارہ
اپنی تابانی میں پہلے سے بھی ہوتا ہے سوا

عبدالعزیز فطرت صدیقی

عفت دہلی

سسرال میں میرا پہلا دن

رات خاموشی اور سکون کا نشتر چبھو چکی ہے مگر گھر میں اب تک ہنگامہ برپا ہے۔ میں اپنے پلنگ پہ تکیئے پر سر رکھے لیٹی ہوں اور آنکھوں سے گنگا جمنا بہہ رہی ہے۔ میری بہنیں اور سہیلیاں میرے ارد گرد بیٹھی ہوئی ہیں اور میری جدائی کے غم کو مجھ سے چھپانے کی بے فائدہ کوشش کر رہی ہیں۔ میری ایک بہن جن سے میری بچپن کی دوستی بھی ہے سب سے زیادہ بے قرار ہیں۔

میں بہت کوشش سے اپنی چیخیں روک رہی ہوں کہ لوگ بے شرم نہ کہیں لیکن دل ہے کہ میکے کی جدائی کے خیال سے بیٹھا جاتا ہے۔ یہ پیارا گھر ہے جس کے در و دیوار تک سے محبت ہے اب پرایا ہو جائے گا۔ جہاں میں محض مہمان آیا کروں گی۔ عزیز سہیلیاں جدا ہو جائیں گی۔ اور ان سے ملنے کو ترسوں گی۔ بزرگوں کی محبت اور مشفقانہ نصیحتیں اب کہاں نصیب ہوں گی۔ اور میرے پیارے بھائی جن سے ایک دن کی جدائی شاق تھی، مجھ سے دور ہو جائیں گے۔ ان کی پیاری صورتیں دیکھنے کو ترسوں گی۔ خودمختاری ختم ہو جائے گی۔ اب دوسری کی مرضی اور رضا کا پابند ہو کر رہنا ہوگا۔ دل میں ہوک سی اُٹھ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے۔ یہ پیارا گھر یہ جان سے زیادہ پیارے عزیز نہ چھوٹیں۔

باری باری میری سہیلیاں اور بہنیں آ آ کر مجھ سے گلے مل مل کر رو رہی ہیں۔ میری بڑی باجی آتی ہیں۔ بڑے پیار سے کہتی ہیں "میں بھی تو اپنی دولہن سے مل لوں"۔ اتنا سنتے ہی میری دبی ہوئی چیخ نکل جاتی ہے اور ہم دونوں بہنیں ایک دوسرے سے لپٹ کر جدائی کے خیال اور باپ اور ماں کی یاد میں بے قرار ہو کر بے اختیار رو جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے بھائی جان آ رہے ہیں" میں سنبھل کر بیٹھ جاتی ہوں اور اپنے آنسو پونچھ لیتی ہوں کہ کہیں بھائی جان مجھے روتا دیکھ کر اور زیادہ رنجیدہ نہ ہو جائیں بھائی جان آتے ہیں۔ حسب عادت دو چار مذاقیہ فقرے کہتے ہیں مگر ان کی آواز میں تھرتھراہٹ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے وہ بہت ضبط سے کام لے رہے ہیں۔ میرے پاس بیٹھ کر میرا سر اپنے سینے سے لگا لیتے ہیں اور آہستہ آہستہ سرگوشی کے انداز میں مجھ سے باتیں کرنے لگتے ہیں "میری چھوٹی سی بہن! آج تم اپنے گھر سدھار رہی۔ مگر یاد رکھنا یہ گھر بھی تمہارا تھا ہے اور میں بھی۔ تم ایک نئی زندگی شروع کرنے والی ہو جس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے صبر اور برداشت، ہمدردی اور دل سوزی، خلوص اور محبت عقل اور دوراندیشی کی ضرورت ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم ان سب چیزوں سے کام لے کر اپنی زندگی کو کامیاب اور دوسری بہنوں کے لئے نمونہ بناؤ گی۔ تمہارے شوہر دولت و حشمت کے مالک نہیں ہیں لیکن ایثار و قربانی، انسانیت اور قابلیت، شرافت اور محبت کا مجسمہ ہیں میں نے تمہاری طبیعت اور مذاق کا خیال کر کے تمہارے لئے بہترین ساتھی کا انتخاب کیا ہے۔ خدا کرے تم ان سے اور وہ تم سے ہمیشہ خوش رہیں۔ دیکھو دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اپنے ادبی ذوق کو نہ چھوڑ بیٹھنا بلکہ اپنے شوہر کی مدد اور مشورے سے اس کو اور ترقی دینا۔ لو اب سدھارو۔ خدا حافظ۔ ہم دونوں کو تم ہر وقت یاد آؤ گی"۔ اتنا کہہ کر فرطِ گریہ سے رُک گئے۔ میرا سر ان کے سینے پر تھا اور میں ضبط کے سبب تھرتھر کانپ رہی تھی۔ لیکن ان کی پیاری پیاری محبت بھری باتوں سے سکون اور راحت بھی محسوس ہو رہی تھی۔ بھائی جان میری پیشانی چوم کر باہر چلے گئے اور دوسرے لوگ آ کر ملنے لگے۔ میں مدہوش سی تھی۔ نہ جانے کس نے برقعہ پہنایا کس نے موٹر میں بٹھایا کب موٹر اسٹیشن پہنچی اور کس طرح موٹر سے ریل تک۔ ہوش اس وقت آیا جب ریل نے سیٹی دی میرے دونوں بھائی میرے ہاتھ تھامے کھڑکی کے پاس کھڑے تھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ ریل روانہ ہو گئی۔ تھوڑی دور سب لوگ دوڑتے ہوئے ساتھ آئے۔ پھر رومال ہلاتے رہے مجھے جب تک وہ نظر آتے رہے جھکی دیکھتی رہی اور پھر جذبات سے مغلوب ہو کر کھڑکی پر سر رکھ کر رونے لگی۔ میرے ساتھ کی بڑی بی نے میرا بستر سیٹ پر بچھا کر مجھے لٹا دیا۔ اور میں نے ہم سفر عورتوں کی نگاہوں کے وار سے بچنے کے لئے منہ پر آنچل ڈال لیا۔

ابھی تک شادی کی گھما گھمی شور و ہنگامہ اور میکے کی جدائی کے رنج نے

خیال نے اتنی مہلت نہ دی تھی کہ اس زندگی کے متعلق کچھ سوچتی جس میں آج ہی قدم رکھا تھا۔ اس وقت ہر طرح خاموشی تھی۔ آس پاس کی عورتیں اونگھ رہی تھیں یا راستے کے سناٹے میں سوائے ریل کی چھک چھک کے اور کچھ سنائی نہیں دیتا تھا ہاں کبھی کبھی کسی بیوی کا خراٹا ریل کی آواز کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا تھا۔ اس خاموشی اور سناٹے میں پہلی مرتبہ مجھے اپنی حالت کا احساس ہوا اور ہزاروں قسم کے خیالات نے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ نہ جانے کیسے لوگ ہوں گے۔ سسرال والوں کے مزاج، عادات اور پسند کیا ہوگی؟ میں ان لوگوں کو پسند آؤں گی کہ نہیں؟ اور۔۔ وہ۔۔ اللہ جانے کیسے ہیں۔۔ سنا ہے بہت قابل آدمی ہیں۔ مجھ جیسی کم علم لڑکی انہیں خوش رکھ سکے گی۔ ان کی مزاج شناس ہم خیال اور ہم مذاق بن سکے گی؟ میں خود حساس اور نازک مزاج ہوں۔ بچپن میں بھی کسی بات کی برداشت کی عادت نہیں رہی۔ نہ جانے وہ تیز مزاج یا بدمزاج تو نہیں ہیں، سسرال والوں کے طعنے تشنے کیسے سہوں گی۔ اپنے بھائی جان اور عزیزوں سے جلد جلد مل سکوں گی یا نہیں۔۔ تین چار گھنٹے انہیں خیالات میں بج گئے۔ نہ جانے کب آنکھ جھپکی کھلی اس وقت جب بڑی بی کہہ رہی تھیں "بیٹی بیٹی جلدی اٹھو اسٹیشن آ گیا" میں گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ صبح صادق کی ہلکی ہلکی روشنی آسمان پر پھیلی ہوئی تھی ایک جانب ستارۂ سحری پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اسٹیشن سامنے نظر آ رہا تھا۔ گاڑی کی رفتار جس قدر ہلکی ہوتی جاتی تھی اسی نسبت سے میرے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

گاڑی رکی لوگوں کے ہجوم کو چیرتے ہوئے دو تین مرد اندر داخل ہوئے اور بڑی بی سے کہہ کر مجھے ریل کے دروازے سے لگی ہوئی ڈولی میں بٹھوایا۔ چند منٹ بعد ڈولی اسٹیشن کے باہر ایک موٹر کے دروازے سے لگا دی گئی اور ایک بزرگ کی شفیق آواز کان میں آئی۔ "بیٹی اترو۔" اور میرا بازو پکڑ کر موٹر میں بٹھا دیا گیا جہاں ایک جوان خاتون نے بڑی محبت اور آرام سے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا اور اشتیاق سے مجھے دیکھنے لگیں موٹر روانہ ہوا اور کچھ دیر بعد عورتوں کی آوازوں، مردوں کی چیخ پکار اور باجوں کی جھنکار کے درمیان موٹر کا پردہ ہٹایا گیا اور کئی عورتوں نے ایک ساتھ موٹر میں گھسنے کی کوشش کی۔ میری ساتھی خاتون نے بمشکل انہیں روکا اور میرا برقعہ اتار کر گود میں لے کر مجھے اندر دالان میں لا بٹھایا سب سے پہلے صدقے کے بکرے کا خون میرے داہنے پاؤں کے انگوٹھے کے ناخن پر لگایا گیا۔ [illegible] کی رسم ادا ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد جہیز کی جانماز کی مانگ شروع ہوئی جس سے میں نے سمجھا کہ وہ میرے آنچل پر نماز پڑھیں گے۔ آنچل پھیلا کر جانماز بچھائی گئی اور ذرا دیر بالکل خاموشی رہی میں نے اندازہ لگایا کہ وہ نماز شکرانہ ادا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہی ہنسی قہقہے شور و غل، فقرے بازی وغیرہ شروع ہوگئی۔ کئی عورتوں کی آوازیں آئیں کہ پہلے منہ دکھائی شروع کر دی جائے مگر میری موٹر کی ساتھی نے جو میری جٹھانی تھیں کہا "اے ہے ایسی جلدی کیا ہے، دلہن بچاری اتنا لمبا سفر کر کے تھکی ہوئی آئی ہے۔ ذرا دیر آرام کر لے۔ ناشتہ وغیرہ ہو جائے پھر منہ دکھائی بھی ہو جائے گی۔" ایک چڑچڑی سی بوڑھی آواز نے کہا "تمہاری مرضی نیا زمانہ ہے اور نئی باتیں۔ آرام۔ ناشتہ۔ بیہودہ۔ مجھے کیا جو جی چاہے کرو۔" جٹھانی نے آہستہ سے کہا "انہ چچی اماں کی تو عادت ہے، خواہ مخواہ خفا ہونے کی۔ چلو بڑی بی دلہن کو کمرے میں لے چلیں" کمرے میں پہنچا کر محبت بھری آواز سے کہنے لگی "دولہن تم تھکی ہوئی ہو کچھ دیر آرام کر لو پھر ناشتہ بھجوا دوں گی۔ پھر منہ دکھائی کا مرحلہ بھی طے کرنا ہے" وہ باہر چلی گئیں اور میں خستہ اور پریشان لیٹ گئی۔ آدھ گھنٹہ بعد وہ آئیں۔ اپنے ہاتھ سے میرا منہ دھلایا بال بنائے اور باتیں کرتی رہیں "دولہن تم پریشان نہ ہونا اور نہ خواہ مخواہ تکلیف اٹھانا۔ رسم رسوم تو ہوا ہی کریں گے ہی انہیں روکنا میرے بس کی بات نہیں مگر مجھے تم اپنی بہن سمجھو اور جو ضرورت یا مشکل ہو بے تکلف مجھ سے کہہ دینا۔ (ہنس کر) تمہارے دولہا نے تمہاری خبر گیری میرے سپرد کی ہے وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔" میں ان کے ہمدردانہ اور مخلصانہ برتاؤ سے بہت متاثر ہوئی۔ میری چھوٹی نند اندر آئی "بھابی جان جلدی بھابی کو تیار کر کے باہر لے آئیے۔ چچی اماں خفا ہو رہی ہیں" یہ سن کر جٹھانی باہر چلی گئیں اور تھوڑی دیر بعد دسترخوان بچھا کر ناشتہ لگا دیا گیا۔ تین چار جوان لڑکیاں اور آگئیں اور سب نے باری باری میرے منہ میں نوالے دینے شروع کیے۔ میری طبیعت اس وقت ناشتہ کرنے کو بالکل نہیں چاہ رہی تھی بلکہ حسب عادت صرف دو پیالی چائے کی خواہش تھی مگر یہاں منہ میں پراٹھے ٹھونسے جا رہے تھے۔ اور حلوا و بالائی جن سے مجھے ہمیشہ نفرت رہی، اپنی بے بسی اور بے تکی رسم پر اس وقت بڑا جی جل رہا تھا۔ جب جٹھانی نے میرے منہ میں نوالہ دیا تو میں نے اشارے سے بس کرنے کو کہا تو ان بچاری نے دوسری لڑکیوں کو روکا۔ ناشتہ کے بعد بھاری جوڑے اور سب زیور سے آراستہ کر کے پھر مجھے محفل میں لے جایا گیا۔ اور جٹھانی مجھے لے کر بیٹھ گئیں اور منہ دکھائی شروع ہوئی کسی نے کہا "پہلے چچی اماں آپ منہ دیکھیے"

امی جان نے ناک بھوں چڑھا کر جواب دیا "میرا بھاری کا کیا ہے کوئی دیکھے نہ دیکھے" میرا چہرہ اٹھایا گیا چھن سے کچھ روپیہ گود میں ڈالے گئے۔ آواز آئی "اچھی خاصی ہے خدا رہنا بسنا نصیب کرے"۔ میں نے سوچا چلو خیر ہے ان کو بہت زیادہ ناپسند نہیں ہوئی۔ اب بار بار میرا چہرہ اٹھا کر دکھایا جاتا اور نہا تہا کر روپے وغیرہ جٹھانی کو دیئے جاتے ساتھ ساتھ ہنسی مذاق، فقرہ بازی، سرگوشیوں میں نکتہ چینی اور کھلم کھلا اعتراض اور لگا ہے تعریف غرض مختلف قسم کی آوازیں میرے کانوں میں آتی رہیں۔ "اے بھابی ذرا ڈھنگ سے منہ دکھاؤ، موم کی نہیں ہیں کہ تمہیں لگ جائے گی"۔ "یہ میری بڑی نند کی آواز تھی"۔ "رنگ سانولا ہے" "نقشہ خاصا اچھا ہے۔ نہ بدصورت ہیں نہ خوبصورت"۔ "اے توبہ اچھی تو ہیں آپ بیکار اعتراض کرتی ہیں"۔ "دلہن سنا ہے پڑھی لکھی تو ہیں مگر معلوم ہوتا ہے سلیقہ کم ہی کم ہے"۔ "اے واہ بہت اچھی ہیں۔ خواہ مخواہ بھی سے طعنے تشنے نہ دو"۔ "اے بہن اچھائی برائی انسان کی طبیعت پر ہے۔ خوش مزاج ملنسار ہوئیں تو سارے کنبہ میں ہی یہ ہول گی" اتنے میں آواز آئی مرد منہ دیکھنے آرہے ہیں۔ میرا دل جو پہلے ہی کافی دھڑک رہا تھا اور زور سے دھڑکنے لگا جسم پسینے پسینے ہوگیا۔ یہ سب غیر مرد آکر میرا منہ دیکھیں گے اور ان عورتوں کی طرح رائے زنی اور اعتراض کریں گے؟

میری جٹھانی نے شاید میری پریشانی محسوس کر لی اور کان میں کہا "دلہن گھبراؤ نہیں" مردوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔ سب سے پہلے میرے سسر نے منہ دیکھا منہ میں کچھ دعائیں پڑھیں اور سر پر ہاتھ پھیر کر باہر چلے گئے پھر دوسرے لوگ دیکھنے لگے۔ ایک لڑکا جو شاید میرا دیور تھا جھگڑنے لگا "بھابی آپ اچھی طرح منہ نہیں دکھا رہی ہیں سوا ماتھے اور گھونگھٹ کے کچھ بھی جو نظر آرہا ہو۔ جائیے ہم منہ دکھائی نہیں دیں گے" انہوں نے جھڑکا: "مت دو کوئی تمہاری منہ دکھائی کا بھوکا نہیں"۔ اس نے زور سے قہقہہ لگایا اور میری گردن میں گدگدی کی اور کہنے لگا "دیکھیے وہ دلہن ہنس رہی ہیں"۔ میں نے بڑی مشکل سے ضبط کیا مگر شرم اور غصہ کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بھابی نے ڈانٹ کر اسے چلتا کیا اور سب روپیہ زیور وغیرہ سمیٹ کر چچی اماں کے حوالے کیا۔ میں وہیں لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھی رہی اور سب لوگ جہیز دیکھنے لگے اس پر بھی حسب عادت عورتوں کی رائے زنی اور اعتراضات کی بوچھار ہوتی رہی "سارے بوچھنے کے برتن اتنے سارے اور تلبنے کے اتنے کم۔ نہ دیگ نہ بچہ"۔ "جوڑے تو نے بہت سے ہیں اور قنات چاندنی گداز وغیرہ زیور سب بھاری اور اچھا ہے"۔ "ہاں مگر مو سنہ فیشن کا مجھے ایک آنکھ یہ کلس کلیں نہیں بھاتے"۔ "خیر بڑا جس نے منی دی اس نے سب کچھ دے دیا" "یہ سب چیزیں دولہن کی بنائی ہوئی ہیں، بہت خوبصورت ہیں"۔ "لوگ تعریف کرانے کو جھوٹ موٹ بھی کہہ دیا کرتے ہیں"۔ "تمہاری یہ عادت سدا رہے گی خواہ مخواہ ہر بات پر نکتہ چینی کرتی ہو"۔ "اے لو میں نے کیا کہہ رہی ہوں"

غرض بھانت بھانت کی آوازیں میرے کان میں آرہی تھیں جو میں خلاف عادت صبر سے سب سننے پر مجبور تھی اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں کر رہی تھی۔ "چچیا ساس بڑی بدمزاج معلوم ہوتی ہیں دیور تو بڑا بدتمیز شوخ اور تیز مزاج ہے، ہاں جٹھانی بچاری بڑی ہمدرد اور محبت والی ہیں چھوٹی نند بھی بھولی بھالی اور محبت کی ہے۔ یہ بڑی نند، اوہ! وہ تو بڑی بے ڈھب معلوم ہوتی ہیں۔ ابھی سے پھوہڑ بدتمیز کا خطاب دے دیا۔ جہیز پر دسیوں اعتراض کر ڈالے۔ سسر بہت متین اور شفیق بزرگ ہیں۔ اور۔ اور وہ۔۔ یہاں آکر قیاس نے ساتھ چھوڑ دیا۔"

مجھے ایک پلنگ پر لٹا دیا گیا تھا اور اس طرح سب کے بیچ میں بدتمیزی سے لیٹا رہنا مجھے بڑا کھل رہا تھا۔ برتنوں کی جھنکار اور لوگوں کی چیخ پکار سے معلوم ہوا کہ باہر سے کھانا آرہا ہے میں نے چپکے سے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی تین بجنے والے تھے۔ بعض عورتوں نے کہا دلہن کو یہیں دسترخوان پر کھانا کھلایا جائے، بعض نے کہا نہیں دو چار لڑکیوں کے ساتھ الگ کھا لیں گی۔ دوسری جٹھانی نے کہا "کمرے میں کھائیں گی" اور مجھے گود میں اٹھا کر اندر کمرے میں لے گئیں ایک چوکی پر دسترخوان بچھا کر کھانا چن دیا اور باہر چلی گئیں۔ بڑی بی کمرے میں نہیں تھیں آہستہ سے دروازہ کھلا اور پاؤں کی چاپ سے میں سمجھی کہ کون آیا ہے۔ چند سیکنڈ سکوت رہا۔ اس کے بعد آواز آئی "آداب عرض، مزاج تو اچھا ہے۔ راستہ میں کوئی خاص تکلیف تو نہیں ہوئی"۔ جب میں ہر سوال کے جواب میں خاموش رہی تو کہا "آپ تو کسی بات کا جواب نہیں دیتیں۔ اچھا چلیے کھانا کھا لیجئے بھابی جان کا حکم ہے کہ آپ کو بہت سا کھانا کھلاؤں کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی ہیں"۔ زیادہ اصرار پر مجھے یوں بیٹھے رہنا برا معلوم ہوا میں آہستہ سے اٹھ کر دسترخوان پر آگئی۔ تھوڑا سا کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ جب دوبارہ بہت اصرار ہوا تو چند نوالے اور کھائے۔ انہوں نے پوچھا "آپ نے چائے پی تھی" میں نے کہا "جی نہیں"۔ وہ یہ کہہ کر "میں ابھی بنوا کر لاتا ہوں" اٹھے میں نہیں نہیں کرتی رہی اور وہ باہر چلے گئے۔ آئے تو سینی میں میرے ہاتھ دھلانے لگے۔ میں نے یہ کہہ کر کہ یہ میرا فرض ہے لوٹا ان کے ہاتھ سے لے لیا۔

(باقی صفحہ ۱۸ کالم ۲ پر)

ٹیسٹ پائلیٹ

آج کل کی دُنیا اخباری دُنیا ہے، بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی کے متعلق کاغذ کے کاغذ سیاہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر کسی جگہ کسی نے غیر متوقع کام کر دیا تو اسے آسمانِ شہرت کا ستارہ بنا دیا جاتا ہے۔ لیکن اس نقارہ کی دنیا میں اب بھی ایک بڑی بھاری شخصیت ہے، جسے بہت کم پبلسٹی حاصل ہے، اسی کی ذات پر دنیا کی ترقی کا انحصار ہے۔ موجودہ جنگ اسی کے بازوؤں کے پٹھوں اور عقل پر لڑی جا رہی ہے۔ لیکن کوئی اخبار اٹھا لیجئے، آپ کہیں بھی اس کا نام نہیں پڑھیں گی۔ بتایئے تو وہ کون ہے؟ یہ شخصیت تعارف کی محتاج ہے۔ اسے ٹیسٹ پائلیٹ کہتے ہیں یا جدید ہندوستانی میں تجربی ہوا باز۔

یہ کوئی ہوائی کبوتر نہیں۔ نہ کسی عجیب و غریب مشین کا نام ہے۔ یہ اچھے خاصے انسان ہوتے ہیں۔ گوشت اور پوست کے ان کی رگوں میں ہماری ہی طرح خون دوڑتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ عالی ہمت انسان ہر وقت اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتا ہے۔ اس کا کام ہر نئے ہوائی جہاز کا تجربہ کرنا ہوتا ہے۔ اس کی لیاقت پر ہی کسی نئی دریافت کی کامیابی کا انحصار ہے۔

کسی اعلیٰ اور غیر معمولی لیاقت کے مالک ہوا باز کو ولایت کی بڑی بڑی فیکٹریاں اس کام پر نوکر رکھ لیتی ہیں۔ ہر نئی دریافت یا پرانی قسم کی ترمیم پر تجربی ہوا باز اس کام میں اپنی قیمتی جانیں کھو بیٹھتے ہیں مگر داد دے عالی حوصلگی۔ کیا مجال کسی بھی نوجوان کے چہرہ پر بل آئے ہوائی جہاز کو جنگی یا تجارتی کام کے لئے گورنمنٹ کے سپرد کرنے سے پیشتر فیکٹریوں کو لازم اور ملزوم ہے کہ وہ ہر مشین کا پوری طرح جائزہ لے اور اس امر کا یقین کر لے کہ اس کے ہوائی جہاز کو دشمن کے ہوائی جہاز پر اڑان کے ہر شعبہ میں فوقیت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی اور امریکن ہوائی فیکٹریاں ہمیشہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوا بازوں کو سنہری تنخواہوں پر مستقل کنٹریکٹ پر ملازم رکھ لیتی ہیں۔ اور ان کی زندگیاں بھی بھاری رقم پر بیمہ کر لی جاتی ہیں۔ ان ہوا بازوں کے تجربات ہمیشہ صیغہ راز میں رہتے ہیں، اور اخبارات کو اجازت نہیں ہوتی کہ وہ اس کی بابت قلم کو جنبش دے سکیں۔

آج سے کئی برس پہلے کسی نئے ہوائی جہاز کا تجربہ کرنا بہت کٹھن ہوتا تھا۔ لیکن انسان کی عقل کے قربان جایئے، اس نے اسے بھی کافی حد تک سہل کر دیا۔ ریڈیو پک اپ نامی ایک آلہ دریافت کر لیا گیا ہے۔ سترہ ایسے آلوں پر ہوا باز اڑان کرتا ہے اور یہ آلہ جات مشین کی ہر حرکت۔ ہر تھرک اور پھڑک میٹر کے ذریعہ بتلاتے جاتے ہیں تاکہ زمین پر انجینئر اپنی نئی دریافت کے متعلق کچھ اندازہ کرتے جائیں۔ ادھر ہوا باز کو ہر ممکن کوشش کرنی پڑتی ہے کہ وہ اڑان کے ہر پہلو کو آزمائے اور وہ وائرلیس کے ذریعہ مشین کی تمام حرکات اور اپنی محسوسات ریکارڈ کرتا جاتا ہے۔ ان دونوں کاموں کے لئے کس قدر عقل اور ہاتھ کی پھرتی کی ضرورت ہوتی ہے یہ آپ خود اندازہ کر سکتی ہیں۔

اڑان کرنے سے پیشتر ہوا باز کو جہاز کی صحت کا پوری طرح اندازہ کرنا پڑتا ہے۔ کھڑکیاں۔ دروازے۔ شیشے اور مختلف آلات کا بغور معائنہ کیا جاتا ہے۔ پنکھوں اور انجن کی رفتار کا زمین پر ہی اندازہ کر لیا جاتا ہے۔ بریک۔ اور تیل اور پٹرول کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد ہوا باز زمین کو الوداع کہتا ہے۔ چند منٹوں کے لئے یا ہمیشہ کے لئے یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اس جانباز کو اب آگ اور پانی سے نہیں، بلکہ زندگی اور موت کے کھیل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پیٹھ پر پیراشوٹ لاد کر یہ بہادر ہوا کے کندھوں پر عجیب و غریب مداری کے کھیل کرتا ہے۔ کبھی بازی لگاتا ہے۔ کبھی ٹیڑھی کر کے چلتا ہے اور کئی دفعہ ہزارہا فٹ کی بلندی سے زمین کے نزدیک گیند کے موافق ہوائی جہاز کو گراتا ہے۔ کبھی جھپٹ پڑتا ہے اور کبھی بجلی کی تیزی کے ساتھ شاں شاں کرتا گزر جاتا ہے۔ اس کام میں اسے جس قدر مشکلات میں گزرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ کرنا ہی بہتر ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے ایک ہوا باز ٹٹ نامی اپنے ایک ساتھی رینڈی کلف کے ساتھ نئی دریافت کا تجربہ کر رہا تھا کہ ۱۵ ہزار فٹ کی بلندی پر جہاز فیل ہو گیا اور مسٹر ٹٹ نے چھلانگ لگا کر جان بچائی۔ (باقی صفحہ ۴۹ کالم ۲ پر)

جیت میں ہارا

صلح حدیبیہ

ذی قعدہ ۶ھ کی ایک پرکیف اور حسین رات تھی۔ ماہِ شب اپنی پوری درخشانی سے سرزمینِ حجاز کے ذرّے ذرّے پر ضیا پاشی کر رہا تھا، صحنِ انجم مصروف سرگوشی تھی، اور قدسیانِ فلک حمد و ثنا کے نغمے گا رہے تھے۔

ایسے وقت میں سلطانِ عرب "شہزادۂ امن" محوِ خواب ہوئے ہی تھے کہ ایک لطیف سا رویا دیکھ کر بیدار ہو گئے۔ جس میں آپ مع صحابہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ اور دیگر رسوم حج ادا کی جا رہی تھیں۔

بعد فراغتِ نمازِ فجر "رویا" کا ذکر آنحضرتؐ نے صحابۂ کرامؓ سے فرمایا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد تیرہ، چودہ سو صحابہؓ کی معیت میں "عمرہ" کے لئے عازمِ مکہ ہوئے۔ جنگِ احزاب نے جو ۵ھ کے آخر میں ہوئی ثابت کر دیا تھا کہ اسلام کے ساتھ "تائیدِ غیبی" ہے۔ قریش نے جنگِ بدر میں مسلمانوں کو کچلنا چاہا، مگر منہ کی کھائی۔ اُحد کی لڑائی میں پوری طاقت سے کام لیا، لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہود نے پیہم ریشہ دوانیوں سے اسلام کو کمزور کرنا چاہا۔ مگر بے سود، یہاں تک کہ قبائل عرب کے متواتر حملے بھی مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ "جنگِ احزاب" قریش، یہود، قبائل عرب اور منافقین کی متحدہ کوششوں کا نتیجہ تھا۔ مگر یہ آخری اور انتہائی سعی بھی ناکام ثابت ہوئی، اس جنگ کے بعد اگرچہ دشمنوں کو یہ حوصلہ نہ رہا کہ مدینے پر دوبارہ حملہ کریں مگر خفیہ سازشیں ہوتی رہیں۔ اور کوششیں بدستور جاری رہیں۔

مدنی قافلہ مکہ کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ آنحضرتؐ نے ہدایت فرما دی تھی کہ صحابۂ کرام سامانِ حرب ساتھ نہ اٹھائیں۔ تاکہ قریش کے دلوں میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور وہ مزاحمت کا سبب نہ طیار کریں۔ بعض قربانی کے جانور ساتھ تھے، اور عرب کے دستور کے موافق ہر جاں نثار کے پاس تلوار تھی۔ مگر وہ بھی نیام میں۔ یہاں تک کہ مدنی قافلہ "حدیبیہ" کے مقام پر مقیم ہو گیا۔ تاہم قریش کو مدنی حجاج کی آمد کی اطلاع ہونے کی دیر تھی کہ انہوں نے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ اور خلافِ اصولِ عرب ماہِ حرام میں لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

"قبیلۂ خزاعہ"، اسلام کے معاونین قبائل میں سے تھا اور اس کے مسلمانوں سے دوستانہ و سیاسی تعلقات تھے۔ آنحضرتؐ نے خزاعہ کے سردار۔ بدیل کو بطور قاصد قریش کے پاس روانہ کیا کہ وہ انہیں مسلمانوں کے ارادۂ حج سے آگاہ کر دے۔ نیز کہہ دے کہ "اسلام صلح و آشتی چاہتا ہے بانیٔ اسلام قریش کے ساتھ صلح کے لئے تیار ہے"۔ بدیل نے یہ پیغام قریش کو پہنچا دیا۔ مگر کوئی امر طے نہ ہوا۔ آنحضرت نے دوسرا قاصد روانہ کیا۔ مگر اس وقت تک ایک دستہ فوج شربی قافلہ پر حملہ آور ہو چکا تھا تاہم یہ حملہ آور گرفتار ہو گئے۔ جنہیں حضور صلعم نے رہا فرما دیا اور حضرت عثمانؓ کو جن کا اہلِ مکہ پر اچھا اثر تھا شرائط طے کرنے کو روانہ کیا۔ مگر عثمانؓ گرفتار کر لئے گئے اور بعد میں خبر مشہور ہوئی کہ وہ قتل کر دیئے گئے۔

حضرت صلعم نے قریش کے اس معاندانہ رویہ سے اندازہ لگایا کہ وہ آمادہ بہ پیکار ہیں۔ گو مسلمانوں کی جمعیت کم تھی، مگر قوتِ ایمانی، ایثار و قربانی کا جذبہ اس قدر تھا کہ اُنہوں نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر عہد و میثاق کیا کہ وہ کفار کے مقابلہ سے منہ نہیں موڑیں گے۔ اس بیعت اور عہد و پیمان کا نام "بیعت الرضوان" مشہور ہو گیا۔

کفار کو جب مسلمانوں کے جوش و خروش کا علم ہوا۔ تو انہوں نے سابقہ جنگوں کے عواقب پر غور کرتے ہوئے یہی مناسب سمجھا کہ اہلِ اسلام سے ایسی صلح کی جائے جس کی شرائط قریش کے لئے مفید ہوں۔ نیز مسلمانوں کو ایک مغلوب فریق کی حیثیت دی جائے۔ اور ان سب پر سخت و کڑی پابندیاں عائد کی جائیں۔ تاکہ انہیں ملہ کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔

شرائطِ صلح

قریش نے سہیل بن عمرو کو وکیل بنا کر روانہ کیا، اس نے آنحضرتؐ سے دس سال کے لئے ایک صلح نامہ مرتب کیا جس کی بڑی بڑی شرطیں یہ تھیں:۔ (۱) مسلمان اِمسال حج کئے بغیر واپس چلے جائیں، (۲) سال آئندہ وہ حج کے لئے آ سکتے ہیں، مگر تین یوم سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کر سکتے (۳) مکہ میں جو مسلمان ہیں، وہ وہیں رہیں (۴) اگر مکہ والوں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ جائے تو مسلمان اُسے فوراً واپس کر دیں

۲۔ قبائل عرب کو بھی کُھلی حاصل ہو گی کہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو جائیں۔ یہ تمام شرائط ایک طرح سے یک طرفہ اور قریش کی حسب تمنا تھیں، اور بظاہر انہیں ایک عظیم الشان کامیابی حاصل ہو گئی۔ اور وہ فوائد بھی جو جنگ بدر، احد و احزاب سے حاصل نہ ہو سکے تھے، اس صلح سے حاصل ہو گئے۔ قریش نے بزعم خود ایک بہت بڑی سیاسی کامیابی حاصل کر لی۔ مگر کون سمجھ سکتا تھا کہ یہ جیت قریش کے لئے بالآخر "ہار" ثابت ہو گی۔ سیاسی نصرت ہزیمت میں بدل جائے گی۔ فتح شکست کا منہ دیکھے گی۔ اور یہ شرائط خود قریش کے لئے ہی سم قاتل بن جائیں گی۔

معاہدہ ضبط تحریر میں آنے لگا تو حضرت علی رضؓ نے اسلامی قاعدے کے موجب شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔ سہیل بن عمرو چراغ پا ہو گیا اور اعتراض کیا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ "باسمک اللّٰھم" لکھنا چاہئے۔ آنحضرتؐ نے اس کو منظور فرما لیا۔ پھر جب یہ لکھا گیا کہ "یہ معاہدہ مابین رسول اللہ اور قریش کے ہے"، تو سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم محمدؐ کو رسول اللہ نہیں مانتے۔ اگر رسول ہی تسلیم کرنا تھا تو یہ جنگ و جدل کیوں ہوتی۔ حضرت علی رضؓ نے کہا کہ میں لفظ رسول اللہ نہیں مٹا سکتا۔ آنحضرتؐ نے خود لفظ رسول اللہ کاٹ کر ارشاد فرمایا کہ "محمدؐ بن عبداللہ لکھ دو"۔ غرضیکہ معاہدہ مرتب ہو گیا۔ شرائط مسلمانوں کے لئے نہایت جانکاہ تھیں۔ بہ پاس ادب حضور صلعم خاموش تھے۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ مگر زبان پر کچھ نہ لاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بالآخر مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! ہمیں اس ذلت میں کیوں مبتلا کیا جا رہا ہے؟" سرور دو عالم نے فرمایا کہ "میں نے اللہ بزرگ کے حکم کے بموجب عمل کیا ہے۔"

اسی اثناء میں ابو جندل جو سہیل بن عمرو وکیل قریش کے فرزند تھے۔ مع سلاسل و زنجیر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان تمام تکالیف کا جو مسلمانان مکہ کو کفار کے ہاتھ سے برداشت کرنی پڑی تھیں۔ ذکر کیا۔ حضرت صلعم نے کوشش کی کہ ابو جندل معاہدہ سے مستثنیٰ ہوں مگر سہیل نے ایک نہ مانی اور انہیں بموجب شرائط صلح قریش کے پاس واپس جانا پڑا۔ ابو جندل کی بے بسی اور بے کسی دیکھ کر ہر مسلمان کا دل ان کی رہائی کے لئے تڑپ رہا تھا۔ مگر بدعہدی نہیں کر سکتے تھے اس لئے مجبوراً خاموش تھے۔

ابو جندل نے حضورؐ سے عرض کیا کہ "آپ مجھے کفر کی طرف واپس بھیج رہے ہیں"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "ابو جندل! گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جلد راستہ کھول دے گا۔ اس پر یقین رکھو۔ عنقریب تمہاری سب تکالیف کا خاتمہ ہو جائے گا"۔ ابو جندل نے ارشاد نبویؐ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور مکہ واپس چلے گئے۔

اور ادھر اسلامی قافلہ یثرب پہنچا ہی تھا کہ سورہ الفتح کا نزول ہوا جس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ "ہم نے تم کو فتح مبین عطا کی ہے"۔ مسلمان جس صلح کو باعث ذلت سمجھ رہے تھے اور کفار کے نزدیک جو شرائط باعث ظفر تھیں، اب فرمان الٰہی کے بموجب یہی جیت ان کی ہار کا سبب بن گئی۔ اور مسلمانوں کے لئے باعث فخر و انبساط۔ اہل اسلام جو کچھ عرصہ پیشتر صلح کی شرطوں کے باعث پریشان تھے اب خوش ہو کر سورہ فتح پڑھتے تھے۔ اور ہر شخص کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ صلح فتح مبین ہے۔

فرزندانِ اسلام

صلح حدیبیہ کے بعد جو واقعات پے در پے پیش آئے انہوں نے اس صلح کو فتح مبین ہی ثابت کیا۔ جس کی شہادت یہ ہے کہ جب ڈیڑھ سال کے بعد رسول صلعم دوبارہ عازم حج ہوئے، تو آپ کے ساتھ بجائے تیرہ چودہ سو کے دس ہزار پروانہ ہائے شمع رسالت کا ہجوم تھا۔ یہ حیرت انگیز ترقی ایک قلیل عرصہ میں ہوئی۔ اس کا راز دراصل یہ تھا کہ عرصے سے اسلام کی ترقی میں جنگ اور کفار کا بے بنیاد پروپیگنڈا سخت رکاوٹ کے اسباب تھے۔ صلح ہونے سے کفار اور مسلمانوں کے درمیان از سر نو میل جول ہونے لگا۔ تعلقات نئے سرے سے استوار ہونے لگے۔ لوگوں کو اسلام کی تعلیم پر غور کرنے کا موقعہ ملا۔ اور وہ تمام غلط پراپیگنڈا جو آنحضرت صلعم کے بلند اخلاق، اوصاف حمیدہ، اور صفات اعلیٰ کے متعلق قریش مکہ نے پھیلا رکھا تھا، سراب کی طرح کافور ہونے لگا۔ اسلام کی پاکیزہ تعلیم دلوں پر اثر کرنے لگی۔ اور دھڑا دھڑ کفار نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔

ابو جندل۔ کافر باپ کے مسلم فرزند۔ چونکہ صلح حدیبیہ کے تحت دوبارہ جیل میں واپس کر دئے گئے تھے اس اثناء میں قیدیوں میں تبلیغ کا کام کر رہے تھے۔ اور ایک قلیل عرصہ میں تین سو کے قریب قیدیوں کو

مشرف بہ اسلام کر چکے تھے۔ اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہی جب تعلقات بڑھے تو تعلیم اسلام اپنا رنگ لانے لگی۔ ادھر مکہ سے ایک دوسرے فدائے اسلام عتبہ بن اسید فرار ہو کے مدینہ پہنچے۔ قریش نے دو قاصد انہیں واپس لانے کے لئے مدینہ روانہ کئے۔ آنحضرتؐ نے معاہدے کے موجب عتبہ کو ان کے سپرد کر دیا۔ عتبہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ مجھے کفر پر مجبور فرماتے ہیں۔" سرور دو عالم نے جواب دیا" عتبہ! گھبراؤ نہیں۔ ہم کو شرائط معاہدہ پر عمل کرنا ہے۔ اللہ تمہارے لئے راستہ نکالے گا۔" عتبہ یہ سن کر قریش کے آدمیوں کی زیر حراست مکے واپس ہو گئے مگر راستہ میں اچانک انہیں خیال آیا کہ میں ایک مفرور قیدی ہوں۔ اسلام مجھے پناہ دینے سے سردست مجبور ہے۔ مکہ میں کوئی مددگار نہیں۔ اب کفار یقیناً خاتمہ کر دیں گے۔ ان کی سفاکی اور بے رحمی سے مجھے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ ان نتائج پر غور کر کے انہوں نے نجات حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور ایک روز موقعہ پا کر محافظین میں سے ایک کو قتل کر دیا۔ دوسرا بھاگ گیا۔ اور عتبہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ "آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور مجھے بھی اللہ نے رہائی دی۔ اس لئے اب میں آزاد ہوں۔" بعد ازاں مدینہ سے نکل کر عتبہ شہر عیص کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت عیص کی حیثیت ایک غیر جانب دار بندرگاہ کی سی تھی۔ جس پر نہ تو قریش کا قبضہ تھا۔ اور نہ آنحضرتؐ کا اثر!۔

دوسرے مسلمان اسیروں نے جب عتبہ کا حال سنا تو وہ بھی قریش کی قید سے آزاد ہو کر عیص پہنچنے لگے۔ اور مفرورین کی ایک نو آبادی وہاں قائم ہو گئی۔ مسلمانانِ عیص حدیبیہ کی شرائط صلح کے پابند نہ تھے اس لئے قریش کو خطرہ ہوا کہ کہیں وہ ان کی تجارت کے سدِ راہ نہ ہو جائیں اور اگر ایسا ہوا تو شام سے ان کی جو تجارت ہے وہ امر لازمی ہے کہ بند ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر انہوں نے حضرت صلعم سے درخواست کی کہ ہم معاہدہ کی اس شرط سے جس کا تعلق مکہ سے فرار شدہ مسلمانوں سے ہے اور جس کی رو سے مفرورین کا واپس کرنا ضروری قرار دیا ہے دست بردار ہونا چاہتے ہیں۔ مفرورین مکہ یا مسلمانان مکہ جہاں ان کا دل چاہے، رہ سکتے ہیں۔ اس واسطے قریش نے اپنی کڑی شرائط کو اپنے لئے خطرناک سمجھ کر خود ہی توڑنا شروع کیا۔

سیف اللہ

صلح حدیبیہ کے نتائج اسلام کے لئے ایسے مفید ثابت ہوئے کہ کسی عظیم الشان جنگ کی فتح سے بھی یہ ثمرات حاصل نہ ہوتے۔ کفار کو اپنی ہی عائد کردہ شرطوں سے ایسی ہزیمت ہوئی جس کے باعث بیت اللہ سے صنم پرستی کافور ہو کر وحدانیت قائم ہو گئی۔

اس صلح کی بجائے اگر جنگ شروع ہو جاتی تو نہتے [illegible] کو قریش کا مقابلہ کرنا سخت مشکل ہو جاتا۔ اور وہ تمام مسلمان جو ابھی تک مکہ میں موجود تھے اہل مکہ کے ہاتھوں عالم بے خبری میں قتل ہو جاتے، صحرائی عرب۔ بدوی قبائل کی تاخت و تاراج اور ان کے عام حملے اس صلح سے بند ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ کی باقاعدہ حکومت دور دور تک قائم ہو گئی۔

ہمیشہ کی جنگ و جدل بند ہو جانے سے مسلمانوں کو کفار سے ملنے کا موقعہ مل گیا۔ اور وہ بے خوف و خطر تبلیغ اسلام کرنے لگے۔ قریش میں سے ہزاروں نفوس نے کھلم کھلا اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اب ان کو کسی قسم کی روک تھام نہ تھی۔ اور مکہ کی اغلب آبادی نہایت قلیل مدت میں مسلمان ہو گئی۔

اندرونی مناقشات سے فارغ ہو کر حضورؐ نے ایران، روم، حبش، شام، مصر اور بلاد عرب کے شاہوں کو دعوت اسلام دی، واعظان، اور مبلغانِ دین کو اطراف میں تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ جنگ جو اور بت پرست قبائل میں مذہبی آزادی پھیل گئی، لوگوں کو غور و فکر کا موقعہ ملا اور انہوں نے حقیقت اسلام کو سمجھ کر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

بموجب شرائط صلح دوسرے سال آنحضرت دو ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ قربانی کے جانور ساتھ تھے۔ محمدی قافلہ کے حجاج نے تلواریں میانوں میں کر رکھی تھیں۔ اسلحہ جنگ جو کہ احتیاطاً ساتھ تھے۔ وہ دو سو جاں بازوں کی تحویل میں علیحدہ تھے۔ مکہ کے قریب پہنچ کر حضرت صلعم نے اسلحہ اور سامانِ حرب کے محافظ دستے کو ایک وادی میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور باقی صحابہ کے ساتھ بغرض حج ادا کرنے کے لئے مکہ کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر قریش شہر خالی کر کے گرد و نواح کی پہاڑیوں پر جا چڑھے اور مسلمانوں کو بنظر تعجب اور اشتیاق دیکھنے لگے کیونکہ حجاج کے اس قافلہ میں اہل مکہ کے سینکڑوں بچھڑے ہوئے عزیز و اقارب تھے جنہیں وہ بوجہ ہجرت مدت سے دیکھنے

کے مشتاق تھے، مکہ کی شمالی پہاڑیوں سے اسلامی جماعت آگے بڑھی عجب روح پرور نظارہ تھا، نبی صلعم سالارِ قافلہ سب سے آگے قصویٰ پر سوار تشریف لارہے تھے۔ عبداللہ بن رواحہ نے آپ کی اونٹنی کی مہار تھام رکھی تھی اور ہر دو جانب جہاں نثاروں کا ہجوم تھا۔ اور لبیک لبیک اللھم لبیک کے نعرے سے مکہ کی فضا گونج رہی تھی تین روز کے بعد صبح سے فارغ ہو کر محمدی قافلہ عازمِ مدینہ ہوا مسلمانوں کا صبح کا نظارہ پتھر دلوں پر اثر کئے بغیر نہ رہ سکا بہت سے متکبر جھک گئے اور دشمن مائل بہ دوستی ہو گئے یہاں تک کہ خالد بن ولید کی چھپن سالہ پھوپی نے نبی صلعم کی خدمت میں پیغامِ نکاح بھیجا۔ جسے آپ نے قبول کر لیا اور اس ازدواج کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمرو بن عاص اور اس کے بعد خالد بن ولید نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ وہی خالدؓ تھے جنہیں شجاعت اور بہادری کی بنا پر سیف اللہ کا لقب ملا جو اسلام کے مضبوط ستون ثابت ہوئے۔ اور دینِ مقدس ہر چہار طرف پھیلانے میں پیش پیش!

اس طرح قریش کی وہ سیاسی جیت، وہ فاتحانہ شرائط اور یک طرفہ صلح نامہ جس پر انہیں ناز تھا اور ان کے سیاست دانوں اور مبصروں کو افتخار، آخرش ان کے حق میں زبردست "ہار" ثابت ہوئے۔ اور بے پناہ شکست کا باعث!

آنسہ محمودہ رضویہ

(بقیہ صفحہ ۲۵)

لیکن ریڈی کلف مشین کے ساتھ چپٹا ہوا اپنی محسوسات لکھتا گیا اور جب زمین سے دو ہزار فٹ رہ گیا تو چھلانگ لگا دی۔ خوش قسمتی سمجھئے کہ وہ ریل کی پٹڑی پر گرا جس پر سے ۲ منٹ پہلے طوفان میل گزر چکی تھی جو جو محسوسات اس نے نوٹ کیں وہ ہوا کی دنیا میں ایک نئے باب کا آغاز کرتی ہیں۔

یہی ہوا باز ۴۰ اور ۵۰ ہزار فٹ زمین سے اوپر اڑان کرتے ہیں — جہاں پر زیرو سے ۱۰۰ درجہ کم سردی ہوتی ہے۔ خون رگوں میں منجمد ہو جاتا ہے دل عجیب حرکت کرتا ہے بسر بھاری بھاری محسوس ہوتا ہے۔ یہ تو الگ رہا بلکہ ربڑ تنکوں کی طرح ٹوٹ جاتا ہے۔ اور لوہا، پیتل وغیرہ موم کی طرح نرم ہو جاتی ہیں۔ کیا یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ اس قدر جان جوکھوں کا کام کرنے والا شخص اپنی بابت خاموش رہے؟ کیوں نہیں؟ یہ جانتا ہے کہ زیادہ گرجنے والے بادل پانی سے خالی ہوتے ہیں، اور زیادہ چمکنے والی دھات سونا نہیں ہوتی۔

نرملا دیوی تیواڑی

(بقیہ صفحہ ۳۰)

اگر ماں باپ مصلحتاً کبھی کسی بات پر بھیجنے سے انکار کر دیتے تھے تو لڑکیاں ڈرتی رہتی تھیں کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے اور اگر موقع ہوتا تھا تو دبی زبان سے اپنی رائے کا بھی اظہار کر دیتی تھیں کہ شاید اس سے بات بڑھ نہ جائے۔

اب حالات بالکل اور ہیں بزرگوں تک معاملہ پہنچنے سے پہلے دوستوں اور سہیلیوں کی رائے لی جاتی ہے اور وہاں بجائے مصالحت کے نوجوان پارٹی اس آگ کو بھڑکاتی ہے شوہر سے کہا جاتا ہے کہ وہ اینٹھتی ہیں تو اینٹھنے دو، تم ایسے کہاں کے دبو ہو۔ ارے میکے جائیں تو تم بھی خط و کتابت بند کر دو۔ یا یہ لکھ دو کہ میں دوسری شادی کرنے والا ہوں آپ مزاج درست ہو جائے گا۔ ادھر بیوی پر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ تمہاری سخت توہین ہوئی ہے، تم بھی ایسا بدلہ لو کہ یاد کریں اور اگر یوں ٹھیک نہ ہوں تو مہر کی نالش کی دھمکی دو۔ کچھ ان باتوں کا اثر، کچھ اس لٹریچر کا جس نے دین و اخلاق کے بجائے لڑکے لڑکیوں کو آزادی و بدلحاظی کے سبق دے کر یہ سمجھا رکھا ہے کہ شادی ہونا ایک بہشت کا دروازہ کھلنا ہے جس میں سوائے تفریح، دلچسپی اور آرام و راحت کے اور کوئی بات ہی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔

پرانی وضع کے گھرانوں میں اب بھی بہت کچھ امن ہے۔ خواہ تعلیم یافتہ ہیں، خواہ جاہل۔ لیکن ان میں سلوک ہے۔ مرد بھی اپنے حقوق ادا کرتے ہیں۔ اور عورتیں بھی اسیر ہیں۔ لیکن دن رات دوستوں میں محو رہنا ان کا شیوہ نہیں۔ ہر بات ترتیب قاعدے کے اندر ہے مگر جہاں نام نہاد تعلیم اور روشن خیالی کی افراط ہے وہیں لوگوں کی زندگیاں تلخ سے تلخ تر ہوتی جا رہی ہیں اور نہ معلوم اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ خدا رحم فرمائے اور ہدایت دے۔ آمین

و۔ ا

اِزدواجی زندگی کے ایک پہلو پر کچھ اور

محترمہ بہن شائستہ اختر صاحبہ نے جون ۱۹۴۲ء کے عصمت میں ایک بہت اہم بات پر بہنوں کو توجہ دلائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل کی اکثر لڑکیوں کا یہ یقین ان کی زندگی برباد کر دیتا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ اسی قسم کی زندگی بسر کریں گی جو شادی کے بعد زیادہ سے زیادہ سال ڈیڑھ سال رہتی ہے۔ چال چلن کی خرابی تو خیر ایک بہت بڑی بات ہے۔ وہ اس سے بری رنجیدہ ہو جاتی ہیں کہ شوہر ان کی تعریف میں ہر وقت رطب اللسان نہ رہے عام اس سے کہ وہ تعریف کسی قسم کی ہو۔ صورت، آواز، ہنر، سلیقہ، بناؤ سنگھار، کپڑوں کا انتخاب، غرض ہر ہر بات پر وہ چاہتی ہیں کہ انہیں داد ملتی ہی رہے۔ اور جب نہیں ملتی تو امید کے پورا نہ ہونے سے ان کے دل پر سخت چوٹ لگتی ہے۔ مثلاً کہیں جانے کے لئے تیار ہوئیں اور اسی وقت ان کی تعریف کر دی گئی تو خوشی سے کھل کر پھول جائیں گی۔ لیکن اگر سہواً یا کسی مصلحت سے اس بارے میں خاموشی اختیار کر لی گئی تو ان کا دل بجھ کر رہ جائے گا اور بہ مشکل اپنی اُداسی کو چھپا سکیں گی۔ اور اگر عقلمند ہوئیں تو چھپانے کی کوشش بھی کریں گی۔ ورنہ اسی وقت کسی حیلے بہانے سے اپنے کپڑے وغیرہ بدل کر سادگی اختیار کر لیں گی یا سرے سے جانا ہی ملتوی کر دیں گی۔

اس زمانے کے لڑکے اور مرد بھی خدا جانے نئی تہذیب کے اثر سے یا اس وجہ سے کہ شادی کے وقت ان کا اپنا ہی گھر ہوتا ہے اور والدین یا اور بزرگ پاس نہیں ہوتے۔ کچھ ایسا ناعاقبت اندیشانہ طرز اختیار کرتے ہیں کہ جس سے آگے چل کر نباہنا سخت دشوار ہوتا ہے۔ اور جب اس میں فرق پڑتا ہے تو قدرتی طور پر شکایات پیدا ہوتی ہیں۔

پہلے زمانے میں ایک چیز تھی نباہ یا وضع داری جس کا اس زمانے میں کہیں پتہ نہیں۔ کسی کو بیوی سے محبت ہو یا نہ ہو وہ مقررہ قواعد کا پابند رہتا تھا۔ اور اس میں فرق آنے کو اپنی شرافت کے خلاف سمجھتا تھا۔ اس کو خدا کا خوف سمجھئے یا بزرگوں کا ڈر۔ سوسائٹی کا لحاظ کہئے یا دنیا کی شرم کہ دونوں کی حالت دلوں ہی تک رہتی تھی۔ غیر تو بڑی چیز ہیں۔ ایک گھر کے رہنے والوں کو بھی یہ خبر نہیں ہوتی تھی کہ آج کل میاں بیوی میں کچھ رنجش یا کبیدگی ہے۔ بیویاں بھی ایسی معمولی شکایتوں کو کسی کے سامنے زبان پر لانا اپنی توہین سمجھتی تھیں اگر ایسی ہی ضرورت ہوئی تو ماں یا بہن کے سامنے اپنی تکلیف کا اظہار کر دیا۔ اور اس پر جو نصیحت بزرگوں نے کی اس پر کاربند ہو گئیں۔ ایسی حالت میں چال چلن کی خرابی پر بھی مدتوں پردہ پڑا رہتا تھا اور جب وہ اٹھتا تھا تو دونوں کو دنیا کا اتنا تجربہ ہو چکتا تھا کہ وہ اسے اتنی سخت مصیبت نہیں سمجھتے تھے کہ بغیر علیحدگی کے گزارہ نہ ہو۔ عموماً ایسی حالت میں مرد اپنی اس کمزوری کا نہایت شرمندگی کے ساتھ اعتراف کرتے تھے۔ اور پھر ہر ممکن طریقے سے بیوی کی دلجوئی کی کوشش کرتے تھے معافی مانگتے تھے۔ خدا و رسول کا واسطہ دیتے تھے کہ کنبے میں بات پھیل کر ہماری ذلت نہ ہونے پائے۔ ظاہر ہے کہ ایسا برتاؤ ضرور بیوی کے غصے کو کم کر دیتا تھا اور کچھ جو کوئی سنتا تھا وہ بھی سمجھاتا تھا کہ آخر آدمی ہی سے خطا ہوتی ہے اور پھر یہ دیکھو کہ تمہارا کیا بگڑا۔ خدا کے فضل سے وہی گھر کی ملکہ بنی بیٹھی ہو۔ وہی خوشامد کر رہے ہیں تمہارے آگے ہاتھ جوڑ رہے ہیں۔ اور اس وقت چپ ہو رہنے میں تمہاری نیک نامی بھی ہے۔ شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ درگزر کرو۔ ورنہ اگر ضد آ گئی تو سمجھ لو کہ اس میں گھر کی ویرانی کے سوا اور کیا نتیجہ ہو گا۔ دنیا میں رسوائی ہو گی اور سب تمہیں الزام دیں گے کہ جان بوجھ کر اپنا گھر کھویا۔ غرض یہ کہ انہیں باتوں سے جلتی آگ پر پانی پڑ جاتا تھا اور معاملات سدھر جاتے تھے۔ اس کے علاوہ لڑکیاں کنبے کے اور لوگوں کی مثالیں سنتی تھیں۔ ان سے سبق حاصل کرتی تھیں۔ بڑی بوڑھیوں کی نصیحت ہمیشہ یہ ہوتی تھی کہ مردوں کا کبھی اعتبار نہ کرنا چاہئے ان کو اتنا سخت صدمہ ہوتا بھی نہیں تھا کہ بالکل اپنا نیک و بد سوچنے کی عقل نہ رہے تعلیم یافتہ ہوتی تھیں تو مذہبی کتابیں اور اخلاقی قصے انہیں صبر و شکر پر آمادہ رکھتے تھے۔ طلاق تو اس زمانے میں اتنا سخت لفظ تھا کہ خدا کی پناہ، یوں جھگڑ کر سسرال سے چلے آنا بھی بہت برا سمجھا جاتا تھا

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

نزولِ رحمت (مثنوی)

گرمی شدت سے پڑ رہی تھی
حالت سب کی بگڑ رہی تھی

گرمی سے تھا سب کا حال بےحال
تھی زندگی یا کہ ایک جنجال

یک لخت بدل گئی ہوا اب
ٹھنڈی ہونے لگی فضا اب

چلنے لگی مان سون اب تو
بدلی حالت زبون اب تو

برکھا رُت اب تو آ گئی بس
ہر سمت بہار چھا گئی بس

برسات کے رنگ ڈھنگ دیکھو
فطرت کی نئی امنگ دیکھو

جو دھوپ سے جل رہے تھے انساں
قدرت نے کیا ہے ان کا ساماں

ہر نیض ہے اس کا حامیانہ
بادل کا بنایا شامیانہ

ہیں ابر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ہر وقت فضا میں سیر کرتے

یوں پھرتے ہیں نیلگوں فلک پر
جوں کشتیاں بر لب سمندر

ہے اودی گھٹا کہ اک ڈرونات
گنگا سے سوا کچھ اس کا ہے پاٹ

برسات کا مچ رہا ہے اک شور
ہر سمت گھٹا ہے چھائی گھنگھور

ہے چرخِ کہن پہ قلعہ بندی
ہر سمت سے فوجیں سی ہیں امڈی

ہیں وردیاں کچھ عجب نرالی
نیلی، پیلی، روپہلی، کالی

کیا غول کے غول آ رہے ہیں
گھوڑوں پہ ہوا کے جا رہے ہیں

ہر سمت فضا میں پھر رہے ہیں
طیاروں کو مات کر رہے ہیں

ہے رعد کا اپنا توپ خانہ
جس سمت چاہا کیا روانہ

مس فیر کا یہاں نہیں ہے کھٹکا
رنجک نہیں چاٹتی ہے پلا

بجلی نے ادھر دکھایا شعلہ
ہے رعد اُدھر چلاتا گولہ

باہم دونوں میں رابطہ ہے
نیچر کا اصول و ضابطہ ہے

یہ بھی اک عجب مسٹری ہے
جس میں انساں کی بہتری ہے

پڑنے لگا مینہ بھی چھما چھم
سوکھی مٹی میں پڑ گیا دم

سوت ہوئے آسماں سے جاری
فطرت کی ہے کیا ہی آبیاری

ندی نالے ابل رہے ہیں
چلنے والے پھسل رہے ہیں

اب تک جہاں خاک سی تھی اڑتی
دکھلائی دی اب وہاں پہ سبزی

فرشِ مخمل بچھا ہوا ہے
تختِ قدرت کا سجا ہوا ہے

ساری زمیں اب زمردیں ہے
جیسے کوئی اور سرزمیں ہے

باغیچوں میں ہے شگوفہ کاری
قدرت کرتی ہے بیاری

اشجار بنے ہوئے ہیں دولھن
ہے کیاریوں پہ غضب کا جوبن

ننھی کلیاں کھلی ہوئی ہیں
شاخیں باہم ملی ہوئی ہیں

ہر سو غنچے چٹک رہے ہیں
اور پھول کھلے مہک رہے ہیں

چلتی ہیں خلد کی ہوائیں
ہر وقت بدلتی ہیں فضائیں

پُروا ہے کہ جنتی ہوا ہے
ہر وقت نرالی اک ادا ہے

فردوس کا ہے سماں زمیں پر
جنت اتر آئی اب یہیں پر

جنگل میں بہار کچھ سوا ہے
ہر سو سبزہ اُگا ہوا ہے

سبزہ کا ادھر اُدھر مچلنا
اور آبِ رواں کا ندیوں میں چلنا

سبزی ہے کہیں کہیں ہے پانی
دونوں میں مدار ہے زندگانی

گائیں بھینسیں جو اونگھتی تھیں
گرمی سے نیم جاں پڑی تھیں

اب گھاس سے پیٹ بھر رہی ہیں
جنگل میں کلیلیں کر رہی ہیں

گہہ جھیل میں، گہہ کنارے پر ہیں
گہہ پانی کی بیچ دھار پر ہیں

سارا گلہ نہا رہا ہے
چرواہا لیٹا گا رہا ہے

ہے قوسِ قزح جو آسماں پر
فطرت کی یہ کمان ہفت جوہر

چرواہا اسی کو تاکتا ہے
راگ اپنا پڑا الاپتا ہے

میداں کی سینری عجب ہے
ہر سو اک محفلِ طرب ہے

سبزہ کا بچھا ہے مخملی فرش
ارضِ اسفل ہے روکشِ عرش

ہیں بیر بہوٹیاں زمیں پر
یا لعل ہیں فرشِ زمردیں پہ

چھوتے ہی مُردہ بن رہی ہیں
کیڑے ہیں یا چھوئی موئی ہیں

ہیں آہوئے خوش ادا کی موجیں
ہر سو نکلی ہیں ان کی فوجیں

خوش خوش ہری دوب چر رہے ہیں
میداں کی سیر کر رہے ہیں

صیاد کا ان کو ڈر نہیں ہے
کھٹکے کا یہاں گزر نہیں ہے

آواز پپیہے کی ہے دل دوز
ہے ساز میں جس کے کچھ طاسوز

طاؤس کے رقص کا وہ انداز
اور اس کی وہ درد ناک آواز

کوئل بھرتی ہے ڈالی ڈالی
کوک اس کی بھی سب سے ہے نرالی

بچے کرتے ہیں نقل جس کی
تکرار عجب ہے لطف دیتی

مینڈک کرتے ہیں شب میں اک شور
برسات کے دیکھئے یہ ہیں زور

ہندی دہقاں غریب نادار
ہل جوتنے کو ہوا ہے تیار

کاندھے پہ اٹھائے اپنے ہے ہل
جنگل میں منا رہا ہے منگل

گومیں بھیا روانہ آگے آگے
خود شوق سے ہل لئے ہے پیچھے

محنت ہی اس کی سلطنت ہے
کھیتی ہی اس کی مملکت ہے

سب اپنے لئے کما رہے ہیں
یہ غیروں پہ جاں کھپا رہے ہیں

ظاہر میں گو ذلیل ہے یہ
روزی کا مگر کفیل ہے یہ

تحقیر سے دیکھتے ہیں ناداں
اس کو جو ہے رزق کا نگہباں

ہیہات کہ کیجے اس کی تحقیر
جو روزی کی کر رہا ہے تدبیر

ہے رزق کا انحصار اس پر
ہے خلق خدا کا بار اس پر

دہقاں کا ہل سوار کا پھل
ان دو پہ ہے سلطنت کا کُل بَل

باغوں میں عجب بہار ہے اب
قدرت کا نیا سنگار ہے اب

ہر چیز نمو پہ آ رہی ہے
کچھ شان ہوا دکھا رہی ہے

میووں سے لدی ہوئی ہے ڈالی
پھل سے کوئی شاخ کب ہے خالی

ہے آم ہیں کہیں ہے جامن
بھر لیجے جس سے چاہے دامن

کچھ سبز ہیں، کچھ ہیں زرد کچھ لال
تیار ہیں توڑ لیجے فی الحال

یوں میووں سے لدی ہوئی ہیں باغ
پر آم کے سامنے ہیں سب داغ

پیمانہ مئے طہور کا ہے
گردش میں بہشت سے چلا ہے

ہو شیر، شکر، عسل ہو یا قند
شیرینی میں اس سے کب ہے بڑھ کر

ہر شخص اسی کو چوستا ہے
کب منہ سے لگا یہ چھوٹتا ہے

ہے چاٹ سی کی کھینچے لاتی
محلوں سے ہے باغ میں بلاتی

ہے سیر کی شائقوں کا ریلا
بڑھوا منگل کا جیسے میلا

ہمجولیاں مل کے جھولتی ہیں
یک لخت خوشی سے پھولتی ہیں

مل کر ہیں سبھی ملہار گاتی
قدرت کے راگ ہیں سناتی

ہے شام کا وقت کیا سہانا
مغرب میں ہے قدرتی خزانا

رنگینیاں ہیں شفق کی کیا کیا
نیرنگیاں ہیں افق کی کیا کیا

منظر اک عجیب دل ربا ہے
بس مظہر شان کبریا ہے

سونے کی سی سرزمیں کہیں ہے
یاقوت کی اک طرف زمیں ہے

ہے معدن لعل و نیلم و زر
گویا اسی ایک سرزمیں پر

ہے سین گھڑی گھڑی بدلتا
ہے رنگ منٹ منٹ پلٹتا

ہے لال ابھی ابھی ہے پیلا
دم مارتے ہو چلا وہ نیلا

تاریکی شب ہے یا ہے ظلمات
ظلمت کو ملکہ کرتی ہے مات

مہتاب کہاں کہاں وہ تارے
پردے میں ہیں منہ چھپائے پیارے

کب ہاتھ کو ہاتھ سوجھتا ہے
انکل سے ہر اک یہ بوجھتا ہے

دنیا زنداں بنی ہوئی ہے
تاریکی میں چھپی ہوئی ہے

اوپر بجلی ہے نیچے جگنو
اپنی اپنی چمک ہے ہر سو

ظلمت میں بس یہ روشنی ہے
ورنہ ایک کال کوٹھری ہے

برسات کی چاندنی عجب ہے
اس رات کی دلکشی غضب ہے

ہے سادگی پہ ہزار جوبن
پھیلا ہے یہ چاندنی کا دامن

جنگل ہو کہ باغ ہو کہ میداں
ہر شئے سے ہے دلکشی نمایاں

عالم ہر سمت نور کا ہے
ہر کوہ پہاڑ نور کا ہے

ہیں چرخ پر ابر کے جو ٹکڑے
اٹھکیلیاں چاند سے ہیں کرتے

پنہاں ہوتا ہے جو نظر سے
ہیں آنکھ مچولیاں قمر سے

ہے عکس زمیں پہ جو پڑتا
باہم ہوتا ہے نور و سایہ

صبح دلکش ہے شام مرغوب
برسات کے ہیں نرالے اسلوب

برکھا رُت کے ہیں سب کرشمے
رحمت کے رواں ہیں گویا چشمے

بے شبہ ہے یہ نزول امطار
رحمت تیری اے خدائے غفار

رحمت تری بے مثال دیکھی
نعمت تیری لازوال دیکھی

تغیر میں موسموں کی لاریب
ظاہر ہے تیری شان بے عیب

کیوں کر ہوں نصیرؔ خستہ جاں سے
شکرانے تیری نعمتوں کے

نصیر بدایونی

تعلیمِ نسواں کی اہمیت

تعلیمی ارتقا کا یہ ایک راز ہے کہ اول سماج میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور اس کے بعد تعلیمی مقاصد اور تعلیمی نظام میں۔ یعنی سماج خارجی اثرات اور اپنی نفسی ضروریات کے ماتحت بدلتا رہتا ہے۔ اور تعلیم کے مقاصد اور دستور اس کے مطابق بدل دئیے جاتے ہیں۔ لیکن اگر تعلیم کے مقاصد اور دستور اس تبدیلی کے بعد یہ صلاحیت نہ رکھتے ہوں کہ سماج کی کمزوریوں پر نظر ڈال سکیں اور اپنا اساس اس طرح بدل لیں کہ سماج کی خامیاں اور نقائص دور ہو جائیں تو سمجھ لیجئے کہ وہ مقاصد اور دستور تعلیم صرف تدریس کی حیثیت رکھیں گے اور ان میں اس سے کچھ زیادہ کرنے کی صلاحیت نہ ہوگی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کے ساتھ جب ہندوستان کا نظم و نسق درجہ بدرجہ انگریزوں کے ہاتھ میں آنا شروع ہوا تو کمپنی کو دفاتر اور چھوٹے چھوٹے عہدوں پر مقرر کرنے کے لئے ہندوستانیوں کی ضرورت ہوئی۔ وارن ہیسٹنگز کے دورانِ حکومت میں مدرستہ العالیہ کلکتہ اور سنسکرت کالج بنارس کی ابتدا اسی ضرورت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہوئی۔ لیکن ۱۸۵۴ء میں سر چارلس ووڈ نے تعلیم کو بہ نفس خود بھی ضروری سمجھا اور ہندوستان کے دوسرے تعلیمی دور میں جو ۱۸۵۵ء سے شروع ہوا، صرف عمالِ حکومت کی تیاری ہی کو مقصد تعلیم قرار نہ دیا گیا۔

۱۸۸۲ء کے ہنٹر کمیشن اور ۱۹۰۲ء کے یونیورسٹی کمیشن نے بھی اس کا اعلان کیا کہ تعلیم اعلیٰ طبقہ ہی کے لئے نہیں بلکہ عوام کے لئے ہونی چاہئے اور اس کا مقصد اولین یہ ہونا چاہئے کہ یہ تمام ملک میں فلاح و بہبودی کی داغ بیل ڈالے جنوری ۱۹۱۱ء میں جشن تاجپوشی کے بعد شہنشاہ جارج پنجم نے کلکتہ یونیورسٹی کے سپاسنامہ کے جواب میں فرمایا کہ "میری خواہش ہے کہ ہندوستانی گھروں میں علم کی شمع روشن ہو جائے اور اس سے وہ اجالا پھیلے جو جمہور کی خوشی و آرام و ثروت کا باعث ہوتا ہے۔"

غرض مقاصد تعلیمی میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور یہ سماج کی ضرورت کے مد نظر پیش کی گئی تھیں۔ ان تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ دستور اور نظام تعلیم میں کس قدر تبدیلیاں ہوئیں اور کن کا کیا ہوا ایک مستقل موضوع ہے جس پر یہاں کچھ نہیں کہا جا سکتا صرف یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تبدیلیاں اس تیزی کے ساتھ رونما نہیں کی گئیں، جس قدر ضروری تھا اور یہ تبدیلیاں تعلیم کو مذہب سے اس قدر علیحدہ اور بے تعلق سمجھتی رہیں کہ ہمارے تعلیمی دستور میں صرف اقتصادی نقطۂ نگاہ ہی زور پکڑ کر رہ گیا۔

اب اس نئے دور میں جو جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد شروع ہوا ایک نئی تبدیلی ظہور پذیر ہو گئی ہے اور افسوس کے ساتھ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس سماجی تبدیلی کا ابھی طرح تجزیہ نہیں کیا گیا۔ اور اگر کچھ مدت اس سے اور بھی بے پروائی کی گئی تو یقینی ہے کہ سماج کے جسم پر ایک انتہائی تکلیف دہ اور بدنما پھوڑا ثابت ہو جائے۔

لڑکیوں کی تعلیم پر آج ہر ہندوستانی اکثر بے سوچے سمجھے اعتراضات کی بوچھار کر دیتا ہے۔ وہ بیکاری، بیماری بلکہ ہر سماجی کمزوری کا ذمہ دار محکمۂ تعلیم کو قرار دیتا ہے لیکن باوجود اس کے وہ خود اس دستور تعلیم کا نتیجہ ہے اور اپنے متعلقین کو بھی یہی تعلیم دینے پر آمادہ ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اس لئے وہ ایک لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت سے ہر شخص آگاہ ہے اور اس کی ضرورت کا معترف ہے اور اکثر اس کے نقائص نکالنے پر آمادہ لیکن ایمانداری اور توجہ سے اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم عام ہونی چاہئے۔ ان کے لئے مدارس کھولے جانے چاہئیں۔ ہائی اسکول اور کالج ضلع ضلع میں ہونے چاہئیں۔

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے آج ان مدارس کی فارغ التحصیل لڑکیاں شہر میں کافی نظر آتی ہیں اور اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ تعلیم کے مخالف انہی لڑکیوں کو مثال کے طور پر پیش کر کے کہتے ہیں کہ وہ تعلیم جو ان لڑکیوں کو دی جا رہی ہے۔ اچھے نتائج نہیں دکھلا رہی یعنی مسئلے کی صورت اب یوں ہو جاتی ہے۔

(۱) لڑکیوں کی تعلیم ضروری ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔

(۲) لیکن جو تعلیم اب دی جا رہی ہے غلط قسم کی ہے۔

پہلی بات متنازعہ فیہ نہیں۔ دوسری البتہ باعث اختلاف ہے اس لئے اس کا تجزیہ ضروری ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ آج لڑکیوں کے مدارس میں بیشتر و اکثر وہی نصاب تعلیم رائج ہے جو لڑکوں کے مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ تعلیم کا مقصد یہ نہیں ہو سکتا کہ سماج میں سے ایک صنف معدوم کر دی جائے۔ لڑکے اور لڑکیاں آگے بڑھ کے زندگی کے دو مختلف شعبوں کے ذمہ دار ہوں گے اور اسی لئے ان کی تیاریاں اس نوع کی ہونی چاہئیں کہ اس زندگی کے سفر میں مناسب توشہ اُن کے ساتھ ہو۔

اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمارے لڑکیوں کے مدارس میں سینے پرونے، کھانے پکانے اور عام حفظانِ صحت کے اصولوں پر بھی وقت صرف کیا جاتا ہے اور یہ شامل نصاب ہیں لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ ابھی تک ہم صحیح زنانہ ماحول اپنے مدارس میں پیدا نہیں کر سکے اور نہ اب بھی صراحت اور وضاحت کے ساتھ یہ معلوم ہے کہ لڑکیوں کے لئے تعلیمی مقاصد کیا ہونے چاہئیں۔

اس سوال کا جواب آسان نہیں اور آج سررشتہ تعلیم اور عام ماہرانِ تعلیم محتاج ہیں کہ والدین، مدرسین، اور ہماری بہنیں اور ہمارے بھائی، سماجی ضروریات کا اعلان کریں۔ اور ماہرانِ تعلیم سے مطالبہ کریں کہ ہماری لڑکیوں کی تعلیم کا طور طریق اور نصاب ایسا ہونا چاہئے۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے کیسے ماحول کی ضرورت ہے اس کا جواب سماج سے طلب کیجئے اور سماج کے لئے ممکن ہے کہ انفرادی اور اجتماعی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وہ یہ بتائے کہ ہمارے ملک کی فلاح ہمارے گھروں کی آسودگی پر منحصر ہے اور ہمارے گھروں کی آسودگی منحصر ہے اولاً ہمارے جذبات کی درستی اور پرورش پر اور ثانیاً ہمارے اقتصادی حالات کی ساکھ اور بہتری پر۔

ہندوستانی لڑکی کی اقتصادی تقسیم بظاہر صاف اور واضح ہے یعنی وہ بیٹی۔ کے بعد بیوی۔ بیوی کے بعد ماں بن جاتی ہے لیکن اس وقت جبکہ وہ بیٹی ہے اس کے لئے اس قسم کی تعلیم ضروری ہے کہ جب وہ بیوی اور ماں بنے تو سماج اس پر کسی قسم کی سختی نہ کر سکے۔ اور وہ جذباتی اور اقتصادی طور پر اس درجہ مختار ہو جائے کہ اس کا شریکِ زندگی مرد یہ توازن مشکل ہے۔ اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے راستہ پُر خطر، اور ہر دم یہ احتمال رہتا ہے کہ آزادی کے بدلے غیر ذمہ داری کا شکار ہو جائے۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے خطرے کا اعلان اپنی زہر آمیز ہنسی میں اس طرح کیا ہے۔

حامدہ چمکی نہ تھی جب علم سے بیگانہ تھی
اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی

وحیدہ عزیز

(بقیہ صفحہ ۴۸) جب میں جاڑوں میں آیا تھا تو اسی زمانہ میں گھر میں سفیدی ہوئی تھی، اب تین مہینہ بعد جو آتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ پھر سفیدی ہو رہی ہے۔ تعجب ہوا کہ اتنی جلدی سفیدی کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ ناہید آپا اس وقت اپنی سسرال میں تھیں، دوسرے دن ان سے ملنے کے لئے گیا مجھے دیکھ کر وہ مسکرانے لگیں۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو کہنے لگیں کہ "بڑے مزے کی بات ہے، مٹھائی کھلانے کا وعدہ کرو تو بتاتی ہوں"۔

میں: "میں آپ کے گھر مہمان آیا ہوں، مٹھائی تو آپ کو کھلانی چاہئے نہ کہ مجھے"۔

آپا: "اچھی بات ہے تو پھر میں بھی نہیں بتاتی"۔

میں: "اگر مٹھائی کھلانے کی بات ہوئی تو مٹھائی بھی کھلا دیں گے آپ کچھ کہئے تو سہی"۔

آپا: "بات کہاں ہے اپنے کئے کی سزا بھگتو"۔

میں: "صاف صاف کہئے کیا قصہ ہے؟ میں تو یہ پہیلیاں نہیں بوجھ سکتا"۔

آپا: "یاد ہے پچھلے جاڑوں میں چچی اماں کو سینما دکھایا تھا"۔

میں: "ہاں ہاں کیوں نہیں، خوب اچھی طرح سے یاد ہے بڑا مزا آیا تھا"۔

آپا: "بس اسی شرارت نے یہ سارے گل کھلائے ہیں عنقریب کھونٹے سے باندھ دیئے جاؤ گے"۔ میں: "کیا مطلب؟ میں خاک نہیں سمجھا"۔

آپا: "مطلب صاف ہے۔ یعنی کہ تمہاری شادی کی تیاریاں ہیں"۔

میں: "ہاں! مگر میری اطلاع کے بغیر؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

آپا: "میاں! قصہ یہ ہے کہ اس دن جو تم نے چچی اماں کو دھوکے سے سینما دکھایا تو ان کو تمہاری نالائقی کا پورا یقین ہو گیا۔ اس کے بعد ان کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں لہو و لعب میں پڑ کر تم ہاتھ سے نہ نکل جاؤ۔ بس پھر کیا تھا طے پایا کہ تم کو تباہی سے بچانے کی بہترین ترکیب یہ ہے کہ جھٹ پٹ تمہاری شادی کر دی جائے۔ اب تم کو زیادہ گڑبڑ کرنے کی ضرورت نہیں، بات چیت پکی ہو چکی ہے۔ تاریخ بھی مقرر ہو گئی ہے۔ ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد آج ہی کے دن تمہارے سر سہرا بندھے گا"۔ ہم نے جو یہ سنا تو ہکا بکا ہو کے رہ گئے سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے اپنی خوش قسمتی سمجھیں یا بدقسمتی۔ بہرحال ٹھیک ہفتہ بھر کے بعد سہرے باندھے ہماری شادی کر دی گئی۔۔ اس دن سے عہد کر لیا کہ چچی اماں کی قسم کے لوگوں سے کبھی کوئی

شاہِ حبش کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر

سراپا مبتلائے جہل تھے ہم — نہ مرکز تھا نہ کوئی ربط باہم
بتوں کو پتھروں کو پوجتے تھے — خدائے جزو و کل سے پھر گئے تھے
ہمارا مشغلہ تھا بیہودہ گوئی — ہوا ہم سے نہ کارِ نیک کوئی
ہماری زندگی ظلم و شرارت — کہ تھے آلودۂ شرک و نجاست
ہمارا کام تھا مردار خواری — کہ ہم تھے دشمنِ ایمان داری
ہماری قوم بالکل بے سری تھی — کہیں چوری کہیں غارت گری تھی
پریشاں مضطرب ہم سب کے سب تھے — کسی قانون کے پابند کب تھے
کیا مبعوث حق نے اک نبیؐ کو — ضرورت جس کی تھی ہر زندگی کو
وہ ہم میں ہی سے اک فردِ بشر ہے — مگر ہاں! صاحبِ فہم و نظر ہے
ہم اُس کی زندگی کو جانتے ہیں — کہ بچپن سے اُسے پہچانتے ہیں
وہ ہے اک پیکرِ صدق و امانت — بہت ہی نیک باطن پاک سیرت
ہے اُس کی زندگی بے داغ و سادہ — وہ سچا ہے زیادہ سے زیادہ
سبق توحید کا ہم کو سکھایا — کہ سیدھا راستہ ہم کو بتایا
کہا اُس نے کہ ذاتِ حق کو پوجو — بنو انساں بُری باتوں کو چھوڑو
پرستش مت کرو لات و ہُبل کی — نہیں حق کے سوا معبود کوئی
دل آزاری کسی کی بھی نہ چاہو — کیا ہے وعدہ تو اُس کو نباہو
سدا آپس میں صلح کر رہو تم — بُرائی سے بچو نیکی کرو تم
رکھو روزے پڑھو دل سے نمازیں — کرو پوری غریبوں کی مُرادیں
ہمیشہ سے تھی جو غدار و خود سر — بگڑ بیٹھی ہماری قوم اس پر
ہمیں کیا خود نبیؐ کو بھی ستایا — جو ممکن ہو سکا وہ ظلم ڈھایا
مصائب پر مصائب سہ چکے ہیں — بہت مظلوم ہو کر رہ چکے ہیں
مظالم سہتے سہتے چور ہو کر — یہاں آئے ہیں ہم مجبور ہو کر

یہاں کچھ امن کی صورت تو ہوگی
کسی انساں میں غیرت تو ہوگی

کہا شہ نے ذرا نزدیک آؤ — مجھے قرآن کچھ پڑھ کر سناؤ

پڑھیں جعفرؓ نے آیاتِ الٰہی
نہ تھا اُن پر ذرا بھی رعبِ شاہی
کلامِ حق تھا جعفرؓ کی زباں تھی
محمدؐ کی ہدایت درمیاں تھی
خدا کی آیتیں تاثیر بن کر
ہوئیں پیوست دل میں تیر بن کر
کہا یہ شاہ نے باچشمِ گریاں
محمدؐ ہیں وہی ختمِ رسولاں
خبر جن کی ہے عیسیٰؑ نے دی ہے
مواعظ میں بہت تعریف کی ہے
میں جن کا ذکر سنتا تھا یہی ہیں
محمدؐ ہی رسولِ آخری ہیں
اگرچہ ہے تعارف غائبانہ
زہے قسمت ملا اُن کا زمانہ

ماہر القادری

(بقیہ صفحہ ۴۰)

یعنی پچیس گھنٹے میں ہلال بدر بنکر پھر ہلال ہو جائے گا۔ اس کے بعد ردِ عمل شروع ہوگا یعنی زمین اور چاند کا باہمی فاصلہ گھٹنا شروع ہوگا اور چاند قریب آتے آتے زمین سے صرف بارہ ہزار میل دور رہ جائے گا۔ اس وقت زمین پر سر بفلک موجیں اٹھنے لگیں گی اور چاند پاش پاش ہو کر زمین کے گرد چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا ایک ایسا حلقہ بن جائے گا جیسا آجکل مشتری کے گرد چکر کاٹتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ خوفناک باتیں سنتے سنتے آپ کا دل یقیناً دھڑکنے لگا ہوگا مگر میں آپ کے اطمینان کے لئے بتا دینا چاہتی ہوں کہ سائنس دانوں کے خیال کے بموجب یہ واقعات بے شمار ارب سال بعد ظہور میں آئے گا۔

مسنر آر کے فضلی پانی پتی

پاداشِ عمل

خدا بخشے چچی جان کو، بڑی نیک بی بی تھیں صوم و صلوٰۃ کی پابند، چاہے بھاگتی ہوئی گرمی ہو یا کڑاکے کا جاڑا۔ ان کی تہجد کی نماز کبھی ناغہ نہ ہوتی تھی، چلّے کی ان سردیوں میں بھی جب کہ ہم لڑکے بالوں کے جوان خون رگوں میں منجمد ہو جاتے تھے، وہ اللہ کی بندی نصف شب سے بیدار ہو جاتیں۔ پھر وہ ہوتیں اور اُن کی تسبیح و صلوٰۃ۔ افسوس موت کے بے رحم ہاتھوں نے ان کو ہم سے چھین لیا ہے۔ مگر آج بھی جب ان کی یاد آجاتی ہے، بھولی بسری باتیں ایک ایک کر کے آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ واللہ کیا دن دن تھے! چچی اماں کے دم قدم سے عجیب رونق اور چہل پہل رہتی۔

وہ ہمارا اُن کو چھیڑنا اور پھر ان کا ہماری بے راہ روی پر ہمیں نصیحت کرنا۔ جب ایک دفعہ نصیحت کا دفتر کھل جاتا تو ناممکن تھا کہ نئے زمانے کی تمام اصلی اور نقلی خرابیوں پر تفصیلی بحث نہ کی جائے۔

ان کی ایک دفعہ کی ناراضگی خاص طور پر یاد رہے گی، شرارت بھی ہم نے بہت بُری کی تھی۔ کرسمس کی چھٹیوں میں میں گھر آیا ہوا تھا ایک نیا فلم آیا تھا۔ خلقت تھی کہ ٹوٹی پڑتی تھی۔ مگر میں یہ فلم دیکھ چکا تھا۔ ناہید آپا ابھی تک اس سے محروم تھیں۔ ہمارے دولہا بھائی کسی سلسلے میں باہر گئے ہوئے تھے۔ سُسرال میں کوئی ایسا ساتھی تھا نہیں کہ وہ اس کے ساتھ سینما جا سکتیں۔ گھر میں آپا اور دولہا بھائی کے علاوہ بُڈھے خسر اور ساس کے سوا کوئی نہ تھا۔ میرے آنے کی خبر سُن کر آپا سسرال سے آگئیں تھیں۔ مجھ سے کہنے لگیں کہ سینما دکھا لاؤ۔ میں نے سوچا کہ جب آپا اپنے خرچ سے اور وہ بھی احسان مند ہو کر، ہمیں ساتھ لے جائیں تو ہمارا بھی کیا ہرج ہے؟ مگر شرارت جو سوجھی تو آپا کو تماشہ دکھانے کے سلسلے میں ایک مزے دار پخ یہ لگا دی، اگر وہ چچی جان کو ساتھ لے جائیں تو ہم بھی تماشا دکھا لائیں گے۔ یہ سُن کر آپا بڑی حیران ہوئیں۔ کہنے لگیں کہ "بھئی میرے سر پر تو اتنے بال ہیں نہیں کہ ایسی خطرناک حرکت کروں!"

میں: "نہیں تو پھر سینما سے بھی ہاتھ دھو رکھئے، بغیر چچی اماں کو ساتھ لئے تو میں آپ کو تماشہ دکھلانے کا نہیں۔"

آپا: "مگر بھئی یہ تو سوچو کہ وہ راضی کیسے ہوں گی، عمر بھر تو کبھی انہوں نے سینما دیکھا نہیں، اور تم جانو وہ پرانے وقتوں کی آدمی ہیں۔ جب کبھی ہم لوگ سینما دیکھنے جاتے ہیں، آڑے ہاتھوں لیتی ہیں۔ تم لاکھ سر پٹخو ہرگز راضی نہیں ہوں گی۔ کہہ کے تو دیکھو، ایسی فضیحتیاں کریں گی کہ ساری شوخی ہوا ہو جائے گی۔"

میں: "فضیحتوں کی تو مجھے پروا ہے نہیں۔ روز ہی سنتے رہتے ہیں۔ اگر محض کہنے سے وہ تیار ہو سکتیں تو میں آپ سے کہتا بھی نہیں۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ یہ کیلئے میرے بس کا روگ نہیں ہے۔"

آپا: "ارے میاں عقل کے ناخن لو۔ میں اور تم کیا، اگر دنیا جہان ایک طرف ہو جائیں اور ان کو مجبور کریں تب بھی چچی اماں سینما دیکھنے کے لئے راضی نہ ہوں گی۔"

میں: "دیکھئے آپا! بندہ بھی اس وقت تک آپ کو سینما دکھانے کا نہیں جب تک کہ آپ چچی اماں کو ساتھ لے کر نہ چلیں۔"

آپا۔ (منانے کے لہجہ میں) "ہمارا کیسا اچھا بھائی ہے! ہمیں ضرور لے چلے گا۔"

میں: "دیکھئے آپا، میں بچہ تو ہوں نہیں کہ اس قسم کے پھسلاوے میں آجاؤں۔ جب تک میری شرط پوری نہ ہو۔ میں ماننے والا نہیں۔"

آپا: (تنک کر) "جاؤ جی، تم بہت بیکار آدمی ہو۔ ان کو بھی آج کل ہی باہر جانے کی سوجھی۔ وہ یہاں ہوتے تو میں تم بچوں کی اتنی خوشامد کیوں کرتی۔"

میں: "آپا ہم آپ کو سینما ضرور لے چلیں گے، دیکھئے ایک ترکیب سمجھ میں آئی ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ چچی اماں بھی ساتھ چلیں گی۔"

آپا: "میں بھی تو سنوں وہ ترکیب کیا ہے؟ میاں تم لاکھ ترکیبیں لڑاؤ چچی اماں کو سینما دیکھنے پر راضی کرنے سے تو رہے۔"

میں: "واہ آپا، واہ، کیا ہمیں بھی کوئی اناڑی سمجھ لیا ہے۔ کامیابی یقینی ہے، اگر آپ کو مدد کرنی ہوگی۔"

آپا: "آخر کچھ بتاؤ تو سہی، تم نے سوچا کیا ہے؟ ایسا وہ کونسا منتر ہے جس کے بھروسہ پر آپ اتنا پھدک رہے ہیں؟"

میں: "دیکھئے آپا، یہ تو ٹھیک ہے کہ اگر چچی اماں سے صاف صاف کہہ دیا جائے کہ سینما دکھانے لے جا رہے ہیں تو چاہے اِدھر کی دُنیا

اُدھر ہو جائے وہ نہیں چلیں گی۔ بس بہترین ترکیب یہ ہے کہ کسی بہانے سے ساتھ لے چلیں۔"

آپا: "انہوں نے اپنے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے، اُڑتی چڑیا پہچانتی ہیں۔"

میں: "اگر انہوں نے اپنے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے تو ہم نے بھی کالج میں جھک نہیں ماری۔ آپ کی دعا سے ایسے ایسے گر یاد ہیں کہ چچی اماں تو چچی اماں، اچھے اچھے ہمارے راگ میں آسکتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ آیئے۔ بس جو میں کہوں تائید کرتی رہیئے۔"

آپا: "کیوں شامت اعمال نے پکارا ہے؟ وہ بے بھاؤ کی پڑیں گی کہ چھٹی کا کھایا یاد آجائے گا۔"

میں: "اللہ مالک ہے۔ جو ہوگا سو دیکھا جائے گا۔ آپ چچی اماں کے پاس چلیں تو سہی، اُٹھئے۔" ہم لوگ دالان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ چچی اماں کا کمرہ دالان کے سامنے انگنائی کے دوسرے کنارے پر تھا۔ آپا کو لے کر ہم چچی اماں کے پاس پہنچ گئے۔ وہ ابھی ابھی عصر کی نماز سے فارغ ہوئی تھیں۔ وظیفہ پڑھ رہی تھیں، آنکھ کے اشارے سے ہمیں بیٹھ جانے کے لئے کہا۔ پورے آدھے گھنٹے میں خدا خدا کرکے ان کا وظیفہ ختم ہوا۔ ہم گھبرا رہے تھے کہ کیونکر بات چیت چھیڑیں کہ خود انہوں نے ہی پہل کردی۔"

چچی اماں: "کہو بیٹا، آج کہاں رہے۔ صبح سے تمہارے دیکھنے کو دل تڑپ رہا ہے۔"

میں: "جی، صبح کو کچھ دوست آگئے تھے اس لئے فرصت نہ ملی۔ پھر آج جمعہ تھا۔ جمعہ کی نماز پڑھنے جامع مسجد چلا گیا تھا وہاں سے آنے میں دیر ہوگئی۔"

چچی اماں: "تمہاری اس بات سے میرا دل بہت خوش ہوا۔ جمعہ کی نماز پڑھنے جامع مسجد میں ہی جانا چاہئے۔ تمہارے دادا، اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، جمعہ کے دن ہمیشہ جامع مسجد ہی جاتے تھے۔ جمعہ کو وہ چھوٹی عید کہا کرتے تھے۔ اللہ اللہ کیا تیاریاں ہوتی تھیں۔ جمعہ کے دن ایک عجیب رونق ہوتی تھی۔ مگر میاں اب وہ باتیں خواب و خیال ہوگئیں۔ وہ زمانے ہی بیت گئے۔ نئی پود کے رنگ ڈھنگ ہی نرالے ہیں۔ پھر ایک آدھ نہیں، آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ آج کل کے لڑکوں نے انگریزی کے دو حرف کیا پڑھ لئے ہیں سمجھتے ہیں کہ اللہ میاں سے نجات کا پروانہ

لکھوا لائے ہیں۔ نہ خدا کا ڈر نہ رسول کا خوف، بے دینی اور بدعت کی سب چیزیں ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ اللہ کے نام پھوٹی کوڑی خیرات کرنی نہیں جانتے مگر تھیٹر سنیما میں روپے غارت کرتے ہیں۔ ہماری بھی جوانی تھی۔ مگر کبھی ان کھیل تماشوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔"

آپا: "آپ کی جوانی میں تو سنیما ایجاد بھی نہیں ہوا ہوگا۔ اور پھر چچی اماں سنیما تو ایسی چیز ہے کہ آج کل ہر شخص دیکھتا ہے۔"

چچی اماں: "بیٹی، تمہارا کہنا سچ ہے، مگر خدا نے ہم کو آنکھیں دی ہیں کہ کنواں کھائی دیکھ کر چلیں۔ دنیا اگر غلطی کرتی ہے تو کیا ضرور ہے کہ ہم بھی غلطی کریں؟ کیا دل بہلانے کے لئے دنیا میں یہ اچھا سنیما ہی رہ گیا ہے۔"

آپا: "مگر آپ نے سنیما دیکھا بھی تو نہیں، اس میں کوئی ایسی بُری چیز تھوڑی ہوتی ہے، بلکہ بعض سنیما تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔"

چچی اماں: "خدا کو دیکھا نہیں عقل سے پہچانا ہے۔ یہ بھی خوب رہی کہ نصیحت حاصل ہوتی ہے، نصیحت کیا خاک حاصل ہوگی؟ میں نے تو یہی سنا ہے کہ ننگی ننگی تصویریں ناچتی، تھرکتی دکھائی دیتی ہیں۔ تصویریں دیکھنا ویسے ہی گناہ ہے مگر تم لوگوں کو کون سمجھائے؟ میں تو یہ دیکھ رہی ہوں کہ جب سے اس موئے سنیما کا زور ہوا ہے کیا لڑکے کیا لڑکیاں، سب کے رنگ ڈھنگ بدل گئے ہیں۔ لڑکے ہیں کہ ڈاڑھی مونچھ مُنڈا انگریزی بال بنا کے بس خاصے کرسٹان بن گئے ہیں۔ لڑکیوں کا تو اور بھی بڑا بگڑ گیا ہے۔ اپنے پرانے پہناوے سب نے چھوڑ دیئے ہیں۔ ساڑھیوں کا زور ہے۔ جب دیکھو آڑی مانگ نکالے کھلے سر پھرتی ہیں۔ معلوم نہیں یہ آڑی مانگ نکالنے کی کیا سوجھی ہے! بھلا چنگا چہرہ بھی تو اس سے ٹیڑھا نظر آنے لگتا ہے۔"

آپا: "یہ تو آج کل کی لڑکیوں پر خواہ مخواہ کا الزام ہے۔ ہر زمانہ کا الگ الگ فیشن ہوتا ہے۔ آپ کے زمانے میں چپکے ہوئے تنگ پاجامے کا رواج تھا تو آج کل ساڑھیوں کا چلن ہے۔"

چچی اماں: "شاباش ہے بیٹی! دو حرف پڑھ کر تم نے خوب بحث کرنی سیکھ لی ہے۔ ہمارے زمانے کے لباس کیسے ہی ہوں مگر اس زمانے کی لڑکیوں میں جس قدر مادہ شرم اور حیا کا پایا جاتا تھا تم لوگوں میں تو اس کا پاسنگ بھی نہیں ہے۔ اور ہو گا بھی کیسے؟ تمہیں تو سنیما، تھیٹر

ہی فرصت نہیں، شرم و حیا پیدا ہو تو کس طرح ہو؟"

میں نے دیکھا کہ آپا اور چچی اماں کی یہ بحث بے کار طویل ہوتی جا رہی ہے۔ اس لئے دخل در معقولات کر کے کہا

میں :- "چچی اماں، آپ کا کہنا بالکل ٹھیک ہے، آپا تو محض بات کی پچ میں بحث کئے جا رہی ہیں۔ میں نے آج کل سینما دیکھنا بالکل چھوڑ دیا ہے بلکہ اس کے بدلے وقت وعظ اور میلاد کی محفلوں میں صرف کرتا ہوں"۔

چچی اماں :- "بیٹا تم نے کہا اور میں نے یقین کیا۔ مجھے تو شبہ ہے کہ انگریزی پڑھ کر کوئی نیک بخت ایسا بھی ہے، جو ان لغویات سے بچا رہے"۔

میں :- "میں کیا آپ سے جھوٹ بولوں گا۔ سچ کہتا ہوں، اب تو کچھ دنوں سے ان چیزوں سے دل کھٹا ہو گیا ہے آپ دعا کیجئے کہ خدا ہمیشہ بچائے ہی رکھے۔ آج بھی کئی دوست تقاضا کر رہے تھے کہ سینما چلو مگر میں نے صاف جواب دیدیا کہ میں تو آج مولوی اکرام اللہ صاحب کے وعظ میں جا رہا ہوں"۔

چچی اماں :- "واقعی یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ یہ دنیا تو چند روزہ ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ ایسا کام کرے جو عاقبت میں بھی کام آئے۔ ہاں یہ مولوی اکرام اللہ کون ہیں؟ میں نے آج ہی ان کا نام سنا ہے"۔

میں :- "مولوی اکرام اللہ صاحب یہاں کے رہنے والے نہیں لکھنؤ کے باشندے ہیں۔ بڑے جید عالم ہیں۔ چند دنوں کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ میری رائے میں تو آپ بھی ان کا وعظ سننے چلیئے۔ عشاء کی نماز کے بعد ہوگا"۔

چچی اماں :- "پردے وغیرہ کا بھی انتظام ہے"۔

میں :- "کیوں نہیں؟ اگر پردہ کا انتظام نہ ہوتا تو میں آپ سے چلنے کے لئے کہتا ہی کیوں؟ میرے خیال میں آپ آپا کو بھی ساتھ لے چلیں تو اچھا ہے"۔

چچی اماں :- "ہاں ٹھیک ہے۔ ناہید کو بھی ساتھ لے جاؤں گی۔ کچھ خدا رسولؐ کی باتیں کان میں پڑیں گی۔ تو کام آئیں گی کیوں ناہید چلو گی نا؟"

آپا :- "بہت اچھا، چلی چلوں گی"۔

اب ہم لوگ چچی اماں کے یہاں سے اٹھ کے آ گئے۔ ابھی دوسرے شو کے وقت میں تین گھنٹے باقی تھے۔ ناہید آپا بہت ڈر رہی تھیں کہ دیکھئے چچی اماں کو لے تو جاتے ہیں۔ بعد میں کیا سزا بھگتنی پڑے۔ رہ رہ کے کہتی تھیں کہ تمہارا کیا ہے۔ کل اپنے کالج بھاگ جاؤ گے مصیبت مجھ گھر میں بیٹھنے والی کی جان پر پڑے گی۔ کئی دفعہ ان کا ارادہ ہوا کہ بھانڈا پھوڑ دیں، مگر میں نے بڑی مشکل سے انہیں روکا خدا خدا کر کے بڑی بے چینی سے وقت کٹا۔ دوسرا شو دس بجے سے شروع ہوتا تھا۔ ہم نے آٹھ بجے سے ہی چچی اماں کو تیاری کا نوٹس دے دیا۔ کیونکہ ہمیں معلوم تھا کہ ان کی تیاری بڑے تام جھام کی ہوتی ہے۔ ٹھیک نو بجے ہم نے تانگہ لا کر کھڑا کر دیا۔ چچی اماں نماز پڑھ چکی تھیں مگر وظیفہ ابھی چل رہا تھا۔ ہم لوگوں نے غل مچا کر جلدی جلدی ان سے وظیفہ ختم کرایا۔ وظیفہ ختم ہونے کے بعد انہوں نے بوا رحیمن سے پلنگ کٹوا کر کھایا۔ پھر رحیمن سے کہنے لگیں "اری نیک بخت، شام کو میں نے تجھ سے جن چیزوں کے لئے کہا تھا۔ یاد کر کے سب بندو کو دے آ کہ باہر تانگے میں رکھ دے"۔

اب ہم کیا دیکھتے ہیں کہ بوا رحیمن دنیا بھر کی چیزیں لئے چلی آتی ہیں۔ پان دان، پن کٹی، اگالدان، وظیفے کی کتاب، رحل، گلاس، ایک چھوٹی سوزنی اور اس کے علاوہ کچھ اور چیزیں بھی تھیں جو اس وقت یاد نہیں آ رہی ہیں۔ غرض یہ تمام چیزیں ایک ایک کر کے تانگے میں لدوائی گئیں۔ ہم اس اہتمام کے ہرگز قائل نہ تھے مصلحت اسی میں نظر آئی کہ خاموش رہیں۔ اس تیاری میں اتنی دیر لگی کہ جب ہم سینما پہنچے ہیں تو کھیل شروع ہو چکا تھا۔ جلدی سے ٹکٹ لیا، آپا اور چچی اماں کو زنانے درجے میں بٹھا کے خود بھی مردانے میں جا بیٹھا۔ آپا پر کیا گزری؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آٹھ دس دن بعد جب دولہا بھائی آئے تو یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس فلم کی کہانی کیا تھی، دوبارہ انہوں نے سینما دیکھا۔ خیر صاحب کھیل ختم ہوا اور ہم چچی اماں اور ناہید آپا کو لے کر گھر پہنچے۔ چچی اماں کے غصے کا عالم کچھ نہ پوچھئے۔ ایک بجے گھر واپس آئے تھے۔ اس کے بعد چچی اماں نے ہمیں بٹھا کر جو لتاڑا ہے تو چار بج گئے معلوم ہوتا تھا ڈانٹ ڈپٹ کا یہ لامتناہی سلسلہ کبھی ختم ہی نہ ہوگا۔ اتنے میں تہجد کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اور چچی اماں نے نماز کی نیت باندھ لی۔ ہم کو چھٹی ملی اور پھر جو سوئے تو دوسرے دن بارہ بجے کی خبر لائے۔

یہ واقعہ کرسمس کی چھٹیوں میں ہوا تھا۔ اس کے بعد امتحان دیکر گرمیوں کی چھٹیوں میں پھر گھر آیا۔ (باقی صفحہ ۴۴ کالم ۲ پر)

چاند

آسمان کی فضا پر چاند اور سورج کی ٹکیاں برابر سی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن یہ نظر کا دھوکا ہے۔ دور کی چیز ہمیشہ چھوٹی دکھائی دیتی ہے۔ چاند ہماری زمین سے دولاکھ انتالیس ہزار میل دور ہے۔ اور سورج نو کروڑ انتیس لاکھ میل دور ہے۔ یہ اعداد اس قدر بڑے ہیں کہ محض لفظوں میں بیان کر دینے سے ان کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ اس لئے میں ایک مثال دے کر سمجھاؤں گی۔ اگر ایک ریل ٹرین ۶۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بخط مستقیم چاند اور سورج کی طرف دہلی سے روانہ ہوتی اور دن رات بلا توقف چلتی رہتی اور شاہ عالم ثانی اپنی تاج پوشی کے وقت ۱۷۵۹ء میں اس میں بیٹھ کر چاند اور سورج کی سیر کو گئے ہوتے تو چاند میں ۶ ماہ بعد ہی پہنچ جاتے مگر سورج اب تک نہ پہنچے ہوتے۔ کیونکہ اس رفتار سے سورج تک پہنچنے میں ۱۷۰ سال کا عرصہ لگے گا۔

چاند کا قطر دو ہزار ایک سو ساٹھ میل ہے۔ زمین کا قطر تقریباً آٹھ ہزار میل ہے اور سورج کا قطر زمین سے سو گنا زیادہ ہے اس لئے سورج کا قطر چاند سے تقریباً چار سو گنا بڑا ہے۔

چاند کی شکل ہمیشہ متغیر ہوتی رہتی ہے کبھی ہلال ہے کبھی پاؤ دائرہ کبھی نصف دائرہ اور کبھی پون دائرہ اور کبھی پورا دائرہ یعنی بدر ہے۔ اس تغیر کا سبب معلوم کرنے کے لئے انسان زمانہ قدیم سے غور و خوض کرتا آیا ہے۔ بابل والوں کا خیال تھا کہ اس کا نصف حصہ روشن ہے اور نصف تاریک اور اس کے اپنے محور پر گھومنے سے یہ صورت پیش آتی ہے کہ کبھی یہ ہلال بن جاتا ہے اور کبھی بدر۔ مگر یہ نظریہ غلط ثابت کر دیا گیا۔ در اصل چاند ہماری زمین کی طرح سرد اور بے نور کرہ ہے اور روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے یعنی چاند کے جتنے حصہ پر دھوپ پڑتی ہے اور اس میں سے جس قدر حصہ زمین کی طرف ہوتا ہے چاند کا وہ حصہ ہمیں پر نور نظر آتا ہے۔ اور چونکہ چاند ایک قمری مہینے میں زمین کے گرد ایک چکر پورا کرتا ہے لہٰذا ایک قمری مہینہ میں اس کا دھوپ والا حصہ مختلف زاویوں سے مختلف شکل کا گھٹتا بڑھتا معلوم ہوتا ہے۔ دیکھنے میں تو چاند مشرق سے مغرب کی طرف جاتا نظر آتا ہے لیکن یہ حرکت اس کی اپنی حرکت نہیں ہے بلکہ زمین چونکہ اپنے محور کے گرد ۲۴ گھنٹے میں ایک چکر پورا کرتی ہے اور مغرب سے مشرق کو گھومتی ہے۔ چاند کی اپنی حرکت کا پتہ بھی مشاہدہ ہی سے چل سکتا ہے۔

آپ کو اکثر عید کا چاند دیکھنے کا موقع ملا ہوگا۔ پہلی تاریخ کا چاند مغرب میں افق سے ذرا اونچا نظر آتا ہے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں پھر مغرب کی طرف جا کر غروب ہوتا ہے۔ اس کے بعد اگر ہم غروب آفتاب کے فوراً بعد چاند کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ زمین جب ۲۴ گھنٹے میں ایک چکر پورا کر کے پھر اسی جگہ پہنچتی ہے تو چاند کو اس جگہ نہیں پاتی۔ بلکہ اتنی دیر میں وہ کچھ اور مشرق کی طرف سرک گیا ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ چاند مغرب سے مشرق ہی کو گھومتا ہے۔

چاند کے متعلق ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ کرۂ قمری کرۂ ارضی کی طرح اپنے محور کے گرد نہیں گھومتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ زمین کی طرف چاند کا ایک ہی پہلو رہتا ہے۔ آج تک کسی نے اس کا دوسرا پہلو نہیں دیکھا۔ اور یہ بات کہ چاند کا دوسرا پہلو کس شکل کا ہے ہمیشہ فطرت کا سربستہ راز رہے گا۔

اس کی مثال یوں سمجھئے۔ جیسے سرکس والا بیچ میں کھڑا ہو کر اپنے گھوڑے کو ایک دائرے میں دوڑاتا ہے تو اس شخص کو گھوڑے کا صرف ایک ہی پہلو نظر آتا ہے۔

بچپن میں تو یہی سنا تھا کہ چاند میں ایک بڑھیا بیٹھی چرخہ کات رہی ہے۔ یہ کہانی کچھ ہمارے ملک کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ملک میں اس سے ملتی جلتی کہانیاں مشہور ہیں۔ پرانے لوگوں کا ایک نظریہ یہ بھی تھا کہ چاند کی سطح آئینہ جیسی ہے۔ اس لئے زمین کے پہاڑ، سمندر اور ساحل سطح قمری پر منعکس ہو کر ہمیں نظر آتے ہیں۔ دوربین کی ایجاد نے یہ سب فسانے باطل کر دیئے۔ ایک معمولی دوربین سے جب چاند پورا ہو اور آسمان پر بادل نہ ہوں صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ چاند کے دھبے در اصل سوکھے ہوئے سمندروں کی تہ یا وسیع میدان ہیں ہیئت دانوں نے ان قمری میدانوں کے علیحدہ علیحدہ نام بھی رکھے ہیں۔

چاند کی سطح پر بے شمار گڑھے بھی نظر آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرد شدہ آتش فشاں پہاڑوں کے دہانے ہیں۔ چھوٹے بڑے

تیس ہزار دہانوں سے زیادہ گنے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک اتنا بڑا ہے کہ اس کا قطر پچاس میل لمبا ہے۔ ہر دہانہ کا سائنس دانوں نے نام بھی رکھ لیا ہے۔ تاکہ نقشے پر ان کو آسانی سے دکھایا جاسکے۔ چاند کے جو مفصل نقشے بنائے گئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سطح قمری کا حال زمین کے بعض علاقوں سے زیادہ وضاحت کے ساتھ مشاہدہ کیا جا چکا ہے۔

ایک شخص نے خوب لکھا ہے کہ پلومر پر موجودہ سو انچ قطر کی بڑی دوربین نصب ہے۔ اس کے ذریعہ مشاہدہ کریں اور چاند کی سطح پر اگر کوئی اتنا ہی بڑا مجسمہ ہو۔ جیسا شاہ ایڈورڈ کا مجسمہ دہلی میں ہے تو اس دوربین کی مدد سے اس مجسمے کے خدوخال بالکل صاف دیکھے جاسکیں گے۔

چاند پر جو پہاڑوں کے سلسلے واقع ہیں ان کے نام بھی زمین کے پہاڑوں کی طرح رکھے گئے ہیں۔

حساب دانوں نے ان پہاڑوں کی اونچی اونچی چوٹیوں کی بلندی بھی دریافت کر لی ہے۔ بلندی میں یہ پہاڑ ہمارے کوہ ایورسٹ تک تو نہیں پہنچے۔ لیکن چاند کی سب سے اونچی چوٹی ستائیس ہزار فٹ بلند ہے۔ اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ چاند زمین سے بہت چھوٹا ہے۔ یہ بلندی نسبتاً بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

سطح قمری پر سینکڑوں میل لمبے نصف میل سے دو میل تک چوڑے اور ہزار فٹ تک گہرے شگاف پائے جاتے ہیں۔ اور ہماری زمین پر کوئی چیز ایسی نہیں ملتی، جن سے ان کو مشابہ بتایا جاسکے۔ ان کی حقیقت اب تک رموزِ فطرت میں سے خیال کی جاتی ہے۔

سنہ ۱۹۱۰ء میں پروفیسر پیکرنگ نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ چاند میں کرہ ہوائی بھی ہے اور اس کے بعض آتش فشاں پہاڑ اب تک شعلہ بار ہیں۔ انہوں نے چاند پر بادلوں اور دھند کا وجود بھی تسلیم کیا تھا۔ مگر اب تمام سائنس دانوں نے بالاتفاق مان لیا ہے کہ چاند میں نہ کرہ ہوائی ہے اور نہ بخارات آبی کا وجود ہے۔ اس لئے اس پر کسی قسم کی زندگی ممکن نہیں۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دن کے وقت چاند کا درجہ حرارت ۲۵۰ درجے ہوتا ہے۔ جس میں ہر چیز جھلس جائے گی۔ اور شب کو صفر درجے سے ۲۰۰ درجے نیچے ہوتا ہے۔ یعنی ہر چیز کو جما دینے والی سردی۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ایک دہانہ کا بھی یہی انجام ہونے والا ہے۔

چاند کے بعض آتش فشاں دہانوں سے ایک خاص قسم کی پُراسرار روشنی نکلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس کا سبب آج تک دریافت نہیں ہو سکا۔

چاند کی کشش کا زمین پر ایک بڑا اثر یہ ہے کہ ہر جگہ ہر مقام پر ۲۵ گھنٹے میں دو بار سمندر کا پانی معمول سے بڑھ جاتا ہے۔ اور دو بار معمول سے گھٹ جاتا ہے۔ اسی کو مد و جزر کہتے ہیں۔ ہر قمری مہینے کی پہلی اور چودھویں شب کو مد زیادہ زور کا ہوتا ہے کیونکہ اس وقت سورج کی کشش بھی چاند کے ساتھ شامل ہو کر کام کرتی ہے۔

سورج گرہن اور چاند گرہن بھی چاند ہی کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ چاند کی پہلی تاریخ کو چاند زمین اور سورج کے بیچ میں ہوتا ہے۔ اس لئے سورج کا کچھ حصہ زمین پر بسنے والوں کو نظر نہیں آتا۔ اس کو سورج گرہن کہتے ہیں۔ چودہ تاریخ کو زمین چاند اور سورج کے درمیان ہوتی ہے۔ اس لئے سورج کی روشنی چاند تک نہیں پہنچتی اور جرم سیاہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بذاتِ خود چاند روشن نہیں ہے اس حالت کو چاند گرہن کہتے ہیں۔ ہر مہینے نہ چاند گرہن ہوتا ہے اور نہ سورج گرہن۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مہینہ پہلی یا چودہ تاریخ کو چاند ٹھیک اسی طرح پر نہیں ہوتا۔ جس پر زمین اور سورج کے مرکز واقع ہیں۔ جب چاند اس سطح سے ابھرا ہوا ہوتا ہے۔ تو سورج گرہن یا چاند گرہن نہیں ہو سکتا۔ انسانی تاریخ میں چاند گرہن کا جو قدیم ترین واقعہ تحریر میں محفوظ ہے۔ وہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۱۳۶ ق-م میں پیش آیا تھا۔ یعنی اب سے ۳۰۰۰ سال پیشتر۔

آخر میں چاند کے متعلق چند پیشین گوئیاں بھی بیان کروں گی۔

سر جارج ڈارون کا خیال ہے کہ مد و جزر کی حرکت جو زمین کی روزانہ گردش کے مخالف ہوتی ہے۔ زمین کی رفتار کو گھٹانے میں موٹر کے بریک کی طرح کام کرتی ہے۔ اس کی وجہ سے دن اور رات کی لمبائی بڑھتی چلی جائے گی۔ حتیٰ کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دن و رات کی لمبائی قمری مہینے کے برابر ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ سر جارج نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ زمین اور چاند کا فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک زمانہ میں [illegible] کی لمبائی اور قمری مہینے دونوں صرف [illegible] گھنٹے کے ہوں گے (بقیہ کالم [illegible])

گوشۂ عافیت

"فہمیدہ خالہ لکھتی ہیں کہ نذیر کی طبیعت اچھی نہیں رہتی اگر تم لوگوں کو تکلیف نہ ہو تو ہم بھی تمہارے ساتھ پہاڑ چلے چلیں۔" صالحہ نے صبح کی ڈاک سے آئے ہوئے خطوں میں سے ایک خط کی یہ دو سطریں رشید کو سنائیں تو دیکھا کہ رشید کا چہرہ بدل گیا۔ اور اس پر ناراضگی کے آثار صاف نمایاں تھے۔ پورے دو سال ہو گئے تھے کہ رشید نے ایک دن کی بھی چھٹی نہیں لی نہیں تھی اور اس عرصہ میں وہ آئے دن کے مہمانوں سے تنگ آگیا تھا جب سے ہوشیارپور سے لاہور تبدیلی ہوئی تھی ان کا گھر اچھا خاصہ سرائے ہوٹل یا مہمان خانہ بن گیا تھا۔ کوئی ہفتہ ایسا نہ گزرتا کہ ایک نہ ایک مہمان ان کے یہاں نہ آئے بعض تو ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو مہینے تک جانے کا نام نہ لیتے تھے۔

صالحہ حد درجہ کی مہمان نواز تھی۔ اسے مہمانوں کے آنے سے دلی خوشی ہوتی تھی۔ وہ انہیں لاہور کی مشہور عمارات، اسکول و کالج وغیرہ کی سیر کراتی۔ لاہور کے نامور لوگوں سے ملاتی۔ لیکن ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔ دو سال کی مسلسل مہمان داری سے صالحہ گھبرا اور اکتا گئی تھی اور اس سے زیادہ اس کے شوہر اور بچے۔ حمید سترہ سال کا تھا اور ایف اے کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ اس کو گھر میں سکون اور آرام کی ضرورت تھی لیکن دو سال میں بیسیوں دفعہ اس کو اپنا کمرہ چھوڑ کر باپ کے کمرے میں آنا پڑا۔ اس نے تنگ آکر دوستوں کے یہاں پڑھنا شروع کر دیا تھا اور کبھی کبھی رات کا کھانا کھا کر وہیں سو جاتا تھا۔ اس کا اصرار تھا کہ ہوسٹل میں رہنے کی اسے اجازت دے دی جائے کیونکہ گھر پر مہمانوں کی بھرمار سے پڑھائی نہیں ہوتی۔ رشید کو شکایت تھی۔ اپنے گھر میں اسے آرام نہیں ملتا اور کوئی گھڑی سکون کے ساتھ نہیں گزرتی اور کئی کئی ہفتے گزر جاتے ہیں۔ اسے اپنے بچوں سے بے تکلفی سے باتیں کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ گرمی ہو یا جاڑا گھر میں بھی سوٹ یا شیروانی میں جکڑا رہنا پڑتا ہے۔ بے تکلفی سے کرتہ پاجامہ پہن کر بیٹھ نہیں سکتا۔ کیونکہ ہمیشہ مہمان اور مہمانوں سے ملنے والے گھر میں گھسے رہتے ہیں۔ صالحہ ان سب کی تکلیف محسوس کرتی تھی۔ مہمانداری کے اخراجات اور دوسرے فرائض سے وہ تھک گئی تھی۔ شالامار باغ اور نورجہاں کے مقبرہ پر ہر ہفتہ ٹامس کک کے گائیڈ کی طرح ان کو لے جاتے لے جاتے اس کی وہ ساری دلچسپی جو پرانی عمارتوں سے تھی ختم ہو چکی تھی اور اب یہ صرف فرض سا ہو گیا تھا۔ دوستوں کے ساتھ شاپنگ کرتے کرتے شاپنگ سے اس کا جی ایسا بیزار ہو گیا تھا کہ رافعہ کے دوپٹے سینے کے قابل نہ رہے تھے اسے دوپٹے دلانے کے لئے جانے کو اس کا دل نہیں چاہتا تھا۔ خود اپنی ساریاں پرانی ہو گئی تھیں۔ لیکن جہاں اس نے سوچا کہ پرسوں رافعہ کو لے کر جندی مل کے یہاں جاؤں گی کوئی نہ کوئی مہمان نازل ہو جاتا۔ مہمانوں کی آؤ بھگت، خاطر مدارات اور ان کے شاپنگ میں اپنا کام رہ جاتا۔ دو سال سے یہی ہو رہا تھا اور اب صالحہ پریشان ہو گئی تھی۔ لیکن میزبانی کے فرائض سے کسی طرح بھی انکار کرنے کی اس میں جرأت نہ تھی۔ اس کے گھر کا شیرازہ بکھر رہا تھا اور اس کو اس کا احساس بھی نہ تھا کیونکہ اسے وقت ہی نہیں ملتا تھا کہ چند منٹ بیٹھ کر وہ سوچ سکے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا کرنا چاہئے۔

جب رشید نے چھٹی لی تو اس کو بے حد خوشی ہوئی کہ دو مہینہ کامل آرام اور سکون سے گزریں گے لیکن ابھی پہاڑ پہنچی بھی نہیں تھی کہ خالہ فہمیدہ کے خط نے ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ صالحہ نے دو دن تک جواب نہیں دیا۔ رشید سے کئی دفعہ صلاح لی۔ رشید نے ہر دفعہ یہی کہا کہ "لکھ دو ہم نے بہت چھوٹا سا گھر لیا ہے۔ آپ کو تکلیف ہوگی۔" صالحہ نے کہا کہ "وہ تو پہلے سے لکھ رہی ہیں کہ مجھ کو الگ کمرے کی ضرورت نہیں۔ نذیر حمید کے ساتھ سو رہے گا اور میں تمہارے اور رافعہ کے ساتھ یا برآمدے کے کسی کونے میں پڑ رہوں گی۔" رشید نے آخر جل کر کہہ دیا کہ "پھر مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو تمہارا دل چاہے لکھ دو۔" صالحہ نے دو دن کی کشمکش کے بعد خالہ فہمیدہ کو لکھ دیا کہ "سر آنکھوں پر تشریف لائیے لیکن پندرہ بیس دن بعد کیونکہ شاید رشید کے بھائی آ رہے ہیں۔" یہ بہانہ اس نے اس لئے کیا کہ چند دن سکون سے گزر جائیں۔ اس کے ناخواندہ مہمان اس کی مہمان نواز طبیعت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے اور اس میں اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ صاف صاف انکار کر سکے اس لئے ایسے بہانے بناتی تھی۔ مگر اس طرح کہ مہمان کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔

صالحہ اور رشید۔ حمید۔ رافعہ اور ننھے سعید کو لے کر سولن پہنچے۔ چار روز گھر ٹھیک ٹھاک کرنے میں گزرے پھر ان لوگوں نے سیر کرنی شروع کی۔ روزانہ صبح ناشتہ کے بعد چلے جاتے کسی دن کھانا بھی ساتھ لے لیتے۔ رات کو سب مل کر میٹھے باتیں کرتے۔ صالحہ کو برسوں کے بعد کسی قدر سکون ملا تھا۔ وہ اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ دن کے بیشتر حصہ میں سوتی رہتی تھی لیکن ابھی اس کے تھکے ہوئے اعصاب درست بھی نہ ہوئے تھے کہ خالہ فہیدہ کا خط آیا کہ رشید کے بھائی واپس ہو چکے ہیں تو وہ آجائیں کیونکہ نذیر کے کالج کی چھٹیاں شروع ہو چکی تھیں اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی چھٹی کے دن ادھر ادھر برباد ہوں۔ صالحہ نے رشید سے مشورہ لئے بغیر ہاں لکھ دیا اور چوتھے ہی دن وہ آدھمکیں۔ رشید نے ان کی آمد کا تار دیکھ کر پوچھا آج تو ۱۲ ہی ہے۔ یہ ابھی سے آگئیں؟ صالحہ کے خطاوار چہرہ کو دیکھ کر رشید سمجھ گئے کہ صالحہ نے اجازت دے دی ہوگی۔ ایک ہفتہ بعد امن ختم ہوا۔ رشید اخبار اٹھا کر یہ کہتے ہوئے باہر چلے گئے "میں کھانے پر نہیں آؤں گا۔ میرا انتظار مت کرنا"۔ حمید میز پر سے اٹھ کر جا ہی رہا تھا کہ صالحہ نے کہا "بیٹا تم رکشا لے کر موٹر سٹینڈ چلے جانا"۔ حمید نے کہا "کیوں وہ اتنا بڑا دھو نذیر کیا رکشا لے کر یہاں تک نہیں آسکتا"۔ "نہیں بیٹا آ تو سکتا ہے لیکن برا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نہ جائے؟" "انہیں بلایا کس نے ہے؟" حمید نے جواب دیا۔

بہرحال صالحہ کے کہنے سننے پر وہ راضی ہو گیا لیکن اس نے صاف کہہ دیا کہ "اگر آپ نے میرے کمرہ میں نذیر کو ٹھیرایا تو میں واپس لاہور چلا جاؤں گا۔ ہٹ کا تو میرا کمرہ ہے۔ اس میں میں بھی ہوں اور میری کتابیں بھی"۔ صالحہ نے کہا "میں پیچھے کے برآمدے میں نذیر کا پلنگ بچھوا دوں گی"۔ صالحہ جانتی تھی کہ فہیدہ نذیر کو خالہ کبھی برآمدہ میں نہیں سونے دیں گی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ اس کے کمرہ میں ایک پلنگ کی گنجائش وہ بھی مشکل سے نکل سکتی تھی۔ رافعہ کی سنگار میز جس پر اس کی دستکاری کی چیزیں سجا کر رکھی گئی تھیں، اٹھوا کر خالہ کا پلنگ بچھایا گیا جس پر رافعہ بہت ہی جز بز ہوئی۔ مگر ماں کی مہمان نواز طبیعت کے آگے اس کی ایک نہ چل سکی۔

دو بجے خالہ فہیدہ مع نذیر کے آدھمکیں، گاڑی لیٹ تھی سب کی آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں لیکن صالحہ کی مجال نہ تھی کھانا کھلائے جب خالہ منہ ہاتھ دھو کر کھانے کی میز پر تشریف لائیں تو تین بج چکے تھے۔ نوکروں کے تیور بھی الگ چڑھے ہوئے تھے یہ بھی روز روز کی مہمان داری سے تنگ آگئے تھے اور پہاڑ پر انہیں بھی آرام کی امید تھی۔ کھانا ختم ہوتے ہی چاء کا وقت آگیا اور چاء کے بعد خالہ فہیدہ اور نذیر بہت دیر تک پچھلے برآمدہ میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ جب خالہ وہاں سے اٹھیں تو ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ نذیر کا پلنگ برآمدہ میں بچھانا خالہ کو سخت ناگوار گزرا ہے۔ وہ بہت دیر تک پہاڑ کی سردی اور اس کے خطرات کا ذکر کرتی رہیں۔ رافعہ نے بے پروائی سے جواب دیا کہ اب تک تو ہم لوگوں کو گرم کپڑوں کی ضرورت ہوئی نہیں۔ اور دیکھئے صرف ایک ہلکا سا لحاف اوڑھتے ہیں لیکن خالہ چپ ہی رہیں +

ان دو مہمانوں کا آنا تھا کہ گھر سے وہ سکون اور وہ یک جہتی کا ماحول جاتا رہا۔ صبح کا ناشتہ کر کے رشید اور بچے سویرے ہی نکل جاتے تھے۔ میاں نذیر اور خالہ ساڑھے نو سے پہلے تیار نہ ہوتے۔ ان کے ناشتہ کے بعد دھوپ اس قدر تیز ہو جاتی تھی کہ سیر کا وقت ہی نہ رہتا تھا دن کے کھانے کو بھی دیر ہو جاتی۔ رشید خفا ہوتے تو نوکر کہتے کہ حضور ساڑھے دس بجے تو ناشتہ ہوا ہے۔ شام کی چاء پر رشید، صالحہ ایک ایک پیالی چاء کی پیتے تھے۔ بچے ایک آدھ بسکٹ کھا لیتے تھے لیکن مہمانوں کے لئے ناشتہ کا انتظام ضروری تھا اور خالہ فہیدہ اور نذیر گھنٹوں چاء کی میز پر بیٹھے رہتے۔ حمید اور رافعہ تو ایک ایک پیالی پی کر اٹھ کھڑے ہوتے اور یہ کہتے ہوئے کہ اماں تم سیر کو نہیں آتیں چل دیتے۔ رشید نے اپنے کمرہ میں ہی چاء پینی شروع کر دی تھی اور اکثر اوقات دن کا کھانا اور شام کی چاء کسی دوست کے یہاں پی کر صبح کے گئے شام کو آتے تھے۔

خالہ فہیدہ نے دو تین دن کے بعد رافعہ اور حمید پر دبے الفاظ میں اعتراضات شروع کئے۔ صالحہ کو ہمدردی کے پردہ میں یہ بتلانا شروع کیا کہ اس کے بچے حد درجہ بدتمیز اور کج خلق ہیں اور ان کے مزاج میں لاپروائی بہت ہے۔ ایک دن کہا "رشید میاں دن دن بھر کس کے یہاں رہتے ہیں؟" صالحہ نے ان سے تو یہ کہا کہ "مجھے نہیں معلوم" اور دل میں کہا کہ "آپ کے دکھڑے سننے سے فرصت ملے تو ان سے پوچھوں"۔ دوسرا حملہ خالہ کا حمید پر تھا۔ حمید چونکہ نذیر سے بیزار تھا اس لئے خالہ کا اس سے ناراض ہونا ضروری تھا۔ خالہ کی زبانی صالحہ کو پہلی دفعہ حمید کے سگریٹ پینے کی عادت کا علم ہوا۔ خالہ نے فخریہ لہجہ میں کہا "نذیر اللہ رکھے اکیسویں سال میں ہے لیکن اب تک سگریٹ کو ہاتھ نہیں لگایا"۔ صالحہ کو جب یہ علم ہوا کہ حمید سگریٹ پیتا ہے تو اسے واقعی بہت افسوس ہوا اگرچہ اس قدر کم عمری میں سگریٹ پینے کے وہ خلاف تھیں لیکن اس کو

اس وجہ سے زیادہ ہوا کہ حمید نے انہیں سے چھپایا تھا۔ صالحہ نے حمید سے شکایت کی تو حمید نے کہا کہ ہرش سکول جہاں وہ اکثر پڑھنے جاتا تھا یہ عادت پڑی ماں نے پوچھا "مجھ سے چھپایا کیوں" حمید نے کہا "آپ کو فرصت کہاں ہوتی ہے کہ آپ سے کوئی بات کی جائے۔" رافعہ کے لب اٹھک اور پنچے گالوں کے چھبیس پر بھی خالہ کے اعتراض نے صالحہ کو متوجہ کیا لیکن رافعہ سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اسے معلوم تھا کہ رافعہ وہی جواب دے گی جو حمید نے دیا ہے یعنی آپ کو فرصت کہاں کہ آپ ہمیں کچھ بتائیں یا سمجھائیں۔ آپ کو جہیز بنانے کے لئے کہتے کہتے تھک گئی جب آپ نے توجہ نہ کی تو جیسا میری سمجھ میں آیا بنا لیا۔

رشید کا اب معمول ہو گیا تھا کہ روزانہ صبح کے گئے رات کو واپس آتے اور رات کا کھانا خاموشی کے ساتھ کھا کر اپنے کمرے میں چلے جاتے۔ ڈرائنگ روم میں صرف صالحہ خالہ اور نذیر ہوتے تھے کبھی کبھی رافعہ ایک کونے میں بیٹھی کتاب پڑھنے کی کوشش کرتی لیکن خالہ کی مسلسل گفتگو سے تنگ آکر کتاب بند کر کے اپنے کمرہ میں چلی جاتی۔ نذیر اکثر اوقات ماں اور صالحہ کو باتیں کرتا چھوڑ کر حمید کے کمرہ میں جا بیٹھتا اور اس کا دماغ چاٹنا شروع کر دیتا۔ حمید کو نذیر کی صورت بری لگتی تھی۔ حمید سنجیدہ مزاج پڑھنے کا شوقین لڑکا تھا۔ نذیر حد درجہ کا بدشوق سینما کا دلدادہ، ایکٹرسوں کا شیدا جب معمولی سے زکام کے بہانے سے نذیر کا پلنگ اٹھ کر حمید کے کمرہ میں لگ گیا۔ تو وہ تنگ آکر روزانہ سینما جانے لگا کیونکہ اس کا کوئی دوست نہیں تھا جس کے ہاں وہ جاتا۔ صالحہ سے روپیہ مانگے تو اس نے کہا "یہ روزانہ کی عادت کیوں ڈال رہے ہو" تو اس نے کہا "جب تک نذیر گھر میں ہے۔ مجھ سے گھر میں نہیں رہا جائے گا" صالحہ اس کا کیا جواب دیتی۔ اب اس ڈر سے اس کا خون خشک ہونے لگا کہ سگریٹ کے ساتھ ساتھ اگر سینما جانے کی لت پڑ گئی تو آئندہ کی خیر نہیں۔ یہی عمر تھی جب ایک دفعہ غلط راستہ پر قدم پڑ جائے تو زندگی بھر اسی راہ پر انسان چلتا ہے۔ لیکن صالحہ بہت جلد ان فکروں کو دیکھتے ہوئے بھول گئی۔ خالہ کو آئے ہوئے ایک مہینہ ہونے آیا تھا۔ اس عرصہ میں رشید تقریباً روزانہ ہی باہر رہا اگرچہ صالحہ کو نذیر کے کہے کا اعتبار نہ تھا۔ تب بھی اس کے دل میں یہ بات کھٹکنے لگی تھی کہ نذیر نے کئی دفعہ رشید کو ایک میم کے ساتھ سیر کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ صالحہ کو معلوم تھا کہ رشید اپنے دوست احمد علی کے ہاں زیادہ وقت گزارتے ہیں جن کی بیوی میم تھی لیکن اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہوا تھا کہ میم کے ساتھ رشید کو سیر کرتے ہوئے نذیر نے دیکھا ہے۔

وہ بستر اجڑ نہ تھی۔ خالہ کے "دکھڑے"، نذیر کی ناز برداریاں، زکیہ کی تیمارداری، بچوں کی خاموش ناراضگی نے صالحہ کو ایسا حواس باختہ کر دیا تھا کہ اسے یہ غور کرنے کی مہلت نہ تھی کہ رشید نے ہفتوں سے اس سے بات کرنی چھوڑ رکھی ہے سچ پوچھئے تو اس میں اس کا قصور بھی نہ تھا بات کرنے کی مہلت ہی نہ ملتی تھی۔ خالہ سایہ کی طرح سر پر ہمیشہ سوار تھیں۔ دن اور رات ان کی زبان اس تیزی سے چلتی تھی کہ کسی کو کچھ کہنے سننے کی نوبت نہ آسکتی تھی۔ لاہور کا گھر بڑا تھا وہاں یہاں اس طرح ہر وقت اور ہر لحظہ سر پر سوار نہ رہتے تھے لیکن بہار کے چھوٹے سے گھر میں تو ہر گھنٹہ میں پل بھر کو ان سے نجات نہ ملتی تھی اور خالہ تھیں بہترین قسم کی مہمان جن کو دنیا کا کچھ کام ہی نہ تھا کہ گھڑی دو گھڑی میزبان کو چھوڑ دیں تاکہ وہ اپنا کچھ کام کر سکے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان کی طبیعت اس قسم کی تھی کہ اگر ان سے مسلسل باتیں نہ کی جائیں تو وہ اس کو اپنی ہتک سمجھتی تھیں۔ صالحہ کمزور طبیعت صالحہ کسی کی ناراضگی برداشت نہ کر سکتی تھی اس لئے وہ لڑکے لڑکی اور شوہر کی بد اخلاقی کو اپنی مسلسل توجہ اور انہماک سے ڈھانکنا چاہتی تھی اور اس کوشش میں اپنی زندگی کی بہترین جینولس کو کھو رہی تھی۔ ایک دن رافعہ کے اصرار سے صالحہ انسو بل کی طرف چلی گئی۔ خالہ رکشا میں سوار ساتھ تھیں چائے کا سامان بھی رکھ لیا تھا۔ پہلی پک نک تھی جس میں خالہ کے آنے کے بعد صالحہ جا سکی تھی حمید اور رشید ساتھ نہ تھے ان کے جانے کے بعد یہ لوگ روانہ ہوئے تھے۔ چائے پینے کے بعد خالہ تو لیٹ گئیں اور صالحہ اور رافعہ نے پہاڑی پر چڑھنا شروع کیا۔ پہاڑ کے اوپر چھوٹا سا شیڈ تھا۔ پک نک کی اصل جگہ وہی تھی لیکن خالہ سے اتنی چڑھائی بھی ممکن نہ تھی اس لئے نیچے چائے پی گئی۔ یہ لوگ شیڈ کے اندر آئے تو دیکھا کہ ایک میم اور اس کے ساتھ ایک مرد ٹوپیاں منہ پر رکھے بیٹھے ہوئے ہیں اگرچہ ٹوپی منہ پر تھی لیکن ایک نظر میں ہی صالحہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ مرد رشید ہے ان کے قدموں کی آہٹ پا کر وہ دونوں اٹھ بیٹھے صالحہ نے دیکھا کہ میم مسز احمد علی نہیں کوئی اور ہے۔ قبول صورت کم سن۔

تھکان، تفکرات کا ہجوم، تعجب اور رنج کا متحدہ حملہ یہ ہوا کہ صالحہ کی آنکھوں تلے اندھیرا آگیا اور وہ گر پڑتی اگر رافعہ لپک کر اسے پکڑ نہ لیتی۔ رشید اس کا کاغذ سے زیادہ سفید چہرہ دیکھ کر بے اختیار چلا اٹھے "ارے صالحہ تم کو کیا ہو رہا ہے!" اور رافعہ کے ساتھ صالحہ کو پکڑ کر بنچ پر لٹایا۔ میم حیرت سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی اور رشید کو اپنی بیوی کی حالت پر بے حد زیادہ فکر مند دیکھ کر ایک مختصر سی گڈبائی کہتی ہوئی چل دی۔ صالحہ کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس کی ۲۰ سالہ زندگی کی بنیادیں ہل گئی تھیں اس کا

ملنا چاہتا تھا کہ منہ دھا تک کر خوب روئے لیکن لڑکی کا خیال تھا۔

رشید دیکھ رہے تھے کہ صالحہ کی حالت بہت خراب ہے اور اگر وہ اسی طرح ضبط کرتی رہی تو اس کا بہت بُرا اثر ہوگا۔ انہوں نے رافعہ سے کہا کہ گھومنے کا شوق ہے اور نیچے نانی جو ہیں انہیں بھی لے جاؤ اور جلد لوٹ کے انہیں ہوٹل لانا"۔ رافعہ کے جانے کے بعد رشید اور صالحہ نے باتیں شروع کیں۔ ڈیڑھ مہینہ بلکہ دو سال بعد یہ پہلا موقع تھا کہ بغیر کسی کھٹکے کے وہ باتیں کر سکے رشید نے اعتراف کیا کہ وہ گزشتہ ایک مہینہ سے برابر مس انیلروز کے ساتھ سیر پکنک وغیرہ کرتا رہا۔ یہ مسز احمد علی کی دوست تھی۔ اور ان کے یہاں ان کی ملاقات ہوئی تھی۔ جب اپنے گھر میں انسان کو جگہ نہ ہو اور دو منٹ بھی اپنی بیوی سے باتیں کرنے کی مہلت نہ ملے تو کوئی کیا کرے"۔ اور صالحہ کے دل نے کہا کہ رشید کا یہ کہنا بالکل بجا ہے۔ غیروں اور نام نہاد عزیزوں کی خاطر داری اور جوئی میں وہ ایسی مشغول تھی کہ اس نے اپنے اصلی فرائض بالکل ہی بھلا دیئے تھے۔ نہ وہ شوہر کی رفیق رہی تھی نہ بچوں کی ہمدرد ان کا گھر ان کے لئے گوشۂ عافیت اور کنج راحت ہونا چاہئے تھا اس کو اس نے ہوٹل اور سرائے سے بدتر بنا رکھا تھا۔ کیا تعجب تھا اگر شوہر اور بچے ایسے گھر اور ایسی بیوی اور ماں سے متنفر ہوئے جا رہے تھے۔ صالحہ ان خیالات میں گم تھی کہ رشید نے کہا" دیکھو صالحہ تمہاری صحت بالکل جواب دے چکی ہیں نے چھٹی اس لئے لی تھی کہ تمہیں اور مجھے کچھ آرام اور سکون نصیب ہو لیکن یہ نہیں ہوا خیر میں ایک مہینہ اپنی چھٹی اور بڑھوا لیتا ہوں بشرطیکہ تم خالہ فہمیدہ اور ان کے لخت جگر کو رخصت کر دو"۔

صالحہ نے کہا کہ اس سے زیادہ اسے اور کسی چیز سے خوشی نہ ہوگی جتنی خالہ فہمیدہ کے چلے جانے سے۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں بے بسی کے آنسو بھر آئے اور اس نے کہا لیکن انہیں کس طرح کہے۔ رشید نے کہا" وہ دیکھ تو رہی ہیں کہ ان کے رہنے سے کسی کو خوشی نہیں۔ مگر ان پر اس کا خاک اثر ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ مروت فضول ہے۔ خالہ فہمیدہ کچھ ایسی غریب نہیں ہیں وہ چاہیں تو خود گھر لے کر بیاڑ پر رہ سکتی ہیں تم اجازت دو تو میں انہیں کل رخصت کر دیتا ہوں"۔

میاں بیوی دو گھنٹے تک ٹیلے پر بیٹھے باتیں کرتے رہے حمید کی سگرٹ نوشی سینما کا شوق۔ رافعہ کی بڑھتی ہوئی آزادی۔ غرض وہ تمام باتیں جن سے صالحہ پریشان تھی اور چاہتے تھا کہ وہ اور رشید مل کر ان پر غور کرتے آج ان پر دونوں کی گفتگو ہوئی۔ وہ گھر آئی تو تھکی ہوئی۔ لیکن اس کے دل میں آج پہلی دفعہ سکون تھا۔ گھر پہنچتے ہی رشید خالہ سے لپٹ جانے کو کہا۔ اور خالہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ صالحہ کی صحت بہت خراب ہو گئی۔ اور مہمان داری کا بوجھ اٹھانے کی اس میں بالکل طاقت نہیں لہٰذا آپ اور نذیر براہ مہربانی تشریف لے جائیں"۔

خالہ کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ وہ تو اس امید میں بیٹھی تھیں کہ صالحہ سے مل کر خوب خوب رشید کے پرخچے اڑائیں گی۔ یہاں یہ رنگ دیکھا کہ دل میں بکتی جھکتی نذیر کو دو چار کوسنے اور گالیاں دیتی رہیں۔ " ارے کہاں ہے وہ ناشدنی جس کی وجہ سے یہ ذلتیں اٹھاتی پھرتی ہوں چلو نکالا مل گیا سامان باندھو۔ ارے کیوں، کیا پوچھتا ہے کوئی تیرے باوا کا گھر ہے۔ اللہ کی شان یہ صالحہ ہیں جو اتنی سی تھیں تو خالہ جان خالہ جان کہتے منہ تھکتا تھا۔ اب خیر سے گھر والی ہو گئیں تو ایسے دیدے بدلے۔ خیر میں بھی انشاء اللہ اب اس کی ڈیوڑھی میں قدم نہ رکھوں گی"۔ دیوار بیچ کمرے میں صالحہ سب کچھ سن رہی تھی۔ اس کی فطرت کا تقاضا تھا کہ جائے اور اٹھ کر خالہ کو منا کر روک لے لیکن اس میں اتنی طاقت نہ تھی اور بیماڑ پر اس کو جو احساس ہوا تھا کہ وہ سونے کے بدلے پتھر جمع کر رہی ہے۔ وہ احساس ابھی قائم تھا۔ نہیں وہ نہیں اٹھے گی۔ خالہ چاہے کتنی ہی جز بز ہوں۔ وہ اور ان جیسی ناخواندہ مہمانوں سے اس کا گوشۂ عافیت اب اور آئندہ ہوٹل سے بدتر نہ بنے گا۔

شائستہ اختر سہروردی

(بقیہ صفحہ ۴۵)

کوئی چھوٹے بچہ کو بڑے پیار سے گود میں اٹھاتی ہے اور ماں کی آنکھ بچاکر اپنے اوپر سے اتار کر چھوڑ دیتی ہیں بچہ وہیں تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے کسی بچے والی عورت کا پلو کاٹ لیا اس کے بچے ہونے بند ہو جاتے ہیں۔ ایسے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ ایسا ہی میرا ایک سال کا لڑکا بیمار ہوا جس کو دکھاتے وہ یہی کہتا کہ کسی نے چھو لیا ہے۔ لڑکا پندرہ دن بیمار رہ کر گھل گھل کر مر گیا۔ ہم کیا جانیں کہ چھونا کیا بلا ہے اور اس کا علاج کیا ہے ہم تو ڈاکٹروں ہی کو بتاتے رہے۔ ایسے آئے دن قصے سننے میں آتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ سب کو ایسے لوگوں سے بچائے۔ آمین

بیگم سید عبدالخالق بہادر دیولالی

ڈائن

مارچ کے پرچہ میں محمودہ مہ صاحبہ کا مضمون بعنوان جادوگرنیاں دیکھا یمن صاحبہ نے بالکل ٹھیک لکھا ہے۔ یہاں بھی ناسک ضلع میں پرسول پیٹھ۔ چانڈوڑ۔ دیولال۔ کسارا گھاٹ وغیرہ دیہاتوں میں کثرت سے ڈائن دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی شکل بہت ڈراونی ہوتی ہے۔ یہ زیادہ تر ہندو اور مٹی قوم سے ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں آج کل جو مچھلی بیچنے والی عورتیں آتی ہیں ان میں دو ڈائنیں ہیں۔ دو چار اچھی بھی ہیں۔ ہم ان سے کچھ بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ زیادہ کہہ دے تو کلیجہ جلدی سے نکال دیتے ہیں۔ یہ سمجھی عورتیں ہوتی ہیں مگر ان کو عمل کرنا پڑتا ہے۔ یہ شیطانی عمل ہے۔ اس میں انسان کا بول و براز کھانا پڑتا ہے ورنہ اس عمل میں اثر نہیں ہوتا۔ ایک نئی بات یہاں سننے میں آئی کہ کسی عورت کے ہاں بچہ کی پیدائش میں تین چار ماہ باقی ہوتے ہیں تو اس پر ڈائنیں ایسا عمل کرتی ہیں کہ وہ بچہ پیٹ میں ہی رہ جاتا ہے نہ پیدا ہوتا ہے نہ گرتا ہے نہ گلتا ہے۔ اسی طرح سے پیٹ میں بیٹھا رہتا ہے اور دوسرے بچے ہونے بند ہو جاتے ہیں۔ چار پانچ عورتوں کے ساتھ جو میری دوست ہیں ایسا ہی ہوا۔ کوئی کہتی ہیں دو ماہ بعد بچہ ہو جاتا کوئی کہتی ہیں تین چار ماہ بعد۔ ایک میری سہیلی کی بڑی بہن کو سات ماہ کا حمل بیٹھا ہوا چار سال گزر گئے تھے۔ ملا سیانے کو دکھایا علاج معالجہ کروانے سے دوبارہ اس کی مدت پوری کرا کر زچگی ہوئی۔ لڑکا پیدا ہوا پانچ دس منٹ زندہ رہ کر مرگیا۔ اس کے بعد پھر بچے پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

اگر کسی سے دشمنی ہے تو اس کو سر سے پیر تک نگاہ بھر کر دیکھ لیا۔ بس وہیں اس کا کلیجہ کھا لیا۔ وہ وہیں ختم ہو جاتا ہے۔ گنڈے کا دھاگا باندھ کر آتی ہیں۔ کسی کو چھو لیا جس کو ہاتھ لگا یا وہ بیمار ہو کر گھل گھل کر مرجاتا ہے۔ اگر کسی کو جلدی سے مارنا ہے تو سنا جاتا ہے کہ سات دن تک عمل پڑھ کر دیوار چاٹتے ہیں۔ اگر اس سے بھی جلدی مارنا ہے تو تین دن میں مارتے ہیں اور دن میں کئی مرتبہ دیوار چاٹنی پڑتی ہے۔

ہمارے ہاں کے گاؤں میں بھینسیں بہت تھیں۔ اس کے دوستوں میں سے کسی نے بھینس کے پاؤں میں دھاگا باندھ دیا اور چلا گیا۔ بھینس یکا یک پچھاڑیں کھانے لگی۔ یہ دونوں میاں بی بی بہت سٹپٹائے ادھر ادھر آدمی دوڑائے کہ کسی طرح بھینس بچ جائے مگر پانچ دس منٹ میں دو چار خون کی قے ہوئیں اور ختم ہو گئی۔ بچاری بڑھی مالن کا رو رو کے برا حال ہو رہا تھا۔ بار بار یہی کہتی جاتی تھی کہ میری پانچ سو کی بھینس تھی۔

میری ایک سہیلی سارہ سے کسی کو دشمنی ہو گئی تھی وہ اپنی نوکرانی کو بہت سا روپیہ پیسہ دے کر اپنی دشمن کا پورا کام کرنا چاہتی تھی۔ اس کی نوکرانی نے اس کو خوب جھانسا دیا اور دل کھول کر خرچ بتایا۔ نرگس اتنا چاہتی تھی کہ کسی طرح سے سارہ کو تکلیف پہنچے۔ سارا اللہ والی تھی کسی کے کہنے سننے پر بھی پرواہ نہ کی۔ خدا پر بھروسہ کر کے خاموش بیٹھ گئی۔ نوکرانی کے ذریعہ اس کے پلنگ کو کالک یعنی عمل کیا ہوا کاجل راکھ لگایا گیا جس سے اس کو کچھ نہ ہوا صرف اس نے کسی وجہ سے بے معلوم پلنگ بدل ڈالا اور اس پلنگ پر سونا چھوڑ دیا۔ جب اس کو چین نہ آیا کچھ خاک کی صورت میں اس کے بستر پر ڈلوا دیا۔ اس کو ڈالتے ہوئے سارہ کے نوکر نے دیکھ لیا اور اسی وقت کمرہ میں تالا لگا کر سارہ کو وہاں سونے سے منع کر دیا۔ سارہ کو جب معلوم ہوا کہ نرگس یہ کارروائیاں کر رہی ہے تو اس کے گھر جانا بند کر دیا۔ اور وہ بولتی رہتی تھی۔ یا نوکرانی کو روانہ کرتی تھی اب سارہ بہت ہوشیار رہنے لگی۔ جو نوکرانی سارہ کے بستر پر خاک ڈال کر گئی تھی۔ اس کے دوسرے دن سے وہ بہت بیمار ہو گئی تھی گلے میں پھوڑے وغیرہ ہو کر پانچ چھ ماہ سخت بیمار رہنے کے بعد تندرست ہوئی مگر اب اس کی شکل بدل گئی ہے۔ بجائے اس کے کہ سارہ بیمار ہوتی اس کی نوکرانی مرتے مرتے بچی۔ سارہ خدا پر بھروسہ رکھتی تھی۔ اسی لئے خدا نے سارہ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ اور سارہ کو بچا لیا۔

کسی عورت کے بچہ نہیں ہوتا تو کسی بچہ والی عورت کے گھر جا کر کسی چھوٹے بچہ کی کوئی چیز، کپڑا، فراک وغیرہ چرا کر لے جاتی ہیں اور اس کو جلا کر پانی میں گھول کر پی جاتی ہیں۔ جس بچہ کی وہ چیز ہوتی ہے وہ بچہ گھل گھل کر مر جاتا ہے اور اس کی ماں کے ہاں بچے ہونا بند ہو جاتے ہیں۔ اور اس عورت کے ہاں جس نے بچہ کا کپڑا جلا کر پیا ہے اس کے بچے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں ایک عجیب بات معلوم ہوئی ہے کہ کسی بچے سے دشمنی ہے، اس کو مارنا ہو تو اس بچہ پر سے تین وقت ادھر سے ادھر پھلانگتے ہیں بچہ مر جاتا ہے۔

(باقی صفحہ ۴۴ کالم ۲ پر)

کچے آم کا اِستعمال

آم کی فصل کے مہینے جون جولائی ہیں۔ اس موسم میں پنجاب ہندوستان کے اضلاع میں آم بکثرت پایا جاتا ہے اور اخیر اگست تک رہتا ہے۔ یہ پھل اس قدر بازاط اور ارزاں ہے کہ امیر و غریب اس سے یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اٹھاتے ہیں۔

یہ پھل پکا ہوا تو بالخصوص کھایا ہی جاتا ہے مگر کچے آم کا استعمال سوائے اچار مربہ وغیرہ کے کچھ زیادہ نہیں ہوتا بعض بہنوں کے دسترخوان کی زینت بڑھانے کے لئے چند اقسام کے کچے آموں کے کھانے کی ترکیب درج ذیل کرتی ہوں:-

کچے آم کی کھیر

کچے آم بغیر جالے پڑے چھیل کر گودا نکال لیں اور گٹھلی علیحدہ کر دیں۔ آدھ سیر گودے کے حساب سے ایک سیر چینی اور آدھ پاؤ سوجی خوشبو حسب پسند۔ زعفران برائے رنگت۔ اول آموں کے گودے کو پانی سے دھو ڈالیں اور قریباً ایک پاؤ پانی ڈال کر کسی قلعی شدہ برتن میں پکنے کے لئے رکھ دیں جس وقت آموں کا گودا پک کر زرد رنگ اختیار کرے۔ اُسے آگ پر سے اتار کر ٹھنڈا کر لیں۔ اب سوجی کو خشک برتن میں ڈال کر آگ پر رکھ کر بھونیں۔ جب سوجی بادامی رنگ اختیار کرلے اس وقت وہ تیار شدہ آم کا گودا اور چینی سوجی وغیرہ آمیز کر کے آگ پر پکنے کے لئے دوبارہ رکھ دیں اور کفگیر چلاتے جائیں یہاں تک کہ سب چیزیں یک جان ہو جائیں اب زعفران، کیوڑہ میں پیس کر برائے خوشبو ڈال دیں۔ اور اس قدر پکایا ہوا دودھ جو کہ تین پاؤ کا نصف رہ جائے ٹھنڈا کر کے تیار شدہ مرکب میں ڈال کر خوب کفگیر سے پھینٹیں اور چینی کی طشتریوں میں نکال کر جما دیں۔ ورق نقرہ سجاوٹ اور خوبصورتی کے لئے لگائیے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی آم کی کھیر تیار ہے نئی طرز کا موسمی تحفہ آپ کے دسترخوان کی زینت کو دوبالا کر کے آپ کے تفنن طبع کا باعث ہوگا۔

آم کا شیرہ

کچے آم قریباً آدھ سیر لے کر چولھے کی گرم گرم راکھ میں دبا دیں۔ خیال رکھیں کہ پھٹنے نہ پائیں جس وقت پھول جائیں تو ٹھنڈے پانی کے برتن میں چھوڑ دیں۔ تاکہ ان کی گرمی پانی میں نکل جائے اور ٹھنڈا ہونے پر انہیں چھیل کر چینی کے برتن میں رس نچوڑ لیں۔ اب اس کے ہم وزن یا ڈیڑھ گنا پسی ہوئی قند سفید آمیز کر کے خوب چمچے سے پھینٹ لیں۔ دوپہر کے کھانے پر اس اعلیٰ درجہ کے میٹھے سے کھانوں میں اضافہ کیجئے گا۔

کچے آم کا حلوا

کچے آم ایک سیر پختہ۔ سوجی ایک پاؤ۔ قند آدھ سیر۔ گھی پاؤ بھر۔ الائچی سفید برائے خوشبو زعفران برائے رنگت۔ اول آموں کو چھیل کر قتلے کر لیں اور گٹھلی پھینک دیں۔ ان قتلوں کو خوب پانی سے دھو ڈالیں اور نرم آنچ پر پکنے دیں کہ بھاپ میں گل جائیں۔ پانی بالکل نہ ڈالئے گا۔ اب سوجی کو خشک قلعی شدہ برتن میں ڈال کر گھی میں بھون کر سرخ کر لیں اور تیار شدہ آم مع قند کے ڈال کر کفگیر سے خوب گھوٹیں تاکہ آم کا گودا یا قتلے سوجی کے ساتھ مل ہو جائیں۔ جب گھی چھوڑنے لگے تو سفوف الائچی و خوشبو آمیز کر کے آگ سے اتار لیں۔ آم کا حلوہ تیار ہے۔ خوش رنگ خوشبودار ہونے کے علاوہ نہایت خوش ذائقہ کھانا ہے۔

کچے آم کی شیریں چٹنی

بقدر ضرورت کچے آم لے کر چھیل لو۔ گودے کو قدرے پانی ڈال کر صاف برتن میں آگ پر رکھ کر پکائیں۔ جب یہ پک کر زردی مائل ہو جائے تو آگ پر سے اتار لیں اور بقدر ضرورت و حسب ذائقہ نمک مرچ زیرہ ادرک قند وغیرہ سب کو پیس کر اس میں اضافہ کریں۔ نہایت خوش ذائقہ شیریں چٹنی تیار ہے۔

موسمی پھل قدرتی تحائف ہوتے ہیں "کلوا واشربوا" فرمودہ الٰہی پر عمل پیرا ہونا گویا ان تحائف ایزدی پر مستفید ہو کر اُن کا شکر گزار ہونا ہے۔

کچے آم کے اور بھی کئی کھانے مثلاً جام، جیلی، تازہ مربہ وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔ مگر بخوف طوالت میں ان چیزوں پر اکتفا کرتی ہوں۔

گ۔ا۔ کپورتھلہ

سوچ

ہمیشہ سوچتے رہنے کی عادت بھی بہت نامعقول ہے! حسینہ اسی قبیح عادت میں مبتلا تھی۔ وہ ہر وقت سوچتی رہتی۔ معمولی معمولی باتوں پر بلکہ گھنٹوں، دنوں، ہفتوں اور بسا اوقات برسوں سوچتی رہتی لیکن نتیجہ سوچتے رہنے کے سوا کچھ نہ نکلتا۔ بڑے بڑے اور اہم مسائل تو بالکل علیحدہ چیز ہیں وہ بہت سی چھوٹی چھوٹی اور حقیر باتوں کے متعلق بھی سوچا کرتی۔ وہ کسی کام کے کرنے سے پہلے کرنے کے بعد اور عرصہ تک اس کے متعلق سوچا کرتی روزمرہ کے کاموں کے متعلق چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے سوچا کرتی اور اسی سوچ کے باعث اس کے عمل کی رفتار سست رہتی۔ اکثر وہ اپنی اس عادت کے باعث پریشان ہو جاتی جھنجھلا اٹھتی اور سوچتی کہ میں پاگلوں کی طرح جانے کیا کیا سوچتی رہتی ہوں

آج بھی بہت شدت کے ساتھ گزشتہ ڈنر کے متعلق سوچنے میں مصروف تھی کرسی پر بیٹھی ہوئی نیلے آسمان کو تکتی خیالات میں گم جانے کیا کیا سوچ رہی تھی۔ اس نے کسی کی آہٹ پر گردن گھما کر دریچے سے جھانکا اور پھر کچھ سوچنا شروع کیا۔

وہ دنوں بعد کسی ڈنر میں شریک ہوئی تھی میزبان نے جب اس کا تعارف مہمانوں سے کروایا تو سب کے سب اس کے لئے اجنبی تھے۔ ڈاکٹروں کی بیویاں ایک تو واقعی صحت کے لحاظ سے ڈاکٹر کی بیوی معلوم ہوتی تھیں اور دوسرے ڈاکٹر کی بیوی جو کچھ دق ماری سی تھی۔ وہ نواب صاحب کی بیگم صاحبہ جو اپنی دانست میں اپنے اصول کی بیحد پابند تھیں اور وہ چلبلی عیاشی خاتون جو شاید زندگی کا مقصد ہنستے رہنا سمجھتی تھی اور وہ نئی بیاہی نوجوان لڑکی جو غالباً یہ سمجھ رہی تھی کہ "ملٹن کی کھوئی جنت اس کے ہاتھ آگئی ہے اور چند اور خواتین سب اس کے لئے اجنبی تھے۔ لیکن مسز زیدی کے متعلق اس نے محسوس کیا کہ برسوں کی جان پہچان ہے جیسے اسے وہ مدت سے جانتی ہے مگر زیدی جو کبھی چیستان کا حل پیش کرتا اب اس کے لئے خود چیستان بنا ہوا تھا اس کے سامنے ایک معمہ تھا جسے وہ حل کرنا چاہتی تھی اور وہ اس کے متعلق سوچتے سوچتے حیران ہو رہی تھی۔

اس نے بہت سے موضوع سخن جانے بہت سی باتیں سوچ ڈالیں لیکن کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ اس نے پھر سوچا کہ یہ پہلے پہل کی ملاقات ہے! اس نے آنکھیں کھولیں اور نیم غنودگی کی حالت میں پھر سوچنا شروع کیا۔

مرد کتنے خود غرض ہوتے ہیں وہ حریت نسواں۔ آزادی نسواں تعلیم نسواں ترقی نسواں کے علاوہ جتنے مسائل عورت کے متعلق ہوتے ہیں سلوک مساوات رواداری محبت ہمدردی۔ عنایت اور مہربانی کے بے شمار رنگین دعوے کرنے کے باوجود جب وہ ایک عورت کے مالک بنتے ہیں تو اسے اس طرح استعمال کرتے ہیں جیسے ہم بازار سے ایک صابن کی ٹکیہ خرید لاتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں اسے استعمال کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ گھل گھل کر ختم ہو جاتی ہے اور ہم دوسری خرید لاتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی سلوک وہ بیوی سے کرتے ہیں۔ ان کا مقصد ظلم زیادتی یا ستم ہرگز نہیں ہوتا ہوگا لیکن مجھے تو ہمدردی کا بھی شائبہ نظر نہیں آتا۔ صابن کی ٹکیہ سے کیا ہمدردی یہ تو ضرورت کی چیز ہے بہرحال استعمال ضروری ہے۔ اس کی نگاہوں کے آگے پھر کوئی تصویر پھر گئی۔ وہ سوچنے لگی۔ یہ اس شخص کی بیوی ہے جس نے مدتوں عورتوں کی حمایت میں قلم گھسیٹا یہ حیرت و نزار پراگندگی کا مرقع۔ نادرہ اس کے افسانہ کی ہیروئن جسے پاکر وہ ہمیشہ کے واسطے مطمئن ہو گیا تھا۔ کیا اس کی زندگی کی ہیروئن اس کے خیالات کے اس قدر برعکس ہو سکتی ہے! وہ سوچتی ہی رہ گئی۔

حسینہ کو اس مصنف سے بے حد عقیدت تھی اس لئے کہ ایک مدت تک اس شخص نے ان مسائل کو زیر غور رکھا جن کا تعلق عورت سے ہے لیکن عقیدت کا یہ محل پل بھر میں خشخاش کے پہاڑ کی طرح بکھر گیا! مگر پھر وہ سوچنے لگی۔

اس میں قصور کس کا ہے؟ یہ میری پہلی نظر ہے۔ پہلی ملاقات اور پہلا مطالعہ نہ جانے ان کی گھریلو زندگی کیا ہوگی؟ شاید میرے خیالات کے بالکل برعکس ان گتھیوں کو سلجھانا تو اس کے بس کی بات نہیں۔ پر سوچتے رہنا تو اس کے بس میں ہے! حسینہ سوچنے لگی وہ نوجوان جو کبھی گرلز کالج کی چہار دیواری کو ڈھا دینا چاہتا تھا جب عملی دنیا میں قدم رکھتا ہے تو سماج کے آگے سر جھکا دیتا ہے اور اس کی شریک حیات روایتی پردہ میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ جس شخص کا عقیدہ تھا کہ سماج عورت مرد کے مل جل کر چلنے کا نام ہے آج اسی سماج میں عورت کا دخل اسے گوارا نہیں اس کی ترقی میں کوئی امداد کوئی وقعت نہیں سمجھتی سماج میں اس کا کوئی درجہ نہیں کوئی حیثیت نہیں مگر

ہوگی کہ ظلمت کی راہ بند ہو جائے تو سوائے بھوکوں مر جانے کے عورت کے پاس کوئی راستہ نہیں کہ وہ اپنی زندگی کو خوشگوار طریقے پر بسر کر سکے بجز اپنی بے چارگی اور بے بسی پر آنسو بہانے کے!! وہ بیٹی ہو کر باپ کے رحم و کرم پر رہتی ہے، بہن ہو کر بھائیوں کی محتاج اور ماں ہو کر بیٹوں کی دست نگر یہ سہارے چھوٹ جائیں اور آسرے کنارہ کشی اختیار کر لیں تو موت کی تمنا اور قسمت پر آنسو بہانے کے سوا کوئی چارہ نہیں جس کے پاس سالت بیچاری عورت! بیسویں صدی کے اس ترقی یافتہ دور اور روشن زمانہ میں بھی ایسی ذہنیتیں موجود ہیں جو وراثت اور جائداد میں بیٹی اور بہن کا حق تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں اور اگر کوئی ایماندار شخص انسانی ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر کا شریک سمجھتا ہے تو اس پر طنزیہ ہنسی ہنستے ہیں غاصب! لڑکوں کی تعلیم پر پانی کی طرح روپیہ بہانے والے لوگ جو لڑکیوں کی تعلیم سے غافل ہیں سوچیں کہ نظام مستقبل میں ان جاہل لڑکیوں کی کیا حیثیت ہوگی؟ وہ کیا کریں گی؟ وہ کہاں رہیں گی؟ دنیا میں ان کے لئے کہاں جگہ ہوگی؟ حسینہ پاگلوں کی طرح سوچ رہی تھی اس کا دماغ بھنا گیا۔ وہ سنبھل گئی اور سوچ بچار کی دنیا سے نکل کر چپکے چپکے کچن کی طرف گئی۔ اس کا دماغ پھر اس جوڑے کی جانب منتقل ہو گیا جس کی بیوی ہمیشہ میاں کو نیچا دکھانے کے لئے تیار رہتی بلی کی طرح غراتی آنکھیں دکھاتی اور میاں غریب چوہے کی طرح خوف کھا جاتا خود کو سنبھالتا اور بیوی کو بھی کیونکہ وہ اس حملہ کا مقابلہ کرنے کی خود میں ہمت نہیں پاتا۔

لوگ کہتے ہیں کہ تعلیم اور آزادی حاصل کر کے عورت سرکش ہو جاتی ہے لیکن وہ تو تعلیم کی خوبیاں ہے سرکشی کیسی؟ زندگی کے ہچکولے مجبوریاں اور مردوں کے بے جا مظالم سے اسکا دماغ کوئی راہ نہیں پاتا تو وہ ہر طرح مردوں سے انتقام پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

عورت کی زندگی کو خوشگوار بنا دیا جائے اور وہ سلوک و رواداری سے پیش آئیں تو اس کی سرکشی کافور کی طرح غائب ہو جائے گی۔ خوشگوار زندگی، سلوک اور رواداری کا انتقام کیسا؟ پھر وہ تعلیم اور آزادی پاکر کبھی سرکش نہیں ہو سکتا!

جانے اس طرح حسینہ کیا کیا سوچ ڈالتی۔ اور ہوائی قلعے بناتی رہتی۔ یہ ہمیشہ سوچتے رہنے کی عادت بھی کس قدر نامعقول ہے!

سیدہ اشرف

مدنی آقا سے

جلوہ افروز تبا کون سے ایوان میں ہے
کعبۂ رب میں کہ یثرب کے گلستاں میں ہے
خلوت عرش میں یا خلد کے بستاں میں ہے
روح کے سوز میں ہے یا دلِ ویراں میں ہے
تجھ کو ڈھونڈیں یہ پرستار کہاں ہے آجا

کنج حسرت کی یہ افسردہ فضائیں کب تک
اشکِ غم دیدۂ پُرخوں سے بہائیں کب تک
صدمہ تیرگی بخت اٹھائیں کب تک
در اغیار پہ ہم ٹھوکریں کھائیں کب تک
خستہ حالوں کے مددگار کہاں ہے آجا

اب وہ حالت ہے کہ بہبود کے آثار نہیں
دلِ آگاہ نہیں دیدۂ بیدار نہیں
ہم وہ پونجی ہیں کوئی جس کا طلبگار نہیں
یوں بھٹکتے ہیں کہ تو رونقِ بازار نہیں
جنس کاسد کے خریدار کہاں ہے آجا

جس کے اقبال سے اقبال بھی تھراتا تھا
سر جہاں قیصر و فغفور کا جھکتا تھا
جس کی شوکت کی قسم چرخ فلک کھاتا تھا
سبز جھنڈا جہاں اسلام کا لہراتا تھا
لٹ گیا آج وہ دربار کہاں ہے آجا

ہاتھ تھے قبضۂ شمشیر پہ دم بھر جن کے
سرِ آفاق تھا خم نقش قدم پر جن کے
آہ جھنڈے تھے گڑے روم و عجم پر جن کے
فخر کرتا تھا جہاں جاہ و حشم پر جن کے
وہ مسلمان ہیں اب خوار کہاں ہے آجا

کفر کی حق کے مقابل میں ہے خود رانی دیکھ
دشتِ آفات میں واماندوں کی حیرانی دیکھ
شانِ مندر کی کلیسا کی جہانبانی دیکھ
اپنے ایوان فلک بوس کی ویرانی دیکھ
اجڑی نگری کے نگہدار کہاں ہے آجا

آ ذرا دیکھ ہمیں عالم تنہائی میں
تیرے خدام ہیں کس ذلت و رسوائی میں
ہیں عدو عیش و تنعم کی دل آرائی میں
اور ہم فقر و مصیبت کی پذیرائی میں
بخت ہے درپئے آزار کہاں ہے آجا

جن کو ملتا تھا سلاطین زمانہ سے خراج
آج وہ نانِ شبینہ کے لئے ہیں محتاج
کیا خطا ہم سے ہوئی اے زینت بزم معراج
ہم سے برہم ہو اگر ہیں سرور عالم کا مزاج
رحم کر احمد مختار کہاں ہے آجا

جاں بلب ہیں نگہِ لطف گھڑی بھر کر دے
مزرع خشک کو لے ابر کرم تر کر دے
تیرہ بختوں کے مقدر کو اجاگر کر دے
عاشقوں کی شب ہجراں کو منور کر دے
ہاشمی مطلع انوار کہاں ہے آجا

بیگم ڈاکٹر رفعت حسین صدیقی بیدل

گربہ کشتن

جون ۱۹۴۳ء کے "عصمت" میں جناب مشتاق احمد زاہدی صاحب کا مضمون "گربہ کشتن روز اول" نظر سے گزرا جس میں طنزیات و مضحکات کے ذریعہ سے اپنے مدعا کا اظہار کیا گیا ہے لیکن جس موضوع پر قلم اٹھایا گیا ہے وہ اس قدر اہم اور سنجیدہ ہے کہ اس پر اچھی خاصی تحقیق و تدقیق اور تجربہ و مشاہدہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے ملک کی تعلیم یافتہ اور دانا و بینا خواتین و حضرات کا فرض ہے کہ وہ اسے مزاح میں ٹالنے کی بجائے آج کل کے ہندوستانیوں اور خصوصاً مسلمانوں کی آئندہ زندگیوں کے واسطے کچھ اصول اور کوئی لائحہ عمل مرتب کریں۔ موضوع نہایت قدیم ہے یعنی وہی ازدواجی زندگی کی کشمکش اور یہ کہ عورت مرد پر حکومت کرے یا مرد عورت پر۔ ازدواج اور عورت کے معاملے میں اگر کوئی پچھلے کئی سو سال کی تہذیب کو جوں کا توں قائم رکھنا چاہے تو خواہ اس کے خلوص نیت میں ہمیں شک نہ ہو لیکن اس کی عاقبت بینی اور دور اندیشی پر شبہ کیا جائے گا۔ اسی طرح ادھ کچری تہذیب کو جو مغربی تہذیب کے نام سے موسوم ہے، ہمارے حلق میں ٹھونسنا اور پھر اس کے ہضم کرنے کی توقع رکھنا صرف کم سواد آدمی کا کام ہے۔ دراصل ہم ثقافتی تداخل کے ایسے دور سے گزر رہے ہیں، جب نہ ہم خالص مشرقی ہیں نہ پورے مغربی۔ ہمیں زن و شو کے اہم مسئلے کو بھی دیگر مسائل کی طرح موجودہ ضرورتوں، نئی شاہراہوں اور آئندہ سیاسی و اقتصادی انقلابات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حل کرنا ہے۔

مجھے اس امر سے کلی اتفاق ہے کہ عام عورتوں اور مردوں میں جس طرح جسمانی اور قدرتی اختلافات ہیں اسی طرح ان کے فرائض و اعمال میں بھی ہونا ضروری ہیں۔ یعنی یہ کہ عورت اگر اپنا یہ فرض ادا کردے کہ اس کی گود میں ایک قابل فخر، ایماندار، جری اور نیک صفت موصوف قوم نکلے تو اس نے گویا اپنی زندگی کے فرض منصبی سے سبکدوشی حاصل کرلی۔ لیکن اگر کسی عورت کے فکر و عمل میں اتنی قوت ہے کہ وہ اس سے بھی آگے بڑھنے کی وسعتیں چاہتی ہے تو ہمیں روکنے کا کیا مجاز؟ تہذیب قدیم کے بانی اس کو آگے بڑھنے سے روکتے ہیں اور اس کو وہ بتلاتے ہیں جس کے لئے آج کل کی مشہور صحافتی ترکیب "بچہ پیدا کرنے کی مشین" استعمال ہوتی ہے لیکن صرف پیدا کرنا ہی نہیں بلکہ اس کا تربیت دینا بھی عورت کے ذمے فرض ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے نفسیات کا کتنا گہرا مطالعہ اور سائنس و دیگر علوم کا کتنا دقیق و وسیع مشاہدہ اور تجربہ درکار ہے گویا عورت فی الواقع اگر اس کام کو بدرجۂ احسن انجام دینا چاہے تو دوسری چیزوں کے لئے وقت اور موقع نکلنا بھی دشوار ہے۔ لیکن اگر کسی عورت کے پاس یہ موقع ہے اور وہ ناول نویس یا سائنسداں بننے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے تو یہ دروازے اس پر بند کرنا گویا تہذیب و ثقافت کے جرائم کو کچلنا ہے۔ میڈم کیوری کا شوہر اگر یہ ظلم روا رکھتا تو نہ معلوم ہم ریڈیم کے استعمال سے کب تک بہرہ اندوز نہ ہو سکتے!

دراصل یہی ضرورت اس بات کی ہے کہ بچہ پیدا کرنے اور اس کے تربیت دینے کو سوسائٹی اسی قدر قابلِ فخر، اہم اور بلند کام سمجھے جتنا کسی ملک کا تسخیر کرنا یا ہوابازی، صنعت و حرفت، ادب و آرٹ یا جزملزم و قانون میں درجۂ کمال بہم پہنچانا۔ کامیاب مائیں بھی اسی طرح عزت حاصل کریں۔ جس طرح بڑے بڑے جنرل، یا ماہرین اقتصادیات تسلیم کرتے ہیں موجودہ تہذیب کی بڑی خرابی یہی ہے کہ ماں بننا اور بچے پالنا قابل فخر بات تو کجا ایک سبکی سی سمجھی جاتی ہے۔ سوسائٹی کو جتنی ضرورت ایک ڈاکٹر کی ہے اسی قدر ایک انجنیئر، مفکر، یا سیاست داں کی ہے۔ اور آپ ان سب کو یکساں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو شخص رجحان طبع کی بنا پر ڈاکٹر ہوتا ہے، اس سے یہ امید نہیں رکھتے کہ وہ مورخ یا ادیب بھی ہو۔ اس کا ڈاکٹر ہونا ہمارے لئے بہت ہے لیکن اگر وہ ادیب یا مورخ ہونا چاہتا ہے اور اس کی اہلیت بھی رکھتا ہے تو ہم اسے روکتے نہیں۔ اسی طرح عورت فطرت و ضرورت کے مطابق تو ماں ہے لیکن اگر وہ اس سے بڑھ کر بھی کچھ ہونا چاہے تو ہونے دیجئے، بلکہ اگر اس میں اتفاقاً ماں بننے کی صلاحیتیں نہیں ہیں تو بہتر ہے کہ وہ آرٹسٹ یا محقق بن جائے۔ اگر یہ اصول مدِ نظر رکھ کر ہمارے مردوں اور عورتوں کو تعلیم دی جائے تو ایک کی دوسرے پر حکومت اور گربہ کشتن کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور زندگی کی گاڑی

سے گھسیٹنے کے لیے مرد و عورت دو پہیوں کا کام دیں گے جن کی آرزوئیں اور دعوے تو سب کرتے ہیں۔ مگر جس کے حصول کے لئے عملی اقدام شاید ہی کوئی اللہ کا بندہ اٹھاتا ہو۔ اسی قسم کی نسل پیدا کرنے کے لئے پریس، پلیٹ فارم اور اسکولوں کے ذریعے سے جب تک پروپگنڈا نہ کیا جائے گا اور نقطۂ نظر کو بدلنے کی سعی نہ کی جائے گی اس وقت تک کامیابی مشکل ہے۔ دراصل یہ ایک پہلو ہے اس زبردست تبدیلی کا جو ہند، ہندوستان بلکہ دنیا میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اس وقت اس کے سیاسی، اقتصادی اور دوسرے پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی گنجائش نہیں، صرف اسی قدر اشارہ کر دینا کافی ہے کہ ہر حیثیت سے ہمارا سماج یکسر غلط، بیکار، اور تکلیف دہ ہے۔

اسی سلسلے میں مجھے زاہدی صاحب سے تھوڑا سا اصولی اختلاف بھی ہے۔ انھوں نے مثال دی ہے کہ غدر سے قبل ہندو مسلمان مل جل کر رہتے تھے اور حقوقِ نسواں کی تحریک سے پہلے گھروں میں امن و امان تھا، چونکہ بیویاں صابر اور راضی برضائے شوہر تھیں۔ (تو گویا گھروں کے امن کے سب سے بڑے مٹانے والے مولانا راشد الخیری رح اور عصمت ہی ہوئے۔ جنھوں نے حقوقِ نسواں کی تحریک بلند کی!) یہ ایک نظر فریب مگر نہایت زہریلا سبق ہے۔ آپ مسلمانوں یا ہندوؤں کے دماغ سے قومی ترقی کے خیال کو نکال دیجئے پھر امن ہو جائے گا، بلکہ یوں کہئے کہ پہلے تو انگریزوں اور ہندوستانیوں میں بھی لڑائی نہ تھی اور اب اسی حقوق کے جھگڑے نے مستقل فتنہ اور نقضِ امن پیدا کر دیا اس لئے بہتر ہے کہ غلامی کی افیون خوب گاڑھی گھول کر ہندوستانیوں کو پلا دیجئے، پھر امن قائم ہو جائے گا۔ دراصل اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اکثر مردوں نے عورتوں کے حقوق غصب کئے جب تک جہالت اور ذہنی ترقی کے فقدان کے سبب عورتیں سوچنے سمجھنے سے عاری تھیں۔ خوب بھی۔ مردوں نے ظلم کئے، انہوں نے ایک رخسار پر تھپڑ کھا کر دوسرا بھی سامنے کر دیا۔ تالی دونوں ہاتھ سے بجتی ہے۔ اُدھر سے رسی کھنچتی تھی مگر ادھر سے برابر ڈھیل ملتی تھی، اس نے امن کیا تھا۔ ظلم کا ڈھب سمجھئے یا اپنی قدروں کے نہ پہچاننے کا اثر۔ یہ ویسا ہی امن تھا جو گاؤں میں باوجود زمیندار کے ظلم اور بیگار کے کاشتکار قائم رکھتے ہیں یا جو فرانس میں روسو اور والٹیر کے جھنجھوڑنے سے پہلے غریب و مظلوم فرانسیسی قائم کئے ہوئے تھے۔ اب دوبارہ اسی امن سماراگ بے وقت کا بھی ہے۔ اور معقولیت سے بھی دور ہے تعصبات سے اب کام نہیں چلے گا۔ سماج کی عمارت کو نئے طریق پر صحیح اسلامی تعلیم کے ماتحت (جس میں جبر مفقود ہے) تشکیل کرنا ضروری ہے۔ حکومت و محکومی اور گربہ کشتن کا سوال اٹھانا نادانی ہے۔ قوانین و رسوم بہت غور و فکر کر کے بنانے پڑیں گے۔

میرے خیال میں اگر اس سوال پر ملک کے سمجھ دار بھائی بہن مخالفت و موافقت میں ٹھنڈے دل سے علمی مضامین "عصمت" میں لکھیں تو بہت مفید ہوگا۔

م۔ زمن۔ الہ آباد

(بقیہ صفحہ ۵۱) پہلے تو اس بے موقع سطح مرتفع کو اپنی تصویریں دیکھ کر اس پر لکھ دیا "عریاں نصیب خلیل" اور پھر۔۔

"اوہو! آپ عریاں نصیب ہیں!" تصویر دیکھ کر شعیب نے کہا۔

یہ سن کر اسے فوٹوگرافر پر غصہ آگیا کمبخت نے بالکل صاف تصویر کھینچ دی۔ گالوں کے گڑھے صاف طور سے نمایاں تھے اور شعیب تو بالکل احمق اور گدھا تھا۔ وہ سمجھ ہی کیا سکتا تھا خلیل کے دل کی واردات! اس کے پاس صحت تھی۔ کمزور انسان کی حسیات سے اُسے کیا واسطہ۔ کمبخت لوگ محسوس بھی تو نہیں کر سکتے۔

ایک روز خلیل نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی۔ اس طرح جیسے کسی تصویر کو دیکھتے ہیں۔ تو آئینہ میں دائیں گال کے گڑھے کے قریب ہی ہڈی ابھری ہوئی تھی۔ بس وہی پھوڑا معلوم ہوتی تھی۔ اگر رخسار پچکے ہوئے نہ ہوتے تو برا معلوم نہ ہوتا۔

وہ دوسروں کو شیروانی پہنے دیکھتا تو رشک کرنے لگتا۔ کاش وہ بھی شیروانی پہن سکتا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ بھی احساس کمتری ہے۔ کوٹ میں انسان کا دبلا پن کسی حد تک چھپایا جا سکتا ہے۔ شیروانی میں بالکل نہیں۔ یہ کہکر رہ جاتا ہے

کوٹ ہی میں گزاریں گے ہم — شیروانی تمہیں مبارک ہو

گڑگڑ گڑ اکڑ۔ وہ جلدی جلدی بدن ملنے لگا۔ نہانے کے لئے دوسرے امیدوار بھی اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔

سید شفیق الدین شارق (دھولے پور)

ڈھائی پسلیاں

اس نے محلے کی مسجد کے غسل خانے میں نہاتے ہوئے کڑکڑانے کی آواز سنی۔ ویسے وہ ہمیشہ ہی اپنے بدن سے میل چھڑایا کرتا تھا لیکن جسم سے ایسی آواز کبھی نہیں نکلی۔ آج یکایک یہ کیا ہو گیا۔ کڑکڑ کڑکڑ گلے کی ہڈی ہاتھ سے محسوس کی جا سکتی تھی۔ اور پسلی کی ہڈیاں تو وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنا خیال دوسری طرف منعطف کرنے کے لئے کوئی شعر گنگنانے لگا۔ ع

ہڈیوں میں تیز چلنے سے چٹخنے کی صدا

شعر پڑھتے پڑھتے وہ اچھل پڑا۔ چٹخنے کی صدا۔ ہڈیوں کے چٹخنے کی صدا محض جسم لاغر و نحیف ہونے کی وجہ سے۔ گوشت تو برائے نام ہے۔ ورنہ وہ تو کاواک ہے۔ اس نے لائف بوائے اپنے بدن پر لگاتے ہوئے سوچا کہ وہ کاواک ہونے کے علاوہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔ نہیں نہیں۔ وہ کسی مصرف کا نہیں۔ لیکن یہ تو احساس کمتری تھا۔ مگر آخر تھا تو بندۂ مجبور۔ وہ کتاب کا کیڑا بھی تھا۔ کتاب کا کیڑا پہلے اور کاواک بعد میں۔ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ مجنوں کی پسلی یا ڈھائی پسلیوں کا مجموعہ۔ ہڈیوں کے چٹخنے کی صدا پہلے بھی تو آتی تھی۔ اب اس کا حافظہ رفتہ رفتہ کام کرنے لگا۔ کل بھی اس نے یہ آواز سنی تھی اور ماحول کو کوسنے لگا تھا۔ ہندوستانی پرورش و پرداخت کے اصولوں سے قطعی بے بہرہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی اولاد کی صحت سے تغافل برتتے ہیں ورنہ وہ تو اتنا جسیم اور طاقت ور ہوتا کہ عبد العزیز کو چشم زدن میں چاروں شانے چت گرا دیتا۔ ہری سنگھ تو اس سے اکڑنے کی جرأت کر ہی نہ سکتا تھا لیکن وہ صحت مند اور تنومند ہوتا جب نہ۔ جو یوں ہوتا تو یوں ہوتا۔ اب تو یہ ہے، اس لئے یہ ہوگا۔ اب اس کے لئے اس کے سوا رہ ہی کیا کہ کتابوں کا کیڑا بنا رہے۔ کبھی وہ یہ سوچتا کہ تندرست جسم ہی میں حاضر دماغ ہو سکتا ہے۔ اس کے پاس دماغ ضرور تھا، ذہن بھی تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دل تھا۔ اس کے پاس اگر کلیم کا سا جسم ہوتا اور حامد کی سی بلند آواز ہوتی، تو وہ نہ جانے کیا غضب کر چکا ہوتا۔ لیکن چونکہ وہ مختصر سا انسان تھا اس لئے کچھ نہ کر سکتا تھا۔ دنیا کے اکثر کام خدا کے بھروسے کے بعد اپنے بازوؤں کی صلابت سے ہی انجام پاتے تھے۔ وہ ہمیشہ ڈول آسانی کے ساتھ کھینچ لیتا تھا۔ اور اب معلوم نہ جانے اسے کیا ہو گیا تھا کہ ڈول کھینچنے کے بعد ہانپنے لگا۔ تھکن محسوس کرنے لگا۔

اسے کھیلوں کا بھی شوق تھا لیکن اس لئے نہ کھیلتا تھا کہ گھونسا پڑے گا۔ اس سے بہت زیادہ طاقت ور لڑکوں سے ساتھ پڑے گا۔ کھیلتے کھیلتے کسی نے ہاتھ لگا دیا۔ تو زمین پر گر جانے کا خطرہ۔

اسے پیراکی سے بھی دلچسپی تھی، لیکن سب کے سامنے بدن برہنہ کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔ اس لئے نہیں کہ وہ کوئی شرمیلا آدمی تھا، نہیں بلکہ وہ سب کو اپنی ہڈیاں نہیں دکھانا چاہتا تھا جو ایک ایک کرکے آسانی سے شمار کی جا سکتی تھیں۔ اور جن میں سے چٹخنے کی صدا آتی تھی جبھی تو وہ مسجد کے غسل خانہ میں نہا لیا کرتا تھا۔ شادی کے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے اس کے دماغ میں بغاوت کے جراثیم کلبلانے لگتے۔ وہ اپنے ماحول سے سخت نفرت کرنے لگتا تھا۔ جب کوئی اس کے جسم کے متعلق گفتگو کرتا تو اس کے دل میں غم و غصہ کی آگ بھڑک اٹھتی۔ اس کا جسم اگر دبلا پتلا تھا تو اس کا کیا قصور۔

خدا پر اسے اعتقاد تھا، اس لئے کہ اگر اس کی پرورش و پرداخت کی توجہ کی جاتی تو کم از کم اس کی صحت تو خراب نہ ہوتی۔ وہ کسی سے ملنے سے بھی تو گھبراتا تھا کہ کہیں گفتگو کا رخ اس کی ذات کی طرف نہ پھیر دیا جائے۔ اس کی چچی کہتیں "ارے خلیل تو تو بہت دبلا ہے"۔ اس کی بھابی تو اس کے دل میں نفرت کے بیج بو ہی چکی تھیں "منہ شکل تو دیکھو جیسے کھانے کو نہ ملتا ہو"۔ وہ دل میں کہتا "ہاں ہاں سو دفعہ دیکھو شکل۔ جیسے ہیں ویسے ہیں۔ آتی اکڑ فوں کس لئے دکھتی ہے۔ تمہیں خدا نے صحت جیسی بیش بہا نعمت عطا کی ہے اور میں اس سے محروم ہوں"۔ وہ آنسو پی جاتا اور ان کی باتوں کا [illegible] دینے لگتا۔ اس کا منہ فق ہو جاتا۔ اور خودکشی کر لینا چاہتا مگر افسوس کہ جرأت نہ ہوتی تھی۔

اسے اپنی تصویر کھنچوا کر بہت رنج ہوا تھا۔ [illegible] ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بڑا سا پھوڑا ہو گیا ہو۔ (باقی صفحہ [illegible] پر)

اچھی بیوی

اچھی بیوی۔ نیک خاتون، جان نثار ماں وہی ہے جو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کبھی فروگزاشت نہیں کرتی، یوں تو خانہ دار زندگی بسر کرنے کی صلاحیت ہر عورت میں موجود ہوتی ہے۔ اور وہ کسی نہ کسی طرح اپنا گھر بار۔ اور بال بچوں کو سنبھالتی اور ان کو پروان چڑھاتی ہے۔ مگر اچھی بیویاں جن کو اپنے ذاتی مفاد سے بڑھ کر دوسروں کے آرام و آسائش اور ہر اُس کام کو جو خانگی زندگی کے لئے ضروری اور بمنزلہ فرض کے ہوتے ہیں۔ زیادہ انہاک سے انجام دیتی ہے۔

بیوی کا فرض صرف یہ نہیں ہے کہ وہ شوہر اور بچوں کے خورد و نوش اور رہائش کے علاوہ دیگر اعزاء و اقربا۔ ملازمین اور دیگر اُن افراد کا بھی پورا خیال رکھے۔ جو اپنے رشتہ داری یا اور دیگر وجوہ کے باعث ان سے وابستہ ہیں۔ بہو ہزار برس کی نیو اس لئے کہلاتی ہے۔ کہ اس کی فراخ حوصلگی۔ عالی ہمتی اور گہری ہمدردی کی وسعت اور پہنائیوں کی حدود بندی مختصر نہیں ہوتی۔ اس کے دل میں جہاں اپنے میکے والوں کی محبت اور ان کی عظمت کا سکہ بیٹھا ہوتا ہے۔ اور وہ اس سرزمین کے ادنٰی و اعلٰی کے درد کا احساس دل میں رکھتی ہے۔ اسی طرح سسرال میں جاکر ساس، سسر، نند دیور، جیٹھ، جٹھانیوں اور ان کے بال بچوں کا بھی اسی قدر خیال، اسی قدر لحاظ رکھتی ہے۔ میاں بیوی بچے آسودگی سے کھا پی کر آرام سے زندگی بسر کرتے ہوئے اپنی مفروضات سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے جب تک کہ ان کے والدین۔ بھائی بہنیں یا ایسے عزیز بھی جن کا ان کے سوائے اور کوئی پرسان حال نہ ہو۔ آرام سے نہیں۔ یا انہیں کسی بات کی تکلیف ہو رہی ہو۔ ایک بھائی صاحب حیثیت ہے۔ اپنے بچوں کو اعلٰی تعلیم دلاکر عیش سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ مگر اپنے نادار بھائی کے بچوں کی معمولی تعلیم کا بھی ذمہ دار نہیں تو اس نے اپنی فرض شناسی سے گویا منہ موڑ لیا اس امر میں بیویوں کی رشک و حسد اور بے جا رقابت کے احساسات کو بھی دخل رہتا ہے۔ اور اکثر بیویاں اپنے شوہر کو بھی اپنے ساتھ اس گناہ میں شریک کرتی ہیں۔ اگر اس بیچارے نے اپنی بیوہ ماں۔ غریب بہن یا نادار بھائی، بھاوج یا بیوہ بھاوج کی ضروری مدد کی تو بیوی صاحبہ بگڑ بیٹھیں۔ خواہ مخواہ کا جھگڑا فساد مول لیا۔ اور اچھی بیویاں ایسی ہوتی ہیں کہ شوہر کو کان و کان خبر نہیں ہوتی۔ وہ اپنے سسرال والوں کی مدد کرتی ہیں۔ صرف اس خیال سے کہ اس کی کمائی میں ماں بہنوں اور عزیزوں کا بھی حق ہے۔ بیوی اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی کے بعد بھی اگر خدا نے اسے کافی دیا ہے تو اپنے ضرورتمند عزیزوں کی امداد سے کیوں دست کش رہے +

بیگم راشد الخیری آج زندہ نہیں۔ ہاں وہ اسی مادّی دنیا سے کوچ کر گئیں۔ مگر ان کے عزیزوں اور ان غریبوں سے پوچھئے جن کا وقت بے وقت وہ امداد کیا کرتی تھیں۔ اور اس کے عوض نہ صرف اپنے لئے بلکہ پورے خاندان کے لئے دلی دعاؤں کا خزانہ حاصل کرتی تھیں۔

آج کل ہر شخص کے دل میں ذاتی غرض و غایت پنہاں ہوتی ہے۔ خواہ اس سے دوسروں کو کیسا ہی شدید نقصان کیوں نہ پہنچتا ہو مگر وہ اپنی تھوڑی سی بھلائی کے لئے قربان کر دیتی ہے۔ میں ایک خاتون کو جانتی ہوں، انہوں نے اپنی یتیم بھتیجی کی لگی ہوئی نسبت ہزاروں تدبیروں اور ترکیبوں سے اُس لڑکے سے تڑوا دی جس کو ان کے متوفی بھائی نے بی۔ اے اور ایم اے اپنے گھر پر رکھ کر کرایا تھا۔ بھائی کا اچانک انتقال ہوگیا۔ اور وہ لڑکا ابھی ایم اے میں پڑھتا تھا۔ چونکہ خورد و نوش کے تمام اخراجات اس متوفی شخص نے بھتیجی سے بیاہ دینے کی خاطر اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ لہٰذا ان کے مرنے سے آمدنی محدود رہ گئی۔ اس لئے ان بیگم صاحبہ نے پہلے اپنے مرحوم بھائی کی خاطر جتا کر اس لڑکے کو اپنے ہاں کھلانے اور رکھنے کا انتظام کیا۔ اس کے بعد میاں کو کہہ کہہ کر اس لڑکے کی نسبت اپنی بھتیجی سے چھڑانے کی صلاح دلوائی۔ اور شوہر سے یہ کہلوایا کہ میاں ہزار ایم۔ اے پاس کرو بغیر سفارش کے نوکری ملنی ممکن نہیں لیکن ہاں تم اگر اس لڑکی سے نسبت قطع کرکے میری لڑکی کو بیاہ لینے پر آمادہ ہو جاؤ تو میں اپنے افسروں اور دیگر حکام بالادست سے

سفارش کرکے انہیں اچھی ملازمت دلوادیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یتیم بھتیجی کی منگنی ٹوٹ گئی۔ اور ان کی صاحبزادی کے ساتھ بیاہ ہوگیا حالانکہ اس لڑکی کے باپ خود ذی حیثیت تھے۔ اور اس کو ایک سے ایک عمدہ بر مل سکتا تھا۔ مگر اس خیال سے اپنی بھتیجی کی تمام عمر تباہ کرڈالنے میں تامل نہ کیا۔ کہ لڑکا بے ماں باپ کا تھا۔ ان کی لڑکی ہمیشہ ان کے پاس رہتی یا صرف شوہر کے جائے ملازمت پر جاتی۔ ساس نند کا بکھیڑا نہ ہوتا۔ اس ذرا سے فائدے کے لئے پھوپھی کو بھتیجی کی زندگی تباہ کرنے میں دریغ نہ ہوا۔ مگر یتیم کی آہ کبھی خالی نہیں جاتی۔ شادی سے سال بھر بعد ہی داماد کو ایسا سخت حادثہ پیش آیا کہ دونوں ٹانگیں جاتی رہیں۔ تمام عمر کے لئے اپاہج اور ان لوگوں کے لئے وبال جان بن گئے۔ ادھر یتیم بچی کی کس مپرسی اور حق تلفی دیکھ کر ہمسایہ کی ایک امیر معزز خاتون کو ترس آگیا۔ اور اس نے بڑے چاؤ سے اپنے اکلوتے نور نظر سے اس کی شادی کردی۔ اب بتلائیے کہ اچھی بیوی کون تھی؟ •

غور کرنا چاہئے کہ خداوند کریم نے حقوق العباد میں کون کون سی ذمہ داریاں ہم پر عائد کی ہیں۔ صرف اپنے اپنے لئے آرام وچین مخصوص سمجھنا ہرگز انسانیت نہیں۔ دوسروں کو آرام راحت میں شریک کرنا ہی انسان کا کام ہے۔ اور یہ عورت ہی کا کام ہے کہ وہ خود دوسروں کی بھلائی میں کوشاں رہے۔ اور اپنے شوہر، بیٹوں، اور بھائیوں کو اس کا احساس دلائے۔ عورتوں کے ادھر ولواہی پر دنیا میں انقلابات رونما ہوتے آئے اور ہوتے رہیں گے۔ اگر ہر عورت اپنی ہم جنس کی بھلائی کا خیال رکھے تو دوسروں کی بھلائی کے ساتھ اپنی بہبودی کی بھی ذمہ دار ہوگی۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

تجدید حیات

نفس نفس کو کلیم کردو نظر سے جلوے لٹا کے رکھ دو
اٹھو جوانو! ہر ایک ذرے کو طور آسا بنا کے رکھ دو

گلا ہے بے سود اقربا کا فضول غیروں سے ہے شکایت
خلوص خود مسکرا اٹھے گا دوئی کے پردے اٹھا کے رکھ دو

فلک سے سونا برس رہا ہے زمین چاندی اگل رہی ہے
چمن کو دے کر گلوں کے گہنے عروس فطرت بنا کے رکھ دو

سنو ستاروں کی جنبشوں سے نئی کوئی داستان الفت
شراب وشاہد کے تذکروں کو ہماقتوں سے گرا کے رکھ دو

پڑو گے ساقی کے پاؤں کب تک؟ رہیگا کب تک یہ دون ہمتی؟
نیاز مندانہ بیخودی کو خودی کے مرکز پہ لا کے رکھ دو

قدم قدم پر کھلاؤ غنچے روش روش کو بناؤ جنت
جہاں دصحرا کی وسعتوں میں مہکتی دنیا بسا کے رکھ دو

رہے نہ باقی جہاں میں حد نگاہ تک بے کسی کا نوحہ
نفس میں سوز حیات بھر دو نظر کو بجلی بنا کے رکھ دو

وہ جسم مردہ ہے جس میں روح عمل ہے مانوس خواب راحت
سکوں کو بے چینیوں سے بدلو نمود ہستی مٹا کے رکھ دو

طرفہ قریشی بھنڈاروی

سانپوں کی باتیں

(گزشتہ سے پیوستہ)

کبرا۔ دنیا میں جتنی موتیں سانپوں کے کاٹنے سے ہوتی ہیں ان میں سب سے زیادہ اس کے کاٹنے سے ہوتی ہیں۔ یہ ہندوستان کے ہر حصے میں عام طور پر پایا جاتا ہے یہ بہت ہی زہریلا سانپ ہے۔ مداری عموماً اسی کی نمائش کرتے پھرتے ہیں۔ مصنف کتاب ہٰذا کا بیان ہے کہ اس نے اس کی لمبائی چھ فٹ آٹھ انچ تک دیکھی ہے۔ اس نے اس کا زہر نکال کر وزن بھی کیا جو تیس گرین نٹ ہوا جس کا دسواں حصہ انسان کو فنا کر دینے کے لئے کافی ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ مقدار زہر [illegible] میں ترقی کرتا ہے۔ مگر بعض کا کچھ اور خیال ہے۔ مصنف کتاب ہٰذا نے بتایا ہے کہ [illegible] کو کسی خاص سانپ کے مقدار زہر سے کوئی تعلق نہیں۔ کوئی سانپ تو کھو بیٹھتا ہے اور کوئی سانپ [illegible] نا کے پہلی ہی دن میں حاصل کر لیتا ہے۔

ہندو مصنفین میں خصوصاً ماد صب کار کا خیال ہے کہ چاند اور ستارے کے چال پر سانپوں کے زہر مقدار گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ مصنف کتاب ہٰذا کو اس کتاب کے لکھنے تک قریب سات ہزار رپورٹ مصنف کے مشہور و معروف دوا لکسن ([illegible]) سے فائدہ پہنچنے کے متعلق ملی ہے کہ سات ہزار مریضوں میں اڑتالیس کو فائدہ نہیں ہوا۔ اور مر گئے۔ اور ایک ہزار سے زائد کی حالت کچھ خراب ہو گئی جنتری بنگلہ جنتری کے دیکھنے سے پتہ چلا کہ اس طرح کے مریضوں کو سانپوں نے اس تاریخ میں کاٹا تھا جب کہ چاند ([illegible]) اپریٹر میں تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چاند سے زہر میں مدوجزر پیدا ہوتا ہے۔

دلبویا (رسل وی پر) Daboia (Russell Viper)

اگر آپ اس سانپ کو دیکھیں گے تو آپ کو اندازہ مل جائے گا کہ یہ نہایت ہی گرم مزاج سانپ ہے۔ اس کی پھن پھناہٹ کل سانپوں سے زیادہ آواز کن ہے۔ اگر اتفاق سے آپ سے راستہ میں ملاقات ہو جائے تو فوراً حملہ کر دے بجائے اس کے کہ وہ آپ کو دیکھ کر بھاگ جائے۔ یہ زنجیر دار سانپ کہلاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے بدن پر گردن سے لیکر دم تک جسم کے چاروں طرف مختلف قسم کی سیاہی مائل زنجیر کے مانند نشان پڑے رہتے ہیں۔ اس کا چہرا زرد رنگ اور ناک کچھ اٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کی لمبائی عموماً چھ فٹ تک ہوتی ہے۔ یہ سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔

کریت۔ ہندوستان کا کریت زہر میں سب سے اول ہے اس کا زہر کبرا سے پانچ گنا زیادہ ہے۔ یہ خاموش (بہرا) سانپ کہلاتا ہے یہ مثل ایک اچھے لڑکے کے معلوم ہوتا ہے جس سے بڑی زمیت اور سنجیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر آپ اس کو دیکھ لیں تو آپ ہرگز یقین نہ کریں گے کہ یہ زہر ہلاہل رکھنے والے سانپوں میں سے ہے۔ کسی نے درست کہا ہے کہ ظاہری حالت سے باطن کا اندازہ لگانا حماقت ہے۔ یہ عموماً آباد بسے ہوئے گھروں میں پایا جاتا ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں اگر کوئی اسے اپنے بستر پر یا تکیہ کے غلاف میں پالے۔ اس کا جسم Slender کالے رنگ کا ہوتا ہے اور سارے جسم پر گردن سے لے کر دم تک Crossbands رہتا ہے۔ اس کا پیٹ سفید with a single Rakes of scales ہوتا ہے۔ یہ عموماً تین، چار فٹ لانبا ہوتا ہے، جو سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے اس کی بڑی تعداد سنتھال پرگنہ میں دیکھی جاتی ہے۔

بنڈڈ کریت (Banded Krait) کریت کا دوسرا قسم ہے۔ یہ بھی خاموش (بہرا) سانپ ہے۔ یہ پھن پھناتا (Pinn) نہیں ہے اس کا سارا بدن زرد اور جا بجا زرد رنگ کا داغ رہتا ہے۔ یہ تقریباً چھ فٹ لانبا ہوتا ہے، جو بنگال، آسام اور جنوبی ہند میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اہل بنگال اس کو راج سانپ کہتے ہیں کیونکہ اس [illegible] ہوتا ہے۔

کورل سانپ ([illegible]) یہ [illegible] بنگال [illegible] اکثر پایا جاتا ہے۔ اس کا سر چوڑا [illegible] [illegible] شکل کا ہوتا ہے [illegible] چاروں طرف کچھ فاصلے پر [illegible]

میں یہ بہت چھوٹا نگ سا ہوتا ہے۔

گرین وی پر (Green Viper) یہ گھاس کے سانپ کی دوسری قسم ہے اور یہ اس کا چچازاد بھائی کہلاتا ہے۔ اس لئے علیحدہ اس کی حالت لکھنے کی ضرورت نہیں، فرق صرف یہ ہے کہ اس کا رنگ ہرا ہوتا ہے۔ یہ بھی زہریلے سانپوں میں سے ایک ہے۔

اے چیز (Echis) اس کا Scales بہت ہی اکھرا تری کے دانت کے مانند ہوتا ہے۔ جس وقت یہ Scales کو رگڑتا ہے تو اس سے ایک طرح کی آواز نکلتی ہے۔ اس کا رنگ تو خاکی ہے مگر اس کے سر کا رنگ سیاہ مثلث نما ہوتا ہے۔ اس کے سارے جسم پر سیاہ داغ رہتا ہے سمجھ لیجئے کہ یہ مثل بنگال کے بنکوراج سانپ کی طرح ہوتا ہے۔ یہ اپنے بدن کو کبھی سیدھا نہیں کرتا ہے۔ یہ ہندوستان کی ان جگہوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ جہاں کی زمین ریتلی ہے۔ بنگال میں بھی اس کی کمی نہیں ہے جنوبی ہند کے رات نگری ضلع میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ یہ بہت ہی زہریلا ہوتا ہے۔

امریکہ کے زہریلے سانپ۔ تقریباً کل زہریلے سانپ امریکہ کے پٹ وی پر (Pit Viper) خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ سانپوں کی بری ہستی ہے کروٹلس (Crotalus) ہندوستان کے (Trimeresurus) ٹری مے رسیرس سانپ کے مانند ہوتا ہے، اس کا سر مثلث نما، گردن لاغر، دُم چھوٹی، مگر جسم بہت بھاری اور مضبوط ہوتا ہے۔ سر کے دونوں جانب کچھ گہرا پن ہوتا ہے جو ناک اور آنکھ کا درمیانی حصہ کہلاتا ہے۔ یہاں ایک قسم کا اور خوبصورت (لیکن زہریلا) سانپ پایا جاتا ہے۔ جو ایلاپائن (Elapinae) خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا سر سیاہ جسم پر زرد اور سرخ رنگ کا نشان رہتا ہے اور دُم سرخ ہوا کرتی ہے۔ منہ بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ جس سے سوا انگلی کے کسی دوسرے عضو کو کاٹ نہیں سکتا۔ زہریلا (Amein Trodon) سانپ کی اقسام بھی یہاں ملتی ہے اس کے ماسوا دوسرے قسم کے بھی بہت سے زہریلے سانپ امریکہ کے کل حصوں میں دیکھے جاتے ہیں۔ کوپر ہیڈ سانپ (Copperhead) سرخ اور بھورے رنگ کا ٹیکسن کے قریب پہاڑی علاقے میں پایا جاتا ہے چھوٹا ریٹلر (Rattler) نیویارک میں (Timber rattler) ٹیمبر ریٹلرس جنگلوں میں اور (Pigmy Rattler snake)

بچے نوشیرہ سانپ کالی فورنیا میں دیکھے جاتے ہیں۔ بحری سانپ جنوبی کارولینا، جیورجیا، الباما اور فلوریڈا کے خاموش پانی میں پائے جاتے ہیں۔

یورپ کا زہریلا سانپ۔ بغیر زہر والے سانپوں کے ماسوا رینگڈ سانپ (Ringed snake) (green snake) زہریلا ایڈر (Adder) اور سیاہ وی پر تمام یورپ میں عام ہیں۔ یہ ڈنمارک، ہولینڈ، بلجیم اور جنوبی یوروپ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بحری سانپ سمندر کے کنارے اور دریا کے دہانہ پر پایا جاتا ہے۔

افریقہ۔ مامبا (سیاہ اور سبز) پف ایڈر، اور کبرا افریقہ کے مشہور اور معروف سانپوں میں سے ہے۔

سیام۔ یہاں کا سبز کبرا خاص طور پر مشہور ہے۔

آسٹریلیا۔ وائی پرس (Vipers) اور پائی تھن (بغیر زہر کا سانپ) صرف دو ہی مشہور ہیں۔

سانپوں کے صوبائی نام

کوبرا

بنگال۔ خزنش۔ کیوٹے۔ گوکھورا۔ دھمے گوکھرو (دھمے کے مانند نشان) کالو سانپ (سیاہ کبرا)، کھوئے گوکرو۔ ال کیوٹے (سیاہ کبرا۔ یہ بنگال کے دھان کے کھیتوں میں پایا جاتا ہے) گرڈی بھنگا۔ کال سانپ (کال کے معنی سنسکرت میں موت کے ہیں۔ اس کا کالا نہ ہونا ضروری نہیں) گوہو کیوٹے (گندمی رنگ کا کبرا)، جابلے سانپ۔ پادما ناگ (نیلے اور کالے رنگ کا سفید اور سبز کبرا) کولن سانپ (اونچے ذات کا سانپ) بہار اور صوبہ متحدہ۔ گوہمن (گندمی رنگ کا کبرا)، مدراس۔ نالا پامبو میسور۔ ناگارا ہیو۔ ترکا۔ مائے ہوک۔ لنکا۔ ناگایا۔ ضلع مالابار سیرپو، موران کان۔ کارمنڈل کوسٹ۔ ناگو۔

کنگ کبرا

بنگال۔ ناپابنگارس۔ سنکھاچور۔ شمالی نظام اسٹیٹ۔ شیش ناگ مہاناگ۔ یہاں کے گاؤں کے رہنے والے اس کی پرستش کرتے ہیں۔ جب اس سے کسی آدمی کا سامنا ہو جاتا تو وہ ایک پیالہ دودھ کا نذر کر تا پڑا ڈلوپا۔ ہندوستان۔ لنکا اور برما میں سلس دو لا پیکے نام سے مشہور ہے بنگال۔ چندر بورا، چیترا بورا۔ بورا۔ چکرا بورا۔ چے سر نکھار چندا چیلا چندا شیار چندا۔ تپے سور۔ سنکا پانی مے نن۔ تبرا۔ مہوبہ میو دستا کالا گوکھرو منڈلی۔ مالا بار۔ منڈالی۔ لنکا۔ تیک پولنگا۔ پولونگا۔

مدراس ۔ کنارڈی ودی دی ان ممبئی پرسیڈنسی گونس ۔ گجرات چی تار کورمنڈل کوسٹ۔ کھاڑ کھارے کولا پڑوا ۔ سندھ ۔ کورائل ۔ جبنی کھا دچترا ۔ بنگالی ہندوستان ملکس سانپ

کریت

بنگال ۔ کریت ۔ کرتیا ۔ کالاچ ۔ چتی ۔ ڈونا ۔ کاتور ۔ کازل ۔ کانڈ دکوریا ۔ ادکال ناگنی (بالکل سیاہ کریت)

پنجاب ۔ کوریا اور چت کوریا ۔ سندھ پی پی ۔ مدراس ۔ کوڑوی ری ان اور انالی مالا بار ۔ والا پا پیو ۔ میسور ۔ گوڈی نگرا ۔ کورومنڈل ۔ گوڈی پار گوڈو ، مادر پاکٹا پولا لنکا ۔ کار والا ۔

ہی پچس پاٹری میرلیبرس

aachesis ar Zrimeresurus

بنگال گیھو پورا (درخت پر عام طور سے رہتا ہے) بہار ۔ پاتھار ڈسانپ ۔ پانوا ۔ کانڈر سار ۔ ضلع سے ٹبی را ۔ کارٹی وا ۔ ادر کا چھو ۔ لنکا ۔ پالا ۔

اے چس کاری ناٹا

(Echis carinala

بنگال ۔ بنک راج ۔ بیتی پھورسا ۔ اور کو پر ۔ دہلی ۔ افعی ۔ پنجاب فی سی ۔ جنوبی ہند ہورا ۔ پاپام ۔ میسور ۔ کالو ہا یو ۔ مدراس کاٹودی را

ٹفلیں ڈارڈی

Typhlops diardi

یہ سانپ ہندوستان میں گیارہ انچ سے زیادہ کا دیکھا نہیں گیا ہے بنگال سے لنکا تے لی آنٹے لاپا ۔ پوسیا ماور پھوٹیا

وصی الحسن سمتی پور

(باقی آئندہ)

گرما کی دوپہر اور مزدور

جب دوپہر کے وقت ہوا گرم آفتاب   پتھر کو موم کرنے لگا دھوپ کا شباب
جلنے لگی زمین ہوا گرم ہو گئی   دشت و چمن کی رونق پہ شور کھو گئی
چنگاریاں ہیں آگ کی ذرّے بنے ہوئے   دہکے ہوئے ہیں دھوپ کی شدت سے راستے
طائر ہیں آشیاں میں مگر بولتے نہیں   آرام کا ہے وقت زباں کھولتے نہیں
سائے میں جانور ہیں کھڑے ہانپتے ہوئے   اشجار لُو کے زیر اثر کانپتے ہوئے
اس وقت سب امیر ہیں کمروں میں محوِ خواب   گرما کی دوپہر کا نہیں ان پہ کچھ عتاب
ہیں خس کی ٹٹیوں سے دریچے ڈھکے ہوئے   جھونکا ہوا کا آتا ہے خوشبو لئے ہوئے

بجلی کی رَو سے تیز ہیں پنکھے کی گردشیں
سینے میں نغمہ ریز ہیں جینے کی خواہشیں

مزدور کا عجیب مگر حال زار ہے   اس جانگسل تپش میں بھی مصروف کار ہے
آنکھوں میں تیرتی ہوئی دل کی اداسیاں   سینے میں ہے چھپائے ہوئے دردِ جاں ستاں
چہرے کا رنگ صاف نہیں گردِ راہ سے   آئینہ ہیں بجھے ہوئے تیورِ نگاہ سے
مزدور کھیت کا کبھی دہقاں کے روپ میں   رکشا چلا رہا ہے کبھی سخت دھوپ میں
ڈوبا ہوا پسینے میں ہونٹوں پہ پپڑیاں   ہر جنبشِ نگاہ میں غربت کی داستاں
ہر جبیں میں مرقعِ عبرت ہے اس کا حال   محروم لطف کیوں ہے یہ اے ربِّ ذوالجلال
کب تک رہے گا طبقۂ مزدور بے قرار   کب تک سُنی نہ جائے گی مزدور کی پکار

اعجاز رحمتوں کا دکھانا ہی چاہیئے
بندوں میں امتیاز مٹانا ہی چاہیئے

خلیق برہان پوری

مامتا

ایک ماں نے دعا مانگی ۔ "مجھے بچہ دے" دولت آگے بڑھی "میں تیرے قدم چوموں؟" محبت نے حسین اشارے سے کہا "اجازت ہو تو بلائیں لوں؟" عزت نے مغرور انداز سے سر ہلایا "اگر چاہو تو ساری دنیا سرنگوں کر دوں؟" صحت نے ناز دارانہ طریقے سے کہا۔ "مرضی ہو تو قابلِ رشکِ حور بنا دوں؟" عورت بیزار ہو کر چیخی "نہیں نہیں مجھے کچھ نہیں چاہئے ۔ صرف ایک مسکراتا ہوا حسین بچہ! جس پر مامتا قربان کر دوں ۔

شفیق بانو

گھر اور باہمی اتفاق

گھر جگہ ہے آرام و سکون اور پیار و محبت کی مگر بعض اوقات گھر کے افراد کی غلطیوں کی وجہ سے تکلیف کی وجہ بن جاتی ہے۔ اگر ایک شخص غصہ میں بولتا اور چیختا چلاتا ہے تو قدرتاً اس کا ایسا ہی اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ بعض لوگوں کو میں نے فخریہ کہتے سنا ہے کہ "مجھے غصہ بہت جلد آتا ہے۔ کیونکہ یہ میری موروثی عادت ہے" مگر غصہ بالعموم دوسروں کو غصہ میں دیکھنے سے آتا ہے۔ یا بزدلی کی وجہ سے۔ بات بات پر غصہ میں آنے والا انسان اگر ذرا بھی غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایسی بری عادت ہے۔ جس میں سخت پشیمانی اور شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ غصہ انسان کی کمزوری اور بزدلی ظاہر کرتا ہے۔ غصہ میں آنے کی بیشتر وجہ یہ ہے کہ انسان ایک کام کرنا یا کروانا چاہتا ہے۔ اگر وہ نہ ہوا تو مایوسی ہو گئی۔ گھر کے جو افراد اپنا کام آپ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے امید رکھتے ہیں۔ کہ وہ ان کے کام انجام دے دیں ان کے ہی گھر میں غصہ اور جھگڑا عام طور پر دکھائی دے گا۔ لیکن اگر ان کی طبیعت میں مذاق ہے۔ درگذر سے کام لیتے ہیں۔ اور چھوٹی موٹی غلطیوں کو ہنس کر ٹال دیتے ہیں۔ تو غصہ اور جھگڑے کی نوبت نہیں آتی۔

گھر میں باہمی اتفاق و محبت کے لئے زندہ دلی اور خوش مذاقی بہت ضروری ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ گھر میں جھگڑے کا باعث کوئی مہمان ہے۔ جس کو میزبان میاں یا میزبان بیوی پسند نہیں کرتے۔ اور میاں بیوی کی طبیعتوں میں سخت اختلاف ہے۔ اگر خاوند یا بیوی میں سے کوئی غصیلا یا غم زدہ ہے تو اس کا اثر دوسرے بچوں پر بھی پڑتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ غصہ یا جھگڑے کی عادت بچپن ہی میں پڑ گئی ہو۔ ممکن ہے کہ ماں متلون المزاج ہو اور اس لئے گھر میں بے چینی سے بزدلی، اور عیب جوئی کا ماحول پیدا ہو گیا ہوا۔ گھر میں بچوں کی لڑائی کی بڑی وجہ والدین کی آپس کی لڑائی اور جھگڑا ہے بچے اس اضطراب کو جسے وہ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ برداشت نہیں کر سکتے اور کسی نہ کسی طرح اسے ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ کئی [illegible] سے کرتے ہیں۔ [illegible]

سے بچے بعض بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ حرارت کا معمول سے کم یا زیادہ رہنا۔ تتلا کر بولنا۔ رات کو بستر گیلا کر دینا۔ پڑھائی میں پیچھے رہنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب والدین بچوں میں ایسی حالتیں دیکھتے ہیں تو وہ انہیں پچکارنا۔ اور بہت پیار ظاہر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر ان کو اس کی نہیں، ہمدردانہ اتفاق و ملاپ کی ضرورت ہے۔ بے جا پچکار اور لاڈ پیار بچوں کو بگاڑنے کا بڑا سبب ہے۔ وہ غلط توقعات قائم کرنے لگتے ہیں۔ اور وہ دنیا سے سب کچھ چاہتے ہیں۔ مگر دنیا کا بھی ان کے ذمہ کوئی فرض ہے۔ اسے نہیں سمجھتے اور یہی سب سے بڑی غلطی ہے۔ جس کی وجہ سے زندگی انسان کو دوبھر ہو جاتی ہے۔ ایسے بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو خود نمائی کی قبیح عادت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ یا دوسروں کا سہارا چاہتے ہیں۔ بعض والدین جو بچوں کی نفسیات سے قطعی ناواقف ہیں۔ ان کے ساتھ سخت سلوک شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے بچوں کی خودداری کو دھچکا پہنچتا ہے ایسا سلوک یا تو بچوں کو بزدل بنا دیتا ہے۔ یا وہ سوسائٹی سے باغی ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے ناگوار اور افسوسناک نتائج آئے دن ظہور میں آتے رہتے ہیں۔

بعض والدین کو اپنی عادات و اطوار پر اس قدر کم بھروسہ ہوتا ہے کہ یا تو بچوں کو بے جا طور سے پچکار دیتے ہیں۔ یا پھر معمولی سی غلطی پر نہایت سختی سے پیش آتے ہیں۔ بچوں کے ساتھ سلوک کے یہ غلط اطوار نہ صرف والدین کی جہالت ظاہر کرتے ہیں، بلکہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان کو خود بھی اپنے جذبات پر قابو نہیں ہے۔ بچوں کی تربیت و پرورش میں والدین کا جذبات کی رو میں بہنا اور سمجھ سے کام لینا نہ صرف وقتی ہے بلکہ ان کا ایک اہم فرض ہے جس کی خوش اسلوبی کے ساتھ ادائیگی نہ صرف ان کی راحت و مسرت کا باعث ہو گی بلکہ آنے والی نسل کی بہتری اور بہبودی کا بھی اسی پر دار و مدار ہے۔ اپنے گھر میں اگر سکون و اطمینان کی فضا چاہتے ہو تو جذبات پر قابو رکھو۔ برداشت سے کام لو خوش مذاقی اور شگفتگی کا ثبوت دیتے رہو اور بچوں کے سامنے ایسی حرکات

عقیدت کے پھول

بجناب بنات ختم المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سب بناتِ مصطفےٰ پر بھیجو بہنو سلام
دخترانِ طاہرہ پر بھیجو بہنو سلام
مظہرِ وحدت نما پر بھیجو بہنو سلام
بے عدد بی فاطمہؓ پر بھیجو بہنو سلام

حضرت زینبؓ ہیں پہلی بنتِ ختم المرسلین
بعد ان کے حضرت کلثومؓ بی پیدا ہوئیں
پھر ہوئیں بی بی رقیہ دخترِ سلطانِ دیں
سب میں چھوٹی سیدہ پر بھیجو بہنو سلام

مرحبا کیا زہد و تقویٰ کیا عبادت آپ کی
کیا سخاوت، کیا قناعت کیا ریاضت آپ کی
علم کے تاج ہیں یہ بیٹیاں سب باپ کی
معدنِ صدق و صفا پر بھیجو بہنو سلام

شاہزادی بی فاطمہؓ کے مصطفےٰ نے یوں کہا
"تم رہو گی خلد میں سردارِ نسواں سیدہؓ"
"جس طرح ہیں بی بی مریم۔ بی خدیجہ آسیہ"
اس نویدِ جاں فزا پر بھیجو بہنو سلام

تھیں مفسّر یہ کلام اللہ کی اور واعظہ
درس اور تدریس کا جاری کیا تھا سلسلہ
خلق کی خدمت کا تھا مرغوب از حد مشغلہ
معبدِ نورِ خدا پر بھیجو بہنو سلام

رنگ جو حق میں رنگ گئیں توحید کی متوالیاں
کتنی صابر تھیں مصیبت میں پیمبر زادیاں
بعد رحلت بھی رہیں محفوظ یہ دو داریاں
آپ کے شرم و حیا پر بھیجو بہنو سلام

باغ سے خیرالوریٰ کے لائی ہے دل چن کر یہ پھول
اے جنابِ کبریا! عظمت کا تحفہ ہو قبول

عظمتِ ناچیز کرو دعا کہ قرب ہو نصیب
اہلِ بیت مصطفےٰ پر بھیجو بہنو سلام

سردار محمدی بیگم عظمت

طائرِ بے پر و بال

کٹ گئی عمر اسیری میں جو اس کی ساری
مشقِ پرواز تلک بھول گئی بے چاری
بے پر و بال کے اس وجہ ہوئی لاچاری
ہو کے آزاد پھرے گی کہیں ماری ماری

قید سے گو اُسے کرنا ہی تجھے ہے آزاد
پھیر دے اس کے گلے پر چھری اے صیاد
اُڑ کے جائے بھی آخر تو وہ اب جائے کہاں
آشیانے کا چمن میں نہیں باقی ہے نشاں
ہم صفیرانِ چمن کون تھے، رہتے ہیں کہاں؟
ایسی آزادی سے تو قید ہی اچھی ناداں!

پر پرواز نہیں خواہشِ پرواز نہیں
اب یہ وہ بلبلِ خوش لحن و خوش آواز نہیں

ہائے دنیا میں نہیں غم سے کوئی بھی آزاد
دام سے اس کے بچا صید نہ کوئی صیاد
گھر بنا لیتا ہے جب دل میں یہ خانہ برباد
کس کی طاقت ہے مٹا ڈالے جو اُس کی بنیاد
مثلِ پروانہ دلِ انساں کا جلا دیتا ہے
جسم کو شمع کے مانند گھلا دیتا ہے

ایک پُر درد ہے قصہ یہ کہانی میری
کاش سنتا جو لیے کوئی زبانی میری
کیا کہوں کیسے کٹی عمرِ جوانی میری
ایک تقدیر نے تدبیر نہ مانی میری

غمِ دنیا نے سکھایا جو سبق خوب ہے یاد
میں ہوں شاگرد کنور اس کی یہ ہیں استاد

ہم کو [illegible] سخن پہ [illegible]
دل [illegible] خوف خدا کا [illegible]
داستاں کسی بے بس کو [illegible] کہلاؤ
مرد جو [illegible] مردانہ [illegible] دکھلاؤ

"ہمدردی [illegible] جذبہ [illegible] نہیں"
جب انسان کے قالب میں [illegible]

کنور کول کنور کشمیری

آنکھ

آنکھ انسانی چہرہ پر خوبصورت اور خوش نما ہونے کے علاوہ لطف اندوزی بصارت رکھتی ہے جس کی بدولت ہم دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو دیکھ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر بینائی نہ ہو تو زندگی بے مزہ اور اندھیری ہے۔ آنکھ جسمِ انسانی میں ایک انمول رتن ہے اس بیش بہا عضوِ جسم کی حفاظت کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھئے۔

(۱) چمکتی چیزوں کو جا کر دیر تک دیکھنا آنکھ کی خرابی کا موجب ہے۔

(۲) باریک کام کرنا یا باریک تحریر کو دیر تک پڑھنا آنکھ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

(۳) کھانا کھاتے ہی سو جانا آنکھ پر برا اثر ڈالتا ہے۔

(۴) قبض رہنا [illegible] آنکھ کو [illegible] بناتا ہے۔

(۵) بار بار آنکھوں کا [illegible] آنکھ کو خراب کر دیتا ہے۔

(۶) دھوئیں [illegible] آنکھ کو ضرر پہنچاتا ہے۔

رشیدہ بیگم۔ خانزادی [illegible]

رگھو کی منت

رگھو بھی اپنے ہزاروں پانچ سالہ لڑکوں میں سے ایک تھا۔ اس پر جب وہ اپنی ماں کی سلی ہوئی کالی دھاری دار اونی کوٹ اور چکن کام والی ٹوپی پہن لیتا۔ تو [illegible] "راجا بیٹا" ہو جاتا۔ آج وہ صبح ہی سے دھوپ کے انتظار میں بے قرار تھا کیونکہ اسے اپنے سفید کرتے کے بٹنوں پالش کرنا تھی۔ [illegible] اس نے ایک دن پہلے خرید لیا تھا۔ دھوتی اس کی دودھ کی طرح سپید تھی۔ بس اب کسر تھی تو صرف آنکھوں میں کاجل کی لیکن اسے کاجل سے [illegible] کیونکہ اب وہ آٹھ دس برس کا ہو گیا تھا۔ اور قد میں چارپائی [illegible] ہونے کے بعد اپنے باپو جی سے بھی بڑھ جاتا تھا۔ پھر محلے کے لڑکے اسے کاجل لگانے پر اکثر چڑھایا کرتے تھے۔ آخر ماں نے سمجھایا "بیٹا سیدھا سیدھا تو کاجل لگوا لے سو ہاں ہزاروں آدمیوں کی اچھی بری نگاہیں پڑیں گی کہیں نظر نہ لگ جائے۔" رگھو نے ماں کی اس دلیل کو سمجھا تو نہیں لیکن [illegible] دیکھنے کے شوق میں آنکھوں کے علاوہ ماتھے پر بھی ایک کالا ٹیکا لگوا لیا۔

اس سج دھج کے ساتھ جب وہ باہر نکلا تو سب سے پہلے وہ سیٹھیا صاحب کے ملازموں کی توجہ کا مرکز تھا۔ کوئی اس سے ٹوپی مانگنے لگا۔ کوئی کوٹ لیکن وہ ان سب سے بچ کر سیدھا برگد کے پیڑ کے نیچے پہنچا جہاں اس کی بہل تیار ہو رہی تھی سو ہیں رگھو کے دوست نثار علی اور جے رام ملے جنہیں رگھو اپنا نفیس کوٹ اور شاندار ٹوپی دکھانے کی غرض سے وہاں باہر نکلا تھا۔ دونوں نے بجائے تعریف کرنے کے الٹے ایک جھگڑا شروع کر دی۔ کسان کے پاس اب کیوں چمکدار کپڑے نہیں ہیں۔ نثار بولا "ابا کہتے تھے رنگین کپڑے لڑکیوں کے پہننے کی چیز ہے۔" جے رام بولا "میرے پاس بھی ایسی ہی ٹوپی تھی مجھ [illegible] لیکن میں نے اپنے چھوٹے بھائی کو دے دی۔ وہ ناتا کے یہاں جانے لگا۔ تو دے دیا تھا۔" [illegible] نثار نے کہا۔ ابا کہتے ہیں ہم سب شام کو چلیں گے اس [illegible] جائیں گے پیار کرنے۔" جے رام نے کہا۔ میرے [illegible] تیار [illegible]

کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ رگھو اور اس کی ماں گاڑی سے اتر کر مندر کے پھاٹک پر پہنچے۔ پھاٹک کے پجاری نے ہاتھ اٹھا کر آشیرباد دیا۔ "جیتے رہو ماں، اٹل رہے تیرا سہاگ" رگھو نے بابا کے قدموں میں سر جھکایا۔ اس کا گھٹا ہوا سر، پھٹے پھٹے کان، ان میں لکڑی کی بالیاں، رودراکش کی مالا دیکھ کر رگھو سہم گیا۔ دھیرے سے بولا "ماں! یہ کون ہے؟" ماں نے مسکرا کر جواب دیا "یہ دیوی کے سیوک مندر کے مہنت ہیں" مندر کے گھنٹوں کی ٹن ٹن۔ دھوپ دیپ اگر کی خوشبو، پھولوں کی مہک۔ جے درگے، جے درگے کی آوازیں یہ تمام باتیں رگھو کے لئے نئی تھیں۔ وہ کچھ ڈر سا گیا۔ آخر جب وہ اس پھاٹک پر پہنچا۔ جہاں دو تین آدمی ایک بکرے کو نہلا دھلا کے ٹیکا لگا کے پجاری جلاد کا انتظار کر رہے تھے۔ تو رگھو نے کہا "ماں اس بکرے کو یہ لوگ کیوں پکڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ کیوں چلا رہا ہے؟" "ارے پگلے بیٹا! یہ منوتی کا بکرا ہے۔ اسے درگا جی کو چڑھائیں گے۔" اس سے پہلے کہ رگھو کچھ اور پوچھے۔ پجاری نے اپنی تلوار تولی۔ بکرے کے ساتھ ہی رگھو بھی گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ ماں اسے گود میں لے کر دوسری طرف چلی گئی۔ رگھو کو جب ہوش آیا۔ تو اس نے بکرے کے بارے میں بیسیوں سوال کئے۔ آخر جب اسے اطمینان ہو گیا کہ بکرے کی زندگی سوارتھ تھی۔ اسے کسی اور کی زندگی بچانے کے لئے اپنی زندگی قربان کر دینے میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی تو وہ خاموش ہو گیا۔

مندر سے واپس آنے پر رگھو کی ماں بیمار پڑ گئی۔ سیٹھیا صاحب نے بڑی دوڑ دھوپ کی۔ لیکن اس کی حالت بگڑتی گئی۔ آخر جب بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے رگھو کو بلا کر سینے سے لگا کر پیار کیا۔ رگھو نے کہا "ماں تم درگا جی کو کیوں نہیں مان دیتیں" ماں نے پیار کر کے کہا "ہاں بیٹا! تو ٹھیک کہتا ہے۔ اگر تو مجھ بالک سے تیری بات درگا جی ضرور مان لیں گی۔ تو ہی مان دے" رگھو نے درگا جی کو چڑھاوا مانا اور ماں اچھی ہونے لگی۔ ایشور کو فضل کرتے دیکھیے کہ ہفتہ عشرہ میں وہ بالکل اچھی ہو گئی۔ رگھو مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا۔ ایک دن اس نے اپنی ماں کی گود میں بیٹھ کر کہا:-

دیوی کے مندر میں نہیں چلو گی؟"
... نے کہا "چلیں گے بیٹا، ذرا طبیعت اور سنبھل جائے۔ تو اب کی سفید بکرا چڑھائیں گے۔"

رگھو بولا "نہیں ماں بکرے سے تو کام نہیں چلے گا۔ پہلے میں نے بکرا ہی مانا تھا لیکن جب تمہاری طبیعت اچھی نہ ہوئی تو میں نے اپنے کو مان دیا۔"

ماں نے یہ سنا تو اس کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ فوراً بھتیا صاحب کو خبر کی گئی، مندر کے پنڈت بلائے گئے۔ آخر بابا جی کی کانفرنس نے یہی طے کیا کہ ناسمجھ بالک نے اگر غلطی سے چڑھاوا مان دیا تو کوئی بات نہیں دیوی صرف ایک سفید بکرے سے راضی ہو جائیں گی۔"

چنانچہ دوسرے دن ایک سفید موٹا بکرا حلال کر دیا گیا۔ مگر یہ وعدہ خلافی دیوی کو بری لگی۔ اور اسی شام کو رگھو بیمار پڑ گیا۔ ایک ہی ہفتہ کے اندر اس کی حالت قابل رحم ہو گئی بخار کی شدت نے سرسامی کیفیت پیدا کر دی۔ اور بے ہوشی کے عالم میں وہ جانے کیا کیا بکنے لگا۔ آخر بڑے درد و کرب کی حالت میں اس نے ماں سے کہا۔

"ماں مجھے بڑی تکلیف ہے مجھ کو دیوی کے مندر میں لے چلو۔"

رگھو کسی طرح پالکی میں ڈال کر مندر کے پھاٹک تک پہنچایا گیا۔ اور وہاں پہونچتے ہی وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

تارا شنکر ناشاد

کنٹھ مالا

کنٹھ مالا جس کو انگریزی میں "سکروفلوسس" کہتے ہیں۔ انتہائی مہلک مرض ہے جب یہ شروع ہوتا ہے تو بہت کم توجہ کی جاتی ہے اور شروع میں بظاہر یہ مرض زیادہ خطرناک بھی معلوم نہیں ہوتا۔ ابتدا میں کان کے قریب یا گلے اور بازو دل تک چھوٹی چھوٹی گلٹیاں نظر آتی ہیں ان میں سختی ہوتی ہے۔ ان گلٹیوں میں زہریلے جراثیم اپنے کام میں منہمک ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ تپ دق کا مریض موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ عموماً بچوں کو یہ مرض بہت جلد لگ جاتا ہے اور اس کے متعلق لوگوں کو زیادہ واقفیت بھی نہیں اس لئے ہزارہا مریض ہر سال اس موذی مرض کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ اکثر یہ گلٹیاں بغلوں میں بھی نکل آتی ہیں۔ اگر شروع میں اس کی دیکھ بھال نہ کی گئی تو یہ بڑھ کر پک جاتی ہیں۔ اور پیپ وغیرہ خارج ہونے لگتی ہے۔ جب یہ مرض جڑ پکڑ لیتا ہے تو علاج دشوار ہو جاتا ہے اور شاذ ہی مریض اچھے ہوتے ہیں۔

کنٹھ مالا موروثی بھی ہو سکتا ہے۔ خصوصیت سے اگر ماں کو خدانخواستہ یہ مرض ہو تو ہرگز بچہ کو دودھ نہ پلائے۔ گلٹیوں کے علاوہ اور بھی علامتیں ہیں۔ مثلاً شب کو سوتے میں زیادہ پسینہ آنا۔ دانتوں میں کیڑے لگنا۔ دل کی کمزوری، اختلاج۔ دائمی قبض۔ کھانسی اور دمہ کی شکایت۔ خواب میں ڈر کر چیخنا وغیرہ۔ مندرجہ بالا علامتیں زیر غور رکھنی چاہئیں کیونکہ مرض کی ابتدا میں کوئی خاص شناخت جلد نہیں ہونے پاتی اور بچے کھیل کود میں ٹلتے رہتے ہیں۔ اندر ہی اندر جسم کے گھلنے پر بھی وہ بشاش نظر آتے ہیں گا۔ نیند بھی عام بچوں کی طرح ہوگی۔ اس لئے ذرا بھی شبہ ہونے پر فوراً ڈاکٹر سے معائنہ کرا دینا چاہئے۔

مریض بچے کو روزانہ علی الصباح کھلے میدانوں میں تفریح کے لئے بھیج دیا جائے اور سیر کرتے وقت ہدایت کر دی جائے کہ (۱) خوب گہری سانس لے تاکہ پھیپھڑے مضبوط رہیں اور صاف ہوا اندر داخل ہو۔ (۲) کھیلنے کودنے کی بالکل آزادی ہونی چاہئے کسی قسم کی کوفت یا تکلیف نہ ہونے پائے۔ دماغی کاموں سے بچانا چاہئے۔ (۳) بچے کو ہوادار کمرے میں سلانا چاہئے۔ خیال رہے کہ چادر سے منہ نہ ڈھانکے۔ (۴) غذا کا خیال اشد ضروری ہے۔ چونکہ اس مرض کا جگر پر بہت اثر ہو جاتا ہے لہٰذا غذا کم اور زود ہضم دینی چاہئے۔ زیادہ مٹھائیوں سے پرہیز ہو۔ دودھ گھی مکھن بھی مرض کی ابتدا میں کم یا بند کر دیئے جائیں۔ پرانے چاول یا بغیر چھنا ہوا آٹا جس کی باریک اور نرم چپاتیاں پکائی جائیں، سبزی کے ساتھ کھلانا چاہئے۔ سبزی کا استعمال جہاں تک زیادہ ہو سکے بہتر ہے۔ پھلوں میں سیب، سنگترہ۔ اور آم مفید بتائے جاتے ہیں مگر چونکہ کیلا ثقیل ہوتا ہے اس لئے اس سے پرہیز لازمی ہے۔ اس امر کا خیال رہے کہ مریض قبض میں مبتلا نہ ہو کیونکہ اس سے تمام مرض پیدا ہو سکتے ہیں۔ مکان میں صحن اور خوشبودار پھول لگانے چاہئیں۔ مریض کے کپڑے الگ دھلنے کے لئے بھیجے جائیں اور گھر کی صفائی کا بہت لحاظ رکھا جائے۔ بچے کو الگ سلانا چاہئے ... مقوی ... جائیں ... اس میں ڈاکٹر کا مشورہ ... مناسب ہے۔

اصغری خاتون بنت ... احمد

خانہ داری

(جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے)

پاؤں کی نرمی

چال میں لچک اور رقص کی سی کیفیت پیدا کرنے کے لئے پاؤں کے تلوے مضبوط بنائے جائیں۔ اس کی ترکیب آسان ہے۔ روزانہ دس منٹ تک کمرہ میں ننگے پاؤں پھرا کریں۔ کمزور اور ٹوٹے پھوٹے تلوے یعنی جن کی محرابیت گول اور صاف نہ ہو چال کو بدنما کر دیتے ہیں اور کچھ دیر چلنے کے بعد ٹخنے پھوڑے پھوڑے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ جن کو رقص کا شوق ہو پاؤں کی محرابیں درست نہیں تو یہی کیفیت ان کی ہوتی ہے۔ ناچتے ہوئے اور بعد میں ٹخنے پھوڑے پھوڑے نظر آنے لگتے ہیں۔

اگر آپ کے پٹھوں میں ضروری سختی نہ ہو تو اس کے لئے برف کی مالش سے بہتر کوئی علاج نہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک منٹ تک پاؤں خاصے گرم پانی میں ڈبوئے رکھیں پھر پانی کو شیر گرم کر کے اس میں ایک منٹ اور پاؤں کو ڈوبا رہنے دیں۔ اس کے بعد ایک منٹ تک ٹھنڈے پانی میں ڈبوئیں پھر برف کے ٹکڑے سے تین منٹ تک پاؤں تلے ملیں۔ اچھے موٹے تولیہ سے پاؤں خشک کر لیں۔ اگر یہ طریقہ کہیں جانے یا ناچنے سے پہلے استعمال کر لیا جائے تو پاؤں کو جو آرام محسوس ہوگا حیرت خیز ہوگا اور پاؤں زیادہ ملائم اور دلکش ہوگا جس کے ٹخنے بھدے ہوں جس سے چال میں فرق معلوم ہوتا ہو، مالش سے بڑی امداد ملے گی۔ گرم پانی اور سرکہ مساوی مقدار میں ملا کے سپنج کے ذریعہ لگائیں۔ اس کے بعد ایک چھوٹی ہندی ربڑ کی گیند میں اور اس محلول کی دھار اس پر خوب ڈالیں۔ اور اس سے ٹخنے اور ٹھیک کی حرکت سے مالش کریں۔ حرکت مسلسل اور اوپر کی طرف رکھیں۔ نیچے کی طرف حرکت ہلکی رکھی جائے۔ گیند اتنی نرم اور چھوٹی ہو کہ آپ اچھی طرح آپ کے آرام سے کام کر سکے۔ روزانہ پانچ منٹ تک مالش کریں۔

ہلکے پاؤں سے چلنا پھرنا یا ناچنا ضروریات میں سے ہے لیکن جب تک پاؤں کی کھال مضبوط ہوتے ہوئے کھنچ [illegible] دیکھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ تم میں لچک نہیں ہے۔ اس نقص کو دور کرنے کے لئے بہترین تدبیر یہ ہے کہ شیر گرم پانی میں پھٹکری کا [illegible] گھولیں [illegible] پھٹکری اور [illegible] نمک مساوی مقدار میں پانی میں [illegible] ایک [illegible] پاؤں کو دھونے [illegible] ہوتا ہے۔ پاؤں خوب خشک ہونے کے بعد

اسفنج کو تھوڑی کولون سے گیلا کر کے ان پر ملیں۔

پاؤں کے ناخن سخت اور کھردرے ہوں ان سے بھی رفتار یا رقص میں نقص واقع ہو جاتا ہے، اس کا تجربہ آپ کو نہیں ہوتا۔ دیکھنے والے کو اس کا احساس ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ہفتہ میں ایک مرتبہ ان پہلوؤں میں۔ جس جگہ کھال سخت ہو کے بے حس ہو گئی ہو۔ [illegible] ارنڈی کے تیل میں ڈبو کے رگڑیں۔ بعد میں ہلکے ہلکے پوڈر لگائیں۔ اس کے بعد کتنی ہی دور چلنا ہو یا رقص کیسا ہی مشکل ہو، پاؤں ٹھنڈے اور تازہ رہتے ہیں۔ جب زیادہ چلنے یا ناچنے کے بعد پاؤں میں درد کی سی کیفیت معلوم ہو تو ایڑی کو جس قدر دور تک پھیلایا جائے اور اس کے ساتھ ہی انگلیاں جتنی دور تک پھیلائی جائیں پھیلائیں اور بڑھائیں، فوری آرام محسوس ہوگا۔

بدن کی دلکشی

چہرہ، ہاتھوں اور پاؤں پر ہمارا دھیان خوب رہتا ہے لیکن بدن کے دیگر حصوں پر ہم ذرا توجہ نہیں کرتے۔ شاید اس وجہ سے کہ وہ حصے ڈھکے رہتے ہیں لیکن حسن و سنگھار کے جسم کے ہر حصہ کو دلکش بنائے رکھنا خود جسم کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ دو مختلف سمتوں میں بڑے آئینے لگا کر اپنے جسم کو دیکھیں۔ کمر کی جلد پر نظر ڈالیں۔ کیا جلد صاف شفاف سفید اور مخملی ہے یا زرد، ناہموار یا دھندلی نظر آتی ہے۔ اور کہیں کہیں ناخوشگوار دھبے بھی نمودار ہیں کمر پر وہی مرکبات لگا کر دیکھیں جو چہرہ پر لگایا کرتی ہیں مثلاً جلد صاف کرنے کا لوشن، سفیدی پیدا کرنے کے لیپ یا ملائمت پیدا کرنے والی کریم۔ آپ دیکھیں گی کہ ان کا اثر کمر پر کس قدر جلد ہوتا ہے۔

کمر کو گول اور ساٹن جیسا بنانے کا ایک بہترین طریقہ علاوہ غسل کے وقت رگڑ اور رگڑے کوئی بڑا آنا یا لمبے دستے کا برش روزانہ کمر پر نہاتے وقت ملا کریں خاص کا ئیڈین سوپ بھی اچھا ثابت ہوا ہے کیونکہ کمر کے دھبوں یا چھیلن پر اس کا حقیقت میں جادو کا سا اثر دیکھا گیا ہے۔ تالابی کی گدی کا رگڑنے کا برش یا سخت تولیہ رگڑنے سے فضول چربی بلند یا اکٹھی نہ ہونے پائیگی۔ پٹھے بھی مضبوط رہیں گے اور جسم کی سطح ہموار رہے گی اور جلد لٹکنے نہ پائیگی۔ [illegible] جلد میں وہ جھریاں نہ پڑنے پائیں گی۔ [illegible]

ٹانگوں کے پیچھے پڑ کر بدنمائی پیدا کر دیا کرتی ہیں۔ اگر یہ جھریاں زیادہ نمایاں ہو گئی ہوں تو محض صابن کام نہ دے گا۔ ایسی حالت میں ایک خاص قسم کی لیپ کا استعمال ضروری ہے۔ جھانواں پتھر کا سفوف، کیسٹائیل سوپ کا سفوف اور اورس روٹ orris root powder ساوی مقدار میں ملا کے مطلوبہ مقامات پر ملیں۔ ایڑیوں کے باہر جلد سخت ہو گئی اور گانٹھیں سی معلوم ہوں پاؤں گرم پانی میں بھگوئیں اور یہی سفوف ملیں۔

اگر جسم کی جلد ناملائم اور خشک ہو باقاعدہ تیل کی مالش بہترین
ناملائم جلد تدبیر ہے۔ خالص روغن بادام استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مونگ پھلی کا روغن ground nut oil اس مقصد کے لئے بہترین چیز ہے۔ غسل خانہ میں جانے سے پہلے ہتھیلی میں ذرا سا تیل لیں اور مضبوط گول حرکت سے اسے سارے جسم پر ملیں۔ تین منٹ میں مؤثر طریقہ سے سارے جسم پر مالش کی جا سکتی ہے۔ یہ تیل آسانی سے جذب ہو جاتا ہے کہ تین منٹ کے عرصہ میں جلد پر اس کا زائد نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ جن کی جلد بہت زیادہ خشک ہو غسل کے بعد یہ تیل بدن میں ملیں اور جلد تیل سے جتنی دیر تک ملی ہو تر رہنے دیں۔ اگر برعکس ازیں جلد قدرتی طور سے چکنی ہے اور مسام کے بھرے ہوتے رہنے کا امکان زیادہ رہتا ہے اور کیلیں بھی نمودار ہوتی رہتی ہیں تو جئی کے آٹے oatmeal کی تھیلیاں غسل کے وقت استعمال کریں۔ باریک چکنی ململ کی بارہ تھیلیاں بنائیں جو آٹھ انچ مربع ہوں جئی کے آٹے کی دو پیالیاں لیں اور گندھک کے سفوف کی ایک چمچہ بالکل اوپر سے اتاری ہوئی دہی یا کیسٹائیل سوپ کے باریک چھیلے ہوئے چھلکوں کی آدھی پیالی باہم خوب ملائیں اور اس کے دو دو چمچے ہر تھیلیہ میں بھر دیں اور ہر ایک فیتے سے ڈھیلی ڈھیلی باندھ دیں۔ اسے پانی میں ڈال دیں اور صابن کی بجائے تھیلیہ سے جسم خوب مل دل کے نہائیں۔

کہنیاں گھٹنے کھردری ناملائم سرخ یا سیاہ کہنیاں اور گھٹنے ویسے ہر طرح خوبصورت جسم کو اکثر بدنما کر دیتے ہیں لیکن کثرت سے مالش اور مندرجہ ذیل تدبیر انہیں جلد ناملائم اور سفید بنا دے گی۔ ہر رات کو کہنیوں اور گھٹنوں پر بیوٹی کسانڈ کا لیپ کریں۔ اسے جلد میں جذب ہو کے خشک ہونے دیں۔ اس کے بعد جلد کی کوئی غذا کافی مقدار میں لے کے ان پر ملیں اور جلد ساری رات اس سے تر رہنے دیں۔

ہمارے ملک میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جلد رفتہ رفتہ سانولی پھر سیاہ پڑ جاتی ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس سے مفر نہیں۔ کیونکہ عمر کے ساتھ ساتھ جلد کا رنگ اترتا رہتا ہے۔ سانولا کے بعد میں سیاہ پڑ جاتی ہے اس کے لئے ہمارے پاس دو صورتیں ہیں۔ ہم یا تو اس عمل کو سفید کرنے والی اشیاء کے استعمال سے طویل بنا سکتے ہیں یعنی یہ اشیاء لگاتے جائیں اور سیاہ پڑنے والے اثرات کی میعاد بڑھاتے چلے جائیں یا ہم گورے رنگ کو خیرباد کہہ کے نرم نرم سنہری جلد پیدا کرنے کی تدابیر اختیار کرنا شروع کریں۔ لیکن ہم میں سے زیادہ تر سفید کرنے والی اشیاء کے استعمال کی تدابیر اختیار کر لیتے ہیں۔ سفید کرنے والی کریمیں اور لیپ چہرہ گردن اور بانہوں پر لگانا شروع کر دیتے ہیں اور باقی جسم کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ یہ بیرونی حصص اچھے رہتے ہیں باقی جسم بگڑ جاتا ہے۔ جسم پر روغن زیتون مل مل کے اس کا رنگ سنہری بنا دینا زیادہ اچھا ہے۔

خانگی ٹوٹکے

پودینہ کی ٹہنی نہاتے وقت سر کا صابن استعمال کرنے کی بجائے لیموں کا رس اور پودینہ ملائیں۔ ٹہنی زیادہ خوشگوار معلوم ہو گی۔

انڈے پانی کی بجائے دودھ میں توڑ کر بھونے جائیں۔ جن کے معدے خراب ہو گئے ہوں ان کے لئے انڈا بھوننے کا یہ بہترین طریقہ ہے اس طرح انڈے سخت بھی نہ ہونے پائیں گے۔

بچوں کی ہاتھ گاڑیوں کا چھتر یا چھتری دھوپ کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے اس پر گاہ گاہ کپڑا روغن زیتون میں بھگو کر مل دیا کریں اس سے اس پر چمک بھی اچھی آ جائے گی اور تڑخنے بھی نہ پائے گی۔

موٹر کی کھڑکیوں کے ابرقی شیشے کپڑا گرم پانی اور سرکہ میں ڈبو کے پھیرنے سے خوب صاف ہو جاتے ہیں۔

کھال دھوپ سے جل جائے تو کیلامین لوشن calamine lotion لگائیں۔ سفیدی جلد پر سوکھنے کا موقع دیں بڑا سکون معلوم ہو گا جلن اور چرچراہٹ دور کرنے کے لئے ککڑی کا مرہم یا کریم لگائیں۔ فوراً اثر محسوس ہو گا۔

اگر بالوں کی لٹیاں اور گھنڈیاں بن جاتی ہوں تو تھوڑے سے صابن میں انڈے کی زردی ملائیں اور سر میں ڈال کے ملیں جھاگ اٹھائیں۔ چند بار زور سے نہ رگڑیں بلکہ ملتے رہیں اور دھاتے رہیں اس کے بعد جگ میں نیم گرم پانی بھر کے سرکہ کا ایک چمچہ ڈالیں بالوں پر سے سر دھو ڈالیں بچوں کے بال اس طریقہ سے بہت ٹھیک رہتے ہیں۔

سیر بین

شمالی امریکہ کے اصلی باشندے

امریکہ کے اصلی باشندے ریڈ انڈین کہلاتے ہیں ان کی تہذیب ہی جداگانہ تھی۔ ان کے آثار جنگلوں میں اب بھی پائے جاتے ہیں امریکہ کا عجائب خانہ ان اشیاء سے بھرا پڑا ہے ان لوگوں کا طریقہ بود و باش خاص مقامی تھا اس لئے شروع میں جو یورپی لوگ وہاں جا کے رہے وہ نادم رہ گئے اور جو سمجھدار تھے انہوں نے دیسی طریقوں سے واقفیت پیدا کر کے انہی طریقوں سے رہنا سہنا شروع کیا اور وہ خاموش رہے۔

اسکیمو عام طور پر شکاری تھے اور مچھلیاں پکڑا کرتے تھے گرمیوں میں وہ نقل مکان کیا کرتے تھے بالکل کیری بو ہرن کے پیچھے پیچھے لگے رہتے لکڑی کی تلاش میں لمبے لمبے سفر کرتے تاکہ ان سے اپنے ہتھیار یا پھسلنی گاڑیاں بنائیں۔ کتے ان کی گاڑیاں کھینچتے تھے۔ جاڑوں میں برف میں رہتے اور [illegible] کا شکار کرتے۔ ایک ہی قوم وہاں کی ایسی ہے جس نے محراب کا بنانا سیکھا جس کی وجہ سے برف کے مکان قائم رہ جاتے تھے اور کپڑے پہنتے تھے جو انہیں وہاں کی سخت سردی سے بچاتی تھی۔

میدان کے باشندے بھینس پر زندگی بسر کرتے وہ گلوں کے پیچھے پیچھے خانہ بدوش رہتے کھال کا لباس پہنتے نہ کھیتی کرتے نہ کشتیاں استعمال کرتے کوئی کوئی ہی کھیتی کیا کرتا تھا بیل کا چمڑا منڈھی گول کشتی نما شہتیر ان کے کام میں آتے تھے۔

مشرقی حصے میں جو لوگ رہتے تھے ان کی تیر جنوب اور مغرب والوں سے صاف ظاہر ہوتی تھی۔ ان کے مکانات چھال کے گنبد نما ہوتے تھے۔ شہتیروں کو کھود کے کشتی بنا لیتے۔ شکار کھیلتے اناج وغیرہ بوتے بعد میں انہوں نے کپڑا بننا بھی سیکھ لیا ٹوکریاں اور مٹی کے برتن اور کھلونے بناتے تھے۔ وہ خانہ بدوش نہ تھے۔

بحرالکاہل کے شمالی ساحل کے باشندے کارچوبی کا کام بہت عمدہ کرتے تھے بڑے بڑے لکڑوں میں سے کشتیاں کھود کے بنا لیتے تھے لکڑی کے صندوق اور تھیلیاں بنا لیتے تھے۔ بہت عمدہ کمبل بن لیتے تھے بہت خوبصورت ٹوکریاں بناتے تھے۔ لکڑی کے مکانوں میں رہتے تھے۔ وہ مچھیرے تھے اپنی روزی زیادہ تر پانی سے حاصل کرتے تھے۔

جو جنوب مغرب کے باشندے زیادہ بیٹھ کر زندگی بسر کرتے۔ زراعت پیشہ تھے۔ کپڑا بنتے، ٹوکریاں بناتے مٹی کے برتن وغیرہ اعلیٰ درجہ کے بناتے مستقل طور کے مکان آس پاس بنا کے رہتے بستے جاتے تھے زیادہ [illegible] جا سکتے تھے کبھی زرخیز وادیوں کی ٹوکریاں زیادہ عمدہ ہوتیں ان [illegible] ہوتا تھا وہ شکاری اور زراعت پیشہ نہ تھے وہ جڑی بوٹی اور پھل پر گزارہ کرتے تھے کشتی نہ بنا سکتے۔ سرکنڈوں کے تختے بنا کے ان سے کشتی کا کام لیتے گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنا کے رہتے جو محض عارضی پناہ گاہ کہلا سکتی تھیں۔

ٹانگانیکا

۱۹۱۴ء کی لڑائی میں جرمنی کی افریقہ کی نوآبادیاں چھن کے برطانوی سیادت میں آگئیں۔ مشرقی ساحل پر جرمن مشرقی افریقہ، اب ٹانگانیکا کے نام سے مشہور ہے اور برطانوی اقتدار میں ہے۔ اس کی آب و ہوا مرطوب ہے۔ مئی سے ستمبر تک سرد خشک اور اکتوبر سے اپریل تک سخت گرم و سخت خشک موسم رہتا ہے۔ بحر ہند کے کنارے واقع ہونے کی وجہ سے موسم زیادہ ناخوشگوار نہیں ہونے پاتا۔ وسط میں سطح مرتفع زیادہ سرد و خوشگوار ہے۔ کوہ کلیمانجارو کی آب و ہوا یورپ جیسی ہے اس نوآبادی کے آٹھ صوبے ہیں۔ دارالسلام اس کا پایۂ تخت ہے۔ زمین کا رقبہ ۳ لاکھ ۶۴ ہزار مربع میل ہے۔ پانی کے علاقہ کا رقبہ ۲۰ ہزار مربع میل ہے ۹ ہزار اہل یورپ ۴۴ ہزار ایشیائی اور ۵۰ لاکھ اصلی باشندے اس میں آباد ہیں۔ ۱۷ لاکھ پونڈ آمدنی اور ۱۶ لاکھ پونڈ خرچ ہے۔ حاکم گورنر ہے جس کی امداد کے لئے مجلس واضع قوانین ہے۔ باشندے عرب اور [illegible] کی مخلوط نسل ہیں۔ عربوں نے انہیں مسلمان کیا حکومت کے ماتحت اب [illegible] ہے۔ یہاں شروع میں ہندوستانی آ کے ملک کی ترقی کا باعث ہوئے۔ انہوں نے تجارت اور زراعت کو وسعت دی۔ اب ان کے وہاں داخلے کے متعلق قانون رائج کر دیئے گئے۔ جن سے ان کے لئے مشکلات پیدا ہو گئیں۔ وہاں ربڑ، سنا، تیل، قہوہ اور شہتیر کثرت سے دستیاب ہوتا ہے۔ [illegible] کی کھیتی کا [illegible] ہر جگہ پھلی، چاول، چائے اور تمباکو بھی وہاں پیدا ہوتے ہیں [illegible] وہاں خوب پائے جاتے ہیں چنانچہ سونا، ہیرے، نمک، [illegible] کا [illegible] تیل وغیرہ وہاں زمین سے برآمد ہوتے ہیں۔ بھینس، ہاتھی، زرافہ، دریائی گھوڑا، گینڈا، چیتا، شیر ببر، چرغ، لکڑبگھا وغیرہ وہاں کے جانور ہیں۔

کل کا گھر

حساب لگایا جائے کہ ایک بچاری کھانا پکانے والی کو کیا کچھ کرنا پڑتا ہے تو آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ سال بھر میں اوسطاً ۲۰ ہزار رکابیاں دھوئی اور خشک کی جاتی ہیں اور ۱۴ ہزار چاندی کی چیزیں اسی طرح دھو کے سکھائی جاتی ہیں، کام بڑھتا جاتا ہے۔ زمانہ آسکتا ہے کہ سال میں اس قدر رکابیاں دھوئی جائیں کہ ان کا انبار دو منزلہ مکان کے برابر ہو جائے۔ آج کل بجلی کی کل ایک ہی وقت میں سو چیزیں ۱۴۰ درجہ گرم پانی میں دھو اور سکھا دیتی ہے۔ ایک وقت کے کھانے کی تیاری میں عورت کو باورچی خانہ میں دو سو سے سوا تین سو قدم اٹھانے پڑتے ہیں گویا اوسطاً سال بھر میں کھانا پکانے کے سلسلے میں باورچن سو سوا سو میل چلتی ہے۔ چار آدمیوں کے کنبے میں وہ استری کرتے ہوئے ہفتہ میں ۱۰۸۳ دفعہ استری اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر استری کا وزن دو اور چار سیر کے درمیان ہو تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک مہینہ میں عورت کو ۵۶ من سے زیادہ وزن اٹھانا پڑتا ہے۔ بجلی سے ایک منٹ میں بغیر اٹھائے ۲۴ مربع فٹ استری کی جاتی ہے۔

اس قسم کا حساب کتاب کرنے سے آج کا گھر سخت محنت و مشقت کی جگہ ہے۔ اسی وجہ سے ہماری عورتیں چڑچڑی ہو کے جلد بڈھی ہو جاتی ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ گھر کا ماحول انہیں تسکین دینے کی بجائے اور پریشان کرتا رہتا ہے۔ کل کا گھر کیا ہوگا۔ ٹیلی وزن اور چھوٹی لہروں کے ریڈیو سے وہ وہ کام لئے جا سکیں گے کہ زندگی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت کا نمونہ ہو جائے گی۔ مگر دل کہتا ہے کہ اس کے ساتھ نئی قسم کی پریشانیاں اور الجھنیں پیدا ہو جائیں گی، کیونکہ آدمی کا خمیر ہی تکلیف و مشقت ہے۔

کمرہ کمرہ میں بٹن ہوں گے جن کے دبانے سے جس کمرہ میں دل چاہے گا وہ آرام میسر ہو جائے گا۔ گھر کے باہر کسی نے آواز دی یا کنڈی کھٹکھٹائی آپ دوسری منزل پر رہتے ہیں۔ زنجیر کھولنے میں اترنے چڑھنے کی زحمت ہوتی ہے۔ مگر زنجیر بٹن دبانے سے کھل جائے گی اور آنے والے کا خیر مقدم بھی ہو جائے گا۔ بہت تھوڑے وقت میں کھانا پکسکر تیار ہو جایا کرے گا گوشت گھنٹہ دو گھنٹہ میں پکتا ہے۔ مگر بجلی سے ۴ منٹ سے بھی کم میں پک جایا کرے گا۔ دیر تک پکنے سے گوشت کی اصلی خوبیاں جاتی رہتی ہیں۔ بجلی سے جلد پکانے کی صورت میں وہ بہت قائم رہ جائے گی۔

ایسے لمپ جاری ہوں گے جن کی روشنی سے طبیعت پر اثر پڑے گا یہ نئے لمپ ہلکا سفید دن کا سا سفید سنہری، سرخ، نیلا، نارنجی، اور سبز رنگ پھیلاتے ہیں۔ طبیب بتائے گا کہ کونسا رنگ الگ مکان کا مزاج درست کر سکتا ہے۔ چنانچہ اسی رنگ کا لمپ جلا کے دل کی کلفت دور ہو جایا کرے گی۔ دل میں بے چینی اور گھبراہٹ اس کے لئے مطلوب قسم کی روشنی اور مطالعہ بیٹھنے کی حالت میں تیز روشنی مہیا ہو جائے گی۔

آج کل دفتروں میں ایسے لمپ استعمال ہو رہے ہیں جن سے ہوا گرد و غبار سے پاک ہو کے کمرہ میں پھیلتی رہتی ہے۔ روشنی سے گرد و غبار کے ذروں میں بجلی کی قوت پیدا کر کے متضاد قسم کی بجلی کے دوسرے آلہ کے ذریعہ انہیں کھینچ لیا جاتا ہے۔ شفاخانوں میں ایسے ہی آلوں سے جراثیم ہوا سے دور کئے جاتے ہیں۔ کل کے گھر میں ایسے لمپ استعمال ہوں گے جن سے کھانا کھلا پڑا رہے گا اور زہریلا اثر اس میں نہ آنے پائے گا جس کمرے کو چاہا آلہ سے سرد یا گرم کر دیا۔ ریڈیو سنتے وقت بولنے والے کی تصویر سامنے آجائے گی۔ گانے کے ساتھ ناچ بھی نظروں کے سامنے ہوگا۔ روشنی کے لمپوں سے پودے جلد جلد پرورش کئے جا سکیں گے۔

پھلجھڑیاں

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایک ڈاکٹر نے بالوں کے ذریعہ جرائم کا پتہ لگانے کا نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ انگلیوں کے نشانوں کی طرح ہر ایک کے بال بھی علٰحدہ علٰحدہ نشان رکھتے ہیں جن سے مجرم کا درست پر پتہ لگایا جا سکتا ہے اور اس کی عمر بھی معلوم کی جا سکتی ہے۔ جوانی میں بال جلد بڑھتے ہیں اور بعد میں آہستہ۔ بال ایک دفعہ بڑھا چلا جاتا ہے پھر رک جاتا ہے وہیں حلقہ پڑ جاتا ہے اور پھر بڑھنے لگتا ہے ہر ایک کے حلقوں کی شکل جداگانہ ہے۔

سویڈن میں ایک ماہر دماغ ڈاکٹر گوستاو ان لینڈرگ کا دعوےٰ ہے کہ آدمی کے دماغ پر عمل جراحی کر کے بالکل مختلف قسم کا انسان بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے مثال کے طور پر ایک شخص کا حال بتایا جسے مذہبی کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔ اور بڑا متین آدمی تھا۔ اس کے دماغ پر عمل جراحی کیا گیا۔ اس کا پہلا شوق بالکل جاتا رہا۔ اسے فٹ بال، ناچ، کھیل کود کا شوق ہو گیا ہے۔ کبھی کتاب نہیں کھولتا بہت ملنسار ہو گیا ہے۔ متحرک تصویریں دیکھنے جاتا ہے۔ لطائف و ظرافت سے بڑا خوش ہوتا ہے۔ گویا پھر بالکل مختلف آدمی بن گیا ہے۔

محمد ظفر

بزمِ عصمت

(۱) بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں
جن میں خریداری نمبر کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو نیز کوئی
استفسار نہ ہو جس کے جواب عصمت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں
(۳) رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی
بات نہ ہو (۴) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے لکھا ہوا ہو (ایڈیٹر)

عصمتی بہنوں کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوگی کہ ان کی عزیز بہن مرحومہ خاتون اکرم کی نشانی اور میاں رازق الخیری کے بڑے لڑکے برخوردار سعد راشد خیری نے ساڑھے بیس سال کی عمر میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔اے اور ایل۔ایل۔بی کے امتحانوں میں شاندار کامیابی حاصل کی۔

کاش موت نے اماں جان کو اور تین مہینے اس دنیا میں رہنے کی مہلت دے دی ہوتی۔ تو اس کم عمری میں اپنے پیارے پوتے کی تکمیل تعلیم پر آج ان کا دل کس قدر خوش ہوتا!!

سعد میاں کا اماں جان کے شدید صدمہ کے باوجود دونوں امتحانوں میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہونا محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ خدا انہیں نظر بد سے محفوظ رکھے اور ان کے دلی مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے

راشدہ بیگم خیری

میری پیاری سہیلی عافیہ بیگم بنت اشرف علی صاحب مرحوم ڈپٹی اسپیکر آف بنگال اسمبلی کی شادی ۱۱ اپریل [illegible] کو مسٹر عبید الرحمٰن صاحب الہ آباد کے ساتھ کلکتہ میں ہوئی۔ بہنیں دعا کریں کہ یہ نیا جوڑا ہمیشہ شاد رہے۔ آمین!

اس خوشی میں [illegible] روپیہ کی ناچیز رقم نادار فنڈ کے لئے پیش کرتی ہوں

زہرا بنت علی حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا ۔ ۳۳۲۹

بہن قیصر جہاں بدایونی نے ہرن کے گوشت کے اچار کی ترکیب معلوم کی ہے۔ ہرن کا گوشت ۴ سیر لے کر صاف کریں اور اس کے ٹکڑے کر لیں۔ ۲۵ لیموں کاغذی کے عرق میں گوشت کو بھگو دیں۔ رائی سیر بھر [illegible] ایک سیر۔ نمک [illegible] سیر۔ لال مرچ ۲ تولہ۔ سیاہ زیرہ ۲ تولہ ہلدی ۲ تولہ لہسن آدھ سیر لونگ ۲ تولہ روغن کنجد ۲ سیر۔ گوشت کو ۴ گھنٹے کے بعد تیل کے تیل میں خوب سرخ تل لیجئے۔ گوشت نکال کر زیرہ سفید ۲ تولہ۔ میتھی ۲ تولہ ناریل ۲ تولہ سے بھگو دو۔ سرکہ ڈال کر تمام مصالحہ کوٹ کر تیل میں بھون لیجئے پھر اس کے گوشت اور لیموں کا عرق ملا دیجئے۔ ایک ہفتہ کے بعد قابل استعمال ہوگا۔

بندہ منظور ۔ حیدرآباد دکن ۔ [illegible]

الف الف صاحبہ نے موٹاپا دور کرنے کا نسخہ دریافت فرمایا ہے۔ ایک ترکیب لکھتی ہوں۔ میری آزمودہ نہیں ہے۔ لیکن کئی بہنوں کو اس سے فائدہ ہوا ہے۔ ایک گلاس تازہ پانی میں دو لیموں کا رس نچوڑیں۔ اور بغیر کھانڈ ملائے صبح نہار منہ پی لیں۔ صبح اور شام چہل قدمی بھی کریں۔ چارپائی پر سونے کے بجائے زمین پر سوئیں۔ متواتر چالیس دن عمل کرنے پر دنوں میں انشاء اللہ کمی ہو جائے گی۔

امتیاز بیگم قریشی (رنگی) ۲۷۹۹

جہاں آرا بیگم صاحبہ بنت شاہ محمد حسن ۔ بانکوڑا کی خدمت میں عرض ہے کہ ناریل کے پانی سے کیا مراد ہے۔ ایک پانی کچے ناریل کو توڑتے وقت نکلتا ہے۔ وہ یا کسی اور طریقہ سے نکالا جاتا ہے۔ اگر کسی اور طریقے سے نکالا جاتا ہو تو براہ مہربانی بزمِ عصمت کے ذریعہ جلد مطلع فرمائیں کیونکہ میری ایک سہیلی ہیں جنہیں اس نسخے کی ضرورت ہے اور مہاسوں کے ہاتھوں دو مہینے سے بیزار ہیں۔

میری ایک اور سہیلی ہیں۔ جو نماز تو باقاعدہ پڑھ لیتی ہیں۔ لیکن ان کا دل نماز میں نہیں ہوتا۔ کبھی سکول کی گزشتہ باتیں یاد آتی ہیں۔ کبھی کپڑوں کا دھیان آجاتا ہے۔ اور کبھی ناولوں اور مصنفوں کا خیال۔ وہ چاہتی ہیں کہ نماز کے وقت ان کا دل خدا کی درگاہ میں ہو لیکن مجبور ہیں۔ کیا کوئی عصمتی بہن بھائی اس کا علاج بتا کر ثواب دارین حاصل کریں گے

انیس لائق علی خریدار ۳۳۱۷

میرے والد صاحب کے پاؤں پر ایک ورم ہو گیا ہے جس کو تقریباً چھ مہینے ہو گئے۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا کسی بہن بھائی کو اس کی دوا معلوم ہو تو بذریعہ عصمت شائع کر کے ممنون فرمائیں۔ راقمہ رفیع اختر خریدار ۳۳۵

میرے پاؤں اکثر پھٹے رہتے ہیں۔ حالانکہ میں کبھی ننگے پاؤں نہیں پھرتی نہ کبھی میرے ہاتھ پاؤں پر پسینہ آتا ہے۔ ہاتھ بھی اکثر خشک و بدصورت رہتے ہیں۔ یہ حالت ہر موسم میں رہتی ہے۔ دوسرے میری ایک عزیزہ کے چہرہ پر مہاسوں بڑھ گیا ہے۔ جس سے وہ بہت پریشان ہیں۔ کوئی بہن یا بھائی ان کا علاج بتائیں جس سے یہ دونوں مرض جاتے رہیں۔ تیسرے بادی دور کر کے جسم کو ہلکا کرنے کا علاج بتائیے

ایک ضرورت مند

حضرت علامہ راشد الخیری کی شہرہ آفاق تصانیف

حیات صالحہ

علامہ مغفور کی سب سے پہلی تصنیف جس نے ماہنامہ نگار مشرف کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوکھ کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ قصہ کے ضمن میں آج سے نصف صدی پہلے کے گھرانوں کی معاشرت۔ رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔ زبان قلعہ معلی کی کوثر سے دھلی ہوئی، واقعات اس قدر مؤثر کہ کلیجہ کے پار ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۲؍

نوحہ زندگی

وہ سنگدل باپ جس نے لڑکی کو اس گناہ پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک گھسیٹ جیل خانہ پہنچا دیا باغ باغ ہے۔ وہ پتھر دل جس نے نو مہینہ پیٹ میں رکھا۔ اور پندرہ برس تک پرورش کیا بے گناہ بچی کو یہ دیکھ کر کہ نکاح ثانی کے جرم میں قید کی مصیبتیں جھیل رہی ہے۔ نہال نہال ہے۔ نوحہ زندگی میں آپ کو ایک قبرستان ملے گا جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی بیوی کی غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں گہری نیند سو رہی ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جسے پڑھ کر کتنے ہی کنواروں نے بیواؤں سے نکاح کئے اور جن خاندانوں میں بیوہ کا نکاح گناہ سمجھا جاتا تھا ان میں کتنی ہی بیواؤں کے نکاح شرع کے مطابق ہوئے۔ کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کا ایک ایک لفظ دل کے پار ہو جاتا ہے۔ مصور غم کی مشہور و مقبول تصنیف ہے دو دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۴؍

منازل السائرہ

حضرت علامہ راشد الخیری کی بہت مشہور تصنیف ہے جو اردو کے چوٹی کے اصلاحی ناولوں میں شمار ہوتی ہے۔ ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے حالات نہایت ہی دلاویز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ واقعات اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب ہاتھ سے نہیں چھوڑی جا سکتی ہے۔ زبان قلعہ معلیٰ کی ٹکسالی کوثر سے دھلی ہوئی۔ بڑے بڑے نقادوں نے اس کا مطالعہ کر کے مصنف کی ناول نگاری کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔ منازل السائرہ اردو کی ایک غیر فانی تصنیف ہے جو اپنے رنگ میں بے مثل اور بے نظیر رہے گی۔ یہ یونیورسٹی کی اعلیٰ جماعتوں کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ حال میں اس کا جدید ایڈیشن نہایت اہتمام سے شائع ہوا ہے۔ قیمت دو روپے بارہ آنے (۲؍۱۲)

ماہِ عجم

حضرت فاروق اعظم رضؓ کے عہد میں سلطنت ایران پر قابو پانے کے لئے مسلمانوں کے بے مثل جنگی کارنامے۔ فرزندان ایران کا سرفروشانہ مذہبی جوش، ایرانیوں کا پروانہ وار شمع وطن پر قربان ہونا۔ اسلام اور نصرانیت کی لڑائیاں کفر و ایمان کے معرکے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے ولولہ انگیز جانبازیاں۔ محبت کے جذبات لطیفہ کی حقیقت طرازیاں مشرق کے تاریخی ناولوں میں بہت ممتاز ہے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔

قیمت صرف دو روپے (۲؍)

قطراتِ اشک

آنسوؤں کے بادشاہ حضرت علامہ راشد الخیریؒ کی افسانہ نگاری کے دورِ اول کے بہترین نمونے۔ وہ مضامین جو مخزن، عصمت، تمدن، کہکشاں وغیرہ میں شائع ہو کر شہرت دوام حاصل کر چکے ہیں۔ رویائے مقصود بدنصیب کا لال۔ دار الغرور۔ ساس کی تارک الوطنی۔ عصمت و حسن سادہ کی چڑیاں۔ مظلوم کی فریاد۔ نند کا خط۔ چاندنی چوک کا جنازہ۔ جمعہ کی یاد وغیرہ وہ مضامین اور افسانے ہیں جنہوں نے پڑھنے والوں کو جادو نگار مصنف کی تحریر کے اثر کا قائل کر دیا۔ قیمت صرف ۱۴؍

شاہین و دراج

حضرت علامہ مرحوم کا وہ معرکۃ الآرا تاریخی ناول جس نے مصنف کی سحر نگاری کا بڑے بڑے آدمیوں کو قائل کر دیا تھا۔ اس میں محبت کے جذبات لطیفہ کو نہایت لطف اور رنگینی سے بیان کیا گیا ہے۔ بلحاظ زور قلم اردو کے تاریخی ناولوں میں یہ قصہ بہت نمایاں درجہ رکھتا ہے۔ مصور غم کی مشہور ٹریجڈی ہے قصہ کی دلاویزی کا یہ کیفیت ہے کہ شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ قیمت ۱۲؍

صورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری کی مشہور و مقبول تصانیف

منہ کا لال

اُردو زبان کا سب سے بہتر
مولود شریف۔ پڑھی لکھی عورتوں
مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں
بڑے فخر کے ساتھ سناتی ہیں۔ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق
ذوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی
ایسا نہیں جو خلافِ عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں نظم ہے
بھی اس قدر موثر ہے کہ اہلِ دل تڑپ اٹھیں۔ کیونکہ تمام اشعار
علامہ مغفور ہی کے ہیں۔ آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری مرحوم
بہترین لٹریچر ہے۔ قیمت ۱۲؍

محسنِ حقیقی

مسلمانوں کے آقا و مولا سردار دو جہاں
سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی
مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات
مصنف آمنہ کے لال کے قلم سے۔ اور اس قدر موثر پیرایہ میں کہ
آنکھ سے آنسو نکل پڑیں۔ مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی
مضامین بھی اس کتاب میں ہیں۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

الزہرا

اردو زبان میں جگر گوشہ رسول سیدۃ النساء حضرت
بی بی فاطمہ کی بہترین سوانحِ عمری جو بتاتی ہے کہ میاں
بیوی کو کس طرح رہنا چاہئے۔ بچوں کی پرورش کس طرح کرنی چاہئے دنیا کے
ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے واقعات درد انگیز کہ ہچکی بندھ جائے آخر میں
واقعۂ کربلا کا مختصر بیان اور مصورِ غم کا قلم گیارہ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲؍

عروسِ کربلا

علامہ مغفور کے تمام تاریخی ناولوں میں
بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے کربلا کے
تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں۔ اس پر مولانا کے قلم
سحر نگار نے قیامت ڈھا دی ہے۔ کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔
اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے۔ بہت مشہور کتاب ہے
ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح ہاتھوں ہاتھ
نکل رہی ہے۔ عروسِ کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے مگر وہ عروسِ کربلا
عروسِ کربلا ہی ہے۔ حال میں گیارھویں دفعہ چھپی ہے قیمت دو روپے (۲؍)

نوبتِ پنج روزہ

شاہجہاں آباد اجڑ چکا مگر
اس کے کھنڈر اب تک مٹنے
والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی
اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی
بادشاہ کا جلوس قلعہ معلیٰ کی بہاریں۔ شاہی جھگڑے میلے تماشوں کے رنگ
دربار کی کیفیت قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب۔ شاہ بڑے
اور کوٹلہ کے جشن۔ شہر کی آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت
رمضان۔ عید۔ سلونوں۔ سالگرہ کے تزک و احتشام۔ شادی بیاہ کی رسوم
غرض دورِ گزشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو نوبتِ پنج روزہ یعنی
وداعِ ظفر ملاحظہ فرمائیں جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ
نوبتیں اور اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو
رلوا دیں گی۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا
غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات۔ مجرموں کا ظلم مظلوموں کی حالتِ زار۔
مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے مصائب ناممکن
کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین رنگین تصویریں ہیں قیمت ۱۲؍

یاسمینِ شام

امیر المومنین فاروقِ اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی
اسلامی لڑائیاں یعنی صلیب اسلام و عیسائیت
کے معرکے تسخیر اردن۔ بیسان۔ حمص، بعلبک۔ ارسنا حلب انطاکیہ
بیت المقدس اور یرموک کے لئے مجاہدینِ اسلام کی سرفروشانہ
قربانیاں۔ جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۳۶ ہزار
مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکرِ عظیم
پر فتح پائی جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں
کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ حضرت خالد بن ولید اور شرجیل
کی تقریریں مسلمانوں کے جوشِ ایمانی جرأت، جانبازی اور ایثار کے دل
ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئیں گے اگر محبت کا
دلآویز افسانہ دیکھنا ہے تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو جو سفاک
سنگدل باپ ہمدرد ترس ماں اور مظلوم بچی کی دلخراش داستان ہے
حال میں جدید ایڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے قیمت صرف ۱۲؍

کیا ہر چیز جو آپ کھاتے ہیں آپ کو طاقت بخشتی ہے؟





تمام مستورات کو جاننا چاہیے کہ کون
کون سی اشیا زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں
ڈالڈا کی کھانا پکانے کی کتاب (بزبان انگریزی)
میں مختلف اشیا کے علاوہ جو خوراک دیگر
مفید مسودات کھانے پکانے کے لذیذ
سے سے نادر طریقے درج ہیں۔ یہ کتاب آپ کو
ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ چار آنے
کے ٹکٹ اس پتہ پر ارسال کیجئے۔
Dept D177 P.O. Box
No 353, Bombay.



بالضرور — کیونکہ غذا ہی سے طاقت پیدا ہوتی ہے۔ مگر ہر غذا کسی صورت میں یکساں مقدار میں طاقت بخش نہیں ہوتی۔ بعض غذائیں زیادہ قوت پیدا کرتی ہیں اور بعض بہت کم اور یہی صحت کے لئے روزانہ خطرہ کا باعث ہیں۔ کیونکہ لوگوں کی من بھاتی غذائیں بہت کم قوت پیدا کرتی ہیں۔ اور جو لوگ ایسی غذاؤں پر انحصار رکھتے ہیں اپنے کام میں اور تفریحی کھیلوں کے دوران میں زیادہ تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں۔ حسن اتفاق سے تمام غذائیں جب انہیں ڈالڈا میں پکانے سے زیادہ طاقت بخش ہو جاتی ہیں۔ یہ خالص وٹامن آمیز روغن خوراک میں ایسے اصلی غذائی اجزا اضافہ کر دیتا ہے جو قدرتی طور پر بیش بہا قوت بخش ہوتے ہیں۔ یہ ان حیات بخش اجزا کی کمی کو پورا کر دیتا ہے جو ہمارے بہت سے کھانوں میں نہیں ہوتے یہ ہر چیز کو جو کھانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے طاقت بخش بناتا ہے۔

وٹامن آمیز ڈالڈا قوت بخش

دوربین

فرانس پر حملہ۔ بہت عرصہ تک مغربی محاذ کا چرچا رہا اور اب شروع ہوا اب جاری ہے۔ جرمنوں کے اخبار بھی یقیناً تھک گیا تھا مگر اتحادیوں نے مہینوں پہلے تاریخ مقرر کر لی تھی اور حملہ کا مقام بھی تجویز کر چکے تھے گویا ڈنکرک کا انتقام جون میں سود لیا گیا تھا ۴ جون ۱۹۴۰ء کو بڑے نقصان کے ساتھ انگریزوں نے ڈنکرک کو خالی کر کے اپنی فوجیں انگلستان جا اتاری تھیں ۵ جون کو آخری فوج بھی وہاں جا پہنچی تھی، اب ۵ جون ۱۹۴۴ء کو چار سال بعد انگریزی فوجیں فرانسیسی ساحل پر جا اتریں اور اس دفعہ ایسے طمطراق سے جا دھمکیں کہ جرمن ششدر رہ گئے۔ ان کی اوقیانوسی دیوار دھری کی دھری رہ گئی۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں ڈنکرک سے ۳۳۰۰۰۰ سپاہی بچا کے انگریز لے گئے تھے اسی تعداد کے لگ بھگ اب فوجیں اتاری گئیں۔ یہ فوجیں دریائے سین کے دہانہ اور نورمنڈی کے بیچ میں اتاری گئیں۔ ہزاروں طیاروں اور بحری جہازوں کی حفاظت میں فوجیں اتر گئیں۔ بیگس میں آج سے نو سو سال پہلے ولیم فاتح آخری رات گزار کر نارمنڈی سے چلا اور انگلستان پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے فتح کر کے اب تک اس کا خاندان نہ صرف اس ملک پر بلکہ دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔ اب ۹ سو برس بعد انگریزی فوج نے بازدید کے طور پر فرانسیسی ساحل پر پاؤں دھرا ہے۔ کاین ولیم فاتح کا گھر تھا۔ وہیں اس نے اپنا محل بنایا جو اب تک قائم ہے اور اس کی قبر کاین کے ایک گرجا میں جو خود اس نے تعمیر کرایا بنی ہے۔ اس محل کو ہنری اول شاہ انگلستان نے مکمل کیا اور ہنری ششم نے کاین میں ایک یونیورسٹی قائم کی۔ سارفلور بھی جو ہاورے کے قریب ہے انگریزی فوجیں اتریں۔ ۱۴۱۵ء میں انگلستان کے شاہ ہنری پنجم نے محاصرہ کے بعد اسے فتح کر لیا تھا۔ شربورگ بڑی اہم بندرگاہ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ فرانس کے بادشاہ لوئی شش دہم اور اس کے بعد نپولین نے محسوس کی۔ شربورگ کے جزیرہ نما میں بڑے گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ اتحادیوں نے جان و مال کی قربانیوں سے ذرا دریغ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جرمنوں کے سخت مقابلہ کے باوجود روز بروز بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ دہلی کے صوبہ سے زیادہ سرزمین پر وہ قابض ہو چکے ہیں۔ ہٹلر نے اپنا صدر مقام فرانس میں منتقل کر لیا ہے کیونکہ طرفین نے اس لڑائی پر جان کی بازی لگا دی ہے۔

میدان جنگ کا خاکہ۔ فریقین کی فوجوں کی باگ ڈور جن سپہ سالاروں کے ہاتھ میں ہے ان کی عمریں باہم برابر ہیں۔ انگلستانی بحری بیڑے کے امیر البحر رمزے کی عمر ۶۱ سال، آئزن ہاور کی ۵۳، ائیر چیف مارشل ٹیڈر کی عمر ۵۳۔ جنرل منٹگمری کی ۵۶ اور سپیٹس کی ۵۲ سال ہے۔ جرمنوں کے جرنیل رنڈسٹیڈ کی عمر ۶۹ سال، مارشل رومیل کی ۵۳، اور اوقیانوسی دیوار کے خاص محافظ جرنیل البرٹ سپیرک کی عمر ۴۹ سال ہے۔ رنڈسٹیڈ آج کل ہنڈنبرگ ہے۔ رومیل نے شمالی افریقہ میں عجیب عجیب چالوں سے نام پیدا کیا۔ پیرس کا محافظ سٹل نیاگل کی عمر ۵۲، بلجیم کے حکمران جنرل فالکین ہاسن کی ۵۵ سال ہے۔ اوقیانوسی دیوار ۸۰۰ میل لمبی ہے۔ فولاد اور کنکریٹ کی سد سکندری ہے جس کا مقصد آج کل کے ہتھیاروں کے سامنے صرف اس قدر ہے کہ حملہ آور کو اس قدر عرصہ تک روکا جائے کہ اس کے مقابلہ کے لئے بعد میں مارا مار فوجیں لائی جا سکیں۔ دونوں طرف سے ۶۰ لاکھ سپاہی میدان میں مصروف پیکار ہیں۔ اس حملے کے ساتھ ہی جرمنی نے پائلٹ کے بغیر ہوائی جہاز انگلستان پر چھوڑنے شروع کر دیئے انہوں نے انگلستان میں کوئی گھبراہٹ نہیں پھیلائی گو جرمنوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ لندن وغیرہ میں زبردست تباہیوں کی گھڑی ہوئی داستانیں اپنے منہ میاں مٹھو بن کے سنا رہے ہیں۔ یہ نیا ہتھیار سگار کی شکل کا ہے جس کی دم میں روشنی رہتی ہے۔ دونوں طرف پر ہیں گویا ہمارے ہندوستان کے قصے کہانیوں کی جادو کی ہنڈیا یا موڑھا ہی تو ہے۔ آواز اور روشنی کے ذریعہ یہ چلتی ہے۔ مقام مقررہ پر وہ جہاز کی دم کی روشنی بند ہو جاتی ہے۔ جہاز اپنا منہ زمین کی طرف کر کے ایک دو سکنڈ میں زمین پر جا گرتا ہے۔ بالکل سیدھا فاصلہ طے کرتا ہے اس لئے تیزمار توپوں کی زد سے بچ نہیں سکتا۔ سینکڑوں تباہ کئے جا رہے ہیں اور ابھی کتنے نئے ہتھیار جرمنی نے اب استعمال کرنا شروع کر دیئے ہیں مگر وہ سب کے سب بیکار ثابت ہوئے۔ ان شعبدوں سے لڑائی جیتی نہیں جا سکتی۔ دو چار روز کے لئے تماشہ بن کے یہ چیزیں قصہ کی شکل میں رہ جاتی ہیں۔

جرمنوں نے بلجیم کے بادشاہ اور شاہی خاندان کو اسیری کی حالت میں بلجیم سے منتقل کر کے جرمنی کے اندر بھیج دیا ہے جس سے بلجیم میں بھی

حضرت مصورِ غم کے مشہور اصلاحی معاشرتی افسانے

تمغۂ شیطانی

صدرجہ دلآویز اور سبق آموز افسانہ جس میں امت شیطانی کے کارنامے گنا کر دکھائے گئے ہیں۔ ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے مگر ان کے صرف ایک فعل سے جو بظاہر معمولی بات تھی حلقۂ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں ناک کٹے والی بہری میلادی۔ خاں صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ وہاں شمس۔ پیرجی شیرازی کے واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ قیمت صرف چودہ آنے (۱۴؍)

لڑکیوں کی انشاء

خط و کتابت سکھانے کی اردو زبان میں بہترین کتاب۔ جس میں خطوں کے ذریعہ لڑکیوں کو بتایا گیا ہے کہ میکے کی زندگی انہیں کس طرح بسر کرنی ہے اور سسرال میں جا کر ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ نیک عورت کی حیثیت سے انہیں کیا کیا فرائض انجام دینے ہیں۔ اور زندگی کی دشوار گزار منزلوں اور کٹھن راستوں کو وہ کس طرح کامیابی کے ساتھ طے کر سکتی ہیں۔ پچاس کے قریب زنانہ خطوط ہیں مگر معمولی خطوط نہیں۔ حیاتِ انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھ کر جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ زبان ایسی پیاری کہ اردو لٹریچر کی شاید ہی کوئی کتاب اس کا مقابلہ کر سکے۔ صفحات سو کے قریب۔ قیمت ۱۴؍

ستونتی

نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو محوِ حیرت کر دیتی ہے پانچ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۸؍

موؤدہ

لڑکیوں کے ترکہ پدری کے متعلق علامہ مغفورؒ کا نہایت مؤثر دردِ غم سے بھرا افسانہ جس میں اس قدر درد۔ سوز و گداز ہے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر پسیجتے ہی نہیں بلکہ موم ہو جاتے ہیں۔ قیمت دس آنے (۱۰؍)

جوہرِ عصمت

حضرت علامہ راشد الخیریؒ اردو کے پہلے مختصر افسانہ نگار تھے۔ مصورِ غم نے مختصر افسانوں میں جذباتِ نسوانی کی صدہا اثر میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی نہیں جادو نگاری کی ہے۔ ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان ان افسانوں کو پڑھ کر کلیجہ پکڑ کر نہ رہ جائے۔ جوہرِ عصمت مصورِ غم کے ۱۳ مختصر افسانوں کا مشہور مجموعہ ہے۔ (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ (۲) مجبور کی دلہن (۳) اگلی محبتیں (۴) فسانۂ تنویر (۵) بیگناہ کا قتل (۶) طلوع کا کینہ (۷) مامون الرشید کا دربار اور سچی عورت (۸) عدل جہانگیری (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہزاد (۱۱) برقع کی مستحق (۱۲) غلط فہمی (۱۳) خاتمہ بالخیر۔ جوہرِ عصمت میں اردو زبان کے مایۂ ناز افسانے ہیں۔ اور یہ مجموعہ آٹھ مرتبہ شائع ہو چکا ہے قیمت ۱۲؍

سیلابِ اشک

حضرت مصورِ غمؒ کے درد انگیز افسانے کا (۱) پرستارِ محبت (۲) بلوچن کے تین رنگ (۳) طلاق کا سفید بال (۴) حج اکبر (۵) عدل گلبدن (۶) بے قصور رنجی (۷) تڑپا کا تخیل ہر افسانہ کے ساتھ دلکش مصورانہ کے فوٹو بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ پانچ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (۱؍۴)

طوفانِ اشک

یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں۔ وہ مؤثر اور سبق آموز کتاب جس میں یہ ۱۲ دل ہلا دینے والے افسانے ہیں۔ رواج کی بھینٹ۔ کلنک کا ٹیکہ۔ بیوی کی مہک۔ محروم وراثت سوتیلی ماں کا آخر وقت۔ ستو صیف کا خواب۔ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔ تفسیرِ عبادت۔ میں نے کیا رکھا۔ خبیثہ معاشرت۔ طوفانِ اشک۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (۱؍۴)

رودادِ قفس

حضرت علامہ مغفور کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ۔ مظلوم حسینہ۔ صدیقۂ قدس کا پہلا خط شوہر کے نام۔ ماں کا پیام۔ سرخاب کا دم واپسیں۔ التجائے بیٹیوں کی فریاد۔ بچپن کی یاد۔ عید کا کرتہ۔ سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ مسلمانوں گھرانوں کے عبرت انگیز معاشرتی مناظر ہیں۔ قیمت ۱۲؍

پیدا ہو گئی ہے۔ اتحادی ٹینکوں کی بھی تعداد اس میدان میں صرف کر رہے ہیں۔ اور سپاہ کی بے فکری سے جرمنی بھو چکا ہو کر رہ گیا ہے۔

اٹلی اور بلقان

روما، جرمنوں نے اتحادی دباؤ سے مجبور ہو کے خالی کر دیا۔ جرمن سوا سو میل سے زیادہ اب تک شمال میں ہٹ چکے ہیں اور برابر ہٹتے جا رہے ہیں۔ شاہ وکٹر عمانوئیل تخت سے دست بردار ہو لیا ہے۔ اس کا بیٹا امبرٹو عارضی حاکم بن گیا ہے۔ بدولیو کی وزارت بھی ٹوٹ چکی ہے۔ چونکہ نئی وزارت بننی تھی کوئی اطالوی بدولیو کے ماتحت کام کرنے کے لئے تیار نہ تھا اس لئے بینامی نے وزارت قائم کی ہے۔ اتحادیوں نے نپولین کی پہلی قید والا جزیرہ البا جرمنوں سے چھین لیا ہے۔ اب مسولینی دم بخود ان سب باتوں کو دیکھ کے اپنی قسمت پر گریاں ہے۔ کیونکہ اٹلی کے دوبارہ طاقت حاصل کر کے ہٹلر کے ہم پلہ بننے کی آرزو اور امید بالکل ہی خاک میں مل گئی۔

بلقان میں اتحادیوں کے فوجیں اتارنے کا جرمنوں کو دھڑکا لگا ہوا ہے۔ یوگوسلاویہ میں انقلاب پسندوں کو پچھلے ماہ میں کچھ ناکامیاں ہوئیں تھیں۔ وہ اب پھر زور پکڑ گئے ہیں۔ امریکہ کا ہوائی بیڑا پہلی مرتبہ اڑ کے روس کے جنوب میں پہنچ گیا ہے اور وہ وہاں سے بلقان میں جگہ جگہ بمباری کرتا رہتا ہے۔ رومانیہ کے تیل کے چشمے اس کی زد میں برباد ہو رہے ہیں۔

روس و جاپان

روسی فوجیں اب فن لینڈ پر حملہ آور ہیں۔ شمالین اتحادیوں کے مغربی محاذ کی کامیابی سے خوش ہے اگر فن لینڈ کو روس نے جلد فتح کر لیا تو ممکن ہے اتحادی ناروے کے شمال میں فوجیں اتار دیں اور وہ اور روسی فوجیں باہم مل کے شمال سے جرمنی کا قلع قمع کر سکیں۔ رومانیہ پر بھی روسی فوجیں مصروف کار ہیں۔

جاپان پر امریکہ کے جہازوں نے دوسری مرتبہ بھرپور بمباری کی جاپانی بحری بیڑا باہر نکل آیا ہے۔ یا تو عنقریب امریکہ سے اس کی بحری فیصلہ کن جنگ ہو گی یا وہ جنگ دونوں میں بڑی شدت سے شروع ہو گئی ہے۔ نیو گنی اور بعض دوسرے جزیروں میں اتحادیوں کو کامیابیاں ہو رہی ہیں۔ آسام کے محاذ پر بھی جاپانی پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے ہیں اور کوہیما سے کافی دور ہٹ گئے ہیں۔ کوہیا کی سڑک کھل گئی ہے۔ چین (؟) اور منی پور ...

ہے۔ چین میں ابھی جنگ جاری ہے۔ چینیوں سے جاپانیوں نے چنگ شا چھین لیا ہے۔ جو بہت اہم مقام ہے۔ چینیوں میں پچھلے ماہ کے مقابلہ میں زیادہ سرگرمی پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ خوب لڑ رہے ہیں۔ بعد کی خبر ہے کہ امریکیوں نے جاپانی بیڑے کا بڑا حصہ تباہ کر دیا۔

غیر جانبدار ممالک

پرتگال اور ہسپانیہ نے جرمنی کو جنگی سامان بھیجنا بند کر دیا ہے۔ ترکی نے بحیرہ اسود میں نقل و حرکت کرنے والے جرمن جہازوں کو اس وجہ سے دردانیال سے نکل جانے دیا کہ وہ تلاشی پر تجارتی جہاز ثابت ہوئے۔ انگریزوں نے اس پر اعتراض کیا کہ وہ بحیرہ روم میں جرمنوں کے جنگی جہازوں کے ساتھ شامل ہو کے جنگی نقل و حرکت میں مصروف ہو جاتے ہیں اور یہ غیر جانبداری کے خلاف ہے۔ عصمت پاشا نے دوبارہ تحقیقات کا اطمینان دلایا۔ مزید جرمن جہازوں کو روک لیا اور وزیر خارجہ سے استعفے لے لیا۔ پچھلے دنوں متعدد مرتبہ ترکی سے شکایت کی صورت پیدا ہوئی ہے مگر عصمت پاشا کی بیدار مغزی سے امید کامل ہے کہ معاملات جلد صاف ہو جائیں گے۔

تاروں کا جھرمٹ

پنجاب کے وزیر اعظم ملک خضر حیات خاں کو مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے ممبری سے علیحدہ کر دیا اس پر وہاں کے دیگر مسلمان وزراء نے لیگ کی ممبری سے استعفے دے دیا۔ مسلمان ممبروں کی زیادہ تعداد لیگ سے علیحدہ ہو رہی ہے مسٹر جناح اور ان کے حامی پنجاب میں لیگ کو مقبول بنانے کی تدابیر میں مصروف ہیں۔

لکھنؤ سے خبر آئی ہے کہ ایک شخص نے صبح کے وقت ایک شاہ ناگ مار ڈالا اور اس کے جوڑے کے انتقام سے بچنے کے لئے گھر تک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ سانپ کا جوڑا اپنی عقل حیوانی سے اپنے ساتھی کو تلاش کرتے کرتے اسی جگہ پہنچ گیا جہاں اس کا جوڑا مارا گیا تھا وہاں سے وہ مارنے والے کے گھر پہنچا اور اس کے بستر پر چڑھ گیا اسے بے خبر سوتے میں کاٹ کھایا۔

سندھ میں جہیز دینے کے خلاف قانون نافذ ہو گیا ہے اکثر لڑکیاں والدین کے افلاس کی بدولت جہیز زیادہ نہ دے سکنے کی وجہ سے کنواری رہ جاتی تھیں۔ وہاں اس کے متعلق انجمنیں بنائی جائیں گی اور نگران مقرر کئے جائیں گے تاکہ دیکھتے رہیں کہ کہاں کہاں اس قانون کی خلاف ورزی ہوئی۔ چند لڑکیوں نے وزیر کو درد ناک خطوط لکھے کہ باپ کے افلاس سے وہ کنواری رہی جاتی ہیں لڑکے والے بڑی بڑی رقوم اور جہیز طلب کرتے ہیں۔

ریل کے ٹکٹ خریدنے کی مشکلیں



ایک زمانے میں آپ آسانی سے ٹکٹ گھر جا پہنچتے تھے اور کھڑکی کھلتے ہی چند منٹ میں ٹکٹ خرید لیتے تھے۔ نہ کوئی جھنجھٹ نہ پریشانی نہ تکلیف۔ مگر اب وہ آسانی نہیں رہی آپ کو ٹکٹ گھر کی بھیڑ میں گھسنا پڑتا ہے اور پندرہ بیس منٹ کی دھکم دھکا کے بعد ٹکٹ مل سکتا ہے۔ اتنی دیر میں آپ کا سامان کھویا جا سکتا ہے یا پھر اس کی حفاظت کے لئے آپ کو قلی تلاش کرنا پڑتا ہے اور قلی بہت کم ہیں۔ ان دشواریوں کے ساتھ ان مشکلات کا بھی خیال رکھئے جو ریل میں جگہ لینے یا کھانے پینے کی چیزیں خریدنے میں پیش آتی ہیں۔ ہر عقل مند آدمی ان باتوں کو سمجھتا ہے اور سفر کی تکلیفیں مول لینا گوارا نہیں کرتا۔

عورتوں کے لئے بھی سفر کی سہولتیں باقی نہیں رہیں۔ انہیں بھی بڑی پریشانی اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ سمجھدار لوگ اسی لئے شدید ضرورت کے بغیر سفر نہیں کرتے۔ آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بھی سمجھداری سے کام لینا چاہئے اور اپنا گھر بار نہ چھوڑنا چاہئے۔ اس طرح آپ روپیہ بھی بچائیں گے اور بہت سی مشکلوں سے بھی بچ جائیں گے۔

سفر کم کیجئے

ریلوے بورڈ نے شائع کیا

اہلِ قلم خواتین کے تذکرے

کے سلسلہ میں نثر نگار خواتین اور شاعرات کو سوالنامہ بھیجا جا چکا ہے۔
جن خواتین نے ابھی تک سوال نامے کے جوابات نہیں بھیجے۔ وہ
مہربانی فرما کر جلد بھیج دیں
جن خواتین کو سوالنامہ نہ پہنچا ہو۔ وہ جلد سے جلد اطلاع دیں۔
تاکہ فوراً ان کو بھیج دیا جائے۔
اُردو کی جن نثر نگار خواتین یا شاعرات کا انتقال ہو چکا ہے۔
ان میں سے کسی کے حالات آپ کی رائے میں کوئی خاتون لکھ سکتی ہوں۔
یا آپ اُردو کی کسی غیر مسلم شاعرہ یا ادیبہ کو جانتی ہوں تو براہِ کرم ان کے
پتہ سے جلد سے جلد مطلع فرمائیے۔

رازق الخیری
دفتر عصمت دہلی

محترمہ آمنہ نازلی (ادیب فاضل)
کے
مختصر ڈراموں کا مجموعہ

"دوشالہ"

شگفتگی، سنجیدہ ظرافت۔ طنز ملیح، ہنسی اور مذاق میں اصلاح معاشرت اور اصلاح اخلاق سے متعلق دل میں گڑ جانے والی اور کلیجہ میں اتر جانے والی باتیں، بڑے اور بچے، شہری اور گنوار، تہذیب یافتہ اور جاہل سب کی ہر حیثیت اور ہر ماحول کے شخص کی بے ساختہ گفتگو جس میں تصنع اور آورد کا نام تک نہ ہو۔ اعلیٰ درجہ کی حقیقی اور صحیح کردار نگاری۔ یہ ہیں چند خصوصیات محترمہ آمنہ نازلی کے ان مختصر ڈراموں کی جو اردو رسائل میں شائع ہو کر قبولیت عامہ حاصل کر چکے ہیں اور اب کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔ چند ڈراموں کے عنوانات یہ ہیں: دوشالہ ملی۔ شوہر کی شادی۔ خود سجاتی۔ اتا۔ استانی جی۔ روشن خیال دولہن وغیرہ۔ کاغذ بہترین سفید لکھائی چھپائی اعلیٰ جلد پائدار گرد پوش دیدہ زیب قیمت عہ

منشی پریم چند آنجہانی کے افسانے

دودھ کی قیمت

منشی پریم چند ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں میں سے تھے اور "دودھ کی قیمت" منشی جی کے بہترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔ دودھ کی قیمت میں ایک ڈراما ہے اور ۸ افسانے اور یہ سب کے سب خاص طور پر رسالہ عصمت کے لئے منشی جی آنجہانی نے لکھے تھے۔ عنوانات یہ ہیں:۔
(۱) دودھ کی قیمت (۲) کسم (۳) اکسیر (۴) عیدگاہ (۵) سکونِ قلب (۶) ریاست کا دیوان (۷) وفا کا دیوتا (۸) دو بہنیں (۹) زاویہ نگاہ
ان عنوانات میں بظاہر جاذبیت اور کشش نہیں لیکن کوئی افسانہ اس مجموعہ کا پڑھ لیجئے ممکن ہی نہیں کہ منشی جی آنجہانی کی سحر نگاری کے آپ قائل نہ ہو جائیں۔
اصلاح اخلاق، اصلاح معاشرت اور جذبات نگاری کے لحاظ سے یہ افسانے اردو کے بہترین افسانوں میں سے ہیں جن میں دیہاتی اور شہری زندگی کی پُرمسرت اور دردناک زندگی کا ہو بہو نقشہ کھینچا ہے۔ ہر افسانہ میں ایک پیام ہے شرافت اور انسانیت کا اور ہر افسانہ لبریز ہے درد و اثر سے۔
پہلے دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ اب تیسری دفعہ شائع ہوا ہے
کاغذ چکنا سفید۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔
قیمت علاوہ محصول ایک روپیہ بارہ آنے

ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں [illegible]
میں یہ خصوصیت ڈاکٹر سعید احمد [illegible]
بریلوی ہی کی تحریروں میں ہے کہ

دامنِ باغبان

خشک سے خشک مضمون کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں۔ جذبات نگاری [illegible] واقعات نویسی میں ڈاکٹر صاحب کو کمال حاصل ہے اور زبان روزمرہ نہایت ہی عام فہم لکھتے ہیں تاکہ معمولی استعداد رکھنے والے بھی ان کی تحریروں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ڈاکٹر صاحب کے متعدد مختصر افسانے مختلف رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ ان افسانوں میں سے سات بہترین افسانے منتخب کر کے یہ مجموعہ شائع کیا گیا ہے۔
(۱) نصیبن کا بیاہ۔ ایک غریب آرٹسٹ لڑکی کی شادی ایک دولتمند سے کس طرح [illegible]
(۲) خدا کا باغی۔ ایک مفلس دہریہ کس طرح خدا پرست بن جاتا ہے (۳) بخار کا تلویہ [illegible] ایک بڑے آدمی کی خود غرضی نفس پروری اور ایک چھوٹے آدمی کا حیرت انگیز ایثار اور ہمدردی (۴) بڑا آدمی۔ ایک غریب کس طرح ایک دولتمند اور کامیاب انسان بن جاتا ہے (۵) سکونِ ناآشنا دل کو حقیقی مسرت کس طرح حاصل ہوئی (۶) حسرت نصیب [illegible] ایک دولتمند وکیل کی اپنی قوم کی خاطر بے مثل قربانیاں ایک خوددار انسان کی [illegible] کہانی (۷) حفاظت کا فرشتہ۔ شاہ جی کے کرتوت اور عفت مآب خاتون کی جرأت کا افسانہ۔
یہ افسانے دلچسپ ہیں اور بے حد دلچسپ مگر بڑی خوبی یہ ہے کہ ان افسانوں سے جرأت۔ بہادری۔ ہمت۔ ایثار۔ محنت۔ صداقت۔ اولوالعزمی۔ شجاعت جیسے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور کامیاب زندگی گزارنے کا راز انسان کو معلوم ہو جاتا ہے۔ ایک افسانہ پڑھنے سے کتاب کی قیمت وصول ہو جاتی ہے۔ دوسرا ایڈیشن قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ: **عصمت بک ڈپو دہلی**

مضمون نگارانِ عصمت اور اُن کے مضامین

چھتیسواں ۳۶ سال از جولائی ۱۹۴۳ء تا جون ۱۹۴۴ء عیسوی

۱۔ اڈیٹر
چند باتیں جولائی
چھتیسویں سال کے مضمون نگار ״
خاتونِ اکرم عصمتی مقامات ״
ایک جلسہ لورڈ شپ میں ״
مضمون نگار اور ان کے مضامین ״
مضمون نگاری کے قواعد ستمبر
اردو کی اہلِ قلم خواتین نومبر
بی بی زینب دسمبر
چند باتیں جنوری
سیدہ کی بیٹی ״
آتصدیب بیبی فروری
آہ اماں جان اپریل
قواعد مضمون نگاری جون
۲۔ اختر جہاں ادیب فاضل
آنسو (افسانہ) جون
۳۔ آر۔ بی دہلی
پھل ترکاریاں فروری
ماں کے دودھ میں کمی مارچ
بچوں کی پیاس اپریل
۴۔ آسیہ قدوائی
خون (ڈراما) ستمبر
۵۔ ایس۔ بی طاہر پشاور
ماں جولائی
میرے روزنامچہ کا ایک ورق اگست
اداس دل ستمبر
قاصد نومبر
میری ڈائری کا ایک ورق دسمبر
۶۔ اسعد مجیب دہلی
گھریلو مشغلے جون
۷۔ افضل النساء بیگم اسرائیلی
بچوں کی تربیت دسمبر
۸۔ امۃ الوحی دہلی
مغلوں کی یاد میں جنوری
پاگل زندگی (افسانہ) مئی
۹۔ سلمیٰ فیاض علی
میری بیٹی اگست
گمشدہ چیز کی تلاش دسمبر
۱۰۔ آمنہ نازلی ادیب فاضل
اسے کیا کہتے ہیں جولائی
دھوکہ (افسانہ) اگست
بیماریوں کی چھٹ پٹ ستمبر
آپا ... ے (افسانہ) اکتوبر
روشنالہ (ڈراما) نومبر
ننھی کی امی (افسانہ) دسمبر
آپا (ڈراما) جنوری
مضحکہ خیز عادتیں فروری
مولوی ماہان الرحمٰن مرحوم ״
میں نے لکھنا کیسے شروع کیا مارچ
کاوش (افسانہ) مئی
۱۱۔ بلقیس جہاں آرا
آزادیٔ نکاح دسمبر
۱۲۔ ب۔ ن ابراہیم مدراس
سازِ زندگی اکتوبر
۱۳۔ بنی فاطمہ رائے بریلی
بیچارہ غیر مساوی سلوک نومبر
گھریلو نسخے فروری
ایک حقیقت مارچ
بدزبانی مئی
مرضِ ڈبہ جون
۱۴۔ بیگم آفتاب حسین
کربلا کی جنگ جنوری
۱۵۔ بیگم امیر حسن
شکوۂ تقدیر (نظم) ستمبر
شبِ عاشورہ جنوری
۱۶۔ بیگم رفعت حسین دہلی
تیرے جلنے والے سے (نظم) دسمبر
۱۷۔ بیگم سید عبد الخالق
ماں کے دودھ میں اضافہ جون
۱۸۔ بیگم شفیق احمد سہارنپور
میرے بچے جون
۱۹۔ بیگم م۔ ح ہاشمی الہ آباد
نمبر باتی جولائی، اگست
״ اکتوبر۔ دسمبر
۲۰۔ ثریا سلیم بی اے اورنگ آباد
لمحات جولائی
دہان دسمبر
۲۱۔ جہاں آرا بیگم بنگال
کیل مہاسے جون
۲۲۔ جہاں بانو نقوی ایم اے
نجومی (افسانہ) جولائی
۲۳۔ جمیلہ انور مراد بمبئی
تصویریں (افسانہ) نومبر
۲۴۔ جمیلہ بیگم کلکتہ
عصمت کی سالگرہ جولائی
مشترکہ رہائش اگست
ماہِ مبارک ستمبر
عید اکتوبر
عیادت نومبر
تقدیر اور تدبیر دسمبر
ہوائی حملے فروری
خط مارچ
پکی سہیلی کی چند مثالیں جون
۲۵۔ حلیمہ بیگم زیب پشاور
لال اوڑھنی (افسانہ) جون
۲۶۔ خاتون اکرم جنت مکانی
رسولِ خدا کی زندگی مارچ
۲۷۔ خ۔ ج
... کی ڈائری سے اکتوبر
۲۸۔ خالدہ محمود بی اے
نذرِ آتش اپریل
۲۹۔ رابعہ نہال الہ آباد
علامہ مرحوم کی یاد میں (نظم) فروری
۳۰۔ رشید سلیم دہلی
تمہی مجھ سے بچاؤ فروری
آنتوں کے کیڑے مئی
۳۱۔ رشیدہ عزیز بی اے بی ٹی
بچے اور تربیت ستمبر
لندن میں طاعون نومبر
۳۲۔ ذ۔ ن انصاری
پہلے پہل نومبر
۳۳۔ زیب عثمانیہ فیروزپور
خواتین میں اخلاقی جرأت (نظم) جولائی
محکومیٔ نسواں اپریل
عورت اور مذہب جون
۳۴۔ سعیدہ بیگم بنت دانش
دنیا ہے خیال (نظم) ستمبر
دل ڈھونڈتا ہے (نظم) نومبر
حجاب شاہجہانپوری مارچ
دیکھو ڈگر دیکھو اپریل
۳۵۔ سعیدہ بی اے آنرز دہلی
ایک آرزو (نظم) نومبر
۳۶۔ سکینہ محمود ایم اے سیالکوٹ
بہار (نظم) جولائی
۳۷۔ سکینہ علیمی بی اے لاہور
نجمہ (افسانہ) جولائی
۳۸۔ سیدہ اشرف ناگپور
تخیلات مئی
۳۹۔ سیدہ امین زہرا ناہید شملہ
حکومت روس کا آئینِ سلطنت جولائی
بوٹ کھولتے ہوئے (افسانہ) اگست
کوہستانِ شملہ (نظم) اکتوبر
دہلی کی ایک شام (نظم) جنوری
ہمارے حکیم جی (افسانہ) فروری
۴۰۔ سیدہ صوفیہ خاتون بھوپال
ایک دلچسپ حادثہ (افسانہ) دسمبر
قیاس آرائیاں فروری
۴۱۔ شاکرہ حشمت الہ آباد
انتظار (افسانہ) جون
۴۲۔ شوکت ریاض دہلی
آپا (افسانہ) ستمبر
۴۳۔ مسز ڈاکٹر شائستہ اختر سہروردی
دوستی جولائی
موجودہ گرانی اگست
دو سہیلی ساتھ کھلے (افسانہ) ستمبر
خوشامد اکتوبر
کامیاب پارٹیاں نومبر
سوتی لباس دسمبر
اسلامی قانونِ وراثت جنوری
کم ظرفی فروری
سوسائٹی کا ظلم مئی
ازدواجی زندگی کا ایک پہلو جون
۴۴۔ صالحہ خاتون قادری کلکتہ
تاثرات اپریل
۴۵۔ صبیحہ اختر بھوپال
قحط کے اسباب مئی
۴۶۔ صدیقہ بانو الہ آباد
کیا تعلیم کا قصور ہے اگست
جنسی مخالفت کی دوسری اپیل
عقدِ ثانی مئی
۴۷۔ صدیقہ خاتون کلکتہ
مشترک خاندان جولائی
مشترک رہائش جنوری
۴۸۔ صفیہ بانو شمس
احوالِ دلِ مضطر (نظم) مارچ
اے مسلم خوابیدہ (نظم) اپریل
۴۹۔ شگفتہ نسیم صبح آبادی
ایک حسرت آلود شام (نظم) جولائی
برسات (نظم) اگست
۵۰۔ صفیہ نقوی بمبئی
سہیلی (افسانہ) جون
۵۱۔ صغرا ہمایوں مرزا
سیر اور تفریحات جولائی
״ اگست، ستمبر
۵۲۔ طرفہ قریشی ناگپور
ترغیب (نظم) جون
۵۳۔ طیبہ لشکری
خضرِ راہ مئی
۵۴۔ ظفر جہاں بیگم بریلی
جہاد کا تماشا جولائی
شیفتہ دسمبر
کشمکش فروری
۵۵۔ ع۔ ح فضل اللہ
قطرۂ نیساں جون
۵۶۔ عظمت الہی بی اے
معیارِ شادی ستمبر
آج کل (نظم) فروری
شعاعِ امید (نظم) جون
۵۷۔ عفت جہاں قاسمی دہلی
بلبلِ در سیخ (افسانہ) اگست
قصرِ سرخ (افسانہ) مارچ
۵۸۔ ف۔ ن۔ انصاری
زندگی کا فلسفہ جولائی
۵۹۔ قیصر جہاں بدایوں
داستاں کا تماشا (نظم) جولائی
جماعت کی بہار (نظم)
باقیات عقد موت کے متعلق (نظم)
رحمتِ عالم (نظم) مارچ
یہ دنیا (نظم) مئی
پھر بہار (نظم) جون
۶۰۔ کلثوم حمید امرتسر
بھائی کا گھر (افسانہ) اگست
عورت کے کام نومبر
۶۱۔ کملا چترجی میرٹھ
مجرم (افسانہ) مارچ
۶۲۔ کنیز فاطمہ حیا
اسلام اور مساوات اپریل
۶۳۔ ک۔ ن۔ کپور تھلہ
غذا سے علاج اگست
ذبیح اللہ دسمبر
تجارت میں برکت ہے مارچ
مسلم سنگار اپریل
موسمِ گرما کے تحفے مئی
۶۴۔ ماہ محمود رضویہ کراچی
دعوت جولائی
بے قراری دسمبر

مزل مقصود   مئی
۶۱۔ محمود ... دہلی
جادوگرنیاں (نظم) مارچ
نزوت انس کریم   جون
۶۲۔ م حسن
بدسوالی   نومبر
بڑے لوگوں کی باتیں   جنوری
۶۷۔ مسعودہ اعظم راولپنڈی
بھول جاؤ   اکتوبر
۶۸۔ ستبشر خاتون ادیب فاضل
ایک حقیقت   ستمبر
۶۹۔ یونس شبیر دہلی
اسننگ   مارچ
۷۰۔ مسز حمید لکھنوی
... (افسانہ) جنوری
غرور حسن (افسانہ) اپریل
۷۱۔ مسز مرزا
سانپ کا منتر   جنوری
۷۲۔ م۔ ن صدیقی
گھریلو کھیتی باڑی   مارچ
۷۳۔ منظر سلطان سورت
سمجھنے کی باتیں   جون
۷۴۔ (صاحبزادی) مہلقا بیگم
طلاق (افسانہ)   مارچ
۷۵۔ ناہید الہاشمی علی گڑھ
دلیں   دسمبر
دماغی کمزوری   جنوری
۷۶۔ نجمہ انوار الحق بی اے لاہور
نغمہ مسرت (نظم) جولائی
ادی کے کنارے (نظم) اگست
۷۷۔ بدر سجاد حیدر لکھنؤ
نالی کی مٹی (افسانہ) جولائی
" " ستمبر، اکتوبر، نومبر
" " جنوری
۷۸۔ نرملا دیوی تیواری لاہور
ہوائی جہاز   مارچ
جنگل کبوتر   جون
۷۹۔ نصیرہ ناز گیا
آرزو (نظم)   نومبر
۸۰۔ نفیس فاطمہ جالندھر
علامہ راشد الخیری مرحوم کے ادبی شاہکار   فروری

... (نظم) فروری
عصمت پاکستان (نظم) مارچ
تحفہ ... (نظم) مئی
۸۲۔ ... خاتون ... دہلی
پرستش (نظم) مارچ
۸۳۔ نیر جہاں شعاع دہلی
عذاب (نظم) جولائی
۸۴۔ ... ایمٹنی کالج آگرہ
نئی آنا (افسانہ) اپریل
بچوں کی تربیت کا ایک پہلو   مئی
گو گفتا   جون
رضیہ سلطان کا انصاف   "
۸۵۔ وحیدہ عزیز بی اے
رسم ... کی غلامی   ستمبر
... حاجی کمزور ...   مئی
عورتوں کی تعلیم اردو   جون
۸۶۔ ... یاقوت زمانی بیگم آف سچین
حجاب   مئی

(ب) مرد

۸۷۔ ابو الاعجاز ازل لاہور
تازیانہ عبرت (نظم) اگست
... کی عید (نظم) اکتوبر
صبح خیزی " نومبر
یاد راشد (نظم) فروری
جواہر پارے (قطعات) جون
۸۸۔ سید ابو تسیم فرید آبادی
اردو کی پہلی کتاب کا نیا سبق   مارچ
۸۹۔ مولوی احتشام الدین ایم اے
آزادی نکاح و شادی   اکتوبر
۹۰۔ احمد شجاع پاشا جالندھر
دولت (نظم)   دسمبر
۹۱۔ اختر شیرانی ٹونک
... ہیں (نظم) جولائی
۹۲۔ ... اعظم کریوی
منزل (افسانہ)   نومبر
۹۳۔ آغا شاعر قزلباش ...
حسین کی ... (نظم) جنوری
۹۴۔ ام ...
سانپوں کی ...   جون
۹۵۔ ...

۹۶۔ نصیر ... ایم۔ اے
رباعیات   جولائی
رمضان کا چاند دیکھ کر (نظم) ستمبر
۹۷۔ تارا شنکر ناشاد
بی۔ اے بی ٹی یوپی
بھگوان کے نام چٹھی (افسانہ) نومبر
۹۸۔ تلوک چند محروم
بی۔ اے پنجاب
موسم بہار اور خشکان خاک   اپریل
۹۹۔ ثاقب کانپوری
خاک وطن (نظم) جولائی
۱۰۰۔ جالب مراد آبادی
شمع کشتہ (نظم) دسمبر
۱۰۱۔ (پروفیسر) حامد حسن قادری
تنقید   ستمبر
آدمی ہونا دشوار ہے   اکتوبر
۱۰۲۔ (خواجہ) صلاح الدین
اسلامی تعلیمات   اپریل
۱۰۳۔ تخلیق بریلوی
ماں کا گیت (نظم) اکتوبر
خادمہ (نظم) جنوری
بیگم علامہ راشد الخیری (نظم) مئی
انعامات (نظم)
۱۰۴۔ د
پڑھے لکھوں کی جہالت جولائی
" " " اگست
" " " ستمبر
" " " اکتوبر
" " " نومبر
" " " دسمبر
۱۰۵۔ (سید) رضا احمد جعفری
کرم گستری   اپریل
"   مئی
۱۰۶۔ شیخ زبیر حسن صاحب دہلی
دکھ اپنی   ستمبر
۱۰۷۔ ساقی صدیقی
نغمہ انقلاب (نظم) ستمبر
جوانی اور موت (نظم) مارچ
۱۰۸۔ ... دہلوی

... (نظم) ...
۱۰۹۔ سید سلیم ...
عجیب حادثہ   جون
۱۱۰۔ (سید) قاسم علی
سیاہیت انسکار
چھتیس گڑھ کی محبت   اپریل
    مئی
۱۱۱۔ سیماب اکبر آبادی
ان کی آمد (نظم) اگست
آج کی بیٹی اور کل کی ماں   جنوری
۱۱۲۔ شہید
اے ماؤں بہنوں بیٹیوں   دسمبر
تربیت کے بنیادی اصول   جنوری
۱۱۳۔ صادق اندوروی
رباعیات   اکتوبر
چشمہ   دسمبر
۱۱۴۔ ظفر یاب حسین صابر زمانی
کہاں ہے آجا (نظم) اگست
عید مجبور (نظم) اکتوبر
۱۱۵۔ ع
دور بین از جولائی ۱۹۴۳ء تا جون ۱۹۴۴ء
۱۱۶۔ سید عابد حسین جعفری دہلوی
صحت کا راز نماز   جولائی
۱۱۷۔ عادل شفیق صاحب
دورے (افسانہ) اگست
۱۱۸۔ عبادت بریلوی ایم اے
علامہ راشد الخیری   فروری
۱۱۹۔ عبد العزیز فطرت
فغان نیم شبی (نظم) نومبر
گزری ہوئی باتیں   مارچ
حوادث (نظم)   اپریل
سہارا   مئی
۱۲۰۔ مولوی عبد الغفار الخیری دہلی
اصلاح اور ترقی   اکتوبر
ہدایت القرآن   جون
۱۲۱۔ عزیز الحق آسام
صدائے حق (نظم) ستمبر

۱۲۲۔ عزیز الحق ... وکیل
نوائے ... (نظم) دسمبر
۱۲۳۔ علامہ راشد الخیری مرحوم
عالم ... کی ایک رات   جولائی
رمضان اور خیرات   ستمبر
گھر کی مکہ اور عید   اکتوبر
تقدیر   نومبر
عورت کی ذمہ داری   جنوری
عورت کی تحقیر   جون
۱۲۴۔ کوکب شادانی
آہ بیگم راشد الخیری (نظم) مئی
۱۲۵۔ محمد احمد سبزواری
اولاد پر والدین کے اثرات   اگست
بھوپال کے قازق   اپریل
۱۲۶۔ محمد حسین
ہونٹوں کی کہانی   فروری
۱۲۷۔ محمد مرغوب صدیقی
بی۔ اے
ایک شادی کا جہیز (نظم) فروری
شکوہ بے جا (نظم) مئی
الوداع ... کی موت پر (نظم) جون
۱۲۸۔ محمود اسرائیلی بمبئی
دریا کا منظر (نظم) اکتوبر
بے کس دلہن (نظم) نومبر
پھولوں کی شہزادی (نظم) جون
۱۲۹۔ محمود صدیقی لکھنوی
عید الفطر (نظم) اکتوبر
۱۳۰۔ مشتاق احمد زاہدی دہلی
تصور اپنا نکل آیا   جولائی
جمہوریت   اگست
قدرت کا فشار   ستمبر
گزرگشتن روز نول   جون
۱۳۱۔ ڈاکٹر ... حسین ... لاہور
ہم کیا کھاتے ہیں   اکتوبر
۱۳۲۔ محمد ظفر ... ایم اے
خاندانی ... سیرت میں

متفرقات

تبصرہ عصمت از جولائی ۱۹۴۳ء تا جون ۱۹۴۴ء
محترمہ بیگم راشد الخیری کا ماتم
۱۳۶۔ مینیجر
پچھلے پرچے   ستمبر
کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ   نومبر
عصمت کے چندے میں اضافہ   دسمبر
ملادار فنڈ   جون
۱۳۷۔ نصیر الدین ہاشمی
اردو کی نشوونما میں عورتوں کا حصہ   جولائی
حیدرآباد کے ... خانہ ... نومبر
مردوں اور عورتوں کی دوستی   فروری
۱۳۸۔ وحید بلاسپوری
فرخنت (نظم)   مارچ
سوال (نظم)   جون
۱۳۹۔ حافظ ولایت اللہ ناگپور
وہ اور یہ (نظم) جولائی
۱۴۰۔ وقار واثقی ...
رحمۃ للعالمین (نظم) اگست
عورت سے (نظم) دسمبر

تصانیف مولانا رازق الخیری صاحب

سیدہ کی بیٹی

حضرت زینب کبریٰؑ کی مفصل مکمل اور جامع سوانحعمری جو رازق الخیری صاحب کی کئی سال کی تحقیق و تلاش اور محنت و جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ یہ حالات زندگی رسول اکرمؐ کی اُس لاڈلی کے ہیں جس نے اسلام کے استحکام کے لئے حسینؑ جیسے پیارے بھائی پر جگر کے ٹکڑے قربان کرنے کے بعد ایسی ایسی تکلیفیں اُٹھائیں کہ اُن واقعات کے خیال سے قلب انسانی تھرا جاتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ بزرگوں کے خون تربیت، ماحول اور صحبت کا انسان کی طبیعت پر کس قدر گہرا اثر پڑتا ہے۔ سیدہ کی بیٹی بتائے گی کہ اسلام کسے کہتے ہیں انسانیت کیا چیز ہے۔ دنیاوی تعلقات کا مطلب کیا ہے شوہر کی رضامندی، بچوں کی تربیت، ماں باپ کی خدمت اور بہن بھائیوں کی محبت کیا معنی رکھتی ہے۔ اسلامی تاریخ سے واقفیت ہونے کے علاوہ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ کربلا کے حقیقی اسباب کیا تھے۔ اور کربلا کے بعد کیا ہو۔ دشتِ کربلا کا حال کس قدر درد انگیز ہے اس کے متعلق یہی کہنا کافی ہے کہ مصنف وداعِ راشد کے قلم سے یہ واقعات ادا ہوئے ہیں۔ ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بغیر آنسو بہائے یہ واقعات پڑھ یا سُن سکے کوفہ اور دمشق میں حضرت زینب کبریٰؑ کی تقریریں اور مکالمے سفر شام اور مدینہ کی واپسی سے وفات تک کے حالات کے آخری باب سیرتِ زینب ارقم ہے جس میں سیدۃ النساء کی بیٹی کی انسانی اور اسلامی خوبیوں اور مختلف نسوانی حیثیتوں پر بحث ہے۔ مورخین کے سخت اختلافات کے باوجود کتاب اس پیرایہ میں لکھی گئی ہے کہ شیعہ سنی دونوں فرقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور غیر مسلموں کے سامنے بھی فخر کے ساتھ پیش کی جا سکتی ہے۔ ساری کتاب میں ایک واقعہ بھی خلاف عقل نہیں ہے اور شروع سے آخر تک درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ سفید چکنا ضخامت پونے دو سو صفحات سے کچھ کم قیمت علاوہ محصولڈاک عہ

وداعِ راشد

حیاتِ راشد کا آخری باب

حضرت علامہ راشد الخیریؒ کی علالت اور وفات کے حالات، ذاتی اوصاف اور مختلف انسانی حیثیتوں کا تذکرہ

مولانا عبدالماجد دریابادی کی رائے: "صدہا صفحوں میں سطر سطر میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے آخر وقت کی ساری تفصیلات کا نقشہ نظر کے سامنے آجانے کے بعد کون ایسا سنگدل ہے جس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نہ جاری ہو جائیں گے، اور دو ٹریجڈی کے بادشاہ کی کتاب زندگی کا خاتمہ یوں ہی ہونا بھی چاہئے تھا کہ وہ خود ایک ٹریجڈی کا تحفہ دنیا کو دے جائیں"۔ صدق لکھنؤ

"مولانا رازق الخیری نے اپنے عظیم المرتبت والد کا انوکھا طرز تحریر گویا ورثہ میں پایا ہے جملہ حالات اس قدر مفصل لکھے ہیں کہ پڑھنے والوں کی آنکھوں کے آگے سینما فلم کی طرح نظر آنے لگتے ہیں۔ حزن نگاری کے بادشاہ کے آخری وقت کا بیان نہایت ہی رقت انگیز ہے" ساقی دہلی

"رازق الخیری صاحب نے دلی کی صاف ستھری اور آسان زبان میں سچے پاکیزہ جذبات کی دردناک تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے، واقعات کو اس قدر دلدوز اور موثر انداز میں بیان کیا ہے کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں"۔ شاہکار لاہور

"ہندوستان کے سب سے بڑے حزن نگار کی موت کے تاثرات کو اس قدر درد ناک انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ گویا خود مولانا مرحوم اس کتاب کے مصنف ہیں"۔ وکیل امرتسر

۸۰ صفحات ۔ ۲۰ فوٹو۔ قیمت ۱۲ار

عصمت کی کہانی

دین و دنیا کی رائے:۔ مولانا رازق الخیری صاحب ہندوستان کے پہلے مدیر اور اہل قلم ہیں جنھوں نے اس چیز کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان کو اپنے مشہور نسوانی رسالہ عصمت کی تاریخ سے باخبر کردیں۔ ہندوستان میں کسی اخبار یا رسالہ کا جاری کرنا اور پھر اسے قائم رکھنا اور چلانا اتنا دشوار کام ہے جس کا عام لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مولانا رازق الخیری نے رسالہ عصمت کی ۴۰ سالہ زندگی پر روشنی ڈال کر یہ بتا دیا ہے کہ علمی و ادبی رسائل کے لئے ہندوستان کی سرزمین کس قدر غیر موزوں ہے۔ عصمت کی کہانی پڑھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس مشہور رسالہ کو زندہ رکھنے کے لئے مولانا راشد الخیریؒ نے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں اور اس کے باوجود آپ نے لٹریچر اور صنف نازک کی خدمت کی۔ قیمت ۱۲ار

حضرت علامہ راشد الخیری کے مضامین کے متفرق مجموعے

- **دون مشرق** — مغربی تہذیب سے گھبرا کر اور شریف خاتون کو محفوظ رکھنے کے لیے نہایت موثر مضامین
- **ہندی میں لعل** — عورتوں کو شوہر پرست، کفایت شعار اور منتظم بنانے کے لیے۔
- **تحفۂ حقوق** — حقوق نسواں کی حمایت میں درد و اثر میں ڈوبے ہوئے مضامین۔
- **نزارابہ** — عورتوں کی مظلومیت کا مرقع۔ اُن کے مصائب و آلام کی درد انگیز داستان۔ — ۱۳ر
- **بلبل بیمار** — لڑکیوں کی تربیت اور تعلیم اور پر بے بہا خیالات۔ — ۱۲ر
- **خاتون سوتی** — تسخیر شوہر کا راز۔ میاں بیوی کے تعلقات کی خوشگواری کا نسخہ۔
- **شادی کا انتخاب** — اولاد کی شادی کے وقت کیا باتیں ضرور دیکھنی چاہئیں۔ — ۱۰ر
- **غریب ہستی** — مسلمان گھرانے اندر ہی اندر کس طرح کھو کھلے ہو رہے ہیں۔
- **بیٹی کا آخری دن** — اور دوسرے مضامین جنہیں پڑھکر لڑکیاں کنوار پنے کی قدر کریں گی۔ — ۵ر
- **شبستان مغرب** — خواتین کے مطلب کے چند بہترین انگریزی مضامین کے عام فہم ترجمے۔
- **بکھری ہوئی پتیاں** — مختلف موضوعوں پر متفرق مضامین کا دلکش مجموعہ۔

تصانیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

- **جمال ہمنشین** — فلسفیانہ و شاعرانہ مضامین مع دیباچہ علامہ راشد الخیری مرحوم۔
- **گلستان خاتون** — زنانہ لٹریچر کے بلند پایہ غیر فانی افسانوں کا حسین مجموعہ آرٹ کاغذ بار سوم
- **پیکر وفا** — ایک دلآویز سبق آموز نتیجہ خیز افسانہ بار چہارم
- **بچھڑی بیٹی** — ایک مختصر افسانہ جسے پڑھ کر مرحومہ کے کمال افسانہ نگاری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے بار چہارم

تصانیف محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ

- **نجمہ** — مصنفہ کا بہترین ناول جس کے صرف ایک اعلان پر پانچ سو درخواستیں آگئی تھیں
- **جان باز** — مصنفہ کا بہت مشہور اخلاقی اصلاحی ناول حد درجہ دلچسپ

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

- **مشیر نسواں یا زہرہ** — ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس سے لڑکیوں کو بہت سی مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں
- **سرگذشت ہاجرہ** — دلچسپ سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اصلاحی اخلاقی جواہرات کا ذخیرہ
- **تحریر النساء** — مستورات کے لیے جدید طرز پر خطوط جن میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں
- **موہنی** — اخلاقی معاشرتی افسانہ جس میں ایرانی معاشرت پر بھی دلچسپ معلومات ہیں — ۱۲ر

تصانیف محترمہ ملقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ

- **خانہ داری کے تجربات** — گھرداری کے متعلق بے بہا مشورے پھوہڑوں کو سگھڑ بنانے کے لیے
- **مفید نسواں** — خانہ داری کے تجربات کا دوسرا حصہ۔ تندرستی بیماری باورچی خانہ کے متعلق قیمتی مضامین — ۱۲ر

تصانیف محترمہ حجاب امتیاز علی

- **ادب زریں** — چھوٹے چھوٹے لطیف مضامین۔ طرز بیان حد درجہ دلآویز — ۱۲ر
- **لذات موت** — شاعرانہ خیالات۔ تخیل کی بلندی۔ عبارت کی رنگینی۔ ہر مضمون رد میں ڈوبا ہوا — ۱۰ر

دیگر تصانیف محترمہ آمنہ نازلی ادیب فاضل

- **دولت پر قربانیاں** — روپیہ کے لالچ میں تعلیم یافتہ روشن خیال لڑکیوں کی شادیوں کے عبرتناک نتائج — ۱۲ر
- **تاریخی لطیفے** — دنیا کے نامور مصنفوں شاعروں بادشاہوں شہزادیوں کی بذلہ سنجی حاضر جوابی کے نمونے
- **ہنسی کی باتیں** — عامیانہ اور بازاری لطیفے نہیں۔ مہذب ظرافت کی کتاب بار سوم
- **عقل کی باتیں** — بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں ادیبوں فلاسفروں کے زریں اقوال — ۱۲ر

تصانیف محترمہ سرور جہاں رعنا بی۔ اے

- **پھول پھلواری** — پھولوں کی کاشت۔ اور باغیچہ کی نگہداشت موسموں اور بیجوں کا حال
- **شہزادی نیلوفر** — اور دوسری کہانیاں، چھوٹے بچوں اور بچیوں کے مطلب کی نہایت دلچسپ

تصانیف منشی پریم چند

- **دودھ کی قیمت** — منشی جی کی زندگی کے آخری ۱۰ سال کے بہترین افسانے
- **جہانی شادی** — دلچسپ اور نتیجہ خیز عبرتناک اور تفریحی ڈرامہ

تصانیف مولانا رازق الخیری

- **سیدہ کی بیٹی** — حضرت زینب کبریٰ کی مفصل سوانح عمری کربلا کا درد انگیز حال
- **سوانح راشد** — حضرت علامہ راشد الخیری کا مکمل سوانح زندگی مع حالات و مختلف نسائی حیثیتوں کا تذکرہ
- **دستک کی کہانی** — مشہور ناشنا دستک کی جماعت کی آج ح حالات خواتین نما دلچسپ

[illegible]

- **پھلواری کی تربیت** — بچوں کی تربیت کے اصول پر نہایت مفید عام فہم کتاب
- **حسینہ** — ایک نیک لڑکی کی زندگی کے سبق آموز حالات دلچسپ پیرایہ میں

تالیفات سید رضا محمد صاحب جعفری

- **دیہی کی دستکاری** — کارڈ بورڈ اور ٹین سے کام کی ماہر ہو کر عورتیں کس طرح اپنی پریشانی دور کرسکتی ہیں
- **لکڑی کا باریک کام** — یعنی فریٹ ورک۔ یہ کام سیکھ کر مستقل آمدنی کی صورت نکل سکتی ہے

تصنیفات مولانا سیماب اکبر آبادی

- **نیا زینہ** — بچوں کے لیے دس مفید کتابیں بہت آسان زبان میں بار چہارم
- **آفتاب زندگی** — ایک لڑکی کے گنوار پنے کے دلچسپ اور سبق آموز حالات — ۱۰ر
- **شباب زندگی** — آفتاب زندگی کا دوسرا حصہ شادی کے بعد اسی عورت کے حالات

صاحبزادہ ولی احمد خاں صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی

- **مختصر دنیا** — بالشتیوں کی دنیا میں ایک سیاح جا نکلا جسے بالشتیے دیو سمجھنے لگے۔ بار دوم
- **انشائے سلمیٰ** — لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کے لیے پسندیدہ کتاب
- **اچھوتا سفر** — ایک مہاراجہ کے سفر انگلستان کے نہایت ہی دلچسپ حالات نصف صدی پہلے کے

علمی و ادبی تصانیف

- **دیہاتی گیت** — ڈاکٹر اعظم کریوی نے بڑی محنت سے دیہاتی گیت جمع کرکے [illegible]
- **خیابان نسواں** — مولوی فضیل الدین ہاشمی کے دلچسپ پیرایہ میں خواتین کے لیے مفید [illegible]
- **دامن باغباں** — ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کے مختصر افسانے دلآویز پیرایہ میں
- **پردہ و تعلیم** — ہندوستان کے دو مشہور ادیبوں کے خیالات۔ اپنی نوعیت کی ایک ہی کتاب ہے۔
- **خواتین اندلس** — سپین میں مسلمانوں کے عہد میں کیسی کیسی مدبر بہادر اور قابل خواتین گذری ہیں
- **افسانۂ حرم** — دس کہانیاں لڑکیوں کے لیے جن سے اچھی اچھی باتیں معلوم ہوں گی
- **مثنوی عائشہ صدیقہ** — ام المومنین کے منظوم حالات زندگی بہت موثر از جناب [illegible]

بچوں اور بچیوں کے لیے مزیدار کتابیں

- **جاپانی کہانیاں** — مسز فضل جاپان کی قصیں دار سے بچوں کے لیے پسندیدہ [illegible]
- **بچوں کی دنیا** — روسی مصنف ٹالسٹائی نے بچوں کے لیے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سب سے اچھی کہانیاں
- **مزیدار کہانیاں** — واقعی ایسے مزے کی کہ ننھے بچے لطف لے کر بار بار پڑھیں۔ باتصویر

زنانہ نظمیں

- **شمع خاموش** — مرحومہ مجبو بیگم لکھنوی کی درد انگیز موثر نظموں کا مجموعہ مرتبہ مولانا رازق الخیری
- **آئینۂ جمال** — دور حاضرہ کی مشہور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال بریلوی کی ۳۰ نظموں کا مجموعہ

عورتوں کی خاص کتب

- **زچہ خانہ** — از کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب ہندوستانی عورتوں کے لیے [illegible]
  یہ کوئی کتاب نہیں چھپی باتصویر ہے۔ دو حصے ہیں۔ حاملہ کا زچہ کا [illegible]
- **سنگھار خانہ** — عورتوں کے لیے سنگھار و آرائش اور خوبصورتی کے قابل قدر مشورے۔

نامور افسانہ نگار خواتین کے افسانے اور ناول

- **انوری بیگم** — از مسز نذر جنگ مرحومہ۔ زنانہ لٹریچر کا مشہور و مقبول بلند پایہ ناول بار سوم
- **غیرت کی پتلی** — از محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل۔ تین مختلف الخیال عورتوں کا افسانہ
- **شہید وفا** — محترمہ امت الوحی کے دلچسپ مختصر افسانے بار دوم
- **چار رخ** — چار عورتوں کی آپ بیتی از محترمہ انیس فاطمہ
- **فیروزہ** — از محترمہ حبیبہ بیگم۔ ایک دولت مند یتیم لڑکی کا درد بھرا مگر نتیجہ خیز افسانہ — ۱۲ر

نہایت کارآمد کتابیں

- **صنعت و حرفت** — از محترمہ رشیدہ الحفیظ۔ مختلف چیزیں بنانے کی تجربہ شدہ ترکیبیں [illegible]
  کرنے کا [illegible] تجارت کرکے کس طرح مالی حالت اچھی بنائی جاسکتی ہے
- **تندرستی اور نفاست** — از محترمہ زہرا۔ اپنی صحت قائم رکھنے کے اصول۔ [illegible]
- **کپڑے کی چھپائی** — سائنٹیفک طریقوں سے کپڑے کس طرح چھاپے جا سکیں [illegible]
- **آئینۂ موٹر** — موٹر کی مشینری سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اردو میں سب سے بہتر کتاب

محصول ڈاک ذمہ خریدار۔ ملنے کا پتہ: عصمت بکڈپو [illegible]

[illegible]

[illegible]

اصلاحی معاشرتی ناول

[illegible] سبق آموز ناول ۔

[illegible] نہایت دلچسپ اور [illegible]

[illegible] کے حالات نہایت [illegible]

[illegible] کے سبق آموز واقعات [illegible] ہے ۔

[illegible]

[illegible] تصنیف ۔

[illegible] اصلاحی ناول ۔

[illegible]

[illegible]

اصلاحی معاشرتی افسانے

[illegible] ایک نا عاقبت اندیش لڑکی کا انجام ۔ ۱۰

[illegible] کے دردناک نتائج ۔ ۱۰

[illegible] جس کا علاج والدین نے سوچ سمجھ کر نہ کیا ۔

[illegible] جس کا علاج والدین نے سوچ سمجھ کر کیا ۔

[illegible] کے ہاتھوں بیٹے کا قتل ۔

[illegible] نکاح ثانی کو بے سود ثابت کیا ہے ۔ ۱۰

[illegible] سبق آموز اور نتیجہ خیز ۔

[illegible] کے جاتے ہیں ۔ ۱۰

[illegible] آپ بیتیاں با تصویر ۔

[illegible] سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ۔

[illegible] عبرتناک اور سبق آموز ۔

[illegible] شائع نہیں ہوا [illegible]

[illegible] کا نہایت دلچسپ افسانہ ۔

[illegible] کے نشے میں کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے ۔

[illegible] مصیبتیں اٹھاتی ہے ۔

[illegible] کی کہانی اسی کی زبانی ۔

[illegible] کا خاکہ ۔

مختصر افسانوں کے مجموعے

[illegible] افسانوں کا مشہور و مقبول مجموعہ ۔

[illegible] نہایت مؤثر [illegible] با تصویر افسانے ۔

[illegible]

[illegible]

خاک [illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

گلدستہ [illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] انسان — [illegible]

[illegible] — [illegible]

مذہبی افسانے

نانی عشو — [illegible]

ولایتی [illegible] — [illegible]

دار [illegible] — [illegible]

نظموں کے مجموعے

روداد قفس — [illegible]

گرفتار قفس — اس مجموعہ میں بہت مؤثر نظمیں ہیں [illegible]

مذہبی مضامین

احکام نسواں — [illegible]

محسن حقیقی — [illegible] میلاد کے مضامین

دعائیں — [illegible] دعائیں ۔

قرآنی قصے — ان پیغمبروں کے حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے ۔

زیور اسلام — خواتین کے لیے نہایت مؤثر [illegible] مذہبی مضامین

ادب لطیف

قلب حزیں — [illegible] شاعری کے بے نظیر نمونے ۔

لڑکیوں کی انشا — [illegible]

[illegible] — [illegible]

سیاسی، سماجی، سیاحتی مضامین

شہید مغرب — [illegible]

یادگار تمدن — [illegible]

عالم نسواں — [illegible]

سیاحت ہند — [illegible] کا تذکرہ ۔

اسلامی تاریخ بطرز ناول

ماہ مجسم — [illegible]

عروس کربلا — [illegible]

یاسمین شام — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

آفتاب دمشق — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible]

قریب [illegible]
[illegible] خیالات [illegible]
[illegible]

حضرت علامہ راشد الخیری کے مضامین کے متفرق مجموعے

- [illegible] — مغربی تہذیب کے زہریلے اثرات سے خواتین کو محفوظ رکھنے کے لیے [illegible] مضامین
- [illegible] — عورتوں کو سگھڑ و ہنرمند، کفایت شعار اور نظم بنانے کے لیے
- [illegible] — طرح طرح کی حالت میں [illegible] مضامین۔
- [illegible] — عورتوں کی مظلومیت کا مرقع، ان کے مصائب و آلام کی درد انگیز داستان۔
- [illegible] — لڑکیوں کی تربیت اور تعلیم اور بے بہا خیالات۔
- [illegible] — تسخیر شوہر کا راز۔ میاں بیوی کے تعلقات کی خوشگواری کا نسخہ۔
- شادی کا انتخاب — لڑکی کی شادی کے وقت کیا باتیں ضرور دیکھنی چاہئیں۔
- [illegible] — مسلمان گھرانے اندر ہی اندر کس طرح کھوکھلے ہو رہے ہیں۔
- [illegible] — اور دوسرے مضامین جنہیں پڑھ کر لڑکیاں کنواری بیٹی کی قدر کریں گی۔
- [illegible] — خواتین کے مطلب کے چند بہترین انگریزی مضامین کے عام فہم ترجمے۔
- [illegible] — مختلف موضوعوں پر متفرق مضامین کا دلکش مجموعہ۔

تصانیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

- [illegible] — فلسفیانہ شاعرانہ مضامین مع دیباچہ علامہ راشد الخیری مرحوم۔
- [illegible] — زنانہ لٹریچر کے بلند پایہ غیر فانی افسانوں کا حسین مجموعہ آرٹ کاغذ بار سوم
- [illegible] — ایک دلآویز سبق آموز حیرت خیز افسانہ بار چہارم
- [illegible] — ایک مختصر افسانہ جسے پڑھ کر مرحومہ کے کمال افسانہ نگاری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے بار چہارم

تصانیف محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ

- [illegible] — مصنفہ کا بہترین ناول جس کے صرف ایک اعلان پر پانچ سو درخواستیں آ گئی تھیں
- [illegible] — مصنفہ کا بہت مشہور اخلاقی اصلاحی ناول حد درجہ دلچسپ

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

- [illegible] — ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس سے لڑکیوں کو بہت سی مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں
- [illegible] — دلچسپ سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اصلاحی اخلاقی جواہرات کا ذخیرہ
- [illegible] — مستورات کے لیے جدید طرز پر خطوط جن میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں
- [illegible] — اخلاقی معاشرتی افسانہ جس میں ایرانی معاشرت پر بھی دلچسپ معلومات ہیں

تصانیف محترمہ بلقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ

- [illegible] — گھرداری کے متعلق بے بہا مشورے پھوہڑوں کو سگھڑ بنانے کے لیے
- [illegible] — خانہ داری کے تجربات کا دوسرا حصہ۔ تندرستی، بیماری، باورچی خانہ کے متعلق قیمتی مضامین

تصانیف محترمہ حجاب امتیاز علی

- [illegible] — چھوٹے چھوٹے لطیف مضامین۔ طرز بیان حد درجہ دلآویز
- [illegible] — شاعرانہ خیالات، تخیل کی بلندی، عبارت کی رنگینی، ہر مضمون دردمیں ڈوبا ہوا

دیگر تصانیف محترمہ آمنہ نازلی ادیب فاضل

- [illegible] — سو برس کے عرصے میں تعلیم یافتہ روشن خیال لڑکیوں کی شادیوں کے عبرتناک نتائج
- [illegible] — دنیا کے نامور مصنفوں، شاعروں، بادشاہوں، شہزادوں کی بذلہ سنجی، حاضر جوابی کے نمونے
- [illegible] — فاسقانہ بازاری لطیفے نہیں۔ مہذب ظرافت کی کتاب بار سوم
- [illegible] — بڑے بڑے پیغمبروں، بادشاہوں اور فلاسفروں کے زریں اقوال

تصانیف محترمہ سرور جہاں رعنائی۔ اے

- پھول پھلواری — پھولوں کی کاشت۔ اور باغیچہ کی تیاری۔ موسموں اور بیجوں کا حال
- [illegible] — اور دوسری کہانیاں، چھوٹے بچوں اور بچیوں کے مطلب کی نہایت دلچسپ

تصانیف منشی پریم چند

- [illegible] — منشی جی کی زندگی کے آخری دس سال کے بہترین افسانے
- [illegible] — دلچسپ اور تعجب خیز عبرتناک اور تفریحی ڈرامہ

تصانیف مولانا رازق الخیری

- [illegible] — حضرت زینب کبریٰ کی مفصل سوانح عمری کربلا کا درد انگیز حال
- [illegible] — حضرت علامہ راشد الخیری کی [illegible] مختلف [illegible]
- [illegible] — [illegible]

- بچوں کی تربیت — [illegible]
- [illegible] — ایک [illegible] لڑکی کی زندگی کے سبق آموز حالات دلچسپ پیرایہ میں

تالیفات سید رضا احمد صاحب جعفری

- [illegible] — کارچوب و زرتار کے کام کی ماہر ہو کر عورتیں کس طرح مالی پریشانی دور کر سکتی ہیں
- لکڑی کا ہاتھ کام — یعنی فرنیچر رنگ۔ یہ کام سیکھ کر معقول آمدنی کی صورت نکل سکتی ہے

تصنیفات مولانا [illegible]

- زنانہ بستہ — بچیوں کے لیے دس مفید کتابیں بہت آسان زبان میں بار چہارم
- آفتاب زندگی — ایک لڑکی کے کنوارپنے کے دلچسپ اور سبق آموز حالات
- شباب زندگی — آفتاب زندگی کا دوسرا حصہ شادی کے بعد اسی عورت کے حالات

صاحبزادہ ولی احمد خاں صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل

- مختصر دنیا — [illegible] بار دوم
- انشائے سلمیٰ — لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کے لیے پسندیدہ کتاب
- اچھوتا سفر — ایک مہاراجہ کے سفر انگلستان کے نہایت ہی دلچسپ حالات نصف صدی پہلے کے۔

علمی و ادبی تصانیف

- دیہاتی گیت — ڈاکٹر اعظم کریوی نے بڑی محنت سے دیہاتی گیت جمع کیے ہیں ان کا مطلب بیان کیا ہے
- خیابان نسواں — مولوی نصیر الدین ہاشمی کے دلچسپ پیرایہ میں عورتوں کے لیے [illegible] معاشرتی و اخلاقی مسائل
- دامن باغباں — ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کے مختصر افسانے دلآویز پیرایہ میں
- پردہ و تعلیم — ہندوستان کے دو مشہور ادیبوں کے خیالات۔ اپنی نوعیت کی ایک ہی کتاب ہے
- خواتین اندلس — سپین میں مسلمانوں کے عہد میں کیسی کیسی مدبر، بذلہ سنج، قابل خواتین گذری ہیں
- افسانہ حرم — دس کہانیاں لڑکیوں کے لیے جن سے اچھی [illegible] معلوم ہوں گی
- [illegible] — ام المومنین کے منظوم حالات زندگی [illegible]

بچوں اور بچیوں کے لیے مزیدار کتابیں

- جاپانی کہانیاں — مسز فضلی جاپان گئی تھیں وہاں سے بچوں کے لیے پسندیدہ تحفہ لائی ہیں
- بچوں کی دنیا — روسی مصنف طالسٹائی نے بچوں کے لیے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سب سے اچھی کہانیاں
- مزیدار کہانیاں — واقعی ایسے مزے کی کہ ننھے بچے لطف لے کر بار بار پڑھیں۔ باتصویر

زنانہ نظمیں

- شمع خاموش — مرحومہ [illegible] بیگم لکھنوی کی درد انگیز موثر نظموں کا مجموعہ مرتبہ مولانا رازق الخیری
- آئینہ جمال — دور حاضرہ کی مشہور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال بریلوی کی نظموں کا مجموعہ

عورتوں کی خاص کتب

- زچہ خانہ — از کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب۔ ہندوستانی عورتوں کے لیے اس سے بہتر کسی زبان میں کوئی کتاب نہیں چھپی باتصویر ہے۔ دو حصے ہیں حاملہ اور زچہ ہر دو حصے۔
- سنگھار خانہ — عورتوں کے لیے سنگھار و آرائش اور خوبصورتی کے قابل قدر مشورے۔

نامور افسانہ نگار خواتین کے افسانے اور ناول

- انوری بیگم — از مسز [illegible] جنگ مرحومہ۔ زنانہ لٹریچر کا مشہور و مقبول بلند پایہ ناول بار سوم
- غیرت کی پتلی — از محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل۔ تین مختلف الخیال عورتوں کا افسانہ
- شہید وفا — محترمہ امت الوحی کے دلچسپ مختصر افسانے بار دوم
- چار رُخ — چار عورتوں کی آپ بیتی از محترمہ [illegible] فاطمہ
- فیروزہ — از محترمہ جمیلہ بیگم۔ ایک دولت مند [illegible] عبرت خیز افسانہ

نہایت کارآمد [illegible]

- صنعت و حرفت — از محترمہ امتہ الحفیظ۔ مختلف چیزیں بنانے کی ترکیبیں [illegible] مفلسی دور کرنے کا علاج۔ تجارت کر کے کس طرح مالی حالت بہتر بنائی جا سکتی ہے
- تندرستی ہزار نعمت — از محترمہ [illegible]
- کپڑے کی چھپائی — سائنٹفک طریقے [illegible] کے متعلق معلومات
- آئینہ موثر — [illegible] بہترین کتاب

[illegible]

رسالہ عصمت

سینتیسواں سال | اگست [illegible]

روس نے کیوں کر تیاری کی

[illegible] تھا ہی بہت تھا لیکن اس نے انتہائی دور اندیشی سے کام لے کر [illegible] نے اور ہر ایک دھات کی کان پر دو دو جگہ کام شروع کیا [illegible] لوہے کی کانیں ہیں۔ یہ بہت دنوں سے معلوم تھا لیکن [illegible] میں لایا جا سکتا ہے یہ روسی حکومت نے سائنس [illegible] صرف کر دیا۔ لوہے اور کوئلے کی کانیں ایک دوسرے [illegible] گئیں تو ان کو فوراً اعلیٰ درجہ کی دینے [illegible] تاکہ روس کے ہر حصہ میں لوہے کا [illegible] رفتار سے ہوا جیسا کہ [illegible] مزدوروں میں یہ احساس [illegible]

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی (مع محصول ڈاک) پانچ روپیہ بذریعہ وی پی سوا پانچ روپیہ
امرا سے دس روپیہ — رؤسا سے پچیس روپیہ — والیانِ ریاست سے شوقیہ — ممالک غیر سے [illegible]

حضرت علامہ راشد الخیری کے مضامین کے متفرق مجموعے

[illegible]	مغربی تہذیب کے زہر آلود اثرات سے خواتین کو محفوظ رکھنے کے لیے نہایت موثر مضامین	۱۲
[illegible]	عورتوں کو سگھڑ و ہنرمند، کفایت شعار اور عقلمند بنانے کے لیے۔	
[illegible]	حقوق نسواں کی حمایت میں بے حد ولولہ انگیز مضامین۔	
[illegible]	عورتوں کی مظلومیت کا مرقع، ان کے مصائب و آلام کی درد انگیز داستان۔	۱۲
[illegible] بہار	لڑکیوں کی تربیت اور تعلیم اور بے جا خیالات۔	
[illegible]	تسخیر شوہر کا راز۔ میاں بیوی کے تعلقات کی خوشگواری کا نسخہ۔	
شادی کا [illegible]	لڑکی کی شادی کے وقت کیا باتیں ضرور دیکھنی چاہئیں۔	
غریب بستی	مسلمان گھرانے اندر ہی اندر کس طرح کھوکھلے ہو رہے ہیں۔	
[illegible]	اور دوسرے مضامین جنہیں پڑھ کر لڑکیاں کنوار پتے کی قدر کریں گی۔	
چمنستان مغرب	خواتین کے مطالعے کے لیے چند بہترین انگریزی مضامین کے عام فہم ترجمے۔	
بکھری ہوئی پتیاں	مختلف موضوعوں پر متفرق مضامین کا دلکش مجموعہ۔	

تصانیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

[illegible]	فلسفیانہ و شاعرانہ مضامین مع دیباچہ علامہ راشد الخیری۔
گلستان خاتون	زنانہ لٹریچر کے بلند پایہ غیر فانی افسانوں کا حسین مجموعہ
[illegible]	ایک دلآویز سبق آموز نتیجہ خیز افسانہ [illegible]
بکھری [illegible]	ایک مختصر افسانہ جسے پڑھ کر مرحومہ کے [illegible]

تصانیف [illegible]

شب [illegible]	مصنف کا بہترین ناول جس کے [illegible]
[illegible] بانو	مصنف کا بہت مشہور [illegible]

تصانیف

[illegible]

... بنت ہے ... خدا اس کا ... ٹھیری ہوئی ہے ... لڑکا اس سال بی اے ... گنتی ہوں۔ غرض ایک دم ... سے آزاد تھی۔ ساس کا کھٹکا

... بھول اور رات کی نیند سب ختم ہوئی۔ میں امیر باپ کی بیٹی نہیں ... پندرہ روپیہ مہینہ کے نوکر تھے۔ اسی میں ہم چار بہن بھائی اور دو ... مکان کا کرایہ بہشتی دھوبی سب ہی خرچ جان کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ پیسہ پیسہ کی تنگی تھی اور مہینے کے آخر میں تو بعض دفعہ دال کے بدلے بھی چٹنی ہی نصیب ہوتی تھی۔ اب خدا کے فضل سے ساڑھے تین سو مہینے کے ہاتھ میں آتے ہیں مگر سوچتی ہوں تو وہ غریبی اس امیری سے بہتر تھی۔ افسوس کہ اس وقت کسی کی قدر نہ کی، اور ان لوگوں کو چراغ سحری نہ سمجھا، جو ہر وقت آنکھیں بچھاتے تھے۔ اگر ایک وقت روٹی نہ کھائی تو اللہ بخشے اماں جان کو کھانا حرام ہو جاتا تھا۔ اب چاہے تین وقت نہ کھاؤں کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی۔

اس وقت کا مقابلہ اس وقت سے کرتی ہوں تو خیال آتا ہے کہ بڑی بیوقوف ہیں وہ لڑکیاں جو کنوار پتے کی قدر نہیں کرتیں اور ماں باپ کو غنیمت نہیں سمجھتیں۔ پرسوں ہی کا ذکر ہے کہ نماز سے فارغ ہوئی، چائے کو دیکھتی ہوں تو ماما نے ڈبی نیچے رکھی ہے تو توس جلا کر خاک اور انڈے ابال کر سخت! اور چائے دوبارہ تیار کرنا چاہتی تھی کہ وہ آگئے۔ ان کو ریل پر جانا تھا، بغیر ناشتہ گئے۔ ڈاک دیکھنے بیٹھی لڑکے کا خط ملا، تین دن سے بخار ہے۔ اتنے میں مولوی نے بڑا غضب کا جوڑا ہاتھ سے چھوڑ کر تمہید کیا۔ کچھ ایسی

بچوں کی تربیت

تسلیمہ

(اہلیہ ... اللہ علیہ)

طبیعت گھبری کہ کم تم کو ملے پہ چلی گئی، صندوق کھول کر جو دیکھتی ہوں تو نئے چادر جوڑے کو کیڑوں نے چھلنی کر دیا تھا۔ خبر نہیں کس منحوس کا منہ صبح ہی صبح دیکھا تھا۔ گیارہ اسی میں بج گئے۔ اتنے میں چپراسی نے آکر خبر دی کہ سرکار گاڑی میں سے گر پڑے۔ اب دل کا خدا ہی حافظ تھا۔ صدمہ تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ چوٹ زیادہ نہ آئی تھی۔ ہاں گاڑی چکنا چور ہو گئی۔ پھر بھی شام تک بہت ہی تشویش میں گزری۔ جب سول سرجن نے آکر کہہ دیا ہے کہ خیریت ہے تو طبیعت کو اطمینان ہوا۔ رات کو ادھر تو دن بھر کی تکان کچھ یہ رنج اور صدمے۔ عشاء کی نماز کے بعد پلنگ پر سر رکھ کر لیٹی تھی کہ آنکھ لگ بھی۔ وقت کی بات ہے کہ ساڑھے دس بجے کی دوا ناغہ ہو گئی۔ دس منٹ دیر ہو گئی ہو گی کہ آنکھ کھلی۔ گھبرا کر اٹھی دیکھتی ہوں کہ ان کا مزاج بگڑا ہوا ہے۔ بہتیرا کہا۔ منت خوشامد کی۔ مگر انھوں نے دوا نہ پی۔ اب نیند کہاں؟ بیٹھے بیٹھے صبح ہو گئی۔

یہ اس زمانہ کا ایک دن ہے جو گھربار کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اور اس عورت کا ایک دن ہے جو میاں اور بچوں سے سب طرح خوش تھی۔ اب اس وقت کو دیکھتی ہوں جو کنوار پتے کا کہلاتا تھا۔ اچھی طرح مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ فقط اتنی بات پر کہ ابا جان نے یہ کہا تھا "بیٹی ذرا ابا کے کپڑے نکال دو گی تو کچھ گناہ نہ ہو جائے گا"۔ مجھ کو اتنا غصہ آیا کہ سیدھی اٹھ کر کھڑکی میں سے نکل چچی جان کے ہاں چلی گئی۔ کھانے کے وقت اماں جان میرا کھانا وہاں لے کر آئیں۔ اور جب تک میں نے کھانا نہ کھا لیا انھوں نے نہ کھایا۔

جس وقت کی مطلق قدر نہ کی وہ، جن لوگوں کی پرواہ نہ کی وہ، نعمت تھے۔ آج وہ دونوں اماں ابا قبر میں سوتے ہیں۔ اب ان کی طرف سے کچھ ہی گزرے ان کو خبر نہیں۔ کچھ ہی کروں کہیں ڈھونڈوں وہ صورتیں نظر آنے والی نہیں۔

لڑکیوں اس وقت کو جو کنوار پتے کا ہے غنیمت سمجھو اور ماں باپ کو ایسی نعمت سمجھو جو قیامت تک ہاتھ آنے والی نہیں۔ یہ زمانہ جلد ختم ہو جائے گا اور یہ سچی محبت کرنے والے چڑیوں کی طرح پھر پھرا کر اڑ جائیں گے۔ ان کی قدر کرو۔ اور اس طرح رہو کہ ان کے بعد یہ افسوس نہ کرنا پڑے کہ وہ ہم سے ناخوش رہے۔

عصمت ۱۹۱۷ء

رُور ... ل کر تیاری کی

ساری دنیا حیران ہے کہ روس نے کیوں کر جرمنی منظم اور صنعتی ملک کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور اب ایسا ہے نہ اس کو پسپا کر کے چھوڑے گا۔

روس پچیس سال قبل نہایت ہی کمزور غیر منظم اور صنعتی لحاظ سے بہت ہی پست حالت میں تھا۔ گزشتہ جنگ عظیم میں اس کے سپاہیوں کے پاس نہ ہتھیار تھے نہ کافی گرم کپڑے۔ اور اسی وجہ سے اسے جنگ سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ جرمنی بلکہ تمام دنیا کا خیال تھا کہ اب بھی روس کی وہی حالت ہے۔ لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس پچیس سال میں روس میں کیا کیا تبدیلیاں ہو گئیں۔ روس کے خلاف تمام یورپین ملکوں میں اس قدر زبردست تعصب تھا کہ روس کی حکومت میں ان کو کوئی بھلائی نظر نہ آتی تھی۔ ادھر روس خود دوسرے یورپین ملکوں سے اس قدر متنفر تھا کہ اس نے اپنے صنعتی اور فوجی منصوبے ان پر ظاہر نہیں کئے۔ لیکن پچیس سال سے روسی حکومت برابر اپنے ملک کی حالت درست کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ اور ملک کی اصلاح اسی نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر ہو رہی تھی۔ کہ کسی نہ کسی دن روس کو مغربی یورپین قوموں میں سے کسی نہ کسی کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

روس نے جو کارخانے بنائے اپنی کانوں اور دیہاتوں کی پیداوار بڑھانے کی جو جو ترکیبیں کیں وہ سب اس کا لحاظ رکھتے ہوئے کیں کہ ممکن ہے کل جنگ کا سامنا ہو۔ روس نے نہ صرف اپنے مغربی حصوں میں کارخانے بنائے بلکہ انہی چیزوں کے بعینہ اسی طرح کے کارخانے یورال کے پہاڑوں کے پیچھے روس کے بیچوں بیچ نہایت ہی محفوظ حصوں میں بھی بنائے۔ تاکہ اگر دشمن کا مغربی حصوں پر قبضہ ہو جائے تو بھی ملک کی صنعتی زندگی جاری رہ سکے۔ یہی وجہ تھی کہ جب ۱۹۴۲ء میں روس تقریباً تمام مغربی حصوں کو کھو چکا تھا ... ہو رہا تھا۔ اس کے لوگ ... درست تھے اس لئے کہ ... کی زندگی ... [illegible]

[illegible]

لئے نہایت ہی بہت تھا لیکن اس نے انتہائی دور اندیشی سے کام لے کر تمام ... اور ہر ایک دھات کی کان پر دو دو جگہ کام شروع کیا ... لوہے کی کانیں ہیں۔ یہ بہت دنوں سے معلوم تھا لیکن ... میں لایا جا سکتا ہے یہ روسی حکومت نے سائنس ... نت کروایا۔ لوہے اور کوئلے کی کانیں ایک دوسرے ... ہو گئیں تو ان کو فوراً اعلیٰ درجہ کی ریلوے سے ملا دیا ...

تاکہ روس کے ہر حصہ میں لوہے ... بنا کر متصل کر ... رفتار سے ہوا جیسا کہ ... سامان فوراً پہنچایا۔

... میں یہ احساس ... ملکوں میں جنگ کے معیار ... پیدا ہو ... کہ ملک ... پیدا ہو گیا تھا یا پیدا کر دیا گیا تھا ... مزدور ... کی سستی کا دار و مدار اس کی جفاکشی ... عورت اسی طرح سے کارخانوں میں کام کر ... جنگ کر رہے ہیں۔ یورپ کا تعصب اس طرح ثابت ہوا اور کیونکہ خطرہ کا احساس ہمیشہ قوموں کو متحد ... روس نے کبھی بھی اپنے کو خطرہ سے خالی نہیں پایا اس کی حکو... اس کے آدمیوں میں وہ بے پروائی اور وہ خطرناک اطمینان پیدا ... جس نے یورپ کے دوسرے ملکوں کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا۔

روس نے اس بات کو بہت ہی اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ آئندہ جنگ صرف آلات حرب کی بنا پر جیتی جائے گی جس ملک کے پاس اچھے آلات حرب نہیں ہونگے وہ کبھی جدید جنگ میں کامیاب نہیں ہو سکتا آلات حرب کے لئے کوئلہ اور لوہا چاہئے۔ خوش قسمتی سے روس میں دونوں کافی مقدار میں موجود تھے۔ ان کو کام میں لانے اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں کم سے کم وقت میں آلات بنانا روس نے اپنا نصب العین بنا لیا سائنس سے اس بات میں جتنی مدد مل سکتی تھی لی گئی۔ اور ہر ایک مزدور نے کوشش کی کہ وہ کسی نہ کسی طرح کم وقت میں زیادہ کام کرنے کی ترکیب نکالے ... میں ایک مزدور ... تھا اس نے ایک طریقہ نکالا جس سے کہ ... اس ... مشکل آتا تھا جتنا کہ پہلے پانچ ... میں ... شہرت ... تھی کہ ... [illegible]

کی مدد دیتا تھا اور ہر ایک مزدور کی کوشش تھی کہ وہ سنگا کیا لوکی طرح بلکہ اس سے بھی بہتر کوئی طریقہ نکالے جس سے کارخانوں کو مدد ملے۔

یورلز کے پیچھے صرف لوہے اور کوئلہ کی کان ہی کام نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر قسم کی صنعت کے کارخانے بنائے گئے تھے۔ تانبہ، سلیٹ اور جست کی کانیں، اور کارخانہ کیمیکلز کے کارخانے۔ مشینری کے کارخانے۔ غرض ہر وہ چیز جس کی بیرونی درآمد کے بند ہو جانے سے جنگ پر اثر پڑتا یورلز کے پہاڑوں کے پیچھے تیار ہو رہی تھی۔

روس کے مغربی حصوں کے کارخانے اس طرح بنائے گئے تھے کہ ضرورت پڑنے پر وہ محفوظ حصوں میں بھجوا دیئے جائیں۔ یہاں انگلستان میں ایسے کارخانوں کے محفوظ حصوں میں بھجوانے پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوا اور ہر جگہ سے کم میں کبھی تبدیلی نہ ہوئی۔ روس میں یہی کام چند دنوں کے اندر اندر ہو گیا۔ کیونکہ پہلے سے اس کا انتظام کیا گیا تھا۔ مغربی کارخانے کے لئے جگہ بنی ہوئی تھی۔ بنوائی نہ تھی۔ کارخانوں کے بڑے بڑے مشین کے کل پرزے اس طرح بنے تھے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھر سے اکٹھے کئے جا سکیں اور مشین کے کام کرنے والوں کی ذہنیت بھی سپاہی کی ذہنیت کی طرح تھی وہ اپنی اپنی مشینوں کے ساتھ جانے کے لئے بالکل مستعد اور تیار تھے۔ ان کے دل میں پل بھر کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ اپنے گھر چھوڑ کر نہ جائیں جیسے سپاہی اپنا ہتھیار کبھی نہیں چھوڑتا۔ اسی طرح یہ مزدور اپنی مشین کو تصور کرتے ہیں۔

آج کل کی لڑائی آلات حرب کے علاوہ دو اور چیزوں پر انحصار رکھتی ہے۔ تیل اور ہوائی جہاز۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ہوائی جہازوں کے لئے تیل کی ضرورت ہے اور لڑائی کے لئے ہوائی جہازوں کی۔ تیل کے بارے میں بھی روس قدرتی طور سے خوش قسمت ہے یعنی شمال اور جنوب دونوں حصوں میں اس کے یہاں تیل کے کنوئیں ہیں۔ گروزنی اور باکو کے تیل کے کنوئیں دنیا کے سب سے بڑے کنوؤں میں شمار ہوتے ہیں لیکن روس اب صرف اپنے قدرتی فائدوں پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اپنے کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار رکھتا ہے کہ اگر یہ قدرتی فائدے چھن جائیں تب بھی کام چل سکے۔ ان دو حصوں میں افراط تیل ہونے کے علاوہ روسی حکومت نے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے سائنس کے کل ذرائع کام میں لا کر یورلز کے [illegible] حصوں میں تیل دریافت کروایا۔ ان حصوں میں آسانی سے تیل نہیں نکلتا [illegible] سائنس کی کل طاقت کے استعمال سے تیل کو [illegible]

گئے ہیں کہ اگر گروزنی قاف کے تمام تیل کے چشمے دشمن کے ہاتھ آ جائیں تو روسی ہوائی جہاز تیل کے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

دھاتوں کے ماہرین نے زمین کی تہ در تہ میں تیل کی بو اسی جگہ دریافت کی۔ سائنس کے ماہروں نے اس تیل کو صاف کر کے طرح طرح کے کیمیکلز کے استعمال سے اس قابل بنایا کہ وہ ہوائی جہازوں میں استعمال ہو سکے۔ انجینیروں نے پائپ لگا کر اس کو روس کے ہر حصہ میں بہ آسانی پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج روس کو اطمینان ہے کہ گروزنی قاف ہاتھ سے نکل بھی جائے تو تیل کا کال نہیں ہوگا۔ روس کی ہوائی طاقت بھی بہت زبردست ہے۔ وہ بھی یہی دور اندیشی ہے جس نے پچیس سال پہلے یہ سمجھ لیا تھا کہ آنے والی جنگ میں ہوائی طاقت کا کیا درجہ ہوگا۔

روس نے امریکن انجینیروں کی مدد سے ایسے ہوائی جہاز بنائے جو تیزی اور مضبوطی میں اپنا جواب نہیں رکھتے لیکن ساتھ ہی ساتھ آسانی سے اور جلد بن سکتے ہوں۔ اس نے ان کے بنانے کا کام زیادہ تر عورتوں کے سپرد کیا کہ جب لڑائی شروع ہو اور مرد میدان میں بھیجے جائیں تجربہ کار بنانے والوں کی قلت سے ہوائی جہاز کے بنانے کی رفتار میں کمی نہ پڑے۔ اس نے ہوائی جہازوں کے حصوں کے بنانے کے لئے ایسے ہی مصنوعی دھات دریافت کروائے، جیسے کہ جرمنی نے یعنی Bakelite [illegible] مصنوعی ربڑ، لکڑی، پلائی کا استعمال وغیرہ۔ ان تمام چیزوں کا ملک میں بنانے کا انتظام کیا کہ درآمد پر انحصار نہ رہے۔ پلائی وڈ کے بنانے کی بھی فیکٹری اتنی بڑی ہے کہ سال میں ۱۶ ہزار کیوبک فٹ پلائی وڈ بناتے ہیں ربڑ کے لئے ۴۵ ہزار ایکڑ زمین وقف کر دی گئی اور پلاسٹک اور سیلوز یعنی وہ مصنوعی دھاتیں جن سے کہ ہوائی جہاز کے حصے بنتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے کارخانے بنائے گئے۔

اب ہوابازی کو مقبول بنانے کے لئے روس نے یہ طریقے اختیار کئے تھے کہ ہر ایک مرد اور عورت اور لڑکے کو اس کا شوق دلایا۔ روس میں راستے خراب تھے اس لئے ہوا کے ذریعہ سفر پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ کھیت میں بیج ڈالنے کا کام۔ دوائیں ڈالنے کا کام سکھا دیا۔ کرنے کا کام ہواباز کرتے تھے۔ شہر میں جگہ جگہ مینار بنائے گئے جن پر سے لڑکے تقریباً پیرا شوٹ سے کودتے تھے [illegible]
[illegible] ہوابازی کی [illegible]

اتنا علم کر دیا گیا کہ آپ کو وہ جنوں کام پر
کپڑے کے کارخانے میں کام کرنے والی عورتیں
اڑاتی ہیں۔ اور اس طرح روس کو یہ ڈر نہیں ہے
ہے کہ جب [illegible] کی کمی ہو۔

روس بہت بڑا ملک ہے اس لئے اس کو قدرتی طور سے بہت
فائدے میسر ہیں پھر اس نے قدرت کی مدد سے پورا فائدہ اٹھایا ہے مثلاً
کوئی ملک بہت وسیع ہے جس میں ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے لیکن راستے
اچھے نہ ہوں۔ ریل اور موٹر کافی تعداد میں نہ ہوں تو کس طرح ایک حصہ کا
سامان دوسرے حصے میں بھیجا جا سکے اور جنگ کے دوران میں ہر وقت
اور مسلسل طور پر سامان کے آتے رہنے پر ان کی کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے
روس کے راستے بہت خراب تھے اور ریل کی بھی کمی تھی موٹر اس میں بنتے
ہی نہ تھے۔ روسی حکومت نے راستے بنائے اور بڑے بڑے کارخانے
جن میں موٹر لاری اور بس ہزاروں کی تعداد میں بنتے ہیں اور جو اب ٹینک
بنانے کے کام میں آ رہے ہیں۔ جہاں راستے خراب تھے وہاں ہوائی جہاز
سے آنا جانا مقرر کیا۔ ریل کی حالت بھی پہلے سے درست کی اور پورے
مشرقی حصے [illegible] راستوں کی خرابی سے انتہائی پستی کی حالت میں
پڑا تھا مغربی حصوں سے ملا دیا۔

روس کی حکومت نے حفاظت اور بچاؤ کے کسی پہلو سے غفلت
نہیں کی۔ لڑائی کے زمانے میں کھانے کی سخت تکلیف ہوتی ہے اس کے
لئے بھی روس نے انتظام کر رکھا تھا یعنی برسوں پہلے کسانوں کو متحدہ کام
کرنے پر مجبور کر کے ٹراکٹر اور سائنٹفک طریقے کے کھاد استعمال کر کے
پیداوار کو دوگنا بلکہ چوگنا کر دیا۔ والگا کے حصوں میں پہلے قحط پڑتے تھے
یہاں آبپاشی کے ذریعہ اس کا سد باب کیا۔ آلو اور کوم کلا آدمی کی
غذا میں آٹے کے برابر درجہ رکھتے ہیں ان کی کاشت پہلے کسان کی مرضی
پر موقوف تھی حکومت نے اس میں بھی ہاتھ ڈالا اور اس پیمانہ پر ان کی کاشت
کروائی کہ اس کا احتمال باقی نہ رہا کہ روسی کسان کو کبھی اس کی کمی ہو۔
مچھلیاں ڈبوں میں بند کر کے روس کے ہر حصے میں بھیجی جاتی ہیں۔ اور
ترکاریاں اور پھلوں کے بھی بھیجنے کا انتظام ہے۔ جگہ جگہ ریفریجریٹر اور
ریفریجریٹر کی ریلیں ہیں جن [illegible] پیداوار کو دوسرے میں بغیر خراب
ہوئے پہنچا سکتی ہیں۔ گوشت اور [illegible] کے [illegible]
کے ساتھ [illegible]

[illegible] سے بچی ہوئی ہے۔
ٹینک کے کارخانے روس کو ٹینک مہیا کرنے میں [illegible]
ان کے کارخانے اس بات کا انتظام کرنے میں مشغول ہیں کہ [illegible]
کوئی بڑا اثر نہ پڑے۔ پٹرول اور مشین بنانے کی فیکٹری بھی [illegible]
جس طرح سے بھی ہو سکا۔ روس میں غذا کی پیداوار [illegible]
[illegible] جنگ میں بھی روسیوں کو قحط کا سامنا [illegible]
اتنے زبردست دشمن کا مقابلہ اس لئے
کے برخلاف وہ تیار تھا۔ اس نے
کے لئے تیار کر رکھا تھا اور
اس نے نہ صرف [illegible]
تیار کیا بلکہ
کر دیا۔
پچیس سال
اس تیاری میں سب
صنعتوں اور کارخانوں اور
اپنے لوگوں کی ذہنیت بھی جنگ کی
انفرادی آزادی کی جس طرح جنگ
طرح ۲۵ سال سے روس میں اس کی کمی رہی ہے
اور فسادیوں کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو صرف جنگ
دوسرے ملکوں میں جائز سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ روس
ایک بھی ساتھی نہیں ملا۔ جو لوگ اس کے ساتھی یا مددگار ہو سکتے
وہ پہلے ہی چن چن کر نکال دیئے گئے تھے۔
روس نے ایک نیا فلسفہ، ایک نئی اقتصادی دنیا ایک نیا طرز حکومت
ایجاد کیا تھا۔ اس حکومت کا تقریباً پورا یورپ مخالف تھا۔ اس حکومت یا
اقتصادی منصوبہ میں کوتاہیاں بھی بعض ہوں۔ لیکن اس نے ۲۵ برس
میں روس جیسے ملک کو دنیا کے سب سے منظم اور مستحکم ملک کے خلاف
کامیاب کر دیا۔ اس لئے یہ مانے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ یہ حکومت روس کے
لئے تو کم از کم مفید ثابت ہوئی ہے۔ روسی حکومت نے جس دلیری کے
ساتھ اپنے ملک کی حالت کو درست کرنے کی کوشش کی ہے اس سے
دوسرے ممالک سبق لے سکتے ہیں۔ روسی حکومت ایک دن میں یا خیالی
منصوبوں سے درست نہیں ہوئی۔ بلکہ روسی حکومت نے اس ۲۵ سال
میں بار بار اس طرح سے بیٹھ کر روس کی بہتری اور روس کی اقتصادی
سیاسی ترقی کے منصوبے بنائے کہ ایک آپ اپنے کھیل اور [illegible]
[illegible] اور غور کرتا ہے۔ روس کے [illegible]
[illegible]

[illegible] ہوا کہ [illegible] جہاں اور جو حرکی نظرآئی اس کو فورا درست کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ [illegible] کا تیسرا دو سالہ منصوبہ ابھی ختم نہ ہونے پایا [illegible] منصوبہ پورا ہو جاتا تو روس [illegible] یورپ کے ملکوں سے ترقی یافتہ [illegible]

شائستہ اختر سہروردی

زندگی کس قدر دلفریب ہے!

زندگی ویسے تو غیر دلچسپ چیز ہے لیکن اسے تھوڑی سی کوشش سے دلفریب بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمہیں لاٹری میں لاکھ کا انعام ملے یا تمہیں خان بہادری کا خطاب ملے یا کسی خوبصورت لڑکی سے شادی ہو جائے۔ انسان ان تمام باتوں کا عادی ہو جاتا ہے لیکن ہمیشہ ہمیشہ خوش رہنے کے لئے۔ بقیہ لمحوں میں مسرت حاصل کرنے کے لئے۔ مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا لازمی ہے۔

(۱) اپنی موجودہ حالت پر صبر و شکر کرو (۲) یہ خیال کر کے خوش رہو کہ بہت انسان ہم جیسا آسودہ بھی نہیں۔ جب تمہارے رشتہ دار تعطیلات میں تمہارے ہاں دیہات میں آئیں تو تمہارے ہوش و حواس گم نہ ہو جانے چاہئیں بلکہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ مہمان آتے ہیں نہ کہ پولیس کے سپاہی (۳) اگر تمہاری انگلی میں پھانس چبھ جائے۔ تو شکر کرو کہ وہ آنکھ میں نہیں لگی (۴) اگر تمہاری بیوی یا بھاوج پیانو پر پریکٹس کرنے کی کوشش کر رہی ہو تو اپنا مزاج قابو میں رکھو اور شکر کرو کہ تم موسیقی سن رہی ہو نہ کہ لڑکیوں کی چیخیں (۵) خوش ہو کہ تم گھوڑے، گدھے، سور یا ریچھ نہیں؟ بلکہ ایک انسان ہو (۶) خوش ہو کہ اس وقت تم ایک قیدی نہیں ہو۔ نہ اپنے قرض خواہوں کے سامنے پیش ہو اگر تم سائبیریا سے باہر رہتے ہو تو کیا یہ خیال تمہیں خوش کرنے کے لئے کافی نہیں کہ اتفاق وقت سے تم وہاں بھی ہو سکتے ہو؟ (۷) اگر تمہارے ایک دانت میں درد ہے تو خوش ہو کہ تمہارے باقی دانتوں میں درد نہیں ہے (۸) اگر تم حوالات میں داخل کئے گئے ہو تو اس خیال سے اچھل پڑو کہ تختۂ پھانسی پر نہیں لٹک رہے (۹) اگر تمہیں منہ پر تھپڑ لگائے جا رہے ہوں تو خوش ہو کہ منہ پر سیخ دار چھڑی نہیں اگر تمہاری بیوی بے وفا ثابت ہوئی؟ تو شکر کرو کہ اس نے صرف تمہیں ہی دھوکا دیا ہے نہ کہ ملک کو۔

سرور طفیل احمد

جادو

مارچ کے پرچے میں بنت محمود مہر صاحبہ کا مضمون جادو گرنیاں اور جولائی کے پرچہ میں محترمہ بیگم سید عبدالخالق کا مضمون "ڈاکن" نظر سے گزرا۔ اس قسم کے بہتیرے قصے میں نے بھی سنے ہیں۔ جادو کے شیطانی عملیات سے تو مجھے انکار نہیں ہر زمانہ میں خدائی دعویٰ کرنے والے اور خدا کی مخلوق کو اذیتیں پہنچانے والوں کی کمی نہیں رہی۔ لیکن جس امر میں مجھے اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ جادو کے زور سے انسانی زندگی کیوں کر تلف کی جا سکتی ہے؟ جبکہ خداوند تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں صاف فرماتا ہے۔ خلق الموت والحیٰوۃ۔ جب وہی ذات مقدس خالق موت و حیات ہے تو پھر بندہ بشر کی کیا طاقت ہے کہ ایک زندہ ہستی کو ناپید کر سکے۔

اس میں کلام نہیں کہ جادوگر یا جادوگرنیاں جب کبھی دشمنی کے طور پر یا ذاتی مفاد کے لئے کسی بنی نوع انسان کی ایذا رسانی کے درپے ہو جاتی ہیں تو اس کی زندگی کو اجیرن ضرور بنا دیتی ہیں لیکن اگر اس معاملہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دکھ اور مصیبت سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "ہر ایک مصیبت اللہ کے حکم سے آتی ہے" کسی کی مجال ہے کہ کسی تکلیف کو ہلکا کر سکے یا جان کا نقصان پہنچائے۔ محترمہ بیگم سید عبدالخالق کی سہیلی سارہ کے واقعہ کو دیکھ لیجئے۔ نہ کاجل نے ان کا کچھ بگاڑا اور نہ خاک نے کچھ اثر کیا۔ دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا مگر تیر ہمیشہ بے نشانہ ہی رہا۔

جادو کے عملیات میں اگر اتنی زبردست طاقت ہوتی تو دنیا کا شیرازہ ہی بکھر جاتا اور خدا کی وسیع زمین پر انسانی ہستیوں کا وجود ہی باقی نہ رہتا۔ ہر فرد اپنے مخالف کو موت کے گھاٹ آسانی سے اتار سکتا اور اس طرح دنیا کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ مجھے ان کی حالت پر سخت افسوس ہے جو چار دن کی زندگی میں ہم جنسوں کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچانے کے لئے ایسے عمل کرتے رہتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ عمل کرنے اور کروانے والے دونوں خدا کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے خداوند کریم ان کو عرصہ تک اسی گمراہی میں مشغول رکھتا ہے لیکن جب وقت ان کے ظلم کا جام لبریز ہو جاتا ہے تو قدرت کچھ ایسی کروٹ بدلتی ہے کہ ان کی تمام کارروائیاں اور عملیات الٹا اثر دکھلانا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر دنیا ان کے لئے جہنم ہو جاتی ہے اور وہ ہر طرح سے اپنے کئے کی سزا پاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی صورتیں بھی مسخ ہو جاتی ہیں کہ وہ مشکل پہچانے جاتے ہیں۔ اور یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے چشم دید واقعات کی بنا پر۔

خیر بیگم [illegible]

گفتگو

بات چیت بھی ایک فن ہے جس کے ماہر شاذ و نادر دیکھے گئے کچھ تو زیادہ لفاظ ہیں کم و بیش ظاہر و باطن کی غیر یکسانیت کس سے کس قسم کی گفتگو کی جائے۔ اس سلیقہ سے قطعاً نابلد موقع و محل کی بات چیت کا جنہیں شعور نہیں کسی کو دل توڑنے پر قدرت حاصل ہے کسی کو تو بس ایسی ہی کچھ باتیں یاد ہیں جو تم میں نہیں ہیں کوئی کسی تیسرے شخص کی شکایات میں اپنی لسانی و سحر بیانی ختم کر دیتی ہے۔ کوئی اپنی تعریف میں آپ رطب اللسان ہے۔ کوئی حقیقت میں مزاج شناس نہیں کسی کو تمہیں بے وقوف بنا کر مطمئن ہو جانا یاد ہے۔ کیونکہ ان سب میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ تمہاری زندگی کو قریب سے دیکھے اور تمہارے متعلق ایک صحیح نظریہ قائم کر کے تم سے گفتگو کرنے جبھی تو انسان بات چیت کرنے میں کچھ بہک بھی جاتا ہے تو بس یہ ہے۔ آج کل کی گفتگو کا موضوع۔ کتنا بیگانہ وش، کتنا بے رس، کتنا غیر جانبدارانہ رویہ!

بہت زیادہ تعلیم یافتہ انسان ہی بہت اچھی گفتگو کر سکتا ہے۔ یہ ایک غلط فیصلہ ہے تعلیم سے فن گفتگو کو بہت زیادہ تقویت پہنچتی ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ ایک تعلیم یافتہ انسان مہذب و شائستہ گفتگو کرنے پر قادر ہے۔ اس کو ہر موضوع پر بحث کرنے میں سہولت سی محسوس ہوتی ہے۔ نفاست و متانت کا اس کی گفتگو پر گہرا اثر نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن لوچ اور شیرینی خداداد صلاحیت ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

ان پڑھ جاہل ہونا بہتر ہے، اناڑی اور دل شکن ہونے سے۔ ہر ان پڑھ جاہل اناڑی نہیں ہوتا۔ دل شکنی خود ایک جہالت ہے عالم کی گفتگو نپی تلی ہوتی ہے۔ وہ بہت زیادہ دور اندیش ہوتا ہے۔ اس کے ایک من علم کے ساتھ دس من عقل کا وزن بھی رہتا ہے۔ اس کی بول چال میں ایک سلیقہ اور رکھ رکھاؤ ہوتا ہے۔ جو ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوتا۔ وہ پہلے سوچتا ہے پھر بولتا ہے۔ جاہل بول چکنے کے بعد سوچتا ہے۔ وہ ایسی ایسی بہت سی سنا چکا ہے کہ اس کو اپنی کہی ہوئی بات پر پچھتانا بھی ہو سکتا ہے جس کی مثال مشتے کہ بعد از جنگ یاد می آید بر کلۂ خود باید زد سے دی جا سکتی ہے۔

گفتگو ہی دلوں کو توڑتی ہے۔ گفتگو سے ہی یہ زخم مندمل بھی ہوتے ہیں لیکن دلوں کے ٹوٹ جانے کی نفسیات سے سب آشنا ہیں۔ دل تو دیکھتے ہی دیکھتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس حادثہ کو سطحی نگاہ نہیں تاڑ سکتی ذرا نظر بدلی کہ دل ٹوٹ گیا۔ ذرا چتون پر بل آیا کہ اس کا قصہ ختم ہوا ذرا سی بے رخی دیکھی اور حضرت نے پہلو بدلے۔ غرض ایک نہ سمجھی بھی اس کی بربادی و تباہی کو کافی سے زیادہ ہے۔

بات بات میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔ کہنے سے پہلے سوچنے کا ہمارے پاس وقت نہیں رہا۔ زندگی کے بندھن اتنے الجھ گئے ہیں کہ سانس بھی جی کھول کر لے نہیں سکتے۔ برادری کی کشیدگی کو دور کرنا، دوستی کو قائم رکھنے کا طریقہ، عیادت کے اصول، تعزیت کے قاعدے، یہ سب ہم بھول گئے ہیں۔ سچی بات کہنے پر آتے ہیں تو وہ اتنی کڑوی ہوتی ہے کہ سب تھوک دیتے ہیں۔ میٹھی باتیں اتنی رسیلی ہوتی ہیں کہ سب نگل جاتے ہیں۔ کبھی رشک و حسد سے تن بدن پھکنے لگتا ہے۔ اطمینان قلب مفقود ہو جاتا ہے۔ مد مقابل کو اس آگ سے جب جلا نہیں سکتے تو خود ہی جل جاتے ہیں۔

غرض گفتگو بہت بڑا اور اہم و بوجھل فن ہے۔ تعلیم اس کی تکمیل کرتی ہے۔ سوسائٹی کا ہونا بھی اس کی ملمع کاری کے لئے ضروری ہے۔ گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کتنی انسانیت کا حامل ہے۔ ملنے جلنے سے گفتگو کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ خیالات کی وسعت کے لئے ملا جلا رہنا بے حد ضروری ہے۔

زندگی میں بات چیت کو جو اہمیت ہے اس کا اندازہ ان چیزوں سے کیا جا سکتا ہے۔ بولتے فلم۔ ریڈیو۔ اور ٹیلیفون وغیرہ۔ بات چیت کا ارتقاء کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سوسائٹی کی بات چیت شاید کافی نہ تھی جو یہ راستے تراشے گئے۔ کوئی فلم دیکھنے جاتے ہیں۔ دل کی پر کیف موسیقی، دلنشین مکالمہ اور اسی قسم کی بہت سی باتیں جن پر بعض وقت تو یہ دھوکہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ ہماری ہی زندگی کا تفسیر تو نہیں!

گھر بیٹھے ریڈیو پر ہم دنیا جہان کی باتیں سن لیتے ہیں، قسم قسم کی آواز، طرح طرح کی بولی، بھانت بھانت کے قہقہے، گانے سسکیاں بعض وقت تو یہی بولتے فلم، ہنستے فلم، بھی بن جاتے ہیں، ٹیلیفون سے آشنا فائدہ ہے کہ وقت اور مسافت کی بچت ہوتی ہے۔ اب جبکہ ذرائع آمدورفت کٹھن و دشوار ہوتے جاتے ہیں، ٹیلیفون ایک غیبی امداد کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک لمحہ میں ہم میلوں کی آواز سن سکتے ہیں۔ اور اس میلوں دور رہنے والے کی آواز سن سکتے ہیں۔ یہ صرف سائنس کی معمولی ایجاد نہیں۔ بلکہ ایک قسم سے فن گفتگو کی ارتقائی منزل ہے اور معجزہ سے کم نہیں۔

نفسیاتی محاکمے سے گفتگو کو تولا جائے تو کتنی قسم کی بات چیت ہوتی ہے۔ معاملہ کی، لین دین کی، تکلف و تصنع سے بھری ہوئی، خوشامد و مکر و چاپلوسی کی بات چیت، جو اہل غرض کا فن ہے۔ اور پھر پرخلوص جذبات سے مملو۔ جو ایک بڑی ہی کمیاب دولت ہے۔ یہ دولت بیدار جس کو ملتی ہے۔ اس کو ملتی ہے، عوام کی قسمت میں نہیں۔

بہت زیادہ باتونی ہو جانا۔ وقعت و منزلت کو گھٹا لینا ہے۔ باتونی انسان ہر دلعزیز نہیں بن سکتا۔ اکتا دینے والی گفتگو ایک بے کیف سی ہیل میل ہے۔ خاموش انسان گہرے اور متین ہوتے ہیں۔ ان کی زبان ان کے دل اور دماغ کی مطیع ہوتی ہے۔ اب کل ہی میں ایک افسانہ پڑھ رہی تھی۔ اس عبارت پر پہنچ کر قلب کی حرکت بند ہوتی معلوم ہوئی۔ کتنے اچھے الفاظ ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے مجھے بند کر کے ان کو حفظ کرنا پڑا۔ اور اب زندگی میں جس کسی کو دیکھوں شاید انھیں الفاظ کی روشنی میں چلتے چلتے مجھے کسی منزل کی کھوج میں گم ہو جانا پڑے گا۔ وہ عبارت بس اتنی ہے :-

"دل جب بھرا ہوتا ہے، تو گہرے اور معنی آفریں الفاظ سے اظہار خیال مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے آدمی ہنسنے لگتا ہے۔ وہی جو سمندر کا دستور ہے۔ انسان مجبور ہوتا ہے کہ سطح پر لہریں ضرور نمایاں کر دے۔ تاکہ وہ خود بھی اندازہ نہ کر سکے کہ دریا کی تہہ میں کیا ہو رہا ہے؟"

یہ ہنسی، یہ بھی تو گفتگو کی ہمزاد ہے۔ اس کو بات چیت کے وقت کہاں چھوڑ آئیں؟ بعض وقت تو انسان مجبور ہو کر ہنستا ہے۔ اپنے دل کے زخم چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے۔ اور دوسرے کو بھی۔

ہنسی — تھکا دینے والے جذبات کی تھکان ہے۔ کبھی کبھی تو بڑی سے بڑی دل شکنی پر بجائے رونے کے ہنس دینے کو طبیعت چاہتی ہے۔ وہ ایک لاشعوری جذبہ کے تحت ہنسنے لگتا ہے مگر۔ اس کا دل — اس کو کون جانے۔ کہ کیا حال ہے اس کا

سر جھکانے ہی کو سمجھا ہے مآل زندگی !

جن سے دل جھکتا ہے حق جوئی کے وہ پہلو بھی دیکھ

جہاں بانو

فلسفۂ حسن

حسن کی تعریف بے شک اپنا اپنا ذوق ہے
اس حقیقت کو بھی لیکن جانتے ہیں خاص و عام

اعتدال و انتساب و نرمی و موزونیت
ہیں یہ چیزیں حسن کا جن کو دیا جاتا ہے نام

جب کسی بت کو حاصل تھا مزاج اعتدال
تھا یقیناً خوبصورت اس کی ہستی کا نظام

اس کی عادت و خصائل میں توازن ہے ضرور
قوم جو حسن عمل سے ہو جہاں میں نیک نام

ملتیں جس کی ہوں آپس میں حلیم و نرم خو
ملک وہ حسن تمدن سے نہ ہو کیوں شادکام

ہیں اگر انسان کے چہرے پہ موزوں خط و خال
حسن صورت میں نہیں اس کے کسی کو بھی کلام

منحصر ہے اک ملاحت ہی پہ تعریف نسیم
اک تناسب ہی پہ قائم ہے جمال صبح و شام

زیب ہیں لاکھوں حسین الفاظ از بر بھی تو کیا
نام ہے موزونیٔ الفاظ کا حسن کلام!

زیب عثمانیہ

حسن

اللہ بخشے اگلے وقتوں کی بیویاں کہا کرتی تھیں "ہا پہلے زمانہ میں تو سو روپیہ کی آمدنی والے گھر کے دروازے پر اللہ رکھے ہاتھی جھومتے تھے۔ مگر اب تو ہزار کی آمدنی والے گھر میں بھی تنگی ترشی ہوا کرتی ہے وہ زمانہ آ لگا ہے کہ میاں بیوی دونوں کماتے ہیں۔ مگر پورا نہیں پڑتا۔ وہی پہلا زمانہ تھا کہ ایک کماؤ دس کھاؤ، مگر ایسے چین سے گزرتی تھی کہ — تو بیوی وجہ کیا ہے یہی کہ جب بیویاں پڑھ لکھ کر نوکریاں کریں گی تو اول تو مرد آپ سے آپ نکھٹو ہو جائیں گے۔ دوسرے گھر کا سارا انتظام نوکروں کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ آپ سے آپ ایک کی جگہ دس خرچ کریں گے۔ اور پھر آج کل سو سو روپیہ کا تو ودا پوڈر سوڈر کیا ہوتا ہے۔ وہی آجاتا ہوگا۔"

ممکن ہے اس میں کچھ مبالغہ ہو گیا تھا تو میں مزید کہوں گی کہ آج کل جتنا روپیہ ایک امیر گھرانے میں سنگھار پر خرچ کیا جاتا ہے اس سے ایک متوسط حال کنبہ کی پرورش ہو سکتی ہے۔ آج کل جب محفل میں جائیے۔ قیمتی ساریوں میں ملبوس چہرے اور ہاتھ رنگے ہوئے تمام بیویاں نظر آئیں گی۔ بڑے آدمیوں کی باتیں جانے دیجئے امیروں کی دیکھا دیکھی بیچارے غریبوں کی بہو بیٹیاں بھی اپنے کو اسی رنگ میں رنگنا چاہتی ہیں۔ اب چاہے گھر میں ایک وقت آٹا نہ ہو مگر پوڈر اور کریم کا آنا ضروری ہے۔ حالانکہ یہ کریمیں وغیرہ جلد کو جتنا فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اس سے کئی گنا زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ میری ایک قریبی عزیزہ صبح کو جس وقت اٹھتی ہیں تو ان کا چہرہ کوئی دیکھ نہیں سکتا بیچاری دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا کر غسلخانے میں گھس جاتی ہیں اور کریم سرخی پوڈر لگا کر باہر نکلتی ہیں۔ حالانکہ ان بیچاری کی شکل اچھی خاصی تھی۔ بس رنگ ذرا مدھم تھا۔ جسے یوں مصنوعی چیزوں سے صاف کرنا چاہا۔ تو اب جلد اس قدر خراب ہو گئی ہے کہ ذرا دیر بھی بغیر لگائے چہرہ صاف نہیں چھوڑ سکتیں۔ اگر دیسی بنے ہوئے غازے استعمال کئے جائیں تو جلد چمکدار، خوشنما اور دیرپا اثر ہونے کے علاوہ ہندوستانی مفلسی کا ملک بھی ایک حد تک ہو سکتا ہے۔ [illegible]

تو نوکریوں کا یونہی قحط ہے۔ دوسرے جب عورتیں بھی نوکری کرنے لگیں تو مرد بیچارے کیا کریں گے۔ ایسی حالت میں آپ خود انصاف کیجئے کہ عورتوں کا نوکری کرنا درست ہے یا اپنے اخراجات گھٹا کر گھریلو زندگی کو ترقی دینا۔

ذیل میں چند غازوں کی ترکیب لکھتی ہوں جنہیں استعمال کر کے آپ حسین بن سکتی ہیں۔ یا فروخت کر کے کافی نفع حاصل کر سکتی ہیں۔ حسن یہ نہیں ہے کہ صرف آپ حسین نظر آئیں بلکہ حسن یہ ہے کہ خود حسین بن کر ماحول کو حسین بنائیے۔ یہی وقت کی پکار ہے۔

(۱) غازہ شاہی

جو کو آب گلاب میں تر رکھیں یہاں تک کہ تمام آب گلاب اس میں جذب ہو جائے پھر ان جو کے دانوں کو خشک کر کے بریاں کریں اور اس کو پیس کر آٹا بنالیں۔ پھر اس آٹے میں حسب ذیل اجزا ملائیں۔

گل حنا (مہندی) ایک چھٹانک۔ گل جعفری ایک چھٹانک۔ چھڑیلہ ایک چھٹانک۔ سازج ہندی ایک چھٹانک۔ [illegible] چار دام۔ نرکچور ایک چھٹانک۔ کپور کچری ایک چھٹانک۔ بیخ بنفشہ ایک چھٹانک۔ بال چھڑ ½ چھٹانک۔ [illegible] ½ چھٹانک۔ خولنجان ایک چھٹانک۔ [illegible] چار درم۔ قرنفل ۸ ماشہ۔ دانہ الائچی چار درم۔ [illegible] ایک چھٹانک۔ جوز بویا ایک چھٹانک۔ بسباسہ ایک چھٹانک۔ [illegible] ایک چھٹانک۔ زعفران ۲ ماشہ۔ مشک ۲ رتی۔ عنبر ۲ ماشہ۔ چوب اگر تین ماشہ۔ سہاگہ ایک تولہ۔ [illegible] ایک چھٹانک سب کو کوٹ چھان کر روغن و عطریات میں گوندھ کر [illegible] پر مل کر نہائیں۔ اس سے جسم صاف و خوشبودار [illegible]

(۲) غازہ حسن افزا

ترکی ایک سفید ایک چھٹانک [illegible]

گوند ثعلب خشک ایک تولہ

[illegible]

[illegible] سایہ میں خشک کر کے [illegible]

کوٹ کر گولیاں بنائیں۔ اور ضرورت کے وقت ہاتھ پہ پاکسی اور چیز پر گھس کر منہ پر لگائیں۔ یہ غازہ چہرہ کی رونق بڑھاتا اور رنگ نکھارتا ہے۔

(نوٹ) یہ تمام دوائیں پنسیوں کے ہاں بآسانی مل جائینگی

۳۔ غازہ دل بہار — سنجرفت ۴ عدد۔ مصری تین ماشہ۔ عرق گلاب بقدر حاجت۔ سب کو ملا کر چہرہ پر پالش کریں۔ جب خشک ہو جائے۔ تو روغن جیلی مل کر گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ یہ مہاسہ، داغ دھبے کے لئے مفید ہے۔

خالدہ ناہید الہاشمی

(بقیہ صفحہ ۸۹) وہ تخت پر پڑی رو رہی تھیں کہ ان کی انا باہر سے آگئیں۔ اور بیگم کو سمجھایا۔ بہت دلائی کہ تم کیوں اپنی جان کھوتی ہو۔ تم تو خود نواب کی بیٹی ہو۔ ابھی چلو اپنی خالہ جان کے ہاں چلو وہیں شبرات کر لینا۔ بیں منوں میدا۔ سوجی۔ شکر وغیرہ لالا کی ماں باپ دے دیں۔ میں تو حاضر ہوں۔ موٹر تو کلب گئی ہے۔ میں کرائے کی گاڑی ... لاتی ہوں۔" گیارہ بجے شب کے جب بیرسٹر صاحب گھر پہنچے تو دیکھا بیگم صاحب ندارد۔ اناجی تو ساتھ گئیں ان کی ملازمہ نرگس موجود تھی۔ اس نے سب حال سنایا۔ بیرسٹر صاحب کو اس قدر غصہ آیا کہ اسی وقت بیوی کے نام یہ خط لکھ دیا:۔

بیگم! مجھ کو اس وقت کلب سے واپس آکر یہ معلوم ہوا کہ آپ محض شبرات کے لئے گھر چھوڑ کر چلی گئیں۔ بہت اچھا میرے لئے بھی اسی میں بہتری ہے آپ کے اور میرے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایسے سخت اختلاف کی حالت میں ہم دونوں مل کر زندگی بسر نہیں کر سکتے ہم دونوں کے لئے آسانی اسی صورت میں ہوگی کہ اپنی بدمزہ زندگی کے دن علٰحدہ علٰحدہ گزاریں۔ میری جو آمدنی ہے وہ تمہیں معلوم ہے تاہم دو ماہ تک میں سو روپیہ، ہوار معمولی بسر اوقات کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کرتا رہوں گا۔ ویسے آپ نواب صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کے سال بھر کے تمام دینی و مذہبی تہواروں اور رسوم کے اخراجات کے لئے نواب صاحب امداد کیا کریں گے۔ جنہوں نے بیٹی کو یہ تعلیم دی ہے۔

(خاکسار شاہد)

نذر سجاد حیدر

برسات کی گھٹائیں

نسیم گل کدہ مستانہ وار آتی ہے
نوائے قمری و بانگ ہزار آتی ہے
لباس ابر میں حور بہار آتی ہے
ہیں روئے ابر سفینے عروس باراں کے
کہ محمل آتے ہیں حوران نوبہاراں کے
نسیم، تن کو چمن میں اتار آتی ہے
درخت، بن کے بہاروں کے ساز گاتے ہیں
عجیب رنگ سے یہ لے نواز گاتے ہیں
نسیم جب طرف شاخسار آتی ہے!
یہ بدلیاں ہیں کہ خیمے رواں بہاروں کے
افق پہ اڑتے ہیں طوفاں، جوئباروں کے
کہ بنت بحر، ہوا پر سوار آتی ہے!
یہ بجلیاں ہیں کہ رقصاں ہیں نور کے کنگن
جھلک رہے ہیں فضا میں بلور کے کنگن
کہ ناز کرتی عروس شرار آتی ہے
نقاب ابر سے ہے یہ ستارہ بار کوئی
کہ بحر نیل کی پریوں کی ہے قطار کوئی
چھڑکتی گل و گوہر کے ہار آتی ہے
زمیں نہفتہ ہے نسرین و سرو و سنبل سے
فضا شگفتہ ہے ریحان و لالہ و گل سے
ہوائے نکہت مشک تتار آتی ہے

اختر شیرانی

(بقیہ صفحہ ۹۲) ہر بچہ اپنی جگہ یہ سمجھے کہ اس سے سب کو زیادہ محبت کی جاتی ہے۔ گھر کا اطمینان اور حقیقی محبت بچے کے لئے بنیادی سہارا ہے گھر کے باہر سے مختلف اور گوناگوں تجربات اور مشاہدات سے دوچار ہونا ہے۔ بالآخر بچہ سہارے اور بھروسے کے لئے گھر کی طرف لوٹتا ہے اور اطمینان و مسرت صرف ماں باپ ہی اُسے دے سکتے ہیں۔

ساجدہ حسن قادری۔ ایم اے بی ٹی

شبرات

مولوی سید بشیر احمد صاحب مرحوم کا پرانی طرز کا مکان ہے زنانے حصے میں سامنے والے دالان میں بیگم بشیر احمد تخت پر بیٹھی ہوئی چھالیہ کاٹ رہی ہیں۔ آگے بڑا سا پاندان رکھا ہے۔ چہرا پُر شکن ہے۔ آپ ہی آپ کچھ بڑبڑا رہی ہیں۔ "یہ بھی کوئی زندگی ہے ہمارا کچھ اختیار ہی نہ رہا۔ مانا کہ بیٹے کی کمائی ہے لیکن میں بھی تو آخر ماں ہوں۔ یہ نتیجہ ہے اعلیٰ تعلیم یافتہ بہو گھر میں لانے کا۔ کل شبرات ہے اور اب تک کوئی سامان نہیں۔" پھر سامنے باورچی خانے کی طرف دیکھ کر زور سے آواز دی "سوسن او کمبخت سوسن کل شبرات ہے اور تو نے اب تک باورچی خانے کو پوتا تک نہیں؟" یہ آواز سن کر سوسن نے چلا کر وہیں سے جواب دیا۔ "اے بیگم صاحب ابھی سے پُت کر کیا ہوگا۔ گھر میں تو کچھ ہے نہیں بازار سے سودا تک نہیں آیا۔ محلے کے غریب سے غریب گھروں میں بھی دو تین دن پہلے شکر میدا۔ سوجی۔ آگئی ہے۔ اور اس بڑے گھر میں جہاں دو برس پہلے کس دھوم سے شبرات منائی جاتی تھی۔ ابھی کچھ بھی نہیں ہوا۔"

بیگم صاحب پھر کڑک کر بولیں "وہیں بیٹھی بیٹھی ٹرائے جاتی ہے۔ جاؤ میم صاحب کے کمرے میں۔ انہیں میرے پاس بلا لاؤ" سوسن وہاں پہنچی۔ اپنے کمرے کے آگے برآمدے میں دولھن بیگم آرام کرسی پہ لیٹی ہوئی کوئی انگریزی ناول پڑھ رہی تھیں۔ ابھی رات کے کپڑے بھی نہیں بدلے تھے۔ اسی طرح اٹھیں اور اوپر سے ڈریسنگ گون پہن کر سگریٹ سلگایا۔ اور ہاتھ میں کتاب لئے سگریٹ کے دھوئیں اڑاتی۔ ساس کے پاس آئیں۔ اور ساس کو سلام کئے بغیر کہا "کیا کام ہے۔ میں تو ابھی پلنگ سے اٹھی ہوں۔ تیار بھی نہیں ہوئی۔ رات بارہ بجے کے بعد ہم لوگ سینما سے واپس آئے تھے۔"

ساس نے کہا "بیٹھو تو کچھ عرض کروں" انہوں نے دیوار سے ٹیک لگا کر اپنا سگریٹ پاندان کے ڈھکنے پر رکھتے ہوئے جواب دیا "امی جان ہم کو بہت جلدی ہے۔ ابھی تک ہاتھ منہ بھی نہیں دھویا ہے۔ جلدی سے منہ دھو کر کپڑے بدل لوں۔

چند دوست آنے والے ہیں۔ لنچ کے لئے۔ رات ہی نظیر صاحب سے کہہ گئے تھے۔" یہ سن کر بڑی بیگم کے تن بدن میں اور بھی آگ لگ گئی اور انہوں نے جواب دیا "میں نے تمہیں اس وقت اس لئے تکلیف دی ہے کہ کل شبرات ہے۔ تمہیں اس کی کچھ فکر نہیں؟ تم بی اے ہو یا ایم اے ہو۔ آخر ہو تو مسلمان کی بچی۔ یہ کھیل تماشے تو روز ہی رہتے ہیں کل ہمارے مردوں کی فاتحہ ہے۔ پچھلے سال تمہارے سسر کی بیماری کا اندر تھا۔ اس لئے شبرات نہیں منائی گئی۔ صرف عرفہ ہوا تھا۔ لیکن اس سال تو نئے و پرانے مُردے ملانے ہیں۔" دُلہن صاحب نے چیں بہ جبیں ہو کر جواب دیا "آپ بی اے اور ایم اے کا طعنہ ہر وقت نہ دیا کیجئے۔ میں مسلمان بھی ہوں یا نہیں اس سے آپ کو کوئی تعلق نہیں۔ میں نہیں جانتی کہ کونڈے اور شبرات کیا چیز ہے۔ ابھی چند روز گزرے آپ نے ایک دن کونڈوں کا شور مچایا تھا۔ پچھلی زندگی میں اگر آپ ایسی بیکار رسوم پہ خرچ کرتی رہی ہیں۔ تو وہ زمانہ اور تھا۔ نظیر بے چارے کے پاس اس قدر فالتو روپیہ نہیں ہے کہ وہ ہر روز آپ کی جاہلانہ رسوم پر خرچ کیا کرے۔ شبرات۔ شبرات۔ چند دن سے آفت میں جان ہے۔ میں ان فضولیات کو جاری نہیں رکھ سکتی۔ میں نے تو بچپن میں بھی اپنے گھر میں ان تہواروں کا کبھی نام نہیں سنا۔ میری عمر کا زیادہ حصہ بورڈنگ میں گزرا۔ وہاں بہت مسلمان لڑکیاں بھی تھیں۔ میں نے تو کسی کو ان رسوم کا پابند نہیں دیکھا۔ میرے گھر میں یہ جاہلانہ رسوم نہیں ہونے پائیں گی۔" یہ کہہ کر بہو صاحب اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

ایسے گستاخانہ جواب سن کر بوڑھی ساس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور ان کی خادمہ سوسن نے بھی ساتھ دیا۔ بیگم بشیر احمد صاحب روتے میں یہ بیان کرتی جاتی تھیں: "ہائے اللہ پھوٹ گئے میرے نصیب۔ جب سے کی بیٹی اور ہکا میرے گھر میں آئی۔ میں بے کس۔ بے بس ہو گئی سے لاڈلی بیٹے مردوں کو برس کے برس دن پانی کو بھی ترس جاتی رہتی یہ بیوی کا غلام ...

[illegible] اگر وہ خدا کو رکھتا تو اس کی مجال تھی کہ چھوکری میرے سامنے ایسے جواب دیتی۔ کل کو باوا دادا کی روحیں اس گھر سے پیاسی جائیں گی۔" یہ کہہ اور زور سے چیخ کر رونے لگیں۔ سوسن خادمہ نے اٹھ کر تسلی دی۔ اور سمجھایا کہ بیگم صاحب رونے سے کیا ہوگا صبر کیجئے۔ اس گھر سے تو اب تہوار۔ نذر۔ نیازیں سب اٹھ گئیں۔"

بیگم صاحب نے روتے ہوئے جواب دیا۔" ہائے اسی کا تو رونا ہے۔ اس کمائی کی پچھی عورت کے آنے سے نظیر بھی بالکل بے دین ہو گیا۔ ایک سال ہو جائے گا شادی کو۔ تم نے کبھی اسے نماز پڑھتے دیکھا؟ روزے اس نے نہیں رکھتے تھے کہ بہت کمزور ہیں۔ الہ آباد کالج کی تعلیم کا یہ نتیجہ ہے کہ خدا اور رسولؐ اور اپنے مذہب سے کوئی سروکار نہیں۔ آتے ہی میاں کی کمائی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ میں کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئی۔ تو نے دیکھا تھا۔ گیارھویں شریف کی نیاز کے لئے میں چلاتی ہی رہی اور کچھ نہ ہوا۔ اس کمبخت نے دو روپے کی مٹھائی بھی منگا کر نہ دی۔ پھر بائیس رجب کے کونڈے کس مشکل سے ہوئے۔ وہ تو نظیر میاں کی منت کا کونڈا تھا جیسے بنا میں نے کیا۔"

سوسن بولیں۔" بیگم اب بھی آپ ہی کریں گی۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ مولوی صاحب مرحوم کی روح پہلی شبرات کو اپنے بیٹے کے گھر سے پیاسی جائے۔"

یہ سن کر بیگم صاحب نے اپنی انگلی سے چالیس روپے کی قیمتی سونے کی انگوٹھی اتار کر سوسن کو دی اور کہا" یہ بڑے میاں ڈیوڑھی والے کو دو۔ وہ ابھی جا کر اس کو ہمارے پرانے سنار سندر لال کے ہاتھ فروخت کریں اور ابھی بازار سے پانچ سیر میدا۔ پانچ سیر سوجی۔ دس سیر شکر۔ دس سیر گھی۔ لیتے آئیں۔ اور ہاں یہ بھی کہہ دینا سیر بھر کشمش اور آدھ سیر ناریل۔ آٹھ آنہ کے چاندی کے ورق۔ آٹھ آنے کی زعفران اور ایک تولہ چھوٹی الائچی بھی لائیں۔ یہ چیزیں حلوے میں کام آئیں گی۔ میں اپنے مردوں کو اسی طریقے سے حلوا روٹی دوں گی جیسے کہ مولوی صاحب کی زندگی میں دیا جاتا تھا۔" جب یہ سب ہدایات لے کر سوسن اٹھ کر چلنے لگی تو پھر روک کر کہا" ارے کمبخت ایک ضروری چیز تو بھول ہی گئی۔ آتشبازی"

"ارے ہے بیگم صاحب یہ تو مجھے بھی یاد نہ رہا۔ آپ کے بھانجے بھتیجے سب امید لگائے ہوں گے کہ آتشبازی آتی ہوگی۔ ہر سال دس پندرہ روپے کے انار پٹاخے ان کو بھیجے جاتے تھے۔" اچھا پانچ روپے کی آتشبازی کو بھی کہہ دینا بڑے میاں لیتے آئیں گے۔ بہت نہیں تھوڑی ہی سہی حق دار امید وار بچوں کو حصے کے ساتھ بھیج دوں گی۔"

" ہاں بیگم صاحب ضروری ہے اور یہ بھی آپ ہی کے دم تک ہے پھر تو اس گھر میں کوئی خدا و رسولؐ کا نام بھی نہ لے گا۔"

سوسن تو انگوٹھی لے کر خوشی خوشی بڑے میاں کے پاس باہر گئی اور بیگم صاحبہ اس کے انتظام کے لئے تخت سے اٹھیں۔ دوسری ماما چمپیلی کو آٹھ آنے پیسے دے کر کہا" ابھی جا شمو کمہار کے گھر سے کونڈے گھڑے اور کورے کورے کوزے لے آ۔" اس کے بعد باورچی خانہ پتوانا شروع کیا۔ میاں نظیر اپنی بیوی سے ساس بہو کا جھگڑا سن چکے تھے۔ وہ شور و غل کے خوف سے گھر پر نہ ٹھہرے۔ دو چار دوست برج کھیلنے کو آ گئے تھے۔ ان کو بھی ساتھ لیا اور مع مسز نظیر کے سب ایک اور دوست کے ہاں اتوار منانے چلے گئے۔ اور کل شبرات کے دن کے لئے بھی میاں نظیر نے یہی تجویز کی کہ گھر پر نہ رہنا چاہئے۔ برسات کا پُر بہار موسم تھا کہیں دور باغ میں پکنک کے لئے چلے گئے بیس پچیس روپے پکنک کے سامان پر بھی خرچ ہو گئے۔ کیک۔ پھل۔ مٹھائیاں ساتھ گئیں۔ اور وہاں پکوان تلے گئے۔ دس بارہ دوست تھے گاڑیوں کا کرایہ بھی انہیں کے سر پڑا۔ اس طرح پُر امن شبرات گزار کر رات کے نو بجے گھر واپس آئے۔ دیکھا کہ والدہ صاحبہ نماز کے تخت پر بیٹھی رو رہی ہیں۔ اور سوسن سے یہ کہہ رہی ہیں۔" دیکھا سوسن اس ناگن نے آج شبرات کے دن بھی میرا گھر سونا کر دیا۔ آج بھی میرا بچہ [illegible] کر اپنے باوا دادا کی فاتحہ نہ پڑھنے پایا۔ خیر جیسے تیسے مردوں کو پہنچا دیا۔"

سوسن بولیں۔" اے بیوی ہو تو گیا لیکن نظیر میاں کے ہاتھ اٹھانے کی بات ہی اور تھی۔ باوا دادا کی روح خوش ہو جاتی۔"

(۲)

مسٹر شاہد بیرسٹر ایٹ لا کی کوٹھی کے زنانے حصے میں بیگم شاہد اپنے کمرے کے دروازے میں کھڑی شوہر سے کچھ باتیں کر رہی ہیں۔ پانچ بج رہے ہیں۔ وہ ہاتھ میں ٹینس کا بلا لئے کلب جانے کو تیار ہیں۔ بیوی نے کوٹ کا دامن پکڑ کر کہا" سنتے نہیں کل سے کہہ رہی ہوں کہ شبرات آ رہی ہے اب تک کچھ سامان نہیں ہوا۔ شادی کے بعد یہ [illegible] شبرات ہے۔ ہر سال تو اپنے میکے [illegible]

ہاں میں جب بھی ہوں میں نے نیاز کہا تم نے پہلو تک اپنے پاس سے میں نے تھوڑی سی جلیبیاں منگا کر نیاز دلا دی۔"

"بیگم یہ کام میرے کرنے کا نہیں۔ مجھ کو تو یہ بھی علم نہیں کہ نیاز ہوئیں کب گزر گئی اور رجب کب تھی۔ اور نہ کوئی سمجھدار انسان ان خرافات کی فکر رکھتا ہے۔"

"آپ کے کرنے کے اگر یہ کام نہیں تو میں بے چاری کیسے کر سکتی ہوں؟ اگر گھر کا خرچ میرے ہاتھ میں ہوتا تو جو ضرورت ہوتی کرتی رہتی۔ منشی جی سے کہلواتی ہوں تو جواب ملتا ہے کہ جب تک صاحب بہادر کی منظوری نہ ہو ہم کوئی کام نہیں کر سکتے۔"

"خرچ آپ کے ہاتھ میں کیوں نہیں آپ کے آتے ہی ماہوار خرچ آپ کو دے دیا گیا تھا۔ مگر جب آپ کو اس کا سلیقہ ہی نہیں تو کیا کیا جائے؟ مہینہ بھر کا خرچ تم نے پندرہ دن میں ختم کر دیا۔ محرم کی فضول رسوم پر دس دن کے اندر تم نے سو روپے برباد کر ڈالے۔ میری ابھی تین سال کی پریکٹس ہے ڈھائی تین سو روپیہ مشکل سے مہینہ بھر میں ہاتھ آتا ہے۔ سو روپیہ کرائے کی کوٹھی اور ملازمین کی تنخواہوں میں چلا جاتا ہے۔ میں ایسی فضول رسم پر خرچ نہیں کر سکتا۔ میری ماہوار آمدنی میں جب تم سے مہینہ بھر کے اخراجات پورے نہ ہو سکے تو تم نے خود ہی انتظام کرنا چھوڑ دیا۔ میں دن بھر کچہری میں رہتا ہوں سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ یہ انتظام خانہ داری منشی کے سپرد کیا جائے۔ آپ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے منشی کو لکھ سکتی ہیں اسے انکار کرنے کی مجال نہیں۔ لیکن ان فضول رسوم کے لئے کہ آج عید ہے بیس پچیس روپیہ سیویوں پر صرف کر دیا جائے۔ پھر محرم آیا دس بارہ دن تک روزانہ پلاؤ زردے کی دیگیں چڑھیں۔ شربت کی سبیلیں لگائی جائیں۔ پھر شبرات آگئی حلوے بنا کر تقسیم کئے جائیں۔ یہ ناممکن ہے۔"

شوہر سے یہ سن کر بیگم کی آنکھوں میں آنسو آگئے رنج و غصہ سے چہرہ تمتما اٹھا اور جھلا کر کہا "اچھا مذہبی تہواروں اور خدا، نیاز وں کی بابت آپ کے یہ خیالات ہیں۔ افسوس ہے مسلمان ہو کر ایسے کفر کے کلمے آپ کی زبان سے نکلیں۔ یہ نتیجہ ہے ولایت کی تعلیم کا تین سال کے لئے پڑھنے گئے تھے سات سال میں وہاں سے واپس آئے۔ [illegible] ہوگی سنتے تھے سب وہیں ختم کر دیا۔ [illegible] نے نماز پڑھنی [illegible] [illegible] کیسی [illegible]

خیر اس سے مجھے مطلب نہیں آپ مالک ہیں۔ اپنی کمائی رکھیں یا اڑائیں۔ افسوس یہ ہے کہ وہاں رہ کر آپ بالکل بے دین ہو گئے میں تو اس حالت میں بسر نہیں کر سکتی کہ نہ خدا کا نام لیا جائے نہ رسول کا۔ غضب خدا کا برس کے برس دن بھی اپنے بزرگوں کی روحوں کو فاتحہ کا ثواب نہ پہنچایا جائے اور کوئی تہوار ہو یا نہ ہو محرم اور شبرات کی نذر نیاز کئے بغیر میں نہیں رہ سکتی۔" بیوی کی یہ خلاف مزاج جاہلانہ تقریر سنکر بیرسٹر صاحب کو بے حد غصہ آگیا ان کا بھی چہرہ سرخ ہو گیا اور تحکمانہ لہجہ میں جواب دیا "فضول بکواس مت کرو۔ میرے یہاں ان تباہ کن رسوم کے لئے کچھ نہیں ہے۔ خدا سمجھے والدین کو جنہوں نے ایک جاہل کندہ ناتراش کے ساتھ میری زندگی برباد کر دی جس کے دین و ایمان کی بنیاد حلوے اور پراٹھے پر ہو۔ میرا یہ سال زندگی کا تم ایسی جاہل عورت کے ساتھ نہایت تلخی سے گزرا ہے۔ چلو میرا پیچھا چھوڑ دو۔ کلب کو دیر ہو رہی ہے۔ وہاں آج ڈانس ہے سب ممبروں کی بیویاں آئیں گی۔ میری شریک زندگی کھڑی حلوے کے لئے ضد کر رہی ہے۔"

رو کر بیگم نے پھر کہا "میں حلوا کھانے کے لئے ضد نہیں کر رہی ہوں۔ خیال یہ ہے کہ کل آپ کے مرحوم بزرگوں اور عزیزوں کی روحیں ایک امید کے ساتھ آئیں گی اور جب اس گھر سے بھوکی پیاسی گئیں تو ہمیں سخت گناہ ہوگا۔" اپنی بیوی کے یہ خیالات سن کر بیرسٹر صاحب کو بے اختیار ہنسی آگئی اور سگار سلگاتے ہوئے جواب دیا۔ "افسوس صد افسوس میری رفیق حیات اور یہ خیالات کاش تم کو مذہبی تعلیم ہی دی گئی ہوتی تو اس قدر توہم پرست نہ ہوتیں۔ تم خیال رکھو میرے مردہ عزیزوں کی روحیں حلوے کی تلاش میں یہاں نہ آئیں گی اگر تمہارے عزیز آئیں تو اس کا مجھے علم نہیں۔" اس طنز پر بیگم بے اختیار رونے لگیں اور جواب دیا کہ "اگر کل فاتحہ درود کا انتظام یہاں نہیں ہو سکتا تو میں کل شبرات کا دن آپ کے یہاں نہیں گزار سکتی۔"

"بہت خوب آپ ابھی تشریف لے جائیے تاکہ آئندہ شبرات کو اس مصیبت کا سامنا نہ ہو۔" یہ کہہ کر ہاتھ کا ہاتھ گھماتے ہوئے بیرسٹر صاحب تو کلب چل دیئے۔ بیوی اپنے کمرے میں آ کر اپنے اور شوہر کے بزرگوں کو خوب روئیں۔ جنہوں نے اس بے چاری بے زبان لڑکی کو ایسے بے دین کافر کے پلے باندھا تھا۔ [illegible]

بچپن میں تخیّل اور کھیل

بیشتر آدمی بڑے ہو کر اپنے بچپن کو بھول جاتے ہیں۔ عام طور سے پانچ اور چھ برس کی عمر سے پہلے کے واقعات انسان صاف طور پر یاد نہیں رکھتا خصوصاً اس زمانہ میں اپنے تاثرات اور جذبات کا اندازہ تو ہم یقیناً نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم عام طور پر بچوں کی بیشتر حرکات کو مضحکہ خیز اور ناقابل فہم سمجھتے ہیں۔ ان کے خیالات اور عمل کو متضاد، مہمل اور بعض اوقات دروغ خیال کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ بیشتر بچوں کے پاس رہتے اور ان کی نگہداشت کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بچے کی حرکات کو سمجھنا کتنا مشکل اور اس کی حرکات سے غلط فہمی میں مبتلا ہونا کتنا آسان ہے۔

موجودہ صدی میں بچے کا "انکشاف" ہوا ہے۔ یعنی بچپن کے متعلق ہمارا نظریہ بالکل بدل چکا ہے۔ اور اس کی اہمیت واضح ہو چکی ہے۔ شروع زمانہ میں بچوں پر کچھ دھیان نہ دیا جاتا تھا۔ نہ استاد ان پر توجہ کرتا تھا لیکن اب ۱۸ مہینے کا بچہ بھی نرسری اسکول میں بھیجا جا سکتا ہے۔ اور یورپ میں بڑے بڑے محکمے بچوں کے نفسیاتی تجربے کے لئے قائم ہیں۔

غالباً بچپن کا سب سے ضروری اور ناقابل فہم عنصر بچے کا تخیل ہے ہم میں سے کتنے لوگ صحیح طور پر یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بچہ کے دماغ و تصور میں کیا ہے! بچے کے تخیل سے مراد اس کی وہ خواب دیکھنے، منصوبے باندھنے یا خیالی پلاؤ پکانے کی قوت ہے جس کا ظہور بالآخر کھیل یا دوسری حرکات کی صورت میں ہوتا ہے۔ خیالی پلاؤ پکانے اور کھیل کی یہ قوت ہر تندرست بچے میں فطری طور سے ہوتی ہے۔ اور جو بچہ اس طرح کے کھیل میں دلچسپی کا اظہار نہ کرتا ہو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بیمار یا رنجیدہ ہے۔ "وہمی" مشغلہ بچہ کی ذہنی ترقی کا مرکز ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بچہ کی ذہنی واردات کو عملی صورت میں تبدیل کرتی ہے۔ بچے کی ذہنی اور جسمانی ترقی ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ خیالی کھیلوں میں بچہ بحیثیت مجموعی مصروف ہوتا ہے۔ راہبر میں بچہ سوچتا ہے اور غور کرتا ہے کبھی تازہ تجربہ میں مواد اور اپنا نتیجہ مرتب کرنے میں مصروف ہوتا ہے اگر ہم بچہ کے کسی "بیداری کے خواب" کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہو کہ وہ بھی اپنی ایک منطق رکھتے ہیں۔ ایک نظریہ کا اظہار اور ترقی کی ایک منزل کا انکشاف کرتے ہیں اور بچے کے ذہن کے متعلق کافی مواد فراہم کرتے ہیں۔ ہم یہاں کہہ سکتے ہیں کہ بچہ کو ایک تجربہ پیش آتا ہے۔ وہ کسی ایسی

چیز کو دیکھتا ہے جسے وہ سمجھنے سے قاصر ہے اور جو اس کی عقل کو حیران کر دیتی ہے وہ اس پر غور کرتا ہے اور اگر ممکن ہو تو اسے کھیل کی صورت میں تبدیل کرتا ہے بعض تفصیلات اسے یاد رہتی ہیں باقی وہ گھڑ لیتا ہے۔ مثلاً ایک ساڑھے تین سال کا بچہ پل پر گیا وہاں اس نے ریل گاڑی دیکھی اس نے بڑے اشتیاق اور تعجب سے اسٹیشن کے آس پاس مختلف آوازیں سنیں۔ پھر ریل کے آنے کی گھڑگھڑاہٹ سنی اور ریل کے پل سے گزرنے کے بعد دھوئیں کے کثیر بادل کو تعجب سے دیکھا اور رفتہ رفتہ ریل کو نظروں کے سامنے آتے اور پھر نظروں سے غائب ہوتے یا سرنگ میں گھستے دیکھا۔ اس روز وہ خلاف معمول چپ چپ سا ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ تھک گیا ہے یا اس کا دماغ غیر حاضر ہے۔ لیکن دراصل بچہ اس روز کے تجربہ کو دل ہی دل میں دہرا رہا ہے۔ وہ پل کے نیچے ریل کی گھڑگھڑاہٹ محسوس کر رہا ہے اور ریل کو نظروں کے سامنے گھٹتے گھٹتے غائب ہوتے دیکھ رہا ہے یہاں تک کہ وہ ایک دم اچھل پڑتا ہے اور گو بھک بھک کرتا ہوا ہاتھ باری باری اٹھاتا ہوا ریل کی نقل کرتے ہوئے کمرہ میں چکر لگانے لگتا ہے پھر ایک دم جھک کر کسی میز کے نیچے سے نکلتا ہے جیسے ریل پل کے نیچے سے گزری پھر کمرے میں دور کونے میں چلا جاتا ہے۔ جیسے ریل نظر سے غائب ہو گئی۔ وہ درحقیقت اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنا رہا ہے۔ وہ یاد کرتا ہے اور سیکھتا ہے اور اس نئے تجربہ کو اپناتا ہے یہاں تک کہ خیالی پلاؤ پکاتے پکاتے وہ کھیل شروع کر دیتا ہے۔ بعد میں وہ اس کھیل کو دہراتا ہے اور مختلف کھلونوں کے ذریعہ سے اس میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔

جب کوئی بڑا آدمی کسی بات کو یاد رکھنا چاہتا ہے تو وہ اسے کہیں نوٹ کر لیتا ہے یا بار بار دہراتا ہے۔ بچہ جان بوجھ کر یاد رکھنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ کسی واقعہ کے متعلق ہوائی قلعہ بناتا ہے اور پھر اس واقعہ کی نقل حتی المقدور کھیل کے ذریعہ کرتا ہے۔ بجائے کہیں تحریر کرنے کے وہ نئے تجربہ کو تکرار عمل سے اپنے دماغ میں محفوظ کرتا ہے۔ مندرجہ بالا قسم کے واقعات پیش خیمہ ہوتے ہیں بچے کے میکانکی ذوق اور شوق ایجاد کے۔ ہمیں بچہ کو اس قسم کے کھیل کھیلنے کا پورا موقعہ دینا چاہئے کیونکہ ان کھیلوں کے ذریعہ سے وہ اپنی بساط کے مطابق تجربات کرتا اور نتائج مرتب کرتا ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کی اہمیت سمجھ لیں تو ہمارا نظریہ بچے کے کھیل کے متعلق یکسر بدل جائے کیونکہ ہم دیکھیں کہ

یقضیع اوقات نہیں بلکہ بچہ کے لئے فائدہ رساں ہے چنانچہ تعلیم میں کھیل کی اہمیت تسلیم کی جاچکی ہے۔

بچہ کا دماغ مجموعی حیثیت سے ایک شے ہوتا ہے جو چیز اس کی نشوونما کے ایک پہلو پر اثر انداز ہوتی ہے۔ دوسرے پر بھی ہوتی ہے بچے کی مسلسل بیداری کے مختلف وجوہ ہو سکتے ہیں۔ یہ فطرت ہر تندرست بچہ میں موجود ہوتی ہے لیکن اگر یہ کیفیت معمول سے زیادہ ہے تو اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ بچہ زیادہ ہونہار ہے اور گہرے غور وفکر کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ سوچ بچار اس کی ترقی کے لئے ضروری ہے یا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بچہ رنجیدہ اور پریشان ہے اور کسی ایسی مشکل میں مبتلا ہے جس کا حل وہ نہیں کر سکتا۔ اس کی پہچان اس طرح ہو سکتی ہے کہ اگر بچہ دوسرے اوقات میں اپنے معمولات میں دلچسپی لیتا ہے تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں لیکن اگر وہ دوسرے اوقات میں بھی خوش نہیں تو وہ واقعی پریشانی میں مبتلا ہے اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اسے اصل مسرت اور اطمینان حاصل ہو۔

ریل کے مشاہدہ کے بعد ڈراما کرنے کے واقعہ کے مقابلہ میں ایک پانچ برس کے بچہ کے واہمہ کی دوسری کارستانی دیکھئے وہ کافی عرصہ تک انجنوں کی رنگ برنگی تصویریں بناتا رہا جس میں سے دھواں اور شعلے نکل رہے ہیں۔ اس کے بعد وہ ایک ریل گاڑی کے اوپر دوسری ریل گاڑی بناتا ہے۔ بیچ میں کچلے ہوئے لوگ ہیں جو زمین میں سوراخ کر کر کے نکل رہے ہیں اور اس تمام کارروائی کے درمیان وہ نہایت انہماک سے خود بخود باتیں کرتا جاتا ہے۔ بعد میں تحقیق ہوا کہ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ ریل میں کچل گیا ہے اور دیگر ڈراؤنے خواب دیکھے تھے جن کے زیر اثر اس نے معمولی ریل کے مشاہدہ کو اس غمناک صورت میں بدل دیا۔

اس طرح بچہ اپنی تصورات کی دنیا میں واقعات سے بہت دور نکل جاتا ہے۔ بڑوں کی گفتگو کے کسی حصہ کا غلط مفہوم سمجھ کر، قصہ یا کہانیوں میں سے کوئی خیال لے کر، اور خود اپنے تجربات و مشاہدات سے حاصل کئے ہوئے عام طور پر غلط، نتائج کے ذریعہ سے بچے کے ذہن میں، ہمارے نقطہ نظر سے، مضحکہ خیز خیالات پیدا ہو جاتے ہیں لیکن درحقیقت یہ نتائج ہوتے ہیں بچوں کی اپنی منطق اور دلائل کے۔ بچہ انتہا پسند ہے۔ وہ درمیانی شے کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک آدمی یا تو دیو ہوتا ہے یا بونا۔ وہ سیاہ و سفید رنگ پسند کرتا ہے لیکن بھورے رنگ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ وہ ہوائی جہازوں میں ریلوں اور کشتیوں میں سیر کرتا ہے اور عظیم الشان مچھلیاں پکڑتا ہے جیسے جانوروں کا شکار کرتا ہے جادو کے پیالوں میں چھپ جاتا ہے

تین سے سات برس کی عمر کے بچوں میں یہ میلان عام طور سے ہوتا ہے بچے کے دل میں اس کے عجیب وغریب خیالات پیدا ہوتے ہیں یا نہیں کچھ دنوں میں وہ خود غلط سمجھنے لگے گا۔ لہٰذا اس زمانہ میں اس سے صحیح منطقی خیالات کی توقع کرنا زیادتی ہے۔ اور ان کے اس قسم کے خیالات پر ہنسنا یا انہیں جھوٹ سمجھنا ظلم ہے۔ عام طور سے اس قسم کے خیالات کے اظہار پر بچے کو تنبیہ کی جاتی ہے جس سے اس کی حیرت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہم کو چاہئے کہ ہم بچے کو اس مادی وحقیقی دنیا اور اس کی خیالی دنیا میں امتیاز کرنے میں مدد دیں۔ بچہ اس دماغی انتشار سے نکل کر اصل دنیا کو کس طرح سمجھنا شروع کرتا ہے؟ اس معاملے میں اس کا طریقہ بالکل منطقی اور بڑے لوگوں کا سا ہوتا ہے یعنی غلطیاں کر کے اور ان کا احساس کر کے رفتہ رفتہ وہ صحیح نتائج پر پہنچ جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ اپنی حرکات تین جانب مبذول کرتا ہے۔

اول، تو وہ اپنے ذہنی خاکہ کو کھیل میں تبدیل کرتا ہے جتنا بھی کرنا ممکن ہو۔ وہ جانچتا ہے کہ اس کا تصور اس محدود دائرہ میں کہاں تک مکمل ہو رہا ہے لیکن وہ مطمئن نہیں ہوتا اور کھیل میں برابر ترمیم کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ عارضی طور پر اپنی مشکل کا کوئی حل حاصل کر لیتا ہے۔ دوسرا طریقہ بچہ کا یہ ہے کہ وہ اپنے سے بڑے بچوں یا بڑوں سے سوالات کے ذریعہ اپنے مسائل کا حل حاصل کرتا ہے۔ ایک ذہین بچہ اکثر ایک سوال مختلف لوگوں سے پوچھتا ہے اور پھر سب کے جوابات کا تجزیہ کر کے حسب خواہش نتیجہ مرتب کر لیتا ہے ہم سب کو ایسے بچوں سے سابقہ پڑتا ہے جن کی خواہش علم تیز ہوتی ہے اور اگر ان کو ان کے سوالات کا جواب نہ دیا جائے تو وہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔ بچوں کے سوالات کا جواب دینا بھی ایک ہنر ہے سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ عام طور سے ہم یہ نہیں جانتے کہ بچہ کا مقصد کیا ہے۔ اظہار بیان پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے اکثر وہ اپنا مدعا صاف بیان نہیں کر سکتا یا خوف اور شرم کے خیال سے اصل مقصد بیان کرنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا وہ اپنے اس تصور کے متعلق مختلف سوالات کرتا ہے اور بعد میں اپنے سوال کا حل دریافت کر لیتا ہے مثلاً ایک چھ سال کی ذہین بچی نے یہ سوالات کئے۔

پیڑ اتنے اونچے اونچے کیوں ہیں؟ انہیں کس نے یہاں بویا ہے؟ کیا وہ آسمان کو چھوتے ہیں؟ اگر میں ان کی چوٹی پر چڑھ جاؤں تو کیا بادل کو چھو لوں گی؟ کیا میں بادلوں میں چھپ جاؤں گی؟ کیوں؟ ایک چڑیا کتنی اونچی اڑ سکتی ہے؟ کیا واقعی بہت بہت بڑی چڑیا؟ کیا دھنک میں رنگ بھی [illegible] ہوتے ہیں؟ وہ غائب کیوں ہو جاتی ہے؟ کیا وہ بادل میں ہوتی ہے؟ بادل [illegible] ہوتے ہیں؟ کیا میں کسی رنگ کے بادل بنا سکتی ہوں [illegible]

بتانا چاہتی ہوں وہ بہت سفید ہوتے ہیں بادل پتلے کیوں ہیں؟ کیا آسمان چلتا ہے؟

کوئی شخص مشکل سے یہ خیال کر سکتا ہے کہ دراصل بچی نے ایک چھت گرنے کے متعلق کچھ گفتگو سنی تھی اور چونکہ بچے آسمان کو عام طور سے چھت کی طرح سمجھتے ہیں لہذا بچی کے ذہن میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں کسی دن آسمان تو نہیں گر پڑے گا۔ صاف طور سے یہ سوال کرتے ہوئے وہ جھجکتی تھی لہذا اس نے اپنے نزدیک اصل سوال سے مختلف سوال کیے ضمناً ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بچہ ان مختلف سوالات سے اپنی معلومات میں اضافہ کر رہا ہے۔

یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ بچے کے سوالات کا جواب سچائی سے دینا بہت ضروری ہے بچے کو اگر ایک سوال کے مختلف جوابات ملتے ہیں تو اسے الجھن ہونے لگتی ہے۔ بچہ یہ حق رکھتا ہے کہ اس کے معاملہ میں اس کے ساتھ انصاف برتا جائے ورنہ اس کا علم کیوں کر وسیع ہو گا اور وہ کیسے سیکھے گا۔

تیسرا طریقہ بچے کے اپنے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کا یہ ہے کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے پھر اپنے تخیلات کی دنیا میں لوٹ جاتا ہے۔ اور اپنے علم کو جو اسے کھیل اور سوالات سے حاصل ہوا اپنانے کی کوشش کرتا ہے جس بچی کا اوپر ذکر کیا گیا اس کا رد عمل یہ ہوا کہ اس نے آسمان، پیڑ اور پرندوں کی تفریحی اور خیالی تصویریں بنائیں اور باغ اور کھلی ہوا کے کھیلوں میں اسے زیادہ دلچسپی ہوئی۔

بچے کے خیالات عام طور سے اتنے منتشر اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اس کا ماحول بڑا پیچیدہ ہے اور اسے سمجھنے کے لئے وقت چاہئے۔ اس کے خیالی ماحول اور حقیقی ماحول میں کافی اختلاف ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی پیچیدگیاں بڑھتی رہتی ہیں۔ باوجود اس کے بچے کا طریقہ غور و فکر منطقی ہوتا ہے اور اس کے طریقے باوجود غلط نتائج کے، بڑوں کے طریقوں کے مطابق ہوتے ہیں مثلاً ۳ سے ۷ سال تک کے بچے اکثر یہ خیال کرتے ہیں کہ پیڑ ہوا چلاتے ہیں حالانکہ بڑے اس کے خلاف یقین رکھتے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ بچے نے اس معاملہ پر غور نہیں کیا۔ ایک بچی کو تو اس کا اتنا وثوق تھا کہ اس نے ایک پنکھا اٹھا کر ہلایا اور کہا "دیکھو یہ ہوا پیدا کرتا اور چلاتا ہے پیڑ بھی تو ایک بڑے پنکھے کی طرح ہے" ایک چار سال کے ہوشیار بچے نے کہا "جب ممی جھاڑو دیتی ہیں تو جھاڑو سے ہوا کا جھونکا نکلتا ہے میں نے محسوس کیا ہے"۔ ایک دوسرے بچے نے کہا "کواڑ کھٹ سے بند ہوتے ہیں اور تیز ہوا چلتی ہے"۔ کیا بچے ان نتائج میں حق بجانب نہیں ہیں۔ وہ دو واقعات ساتھ ساتھ دیکھتے ہیں پیڑ ہلتے ہیں اور ہوا کا جھونکا وہ منہ پر محسوس کرتے ہیں ان کا خیال صحیح اور مشاہدہ پر مبنی ہے۔ ان کا نتیجہ غلط ہے اس وجہ سے کہ ان کا علم محدود ہے جس وقت وہ ہوا کا جھونکا دریا کے کنارے یا کسی ایسی جگہ جہاں درخت نہ ہوں محسوس کریں گے تو انہیں تعجب ہو گا۔ مستقبل میں بھی جب وہ زمین، سمندر اور ہوا کا بیان پڑھیں گے اور اس فلسفے

اور پانی دیر کی طرح جیسے کوئی نیا مشکل معلوم ہوا ہو اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیں گے غالباً بچے کے تخیل اور کھیل میں اس کے اظہار کے متعلق کافی کہا جا چکا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس معاملہ میں بچے کی کیا حقیقی مدد کر سکتے ہیں۔

سب سے پہلے ہمیں بچے کے لئے کھیل کا ضروری سامان مہیا کرنا چاہئے۔ کھلونے سادہ ہونے چاہئیں لکڑی کے چند مربع مستطیل اور تکونے ٹکڑے اور لکڑی کا خالی بکس بچے کے تخیل کے لئے کافی سامان ہوتا ہے اس لئے کہ ان چیزوں کو وہ اپنے مختلف مقاصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے مثلاً ایک بکس مکان، دکان، موٹر کار، ریل گاڑی کا یا الٹ کر گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ کا کام دے سکتا ہے۔ جبکہ لکڑی کا گھوڑا ہمیشہ گھوڑا ہی رہتا ہے اور اسی وقت استعمال کیا جاتا ہے جب گھوڑے کی ضرورت ہو۔ باقی اوقات میں بچہ اسے بیکار سمجھتا ہے۔ مختلف قسم کی گڑیاں اور بیوے بھی بڑے کارآمد ہوتے ہیں بچے انہیں مختلف انسانوں کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ جن سے انہیں سلیقہ پڑتا ہے اور ان کے ذریعہ سے اپنی نفرت یا پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔

ریتا، پانی، بنانے کا سامان، پہیہ دار چیزیں، بڑے بچے زیادہ پسند کرتے ہیں، اس لئے کہ ان سے وہ اپنی مرضی کی چیزیں بنا سکتے ہیں۔ انہیں اپنے مقصد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں اور اپنا شوق تعمیر پورا کر سکتے ہیں جبکہ بنے بنائے کھلونے بنانے والے کی مرضی کے مطابق استعمال ہوتے ہیں۔

کافی میدان جہاں بچے بھاگ دوڑ کود پھاند سکیں اور چیزوں کو کھینچ تان سکیں بچے کی ذہنی اور جسمانی تندرستی دونوں کے لئے اشد ضروری ہے۔ بچوں کو دوری اور فاصلہ سے خاص انس ہوتا ہے وہ دور دور دراز سفر کرنا چاہتے ہیں تعطیل میں سفر یا پکنک کے لئے بڑا سامان مہیا کرتے ہیں۔ علاوہ ان تمام مفید تجربوں کے جو انہیں اس دوران میں حاصل ہوں۔ بچے کی ترقی کے لئے "وقت" کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ بچپن سے مقصود یہ ہے کہ اسے اپنے ماحول میں شامل ہونے کے لئے وقت مل جائے۔ لہذا بچے کو اس دوران میں سوچنے اور کھیلنے کا کافی موقع دینا چاہئے اور اس کے بچپن کے دور کو جلد نہ ختم کرنا چاہئے۔ بچے میں بے خوفی اور خود اعتمادی پیدا کرنے کے لئے اسے کافی "آزادی" بھی دینے کی ضرورت ہے۔

بچے کے لئے محبت بھی بہت ضروری ہے اکثر ماؤں کے لئے گھر کے مختلف طبیعت اور مزاج کے بچوں کی نگہداشت کا کام بڑا دشوار ہوتا ہے۔ لہذا کبھی کبھی ان کی مشکلات کو بڑھا دینا بڑا آسان ہوتا ہے لیکن بچوں کے ساتھ ان کی خواہش کو کم کر دینا بھی سہل ہوتا ہے ماں کو چاہئے کہ یہ خیال رکھے کہ کوئی بچہ یہ نہ سمجھے کہ اس سے شفقت کم کی جاتی ہے۔ اگر یہ ضروری ہو کہ کسی سے کام لیا جائے تو یہ بڑا آسان ہے کہ [illegible] (ماخوذ [illegible])

رزسٹ پرنٹنگ

(Resist Printing)

غیر ممالک سے طرح طرح کے چھپے ہوئے کپڑے بازار میں آتے ہیں جو بہت خوبصورت ہوتے ہیں اور اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ کس طرح تیار کئے گئے ہیں لیکن اگر اس کا طریقہ معلوم ہو جائے تو چھاپنا کچھ مشکل نہیں۔ عام طور پر یہ کپڑے مشینوں سے تیار کئے جاتے ہیں۔ جن کی زمین رنگین اور پھول سفید ہوتے ہیں لیکن جدید طریقہ سے لکڑی کے چھاپوں کی، ویسے یہ چیز ہر گھر میں بنائی جا سکتی ہیں۔ اس طرح معمولی کپڑا چھپ کر خوبصورت اور جاذب نظر بن جاتا ہے صنعتی پہنیں ہر قسم کی دستکاریوں میں کافی ترقی کر رہی ہیں لیکن اس صنعت کا چرچا ہمیں نے بہت کم سنا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مشکل خیال کر کے اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کچھ عرصہ قبل میرا بھی یہ ہی خیال تھا لیکن پہلی ہی دفعہ بنا کے اندازہ ہو گیا کہ اگر کوشش کی جائے تو زیادہ مشکل نہیں ہے۔ دوسرے اپنے ہاتھ سے چھاپے ہوئے معمولی کپڑے پہن کر جو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ بازار سے خریدے ہوئے بڑھیا کپڑے سے بھی نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کام کو تجارتی اصول پر کیا جائے تو کافی نفع بخش ہو سکتا ہے۔ رنگین زمین پر سفید پھول دو مختلف طریقوں سے بنائے جاتے ہیں۔ ایک کو رزسٹ پرنٹنگ۔ دوسرے کو ڈسچارج پرنٹنگ Discharge Printing کہتے ہیں۔ رزسٹ پرنٹنگ کا طریقہ یہ ہے:-

ایسی ٹیٹ آف کاپر (Acetate of copper) ۲ تولہ

نائٹریٹ آف کاپر (Nitrate of copper) ۲ تولہ

گوند۔ ایک پاؤ۔ چائنا کلے یا کھریا مٹی ۵ تولہ۔ پانی ۱۰ تولہ

پہلے گوند کو آدھ سیر پانی میں بھگو دیں۔ پھر کل ادویہ کو گرم پانی میں حل کریں اور گوند کا پانی بھی ملا دیں۔ اس کے بعد باریک کپڑے میں چھان کر بوتل میں رکھ لیں۔ پھر پیتل یا لکڑی کی چھوٹی ٹرے لے کر جو چھپائی کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں کئی تہہ کا کپڑا رکھ کر پیسٹ کو تھوڑا سا ڈال کر [illegible]

[illegible]

صفائی نہ آئے گی۔ پھر کپڑے کو ۲۴ گھنٹہ دھوپ میں خشک کریں جب اچھی طرح خشک ہو جائے تو حسب ذیل طریقہ سے رنگ لیں۔ ان رنگوں میں سے کوئی سا رنگ انتخاب کر لیں۔

انڈنتھرین سبز (Indanthren green) انڈنتھرین نیلا (Indanthren blue) انڈنتھرین گلابی (Pink)

اب ۲ ماشہ سنلائٹ صابن ایک تولہ گرم پانی میں حل کر کے ۲ ماشہ رنگ ڈال دیں اور گھول کر لیں تاکہ یک جان ہو جائے۔ اس کے بعد ۲ تولہ گرم پانی ڈال دیں۔ پھر کپڑے کے وزن سے ۲۰ گنا پانی لے کر گرم کریں اور اس میں ۵ تولہ کاسٹک سوڈا اور ۳ تولہ ہائیڈرو سلفائٹ آف سوڈا (Hydro Sulphite of Soda) حل کر دیں۔ پھر گھلا ہوا رنگ اس پانی میں ڈال کر آہستہ آہستہ لکڑی سے چلاتے رہیں۔ چند منٹ چلانے کے بعد رنگ کے جھاگ اوپر آئیں گے۔ جو اس بات کی پہچان ہوگی کہ رنگ ٹھیک طور سے حل ہو گیا۔ رنگ کے پانی کا رنگ اس رنگ سے بالکل مختلف ہو جانا لازمی ہے۔ جیسے اوپر کے جھاگ سے ظاہر ہو، اگر سبز رنگ گھولا گیا ہے تو اس کا رنگ گہرا اسیاہی مائل نیلا ہوگا لیکن اس کے جھاگ سبز رنگ کے ہی آئیں گے۔ اس رنگ میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے بلکہ لکڑی سے ہی چلانا چاہئے کیونکہ اس میں کاسٹک سوڈا ملایا جاتا ہے جب یہ رنگ تیار ہو جائے تو اس میں چھپا ہوا کپڑا ڈال کر جلدی جلدی لکڑی سے چلا دیں تاکہ ہر جگہ رنگ اچھی طرح پہنچ جائے صرف ۲ منٹ رنگ میں رکھ کر کپڑے کو نکال لیں اور پھر جلدی سے پکڑ کر اس کی تہہ کھول کر اکھاڑ کے ہوا دیں۔ ہوا دینے سے کپڑا کا رنگ ایک دم تبدیل ہو کر وہی رنگ ہو جائے گا، جیسا کہ گھولا گیا تھا۔ ۵ منٹ ہوا دیکر جب اس کا رنگ سب جگہ یکساں ہو جائے تو صاف پانی میں خوب دھوئیں۔ اس طرح چھپے ہوئے حصہ پر رنگ نہیں چڑھے گا اور بقیہ حصہ پر خوبصورت پختہ رنگ چڑھ جائے گا جو کپڑے پر نہایت خوشنما معلوم ہونے لگے گا۔ دھونے کے بعد کپڑے کو صابن کے گرم پانی میں ابال دیں تاکہ پھول اور چمک [illegible]

[illegible]

گلبدن بیگم

بابر بادشاہ کی لڑکیوں میں سے گلبدن بیگم کا نام اس لئے سب سے زیادہ مشہور ہے کہ انہوں نے احوال ہمایوں بادشاہ کے نام سے ایک تاریخ لکھی ہے جسے ہمایوں نامہ بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب گلبدن بیگم نے اپنی آخری عمر میں اپنے بھتیجے اکبر بادشاہ کی خواہش پر تصنیف کی تھی۔ نہ معلوم اصل تصنیف ترکی زبان میں تھی یا فارسی میں لیکن جو نسخے دستیاب ہوئے ہیں وہ فارسی میں ہیں۔ اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ تصنیف کی اصلی زبان فارسی ہی ہے۔ ہمایوں نامہ کی نو کاپیاں کی گئی تھیں۔ اس وقت چھاپہ خانہ نہ تھا قلمی نسخے ہوتے تھے۔ ایک نسخہ گلبدن بیگم کے پاس رہا۔ دو نسخے اکبر بادشاہ کے کتب خانہ میں داخل کئے گئے۔ دو ابوالفضل کو دیئے گئے۔ ایک ایک نسخہ سلیم، مراد اور دانیال کو پیش کیا گیا اور ایک حمیدہ بیگم والدہ اکبر بادشاہ کی نظر کیا گیا۔ اس کتاب کی موجودہ زمانہ کے ماہران تاریخ نے بہت تعریف کی ہے اور حقیقت میں اندرون محل کے شاہی حالات ایسی تفصیل کے ساتھ کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتے کتاب کی زبان نہایت سلیس ہے کہیں کہیں ترکی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ہمایوں نامہ ۱۵۸۷ء میں لکھا گیا۔ جس شہزادی نے ایسی مشہور کتاب تصنیف کی ہے۔ اس کی زندگی کے حالات خالی از دلچسپی نہ ہوں گے۔ اس لئے عصمت کی پڑھنے والی بہنوں کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

بابر بادشاہ کی چھ بیویاں ہوئیں۔ گلبدن بیگم ۱۵۲۳ء میں دلدار بیگم کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ گلبدن بیگم کی پانچ اور نائیں (سوتیلی) اور ۱۴ بھائی بہن تھے جن کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

	بابر کی بیگمات کا نام	بابر کی اولاد کا نام
(۱)	عائشہ سلطان بیگم دختر سلطان احمد مرزا	ایک لڑکی جو تین ماہ کی ہو کر مر گئی۔
(۲)	ماہم بیگم	(۱) ہمایوں (۲) باربول مرزا (۳) مہرجہاں بیگم (۴) دولت بیگم (۵) فاروق مرزا۔ سوائے ہمایوں کے سب طفولیت میں ہی گزر گئے۔
(۳)	معصومہ بیگم	ایک لڑکی ہوئی جس نے ماں کی جان لی۔ اس لئے ماں کی یاد میں اس کا نام بھی معصومہ بیگم رکھا گیا
(۴)	گلرخ بیگم	(۱) کامران مرزا (۲) عسکری مرزا (۳) شاہرخ مرزا (۴) سلطان احمد مرزا (۵) گلعذار بیگم
(۵)	دلدار بیگم	(۱) گلرنگ بیگم (۲) گل چہرہ بیگم (۳) ابوالناصر محمد ہندال (۴) گلبدن بیگم (۵) الور مرزا
(۶)	بی بی مبارکہ آغاچہ دختر سردار شاہ منصور یوسف زئی	کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

ماہم بیگم چاہتی بیگم تھیں۔ ہمایوں کے سوا ان کی سب اولادیں جب فوت ہو گئیں تو انہوں نے پہلے ابوالناصر محمد ہندال کو اور پھر گلبدن بیگم کو بادشاہ کی اجازت سے گود لے لیا۔ دلدار بیگم کو شاید سوکن کی یہ حرکت ناگوار گزری ہو مگر ان کے اور اولاد بھی تھی اور اس زمانہ میں عورتوں کو تیاگ مارنے کا سبق پڑھایا جاتا تھا اور خاوند کا حکم ماننا وہ اپنا فرض عین سمجھتی تھیں۔ اسی کا نام شرافت تھا۔ البتہ رذیلوں میں میاں بیوی میں جوتم پیزار ہونا غیر معمولی نہ سمجھا جاتا تھا۔ گلبدن بیگم اپنی منہ بولی ماں ماہم بیگم اور اپنے باپ بابر کی بہت چاہیتی بیٹی تھی۔ اور جہاں ماہم بیگم جاتی تھیں۔ گلبدن ان کے ہمراہ ہوتی تھیں تسخیر ہند کے بعد فوراً بابر نے پہلے ماہم بیگم کو کابل سے بلایا پھر تھوڑے دن بعد دیگر بیگمات کو۔ گلبدن کی عمر اس وقت ۴ برس کی ہوگی۔ وہ بھی ماہم بیگم کے قافلے میں آئیں۔ ہمایوں نامے میں لکھا ہے کہ بابر کو اپنی بیوی بچوں سے ملنے کا اتنا اشتیاق تھا کہ ان کی آمد کی ہر منزل سے خبر منگاتا تھا چنانچہ جب معلوم ہوا کہ قافلہ کول (علی گڑھ) پہنچ گیا ہے تو آگرے سے پیشوائی کے لئے روانہ ہوا۔ اور جب ۱۰ میل رہ گیا۔ اور گھوڑا تیار ہونے میں دیر ہوئی تو بابر پیدل ہی چل پڑا۔ بیگم کے محافہ کے پاس جب بادشاہ آیا تو بیگم تعظیم کے لئے نیچے اترنا چاہتی تھیں مگر بادشاہ نے منع کیا اور جائے قیام تک بیگم کے محافے کے ساتھ پیدل گیا۔ گلبدن بیگم دوسرے محافے میں تھیں۔ ان کے استقبال کو سید خواجہ نظام الدین علی بجائے خلیفہ ... میرے باپ کا خلیفہ کہلاتے تھے۔ اور جو بابر کا وزیر تھا حاضر ہوا۔ ... پانچ ہزار

شاہرخی (دو چار روپے زمانہ کے روپے کی قیمت کی ہوتی تھی) اور
پانچ گھوڑے نذر پیش کئے اور وزیر کی بیوی سلطانم نے تین ہزار
شاہرخی اور تین ہزار گھوڑے نذر میں حاضر کئے۔ پھر ماحضر پیش کیا۔
دسترخوان پر پچاس بھنی ہوئی بکریاں اور انواع و اقسام کے کھانے
روغنی نان و شربت تیز و تعداد میوہ جات تھے۔ اس کے بعد جب گلبدن
بادشاہ کے سامنے پیش کی گئی تو لکھتی ہیں کہ میں باپ کے قدموں میں
گری۔ باپ نے اٹھالیا پیار کیا اور گود میں بٹھالیا اور دیر تک باتیں
کرتے رہے۔ گلبدن بیگم سے ہمایوں کو بھی بہت محبت تھی اسی وجہ
سے حمیدہ بیگم بھی ہمایوں کے تخت نشین ہونے کے بعد ہمیشہ گلبدن
بیگم کا ڈیرہ اپنے پاس نصب کراتی تھیں۔ چنانچہ لکھتی ہیں کہ حضرت
بادشاہ ہمیشہ اس حقیر کے غریب خانہ پر تشریف لاتے تھے اور بیگمات
میرے ہاں ہی ملازمت حضرت بادشاہ کیا کرتی تھیں اور میرے بابا (کا
(والدہ) کی وفات کے بعد مجھ غریب دل شکستہ کے ساتھ حضرت
بادشاہ اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ میں اپنی یتیمی کو بھول گئی
چوسہ کی شکست پر بھاگڑ میں بیگہ حاجی بیگم سے ان کی چھوٹی بچی
عقیقہ یا عقیقہ بیگم کے شیر خاں کے ہاتھ پڑ گئیں۔ بیگہ حاجی بیگم کو
تو شیر خاں نے ہمایوں کے پاس بھجوا دیا مگر عقیقہ بیگم کا کہیں پتہ
نہ لگا۔ بعد میں ہمایوں نے اللہ کا بڑا شکر کیا کہ گلبدن بیگم بھائی کے
ساتھ لاہور چلی گئی تھیں اور باپ کے ساتھ بنگال نہ گئیں جو وہ اس
مصیبت سے بچ گئی۔ ایران سے واپسی پر جب ہمایوں گلبدن سے
ملا تو تعجب خیز خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم مجھ سے جدا ہوئی
تھیں تو ٹوپی پہنتی تھیں اور اب میں تم کو چار رشتہ میں دیکھ کر بہت
خوش ہوا۔ اکبر کی بادشاہت میں گلبدن بیگم کی شادی ہو چکی تھی۔
اور گلبدن کا خاوند خضر خواجہ خاں تھا۔ جو ہمایوں کے ساتھ ۱۵۵۵ء
میں ہندوستان آیا ۱۵۵۶ء میں اکبر نے اسے گورنر لاہور مقرر کر دیا
جب اکبر ہیموں سے لڑ رہا تھا تو سکندر افغان کے مقابلے پر خضر خواجہ
کو بھیجا گیا۔ مگر خواجہ نے شکست کھائی اس کے بعد سے خواجہ کا سارا
وقت اکبر کی دربارداری میں گزرا۔ بادشاہ اس پر بہت عنایت کرتا
تھا۔ ۱۵۶۳ء میں جب اکبر پر تیر مارا گیا ہے تو خواجہ خاص طور پر
بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور برابر تیمارداری کرتا رہا۔ بادشاہ
نے اس کو امیر الامرا [illegible] کا منصب دیا مگر ابوالفضل نے اسے

آئین اکبری میں منصب داروں کی فہرست میں نہیں ہے [illegible]
طبقات میں البتہ پنج ہزاری امرا میں اس کا بارھواں نام درج ہے
گلبدن بیگم کا خواجہ مذکور سے ایک لڑکی کے علاوہ ایک لڑکا بھی تھا
جس کا نام سعادت یار تھا۔ آخر عمر میں گلبدن بیگم نے حج پر جانے کا ارادہ
کیا اکبر نے یہ کہہ دیا کہ میں بھی ساتھ چلوں گا مگر ملک رانی نے جیون
نے اکبر کو یہ آرزو پوری کرنے کی مہلت نہ دی۔ اکبر نے اپنی طرف سے
دوسروں کو حج کرانے ہی پر اکتفا کیا۔ آخر ش ۱۵۷۵ء میں گلبدن بیگم
حج بیت اللہ کے لئے فتح پور سیکری سے روانہ ہوگئیں اکبر بھی
تھوڑے فاصلے تک قافلے کے ساتھ احرام باندھ کر پیادہ پا چلا
محمد مراد کو حکم ہوا کہ سورت تک قافلے کے ساتھ جائے اگرچہ اس کی
عمر اس وقت چار پانچ سال کی ہوگی۔ گلبدن بیگم نے [illegible] قافلہ
محمد تقی خاں کوکہ اور رومی خاں حلبی کو مقرر کیا گیا۔ غالباً یہ وہی رومی
خاں ہے جو بابر کا میر آتش یا توپچی تھا۔ افسوس ہے بیگم نے اس حج
کے سفر کا حال خود نہیں لکھا۔ اکبر نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قافلہ
سورت پر پہنچ کر جہازوں میں سوار ہو گیا تو گلبدن بیگم اور دیگر بیگمات
ترکی جہاز سلیمی میں سوار ہوئیں اور ساتھی شاہی جہاز الٰہی میں
سوار ہوئے۔ سمندر پر اس زمانہ میں پرتگیزوں کا قبضہ تھا۔ بدایونی کا
بیان ہے کہ سورت پہنچ کر یہ معلوم ہوا کہ راستے میں پرتگیز جنگی جہاز
بھدانہ راہداری مانگیں گے ورنہ لوٹ لیں گے۔ اور عورتوں کو قید کر
لیں گے۔ اس لئے سفر ملتوی کیا گیا اور بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔
بروقت تمام جملہ شرائط پورا ہونے پر ایک سال بعد [illegible] اکتوبر ۱۵۷۶ء
کو جہازوں نے سورت سے لنگر اٹھایا۔ کچھ جہاز عدن کے راستے
گئے۔ کچھ باب المندب کی طرف سے۔ اس کے بعد کا حال صرف یہ معلوم
ہے کہ گلبدن ۳½ سال تک شریف میں رہیں اور اس عرصہ میں چار حج کئے
۱۵۷۹ء میں خواجہ یحییٰ کو واپسی کے لئے میر حج مقرر کیا گیا اور ان
کو حکم دیا گیا کہ جو عرب ملازم وہاں رکھے گئے ہیں ان کو بھی ساتھ لیتے
آئیں۔ سنا ہے ان عرب خدمتگاروں نے [illegible] ہندوستان
آنے سے انکار کیا۔ بہزار دقت ان کو راضی کیا گیا۔
مسٹر بورج کا قیاس ہے کہ ان عربوں کی عرب سرائے کے لئے ضرورت
تھی۔ ان کے بیان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عرب سرائے کیا تھا اور کیوں
کہ نئے ان عرب خدمتگاروں کو [illegible]

[illegible] عدن [illegible] حج سے واپسی [illegible] سے نہ گزرا۔ عدن کے قریب جہاز چٹان سے ٹکرا گئے اور مسافروں کو عدن میں اتر کر پناہ لینی پڑی۔ وہاں کے حاکم گورنر نے شاہی حاجیوں کے رتبے کا خیال نہ کیا اور ان کے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور ان سے بڑی بڑی رقوم وصول کیں۔ بعد میں جب سلطان مرزا کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اس نے اس گورنر کو معزول کر دیا۔ قافلہ بے یار و مددگار عدن میں پڑا ہوا تھا اور بادشاہ تک خبر پہنچانے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ اسی طرح ۷ ماہ اور بعض مورخوں کے خیال میں ۱۴ ماہ عدن میں گزر گئے کہ ایک دن اتفاق سے ایک جہاز دور سے نظر آیا۔ کنارے پر سے کپڑے ہلا کر اسے رکوایا۔ یہ جہاز ایک شخص بانیدیا کا تھا جو معہ بال بچوں کے حج سے واپس آ رہا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جب کنارے کی طرف سے کشتیاں میری طرف آئیں تو میں نے جہاز روک لیا۔ ان کشتیوں میں گلبدن بیگم و گلعذار بیگم و خواجہ یحییٰ کے آدمی تھے جو مدد کے طلب گار تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بانیدیی نے کسی طرح قافلے کی مدد کی۔ بہرحال ۱۵۸۱ء کے آخر میں گلبدن بیگم کے جہاز واپس بندرگاہ سورت میں داخل ہوئے اور ۷ سال بعد مارچ ۱۵۸۲ء کو قافلہ فتح پور سیکری پہنچا۔ حج کے بعد گلبدن بیگم نے اپنا وقت عبادت میں گزارا۔ ان کی زندگی کے آخری دن بہت عافیت سے گزرے۔ حمیدہ بیگم کی خاص مہربانی تھی۔ اکبر بادشاہ بھی بہت عزت کرتا تھا اور انعام و اکرام سے مالا مال کرتا رہتا تھا۔ گلبدن بیگم آخر اسی برس کی عمر میں بعارضہ بخار ۱۶۰۳ء میں اس دار فانی کو چھوڑ کر ملک جاودانی کو سدھاریں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب بابر اور ہمایوں کے چند ایسے تفصیلی حالات جن کا تعلق اہل حرم اور قریب کے رشتہ داروں سے ہے، گلبدن بیگم کی تصنیف سے اخذ کر کے پیش کیے جاتے ہیں جن سے ان بادشاہوں کی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ بابر کے متعلق مشہور ہے کہ ایک ہاتھ سے زر و جواہر حاصل کرتا تھا اور دوسرے ہاتھ سے لٹا دیتا تھا۔ چنانچہ گلبدن بیگم کی تصنیف سے پتہ چلتا ہے کہ دہلی پر قبضہ ہوتے ہی باوجود ہندی امرا کے روکنے کے بابر نے ابراہیم لودھی کے پانچ پشت کے جمع شدہ خزانے کا منہ کھول دیا اور اپنی داد و دہش سے غیر خاندان دولت کو مالا مال کر دیا۔ اور یہ ابر کرم نہ صرف ہندوستان ہی میں بلکہ افغانستان میں بھی برسا۔ چنانچہ ہندوستان کی فتح کی خوشی میں کابل میں تمام ایک ایک شخص کو تحفے تحائف اور انعام و اکرام خواجہ کلاں کے ہاتھ روانہ کیے گئے۔ انعام پانے والوں کی فہرست میں ولی نعمتان و خواہران و فرزندان و حرمان و خویشاوندان۔ بیگمان و آغہا و انگہا و کوکہاد آغاچہ ہا اور جملہ دعاگویان ہیں۔ ولی نعمت وہ قریبی رشتہ دار سمجھے جاتے تھے جو رشتہ میں بڑے ہوں۔ دعاگویان میں اکابر و مشائخ و علماء و فقراء شمار ہوتے تھے۔ انعام کی تقسیم علیحدہ علیحدہ حسب حیثیت کی گئی تھی۔ اس موقعہ پر صرف بیگمات کے انعام کی فہرست ملاحظہ ہو۔ حکم تھا کہ ہر بیگم کو سلطان ابراہیم کی پاتران خاصہ میں سے ایک پاتر اور ایک سونے کا تھال جو جواہر و لعل و مروارید۔ یاقوت و الماس و زمرد و زبرجد سے بھرا ہوا۔ اور ایک سیپ کا خوانچہ اشرفیوں سے اور دو شاہرخی سے بھرے ہوئے اور چار خوان اور ایک کشتی ہر قسم کے پارچاجات سے بھرے ہوئے دیے جائیں۔ شاہرخی کی قیمت کے متعلق بعض انگریز محققین کی رائے ہے کہ اس زمانہ میں ایک شلنگ کی برابر ہوتی تھی مگر اشرفی کی قیمت سولہ روپیہ کی تھی۔ بابر کی طبیعت میں ظرافت بھی تھی۔ چنانچہ ایک خواجہ سرا کے متعلق حکم دیا کہ اگر وہ دریافت کرے کہ میرے لیے کیا بھیجا ہے تو کہنا کہ ایک اشرفی۔ چنانچہ جب خواجہ سرا نے یہ جواب سنا تو اپنے دل میں بہت کڑھا۔ پھر اس سے کہا گیا کہ آنکھیں بند کر لو۔ اور اس کے گلے میں ایک بھاری چیز لٹکا دی گئی۔ وہ حیران تھا کہ یہ طوق لعنت میرے گلے میں کیوں لٹکا دیا گیا۔ آنکھیں کھول کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک بہت بڑی اور بھاری سونے کی اشرفی گلے میں پڑی ہے۔ اشرفی تو ایک ہی ملی۔ مگر وہ عجوبہ اشرفی تھی کہ وزن اس کا پندرہ سیر ہندی اور تین سیر کابلی تھا۔ اب تو خواجہ سرا بہت تھرکا اور ناچا اور خوش ہو کر اشرفی کا وزن جانچنے لگا اور حاضرین سے کہتا تھا [illegible] یہ اشرفی میں کسی کو نہ دوں گا۔ بیگمات یہ تماشہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور سب نے اپنی طرف سے علیحدہ اشرفیاں انعام میں دیں۔ چنانچہ اس کی جیب خوب گرم ہو گئی۔

بابر کے ہمایوں پر تصدق ہونے کا قصہ عام طور پر مشہور ہے۔ گلبدن بیگم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں کی علالت [illegible] کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ بیگم نے بابر سے شکوہ کیا کہ میرے بیٹے کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور تم اس کی طرف سے بالکل غافل ہو اور

اور کہا کہ [illegible] بہت ... [illegible]
پوت ہے حضرت بادشاہ نے جواب دیا۔ اگرچہ فرزند [illegible]
ہیچ فرزند ے برابر ہمایوں تو دوست نمے دارم سلطنت و بادشاہی
برائے ہمایوں میخواہم نہ برائے دیگراں چنانچہ اس کے بعد بادشاہ نے روضہ
حضرت کرم اللہ وجہہ کیا اس روضے میں دعا کی کہ اے خدا اگر جان کے
بدلے جان دی جاسکتی ہے تو میں بابر اپنی جان کو ہمایوں کے لئے بخشتا
ہوں۔ لیکن بابر کی وفات اس واقعہ کے تین چار ماہ بعد آنتوں کی طویل
بیماری سے ہوئی جس کے متعلق گلبدن بیگم نے لکھا ہے کہ مرض الموت زہر
خورانی کا نتیجہ تھا جو والدۂ سلطان ابراہیم نے احمد چاشنی گیر کی معرفت
حضرت بادشاہ کو دلوایا تھا۔ حالانکہ بابر نے والدہ سلطان ابراہیم کو نہایت
عزت و احترام سے رکھا تھا۔ اور جاگیر علٰیحدہ عطا کی تھی اور ان سے کہا کرتا
تھا کہ تم مجھ کو سلطان ابراہیم کی جگہ سمجھو مگر والدہ سلطان ابراہیم نے اپنے
بیٹے کا بدلہ لے کر چھوڑا۔

ہمایوں کے حالات کے سلسلہ میں گلبدن بیگم نے طوی طلسم کا نقشہ
خوب کھینچا ہے۔ اپنی فتوحات کی خوشی میں ہمایوں نے رسم ادا کی۔ طوی کے
معنی رسم خوشی کے ہیں اور طلسم اس کے ساتھ اس لئے لگا دیا گیا کہ اس زمانہ
کے لوگوں کی نظر میں اس موقعہ پر عجیب و غریب سامان مہیا کیا گیا تھا۔
چنانچہ ایک طوی خانہ تیار ہوا تھا جس میں تین بڑے بڑے مثمن
کمرے نیچے اور تین اوپر تھے۔ کمرے میں بڑا تالاب تھا اس تالاب میں
ایک چبوترہ تھا۔ تالاب خشک رکھا گیا اور اس میں حسین و مہ جبین نوجوان
گانے والی عورتیں بٹھائی گئیں۔ پیش گاہ خانے میں ایک تخت مرصع پر
بادشاہ سلامت اور ان کی پھوپی بابر کی بڑی بہن خانزادہ بیگم بیٹھے
خانزادہ بیگم کے دائیں ہاتھ پر نیچے مسند پر ابو سعید مرزا کی بیٹیاں فخر جہان بیگم
و بدیع الجمال بیگم۔ آق بیگم وغیرہ وغیرہ بیٹھیں ان کے بعد دوسری مسند پر
خواہران حضرت فردوس مکانی اور ان کے بعد دیگر قریب کی رشتہ دار
بیگمات کو جگہ ملی ان کے علاوہ اور محل کی عورتیں بھی تھیں سب کی تعداد
ایک سو چھیس ہوتی ہے۔ ان میں سے مہر انگیز بیگم کے متعلق جو دختر مظفر مرزا
ابن سلطان مرزا تھی لکھا ہے کہ وہ مردانہ لباس زیب تن کرتی تھی۔
چوگاں بازی اور تیر اندازی میں مہارت کامل رکھتی تھی۔ اور کئی قسم کے
ساز بجا سکتی تھی۔ اس طلسم خانے کے اوپر کے کمروں میں سے ایک
کمرہ جس کا نام خانہ دولت رکھا گیا تھا اس کو سامان سپہ گری و [illegible]

دوسرے کمرے کا نام خانہ سعادت تھا۔ اس میں جائے نماز، کتب
جزدان و قلمدان مرصع و مرقعہائے لطیف و قصائد رکھے گئے
تیسرے کمرے کا نام خانہ مراد تھا اس کو سامان عیش و طرب سے مزین
کیا گیا تھا۔ بادشاہ نے اسی ترتیب سے اپنے اہل دربار کی تقسیم کی تھی
چنانچہ جب رسم طوی ادا ہو گئی تو بادشاہ نے حکم فرمایا کہ ساتھیوں کو جو دعوت
ہونی چاہئے اس کے یہ معنی تھے کہ انعامات کی تین ڈھیریاں لگائی
جائیں۔ چنانچہ تین تھال اشرفیوں کے اور شاہرخی کے رکھے گئے۔
اس میں سے ایک حصہ یعنی ایک تھال اشرفیوں کا اور دو تھال شاہرخی
کے ہندو بیگ کو دیئے کہ یہ حصہ دولت ہے اور فرمایا کہ "ایں را بجملہ ایان
و امرایان و وزراء و سپاہی بخش بکن"۔ دوسرا حصہ مولانا محمد فرغری کو
حصۂ سعادت کر کے دیا کہ اس کو اکابران، شرفا و علماء و صلحا۔ و زہاد و مشائخ
و درویش و فقراء، مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ تیسرا حصہ مراد رہا اس کے
متعلق فرمایا یہ ہمارا حق ہے ہمارے سامنے لاؤ۔ اس میں سے ایک خوانچہ
اشرفی اور ایک خوانچہ شاہرخی بیگمات کے سامنے پیش کر دو کہ وہ اس میں
سے ایک ایک مٹھی بھر کر لے لیں۔ باقی دو خوان جس میں دس ہزار شاہرخی
تھیں اور اشرفی جو دو ہزار کے قریب تھیں سب کو باقی حاضرین کے لئے
نچھاور کر دیا جاوے۔ کہتے ہیں کہ اس لوٹ میں کسی کو سو ڈیڑھ سو سے کم
اشرفی نہ ملیں اور جو جماعت تالاب میں بیٹھی تھی ان کے ہاتھ سب سے زیادہ
اشرفیاں لگیں۔ غرضکہ اس داد و دہش کے بعد بادشاہ کو مذاق سوجھا اور کہ
کر لگا خود تالاب کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا خشک تالاب میں ارباب نشاط
جمع تھیں اشارہ ہوتے ہی ایک دم تالاب میں طلسم کے ذریعہ پانی کی رو آ گئی
اور عورتیں ڈبکیاں کھانے لگیں ان کو تالاب سے نکالا گیا اور زکام سے بچنے
کے لئے معجون چپ کی گئی جنہوں نے لی ان کو مزید خلعت اور انعام دیا گیا پھر
طلسمی کشتیاں تالاب میں چھوڑی گئیں ان میں کسی میں مکان بنے ہوئے تھے اور
کسی میں چمن لگے ہوئے تھے جن میں تاج خروس و گل نافرمان و گل لالہ وغیرہ قسم
کے رنگ برنگ کے پھول تھے ان کشتیوں میں عورتوں کو بٹھا کر سیر کرائی گئی۔
عورتوں کا مینا بازار لگایا گیا جس میں طرح طرح کا قیمتی سامان سجایا گیا پھر محفل
رقص و سرود پر جشن ختم ہوا۔ جہاں اس قسم کی رعنائی عیش و نشاط کی جھلکیاں
ہمایوں نامہ میں نظر آتی ہیں وہاں بابر اور ہمایوں کی زندگی کے مصائب کا ماتم کرتا
تھا اس کے نقشے بھی بڑا کھینچے گئے ہیں ... [illegible]

پھپھو

بھائی قدیر کی دلہن کو میں بھابی کہتی تھی اور کیوں نہ کہوں آخر بھائی قدیر میں بھی تو ہمارے بھائی جان کے لنگوٹیا یار، بول چال اور وضع قطع سے وہ مجھے مراثی سے معلوم ہوتے ہیں۔ جب وہ کچھ کھاتے ہیں تو جبڑے کو ادھر ہی اُدھر چلاتے ہیں۔ جب نوالہ نگلتے ہیں تو آنکھیں بند کر کے ٹھوڑی کو گلے سے ملا کر اس طرح حرکت کرتے ہیں جیسے کوئی بہت بڑا کام انجام دے رہے ہیں۔ جب باتیں کرتے ہیں تو ان کا بڑا سا ٹینٹوا ایسے تڑپ تڑپ کرتا ہے۔ جیسے کوئی مینڈک کود جاتا ہو۔ نہ جانے بھائی جان کو ان کی کونسی ادا بھا گئی۔ مجھے تو وہ ایک آنکھ بھی نہیں بھاتے اور اسی بات پر میری اور بھائی جان کی کئی مرتبہ نوک جھونک بھی ہو چکی ہے۔

آج صبح بھائی قدیر بھائی جان سے کہہ گئے کہ "رضیہ سے کہنا تمہاری بھاوج منے کو آئیں گی" بھائی جان نے گھر میں آ کر مجھے خوشخبری سنائی اور میں نے حسب عادت تیوریاں چڑھا کر ناک سکیڑ لی۔

میرے منہ بنانے سے بھائی جان کچھ بگڑ کر بولے "بھئی اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے اگر تم ان سے ملنا نہیں چاہتیں تو میں ابھی منع کرائے دیتا ہوں۔" بھائی جان کی خفگی سے ڈر کر میں نے سنبھل کر کہا "میں کب منع کر رہی ہوں۔ بھائی جان آپ تو ذرا ذرا سی بات میں مزاج بگاڑ لیتے ہیں۔"

"ہاں کہو کہو چپ کیوں ہو گئیں" بھائی جان بولے۔

"بس کچھ نہیں" میں نے سر جھکا کر کہا۔

"نہیں نہیں بتانا پڑے گا" بھائی جان میرا سر پانچوں انگلیوں کی گرفت میں گھماتے ہوئے بولے۔

"یہی کہہ رہی ہوں کہ میں ان کے منے کو گود میں نہیں لوں گی۔ چاہے بھابی کو برا لگے یا آپ بعد میں ناراض ہوں۔"

بھائی جان زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے بولے "واہ ری احمق یہ کوئی بات تھی۔" "کیوں بات کیوں نہیں ہے۔ اصل میں مجھے ایسے گندے سندے بچے اچھے نہیں لگتے۔ اور بھابی یہ چاہتی ہیں کہ میں ان کے منے کو گود میں لے کر خوب اچھالوں کداؤں چاؤ دکھاؤں تو مجھ سے نہیں ہو گا۔"

"لاحول ولا قوۃ اتنی بڑی ڈھنگی ڈھو ہو کر باتیں ایسی کر رہی ہے جیسے چار برس کی بچی۔" بھائی جان کچھ جھنجھلا کر بولے۔

"اچھا خیر ہم تو ڈھو ہیں"، میں تیوریاں چڑھا کر تیزی سے اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اور غصہ میں زور سے الماری کے دروازے کھول کر اپنی البم نکال کر الٹ پلٹ کرنے لگی۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ امی جان کی آواز آئی کہ "رضیہ لو قدیر کی دلہن آ گئی ہیں۔" "حاضر ہوتی ہوں۔" کہتی ہوئی میں بادل نخواستہ امی جان کے دالان میں جا پہنچی، جہاں بھابی قدیر اپنے منے کو بغل میں دبائے باتوں میں مصروف تھیں۔ مجھے دیکھ کر بھابی منے کو اچھالتے ہوئے بولیں "لے دیکھ تیری پھپھو آ گئیں۔ جائے گا پھپھو کے پاس"۔

میں سلام کر کے اماں جان کے پاس بیٹھ گئی۔ بھابی نے منے کو میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "لو تم اپنے بھتیجے سے کھیلو۔ اتنی دیر تم نظر نہ آئیں تو یہ ادھر ادھر مڑ مڑ کر برابر تمہیں دیکھ رہا تھا۔"

میں نے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا "ہاں بھئی تو جیسے میرا بڑا چہیتا ہے۔" میں نے مرے ہوئے ہاتھوں سے منے کو تھام لیا۔ منا ٹانگوں سے تو بالکل ننگا تھا ہاں سر پر روئی کا موٹا سا کنٹوپ چڑھا ہوا تھا جس کے دونوں بندھن رال میں اکڑ اکڑ کر رسی بن گئے تھے گلے میں ایک ہرے رنگ کا رومال جس کی صورت موم جامہ سے مشابہ تھی بجائے رسی کے بندھا تھا اور رومال کے نیچے دس بارہ ہرے نیلے پیلے کالے لال تعویذوں کی ڈھیری۔ اس طرح معلوم ہوتی تھی جیسے کوئی پوٹلی گلے میں لٹکا دی ہو۔ میں پالتی مار کر بیٹھ گئی اور منے کو اپنے سامنے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر لیا۔ لیکن وہ دو تین پاؤں مار کر میری رانوں پر کھلونے کی طرح جم کر کھڑا ہو گیا۔ بھابی کی بتیسی چمک کر کانوں کی حدوں تک پہنچنے لگی اور میرا دماغ کچھ دیر کے لئے بساند اور چھپلاند سے اُوفت سا ہو گیا تو منے نے کان میں سے میل کا پھویا نکالا اور چپکے سے انگلیوں میں مل کر سونگھا۔ منے نے اپنی کجلوٹی آنکھیں زور سے جھپکا کر میرے اوپر گاڑ دیں۔ اور میری رانوں پر اس قدر تیزی سے کدائیاں لگانے لگا کہ میں بوکھلا گئی۔ (باقی صفحہ ۱۰۰)

بچوں کی نیند

اگر کسی شخص کو دنیا کی تمام نعمتیں میسّر ہوں لیکن نیند نہ آتی ہو تو آپ اس سے پوچھئے کہ وہ اپنے آپ کو خوش قسمتوں میں شمار کرتا ہے یا بد قسمتوں میں؟ یقیناً وہ اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دیگا اور اگر اپنی ساری دولت کے عوض اس مرض سے صحت یاب ہو سکے تو اس میں بھی دریغ نہ کرےگا۔ مگر عام طور پر لوگ اس نعمت کی کوئی قدر نہیں کرتے رات کا بڑا حصہ باتوں میں گزار دیتے ہیں یا کتب بینی یا سینما، سرکس وغیرہ کے دیکھنے میں آرام کا بہترین وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ پھر باقی وقت بھی کچھ کھیل وغیرہ پر رائے زنی کرنے اور سونے کی تیاریوں میں لگ جاتا ہے اور سونے کے لئے بمشکل رات کے چار پانچ گھنٹے نصیب ہوتے ہیں۔ صبح کو اور ہزاروں ضروریات مجبور کر کے انھیں وقت پر اٹھا دیتی ہیں۔ اور اگر نہ بھی اٹھیں اور دو تین گھنٹے زیادہ سو کر رات کی بجائی کی تلافی کرنی چاہیں تو اول تو صبح کو وہ سکون نہیں ہوتا کہ آدمی رات کی طرح آرام سے سو سکے۔ دوسرے دن چڑھے تک سونے سے دن بھر کی سستی، چڑچڑاپن وغیرہ طرح طرح کی اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ورزش نہیں ہوتی۔ اور اس کا صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔

غرض قانون قدرت کی خلاف ورزی کی سزا سے اگر بچنا چاہیں، تو کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ بڑے آدمی جن کے اعضاء کی نشوونما مکمل ہو چکی ہے، اسے ایک حد تک برداشت بھی کر سکتے ہیں یا عمدہ غذا اور قوت بخش دواؤں کی مدد سے زیادہ نقصان سے بچے رہتے ہیں لیکن بچوں کی نیند سے غفلت کرنے کا نتیجہ تو بہت ہی سخت ہوتا ہے۔

ان کے جسم اور دماغ دونوں کی ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور وہ اپنی عمر سے آدھے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا نے روپیہ کے ساتھ ساتھ اس کی سمجھ بھی دی ہے کہ بچوں کو کیسی خوراک کی ضرورت ہے۔ اور انہیں ان کی ضرورت کے مطابق دودھ، گوشت، انڈے مرغی، پھل وغیرہ کھلاتے ہیں، ان کے یہاں بھی اگر بچوں کے آرام کا وقت کافی نہیں ہوتا۔ تو ان کی جسمانی ترقی جیسی چاہئے ویسی نظر نہیں آتی لیکن متوسط درجہ والے بچوں کی تو بالکل گت ہو جاتی ہے۔ تعلیم کا بار سب کے لئے یکساں ہوتا ہے۔ جن کو اچھا کھانے والے ذرا آسانی سے برداشت کر لیتے ہیں اور پھر آرام کی کمی اس قدر زیادہ نقصان دہ نہیں رہتی۔ مگر ان بیچاروں کی غذا ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کوئی رعایت جسمانی ترقی کی نہیں رکھی جاتی جو کچھ سب کھاتے ہیں۔ وہی بچے اور اکثر جگہ تو بچوں اور بڑوں کے کھانے کے اوقات میں بھی کوئی فرق نہیں ہوتا۔ پڑھنے والے بچوں کی خوراک بھی قدرتی طور پر ان بچوں سے کم ہوتی ہے۔ جو صرف کھاتے اور کھیلتے ہیں یا کوئی ہاتھ کا کام کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جس قدر وہ معمولی حالت میں ایک سال میں بڑھتے۔ اب ۲ سال میں بڑھتے ہیں۔ اور پستہ قد۔ دُبلے۔ زرد رنگ کے رہتے ہیں۔ چاہئے یہ کہ اگر غذا معمولی ہو تو اس کے بدلے آرام کا وقت زیادہ دیا جائے۔ وہ بڑوں سے کم از کم تین گھنٹے زیادہ سوئیں حفظان صحت کی رُو سے تو بارہ برس کی عمر تک انہیں بارہ ہی گھنٹے سونا چاہئے۔ لیکن اگر اس میں ایک آدھ گھنٹے کی کمی بیشی ہو جائے تو بھی کوئی ایسا حرج نہیں۔ مگر عام طور پر دس گیارہ برس کے بچے بڑوں کے ساتھ ہی سوتے اور جاگتے ہیں۔ اس پر طرّہ یہ کہ ان کے سونے کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا۔ اگر صاحب خانہ سوتے ہوں گے تو بچوں پر تاکید ہوگی کہ خبردار غل نہ کرو۔ دیکھو ابا جاگ اٹھیں گے۔ اور سب کام کاج کرنے میں بھی اس کا لحاظ رکھا جائے گا مگر بچے بچارے اگر کبھی سوئیں گے بھی تو سمجھ لیا جائے گا کہ بچوں کی نیند تو ایسی ہوتی ہے کہ ڈھول بجاؤ تب بھی خبر نہ ہو۔ ان کے قریب ہی بیٹھ کر چھالیہ کاٹنا۔ پاندان کو بار بار کھولنا۔ لگاتار باتیں کرنا۔ نوکروں اور بچوں پر خفا ہونا۔ گھر کی ساری باتیں اسی انداز میں ہوتی رہتی ہیں جیسے کوئی خاص بات ہی نہیں۔ اور آج کل کے بچے بچارے ذرا ذرا سی عمروں میں طرح طرح کی بے احتیاطیوں سے اس قدر ذکی الحس ہونے لگے ہیں کہ وہ اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ نیندیں اس زمانہ میں خواب و خیال ہو گئی ہیں۔ جو ڈھول بجانے سے بھی اُچاٹ نہ ہوتی تھیں۔ مگر اتفاقیہ کسی کی ہوتی ہے تو مشہور ہو جاتا ہے۔ سب چھیڑتے ہیں۔ اسے خود ندامت ہوتی ہے

فرض یہ کہ زمانہ ٹھونک پیٹ کر اُسے بھی اپنے ڈھب پر لے ہی آتا ہے ایسی حالت میں یہ بچوں پر بڑا ظلم ہے کہ ان کے سوتے میں کوئی احتیاط نہ کریں یا دوران کے دماغ کو ذرا بھی آرام نہ ملنے دیں۔ جب وہ اسی عمر سے جوانی کے بڑھنے اور چنچل ہونے کا زمانہ ہے کمزور مضمحل ہو جائیں گے ان کا جسم اور دماغ سب تھکا تھکا رہے گا تو آئندہ جب ان کے اوپر دنیا بھر کی فکریں ہونگی تو وہ ان کے کس طرح متحمل ہوں گے۔ آجکل سرکار کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرائی جا رہی ہے کہ بچوں کو سینما دکھانے کی روک تھام کی جائے مگر جب گھر والے ہی اس کی پروا نہ کریں گے تو اس ایک بات کو روک دینے سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ مائیں اس باب میں زیادہ ذمہ دار ہوتی ہیں اور انہیں کو میں نے زیادہ لاپروا دیکھا ہے غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ چونکہ خود دن بھر دماغی محنت نہیں کرتیں۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ایک آدھ گھنٹے بھی نہیں کرتیں انہیں اس کی قدر ہی نہیں ہوتی۔ بعض بعض تو یہ اندھیر کرتی ہیں کہ رات کو کسی وقت آنکھ کھل گئی اور نیند نہ آئی تو اپنے آس پاس سونے والوں میں سے کسی ایک کو جگا کر باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں اور رات کے وقت چاہے کتنی ہی دھیمی آواز میں باتیں کی جائیں۔ لگاتار ہو سکے سب کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور کوئی خوشی سے کوئی ناخوشی سے اس بے وقت تفریح میں سب شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تفریح آرام کا عوض نہیں ہو سکتی۔ یہ سب جانتے کہ اکثر اوقات تفریح کے بعد آرام کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے اور تقریبوں کے بعد جو لوگ کئی کئی دن بخار وغیرہ بھگتتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے۔

۱۰۹

پھپھو (بقیہ صفحہ ۹۸) اور جانے کتنی دیر تک وہاں ہوتے ہوئے گدگدے پھیوں میں سیپ کی طرح ہوا بھرتا رہا۔ یکایک میرے پیٹ پر گرم گرم بھیگا سا معلوم ہوا میرا کرتا پاجامہ بھیگ کر شور بشور ہو گیا بائیں طرف سے کچھ کھٹکا ہوا۔ میں نے مڑ کر دیکھا بھائی جان مسکرا مسکرا کہہ رہے تھے "پھپھو تو منا کتنا خوش ہو رہا ہے۔ آخر ہے بھی تو اپنی پھپھو کی گود میں" میں نے جھنجھلا کر بھائی جان کی طرف دیکھا اور وہ قہقہہ لگاتے ہوئے اپنے کمرہ میں گھس گئے۔

آمنہ نازلی

نوحہ بہار

کیا ہوئی فطرت کی وہ گوہر فشانی کیا ہوئی
موسم باراں کی وہ اٹھتی جوانی کیا ہوئی؟

دھوم باغوں میں شباب رونق بہار باغ میں ہے
کیا ہوئی وہ مطربوں کی خوش بیانی کیا ہوئی؟

وہ مہکتی نرم کلیوں کا تبسم کیا ہوا
وہ مہکتے بوستانوں کی جوانی کیا ہوئی؟

کس طرف گم ہو گیا وہ باد و باراں کا خروش
ساحلوں کا شور، دریا کی روانی کیا ہوئی؟

بزم گل بے رنگ ہو بے نور ہے شمع افق
روئے گردوں پر شفق کی خوشنمائی کیا ہوئی؟

وہ مہکتی سرد راتوں کا ترنم کیا ہوا؟
وہ برستے ابر کی گوہر فشانی کیا ہوئی؟

ماند ہے حسن چمن بے نور ہے بزم جہاں
ناز کلیوں کا گلوں کی دلستانی کیا ہوئی؟

کس طرف گم ہو گئی رعنائی لیل و نہار
صبح رنگیں اب وہ شام زعفرانی کیا ہوئی؟

ہے تہ ہے قیمع سخن ، سوتی ہے ... فکر و شعر
وہ شمیم نکتہ دانی کی خوش بیانی کیا ہوئی؟

صفیہ شمیم ملیح آبادی

باپ کی قبر پر

اے رونے والے لے فاتحہ خواں
سوئے پڑے ہیں ہستی کے طوفاں

یہ سرزمیں ہے شہر خموشاں
غم ہائے امروز و فردا کے ارماں

ناکامی و دانش خاموش خاموش

میرے پیارے ابا جی! گرمی کی تپتی ہوئی دوپہر میں آپ سے رخصت ہونے کے لئے آئی ہوں۔ آپ کے قدموں میں سر جھکائے کھڑی ہوں۔ لب پہ فاتحہ ہے اور آنکھوں میں طوفانِ اشک۔ ہم اکٹھے جایا کرتے تھے آج وہ ساتھ بچھڑ گیا آپ کے جنت کو سدھارنے سے وہ آغوش محبت مجھ سے چھن گیا جس میں میں نے سفیدی کے میرے لئے وہ سایہ رحمت چلا گیا جس کے تلے میں نے اور میری روح نے نشو و نما پائی۔ وہ زندگی کا ورق الٹ گیا جس میں بچپن کی شیریں داستان لکھی ہوئی تھی۔ وہ مقدس وجود وہ پیاری ہستی جو مجھے اس دنیا میں لائی وہ پاکیزہ چہرہ جس میں میں نے خدا کے نور کی جھلک دیکھی وہ میٹھی آواز جو مجھے غلط راہ سے روکتی تھی وہ محبت سے معمور دل جو میری بہتری کا ہر دم خواہاں تھا۔ وہ بے نظیر اعمالی دماغ جس میں کون و مکان کے جلوے تھے۔ آہ میرے پیارے ابا جی اب ہزاروں من تلے ایک قبر کے اندر محو خواب ہیں۔ مگر

عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں
روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں

... لہوری

بے کسی

افرادِ ڈرامہ

روشن جہاں جٹھانی۔ اختر جہاں۔ دیورانی (دونوں سگی بہنیں ہیں) فیروزہ۔ بڑی نند۔ زرینہ۔ چھوٹی نند۔ خورشید۔ روشن جہاں کی لڑکی سلطانہ۔ اختر جہاں کی بچی۔ نجیبن۔ ملازمہ۔ شوکت مرزا۔ روشن جہاں کے خاوند۔ رفعت مرزا۔ اختر جہاں کے خاوند۔ ظفر مرزا رفعت مرزا کا لڑکا۔ افسر مرزا۔ شوکت مرزا کا لڑکا۔ شبراتی۔ بیرا

شہر میرٹھ۔ محلہ۔ توگھرہ۔ موقع: ایک متوسط الحال اسلامی خاندان کا اوسط درجہ کا مکان۔ وقت۔ ڈھائی بجے سہ پہر۔

روشن جہاں چوٹی کھولتی ہوئی کمرے سے باہر آتی ہے اور کہتی ہے

"ارے بھئی اختر۔ کیا ابھی تک سو رہی ہو۔ ڈھائی بج گئے ہیں۔ ہمیں ٹھیک پونے چار بجے روانہ ہونا ہے۔"

فیروزہ:۔ (دوسرے کمرے سے باہر آکر) "جی ہاں۔ بھائی جان آج تو انشاءاللہ ضرور پونے چار بجے چل پڑیں گے۔ آخر ہم لوگ یہ کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ گویا ہمیں اسٹیشن جانا ہے۔ اگر ہم یہ سمجھ لیں تو ہمیشہ ٹھیک وقت پر پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن ہم ہمیشہ لیٹ رہتے ہیں کبھی ٹھیک وقت پر جلسہ میں نہیں پہنچتے۔ میں کہتی ہوں۔ اس سے کیا فائدہ کہ اتنی بھاگ دوڑ کر کے جائیں اور پھر بھی پورا جلسہ نہ دیکھ سکیں۔"

اختر۔ (باہر آکر) "ارے بھئی تو جلد کرو۔ تم نے اپنا مضمون لکھ لیا؟"

فیروزہ: "جی ہاں میں بارہ بجے ہی لکھ چکی تھی اور زرینہ کی ساری ہی باڈر بھی لگا چکی ہوں۔"

اختر: شبراتی۔ ارے او شبراتی۔ کیسا شیطان لڑکا ہے۔ نالائق ایک آواز میں تو بول ہی نہیں سکتا۔ (زور سے) ارے او شبراتی۔ سنے گا یا نہیں"

شبراتی:۔ (دوسرے دالان سے) جیم (جی)"

اختر:۔ اب بھی نہیں چلا۔ وہیں سے جیم جیم کر رہا ہے۔"

شبراتی: "جی بیم (بیگم) صاحب چھوٹے میاں کو جتا پہنا رہا ہوں۔"

(بچے کو گود میں لئے ہوئے جھنجھنا بجاتا ہوا۔ جھلاتا ہوا آتا ہے)

اختر: "تو نے بچوں کے جوتوں پر پالش کر لی؟"

شبراتی: "[illegible] تو چھوٹے میاں [illegible]

جا رہے ہیں۔ افسر میاں نے کمر رسیدہ بی بی کا ایک جوتا اٹھا کر کوٹھے پر پھینک دیا اور کہہ دیا کہ چیل لے گئی ہے۔ وہ جینے (زینے) میں بیٹھی رو رہے ہیں"

روشن: "توبہ میرے اللہ۔ کیسے نکے لڑکے سے پالا پڑا ہے۔ ارے کمبخت کہا کہ تجھ سے اتنا نہ ہوا کہ کوٹھے پر سے جوا (جوتا) اتار لاتا مزے سے بیٹھا سب کچھ دیکھ رہا ہے"

شبراتی: "دھوپ تو دیسے بہتی ہے چھوٹے میاں کو کیسے لے جاتا؟"

فیروزہ: "لا تو اسے مجھے دے۔ چل جلدی کر۔ جوتی پر پالش کر کے لا۔ میتی (میں تو) سارا صبح ہی کہہ دیا تھا کہ آج جلسہ میں جانا ہے۔ جلدی جلدی کام کر لے۔ ۔ ۔"

شبراتی:۔ (آنکھیں چمکا کر) "اوہ۔ ابھی لیجئے۔ (تالی بجاتا ہوا بھاگتا ہے)"

روشن جہاں: "جلدی کرو ابھی سودا لانا ہے۔"

شبراتی: "بہت اچھا بیگم صاحب۔" (روشن جہاں صندوق کھول کر بچوں کے کپڑے نکالتی ہے)

فیروزہ: "بھابی جان۔ کیا بچوں کے کپڑے نکال رہی ہیں۔ میرے خیال میں تو بچوں کو نہ لے جائیے۔ بچوں کے ساتھ ایک منٹ کو بھی سکون نہیں ہوتا"

روشن: "بات تو ٹھیک ہے۔ مگر یہاں ان لوگوں کو کون سنبھالے گا۔ اگر شبراتی کو یہاں چھوڑیں گے تو ہمارے ساتھ کون جائے گا۔ اور واپسی میں تانگہ کون لا کر دے گا؟"

فیروزہ: "بچے بڑا تنگ کرتے ہیں۔"

روشن: "بھئی مجبوری ہے۔ کیا کریں۔" (گھنٹہ تین بجاتا ہے)

اختر: "(اندر آکر) تین بج چکے۔ بڑی بی کا اب تک پتہ نہیں ہے۔ ایسی لاپرواہ عورت جس کا کچھ ٹھیک نہیں۔ میں نے اسے تاکید کر دی تھی کہ ڈھائی بجے آجانا۔ مگر اسے کیا پڑی تھی۔ پہلی کو تنخواہ لینے تو سر پہ سوار ہو جائے گی۔ اور کام میں اس طرح جھنکا رکھا ہے۔"

روشن: "ہاں وہ اگر سویرے سے آجاتی تو ناشتہ جلدی تیار کر لیتے وہ لوگ (مرد) اگر پریشان نہ ہوتے۔ اگر ہمارے سامنے ان کا ناشتہ تیار نہ ہوا۔ تو پھر کبھی وہ وقت پر ان لوگوں کو ناشتہ نہ دے گی۔ پھر وہی روز والا قصہ ہو جائے گا کہ ہمیں پانچ بج جائیں گے۔"

اختر:۔ [illegible]

(زرینہ کی اسکول کی گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ ہوتی ہے۔ اور زرینہ اتر کر تیزی سے اندر آتی ہے۔ کتابیں میز پر پھینکتے ہوئے دوڑ کر بڑی بھاوج کے کمرے میں آتی ہے)

سب مل کر: "و زرینہ تو آگئی اور یہاں نہ ابھی بڑی بی نہ کوئی کام"

زرینہ: "میں تو اسکول چلی جاتی ہوں۔ تم سب یہاں کیا کیا کرتے رہتے ہو"

شبراتی۔ (دوڑ کر داخل ہوتا ہے) (افتخارانہ لہجے میں) لیجئے حضور سب جوتے میں ہو نئے بچھوٹے۔ دالان میں سب کی لین لگ رہی ہے۔

روشن: "شاباش۔ اس وقت تو نے کام کیا ہے (صندوقچی سے پیسے نکال کر) لو۔ آدھ سیر بکری کا گوشت۔ دیکھو ٹپ کا ہو ٹپ کا سودا پیسے کے قیمہ۔ پیسہ کا ہرا دھنیا اور ادرک۔ پیسہ کا لیموں۔ اور ایک ڈبل روٹی ہاں سن۔ ایک درجن بچوں کے لئے ختائیاں بھی لانا مت۔ نہیں تو دوبارہ جانا پڑے گا۔ خوب غور سے سن لو دس منٹ میں واپس آجاؤ۔ ورنہ خیر نہیں دو منٹ کا راستہ ہے کوئی دور کا سودا نہیں ہے"

شبراتی: "بہت اچھا"

اختر: "اے سلطانہ کو لیتا جا کسی طرح میرا ہاتھ بھی تو خالی ہو گھنٹہ بھر سے رو رہی ہے۔ جب سے سو کے اٹھی یہ وقت آگیا ہے"

فیروزہ: "آج یہ کیسے جاگ گئی"

اختر: "میں جو اٹھی تو یہ بھی اٹھ گئی"

شبراتی: "پھر دیر لگ جائے گی"

اختر: "تیری ایسی کی تیسی۔ دیر کیوں لگ جائے گی"

(شبراتی جلدی سے بچی کو لے کر باہر کی جانب بھاگتا ہے۔ سڑک پر سے اس کے گانے کی آواز آتی ہے)

جفاؤں نے مارا خطاؤں نے مارا — اے دلبر مجھ کو تیری نگاہوں نے مارا

فیروزہ: "دیکھا بدذات کو یہاں سے کیسا بھاگا تھا"

روشن: "و زرینہ یہ خورشیدہ، سلطانہ اور اختر جہاں کے کپڑے ہیں ذرا تم سب کو منہ ہاتھ دھو دھلا کر تیار کرو"

زرینہ۔ (اندر آکر) دیکھا بھابی جان۔ اس سور شبراتی کو۔ اتنا میں نے پکارا کہ گرم پانی کی گھڑیا غسل خانہ میں رکھتا جا۔ مگر نہیں سنا۔ اور ٹھی ٹھی کرتا ہوا بھاگ گیا"

فیروزہ: "چلو! انہیں کپڑے دو (دونوں جاتی ہیں)

روشن: "سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہوگا۔ خدا اس نجیبن سے سمجھے کبھی وقت پہ کام نہیں آسکتی"

فیروزہ: "آج آنے دو کیسی خبر لیتی ہوں"

(روشن اور فیروزہ بچوں کو تیار کرتی ہیں۔ بچے اپنے عمدہ کپڑے دیکھ کر شور وغل مچاتے ہیں۔ منہ دھلنے میں چھوٹے بچے روتے ہیں۔ ہائی گرنے کی آواز آتی ہے۔ (گھڑی ساڑھے تین بجاتی ہے)

روشن: "الٰہی میری توبہ نجیبن کو دیکھو۔ اور اس نامراد شبراتی کو اس نے بھی حد کر دی۔ ساڑھے تین بج گئے۔ ایک کا پتہ نہیں"

(نجیبن کے قدموں کی چاپ)

تینوں ایک زبان ہو کر: "بڑی بی شاباش۔ چلو پانی میں ڈوب مرو۔ تم نے تو ناک میں دم کر دیا۔ آخر کیا مفت کام کرتی ہو"

بڑی بی۔ (نالی میں تھوکتے ہوئے، بگڑ کر) اسے لو۔ توبہ توبہ۔ گرمی میں میل بھر سے آئی ہوں۔ دو بجے چلی تھی۔ پھر بھی جوتے پڑنے لگے"

فیروزہ: "دو بجے گھر سے چلی تھیں اور پونے چار اب بجے ہیں پونے دو گھنٹہ میں آکر پہنچی ہو"

نجیبن: "اوئی میرے اللہ۔ ائے تمہاری گھڑی ہی ایسی ہے ابھی تو تحصیل کے گھنٹہ نے ڈھائی بجائے ہیں"

اختر: "جی وہ ساڑھے تین تھے"

روشن: "خیر اب فضیحتہ میں دیر نہ لگاؤ۔ جلدی جا کر چائے بناؤ۔ مرد آجائیں گے۔ تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ۲½ بجے یا ۳½ ساڑھے تین"

نجیبن: "ائے تو تمباکو تو منہ میں ڈال لینے دو"

(پاندان کی طرف جاتے ہوئے)

"ہر بخت کا یہی جھگڑا ہے۔ دیر ہو گئی دیر ہو گئی۔ ایسی نوکری سے باز آئی۔ میں تو پہلی کو اپنا حساب کر لوں گی"

زرینہ۔ (غسل خانے سے نکل کر) شراؤ مت! سیدھی طرح جلدی جا کے کام کرو" (شبراتی بھاگتا ہوا داخل ہوتا ہے)

اختر: "آگئے! تشریف لے آئے۔ کمال کرتی گئے تھے یا صدر؟ انہیں یہ بھی خبر ہوئی کہ یہاں جناب کے انتظار میں چار بج گئے۔ بچے بھی گھنٹہ بھر سے تیار کھڑے ہیں۔ ان کو کوئی لینے والا ہوتا تو ہم بھی تیار ہو جاتے اس گھر کے نوکر ایسے بدذات ہیں کہ کسی وقت پر کام نہیں کرتے۔

ہمیشہ ان دونوں نجیبن اور شبراتی کی وجہ سے دیر ہوتی ہے وہی مردوں کے آنے کا وقت آگیا۔ [illegible] گھنٹہ اور

لگ جائے گا۔ مگر پہلے روانہ ہو جاتے تو ہو جاتے۔"

شبراتی۔ (دانت نکال کر) جی بیگم صاحب (بیگم صاحب) ذرا ال کرتی گیا نہ صدر با گوش سے بھاگا چلا آرہا ہوں۔"

فیروزہ: "نکٹائیاں لایا؟"

شبراتی: "ارے!"

فیروزہ: "میں تو پہلے ہی جانتی تھی"۔

شبراتی: "ابھی لایا"۔

روشن: "بس معاف کرو۔ جب تانگہ کو جاؤ تب لیتے آنا۔ چلو تم سب بچوں کو لے کر اوپر چلے جاؤ۔ کسی کو گرنے پڑنے مت دینا کسی کے کپڑے خراب ہوئے تو تم ذمہ دار ہو۔ اور زرینہ تم تو بس چولہا کر چائے لگواؤ۔ ہم لوگ ابھی دس منٹ میں تیار ہوئے جاتے ہیں۔

شبراتی: "چلو جی چلو۔ ظفر میاں چلو۔ کھو رشیدہ بی بی۔ (سب کو لے کر دھڑام دھڑام کرتا ہوا اوپر چڑھتا ہے)

(گھنٹہ چار بجاتا ہے)

(سائیکلوں کی گھنٹی کی آواز آتی ہے۔)

فیروزہ: "بھائی جان آگئے اور بھائی صاحب بھی آگئے۔

(شبراتی دھڑام دھڑام اترتا ہے۔ "ارے میاں لوگ آگئے میاں لوگ آگئے")

(شوکت مرزا اور رفعت مرزا کے قدموں کی آواز)

شوکت مرزا: "ارے کہاں۔ آج کہاں؟"

رفعت مرزا: "ارے بتاؤ بھئی کیسے ٹھاٹ ہو رہے ہیں۔ کہاں کی تیاری ہے؟"

زرینہ: "ساڑھے چار بجے سے جلسہ شروع ہے۔ ہم لوگوں کو ویسے ہی دیر ہو گئی"۔

رفعت مرزا: "ویسے ہی دیر ہو گئی! بیٹھے بیٹھے؟"

شوکت مرزا: "ارے بھئی ہندوستانی ہیں ہندوستانی۔ (بیوی سے) چائے پلوا دیجئے صاحب!"

اختر: "جی چائے بالکل تیار ہے۔ ہم سب بھی تیار ہیں۔ چلئے۔ شبراتی بچوں کو لے آؤ"۔

(شبراتی [illegible] آجاؤ۔ آجاؤ۔ اصغر میاں

چلئے بی بی لو" بچے بھاگتے دوڑتے آتے ہیں۔ خورشیدہ زینے میں گرتی ہے)۔

سب: "ہت تیری ایسی کی تیسی" (بھاگ کر بچی کو اٹھاتے ہیں۔ بچی روتی ہے)۔

روشن: "کم بخت منحوس۔ نالائق۔ اس کے دانتوں میں خون تک نکل آیا"۔

(فیروزہ دوڑ کر پانی لاتی ہے۔ زخم دھلتا ہے۔ سب [illegible]

اختر: "سارا نیا فراک خراب ہو گیا۔ گڑھا کہیں کا"۔

زرینہ: "بس اس کے تو یہی کام ہیں۔ دیر میں دیر لگوانا آتا ہے"۔

رفعت: "ارے بہت چوٹ تو نہیں آئی"۔

شوکت: "بے چاری دو سیڑھیوں سے گری ہے۔ اچھا تھا مگر [illegible] پھول گیا"۔

اختر: "لو آپا اس کا فراک بدل دو"۔

روشن: "(فراک بدلتے ہوئے شبراتی سے) چلو اب تم دولہا میاں کے لئے غسل خانے میں پانی رکھ دو اور تانگے کو دوڑ جاؤ"۔

شبراتی۔ (روتی آواز میں) کھو رشیدہ بی بی تو آپ ہی گری ہیں۔ میں تو نیچے ہی تھا۔ اوپر گیا بھی نہیں۔

فیروزہ۔ (چٹکٹ لگا کر) "اب ٹلے گا یا بک بک کرتا رہے گا"۔

(وقفہ۔ چائے کے برتنوں کی آواز) ساڑھے چار کا گھنٹہ)

سب مل کر: "ارے ساڑھے چار بج گئے"۔

عورتیں: "ہمیشہ یوں ہی دیر ہو جاتی ہے۔ نامراد اب تانگہ کو [illegible]

(تانگے کی آواز)

فیروزہ: "الٰہی تیرا شکر ہے"۔

روشن: "ہاں بڑی بی ذرا ادھر تو سنو۔ گوشت میں شلجم تیار رکھنا۔ گھی دکھا جاؤ۔ دودھ لے کر ابال لینا۔ اور نعمت خانے میں رکھ دینا۔ پونے دو سیر آٹا گوندھے گا"۔

شوکت مرزا: "مہربانی سے۔ آٹھ بجے تشریف لے آئیے گا"۔

روشن: "انشاء اللہ تعالیٰ"۔

رفعت: "ہم لوگ آپ کی واپسی پر کھانا کھائیں گے"۔

شوکت: "جی ہاں کبھی آج بھی ہم بڑی بی کے حوالہ ہو جائیں گے!"

اختر: "جی نہیں رسالت ہے جلسہ ختم ہو جائے گا۔ ہم [illegible]

جب وہ آجائیں گے۔"

رفعت: "ملا بھا ہم یہی چاہتے ہیں۔"

شبراتی: "چلئے جلدی چلئے۔ تانگے والا شور مچا رہا ہے۔ سواری چھوڑ ہی کے تو وہ آیا ہے۔"

رفعت: "اے مرغی کے بچے ابھی تو آیا ہے۔ چھ گھنٹے میں تو آپ پکڑ پکڑ کے تانگہ لائے ہیں۔ اب ٹرا رہے ہیں۔ چلو بھئی چلو۔ اندر چل کر میں تمہیں سوار کراؤں۔ یہ کون افسر میاں۔ ارے تم کیوں جا رہے ہو تم وہاں عورتوں میں کیا کرو گے۔"

افسر میاں: "ہوں۔ ہوں۔"

اختر: "اس غریب کو نہ اپنے ساتھ کہیں لے جائیں۔ نہ ہمارے ساتھ جانے دیں۔ چلو افسر بیٹھو۔"

رفعت۔ (بچوں کو) ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ الٰہی خیر۔ چلو شبراتی۔ چڑھو سلطانہ کو سے کر ادھر آگے بیٹھو۔"

(تانگے کی چوں چوں) چلاؤ بھئی احتیاط سے لے جانا۔ زنانی سواریاں ہیں۔"

تانگے والا۔ "جی بے فکر رہے گا۔" (تانگے کی آواز)

شبراتی۔ (چیخ کر) "ٹھیرو ماماں ٹھیرو۔"

تانگے والا۔ (بگڑ کر) "کیا ہے۔"

شبراتی: "یہ سلطانہ بی بی کے کپڑے تو اندر ہی بھول گیا۔"

عورتیں۔ (ایک زبان ہو کر): "بڑا ہی نالائق ہے۔"

(شبراتی رضائی لے کر دوبارہ واپس آتا ہے۔ پھولی پھولی سانسوں میں سوار ہوتا ہے)

(تانگے کی آواز)

———— : (وقفہ) : ————

رفعت: (ہانپتے کر) "ارے بھائی صاحب۔ کیا سو گئے۔"

شوکت۔ (اونگھتے ہوئے) "ہاں سو ہی چلا ہوں"

رفعت: "کیا بج گیا"

شوکت: (جمائی لے کر) ساڑھے نو۔"

رفعت: "بڑی بی چلی گئیں۔"

شوکت: "بڑھیا تو خوب ہی ٹرائی اور پھر بھاگنا شروع ہی کیا چلدی۔"

رفعت: "ان لوگوں کا اب تک پتہ نہیں معلوم ہوتا کہیں مر گئی۔"

شوکت: "میں تو آج کھانا بھی نہ کھاؤں گا۔ آٹھویں دن ایک گھر رہتا ہے۔ کسی کو بھی گھر کی اور گھر والوں کی خبر نہیں۔"

(چپ چپ کی آواز)

دونوں: "ارے بلی معلوم ہوتی ہے۔" (شوکت بھاگ کر دیکھتا ہے)

"ہشت ہشت" (بلی کے کودنے سے دیگچی گرتی ہے۔

رفعت۔ (اٹھ کر) کیا تھا؟

شوکت: "ہوتا کیا سارا دودھ بلی پی گئی۔ اور پھینک گئی۔ بڑی بی یہاں ہی چھوڑ کر چل دیں۔"

رفعت: "لاحول ولا قوۃ۔ چلو لیٹ جاؤ۔"

(دس منٹ کا وقفہ)

تانگے کی آواز۔ کواڑ پٹتے ہیں۔

شوکت: "آتے ہیں آتے ہیں۔" (کواڑ کھول کر واپس ہو کر بستر پر لیٹ کر سو جاتے ہیں۔ عورتوں اور بچوں کی دھچڑ دھچڑ۔ بچے چیختے پیٹتے آتے ہیں۔ اور ہر طرف ابتری سی پھیل جاتی ہے۔ رفتا رفتا شروع ہو جاتا ہے۔ مگر کچھ دیر کے بعد خاموشی ہو جاتی ہے۔

(برتنوں کی آواز)

اختر: "چلو شبراتی۔ میاں، لوگوں کو جگاؤ۔"

شبراتی: "بابوجی، بابوجی۔ اجی بابوجی۔"

رفعت: "ہوں ہوں کیا ہے بے، کیوں دماغ چاٹ رہا ہے۔"

شبراتی: "کھانا کھا لیجیے۔"

رفعت: (بگڑ کر غصہ سے) ہم نہیں کھائیں گے۔ آپ لوگوں کو آج واپس آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بارہ بجے تشریف لے آتیں۔"

شوکت: (تیز ہو کر) بلکہ صبح کو آنا زیادہ بہتر ہوتا۔"

رفعت: "بڑی بی۔ خاں غائب۔ دودھ بلی پی گئی۔ گھر والے بھوکے مر رہے ہیں۔ اور بیگم صاحبان کو اپنی تفریح سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔ بچے الگ حیران سونے سے پریشان، ایک مصیبت ہے۔"

فیروزہ۔ (دبی زبان سے) "جلسہ آٹھ بجے ختم ہو گیا تھا اس وقت سے ۳ تانگہ تلاش کرایا۔ وہاں جو تانگے کھڑے تھے سب بہت ہی دام مانگ رہے تھے اور پھر وہ سب اور سواریاں بٹھا بٹھا کر چل دیئے شبراتی صاحب آگے دیکھنے گئے تو مر رہے۔ اتنی دیر یہ مصیبت سے گزری کہ خدا ہی کو خبر ہے۔ جیسے ہی یہاں تانگے والے نے شبراتی کو بھیجا۔

تب کبھی ... بہ مشکل کسی طرح کانصیب ہوا۔ بے چاری چھوٹی بھابی سے تو تقریریں وغیرہ بالکل نہیں سنتیں۔ جاتے ہی سلطانہ نے رونا شروع کر دیا تھا جب سے کھڑے کھڑے رو رہا تے بہلاتے بے چاری بالکل نیم جاں ہو گئیں۔ منور بیہ کی گود میں جا ذ میرے پاس آئے رو رو کر ڈھیر کر دیئے۔ آدھے جلسے سے بڑی بی بھی اٹھ گئیں۔ ناسک کی ٹوپی کسی بچے نے چھپا دی سب لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے بھی پتہ نہ چلا۔"

رفعت: "خیر ٹوپی تو گئی۔ بالکل نئی تھی یہ رونے دھونے کے قصے ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو گئے۔ گھر کیا ہے سرائے ہے کبھی کھانا ڈھنگ سے نصیب نہیں ہوتا (لیٹ جاتے ہیں)

اختر جہاں: "اب کھانا تو کھا لیجئے ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

شوکت: "ہم لوگوں کے کھانے کا وقت اب ختم ہو چکا۔ اب آپ سب صاحب کھا لیجئے۔ ہم تو سو رہے ہیں۔"

روشن: "مگر خشکی کی وجہ سے کچھ کھا تو رہنا چاہیئے۔"

رفعت: "جی بس ہو کے تو مر چکے ہیں۔ ہماری بھوک کی پرواہ کس کو ہے"

روشن: "ارے شبراتی تو کھانا کھا لے۔"

(رنجیدہ آواز میں) وہاں سے اس قدر پریشان ہو کر آئے تھے تو یہاں والوں کی یہ کیفیت دیکھی قسمت ہی ایسی ہے۔"

بھاری بھاری قدموں سے سب عورتیں جا کر بستر پر گرتی ہیں۔ اور تکیوں میں منہ چھپا لیتی ہیں۔

اول عورتوں کی سسکیوں کی دھیمی دھیمی آواز

دوم مردوں کے خراٹوں کی مصنوعی آواز

سوم۔ شبراتی کے غیر چپڑ کی آواز۔

(پردہ)

محسن جمال بریلوی

نوائے تلخ

جذبات کے طوفاں میں یہ ضبط فغاں کب تک
مجبور رہے دل کب تک مرہون زباں کب تک

بے سود کے پھندے میں آہنگ نہاں کب تک
الفاظ کے پھندوں میں اظہار بیاں کب تک

آزاد ہواؤں میں پر تول نہیں سکتے
اغیار کے ہاتھوں میں عمر گزراں کب تک

اٹھو جذبہ خود داری ! تا چند زیاں کاری ؟
اٹھو اجو حمیت اٹھو ! یہ خواب گراں کب تک

احساس کی بستی میں جب آگ لگائی ہے
اے سوز دروں آخر یہ شعلے نہاں کب تک

مقصد ہستی کا پوشیدہ ہے کوشش میں
یہ فرض کشی تا کے ! یہ خواب جناں کب تک

جینا ہے تو جینے کے انداز بھی پیدا کر
کام آئیں گے آبا کے یہ نام و نشاں کب تک

کچھ ڈالیں ہمت آخر یا کچھ کہیں ؟...
خاموش بشیر آخر ! رہتی یہ زباں کب تک

بشیر النساء بیگم بشیر حیدر آباد دکن

(بقیہ صفحہ ۱۰۸)

بعد ازاں بیان کردہ طریقہ پر پالش لگائیں۔ اس طرح چمڑے کی سطح پر ہموار ہی بھی پیدا ہو جائے گی اور پالش بھی کم صرف ہوگی۔ نیز چمڑا جلد تڑخنے سے بچا جائے گا۔ یہی ترکیب گھر میں پہننے کے سلیپروں اور Wal Rong Shoes کی دیرپائی خوشنمائی اور پالش کی بچت کے لئے بھی مفید اور کار آمد ہے۔

علاوہ ازیں جوتوں کی صفائی کے لئے نرم کھدر کے دو چار جھاڑن بنا لینے چاہئیں علاوہ ان کی دھلائی باقاعدہ کروانی چاہیئے۔ مرمت طلب جوتوں کی مرمت کروانے میں تساہل سے ہرگز کام نہ لینا چاہیئے۔

اگر آپ کا ملازم جوتوں کی صفائی میں دل لگا کر کام نہیں کرتا تو فرصت کے وقت آپ کو خود ایسی صفائی کرنے میں جھجک اور عار محسوس نہ کرنا چاہیئے۔

حلیمہ بیگم زیب بنت خان بہادر حاجی عبد الحکیم خاں مرحوم پشاور

اگر کسی ماہ کا پرچہ ڈاک خانہ کی غلطی یا آپ کے ملازموں کی غفلت سے [illegible] ذمہ داری ... سے دفتر کو فوراً اطلاع ... [illegible]

منیجر

ایک بنگالی ناول نویس خاتون

بنگالی میں جس طرح ناول ان گنت تعداد میں موجود ہیں اسی طرح اچھے ادیبوں کی بھی کمی نہیں۔ اگرچہ خواتین نے بہت کم عرصہ میں کیا قدر ادبی ترقیاں حاصل کی ہیں۔ اس کے باوجود ان میں افسانہ نگار اور شاعرات کی کافی تعداد موجود ہے یعنی تو ان کی تصانیف کی کمی نہیں۔ مگر چند ایسی ہیں۔ جو بلند پایہ ادبی شہ پارے خیال کی جا سکتی ہیں۔ اور ان تصانیف سے بنگالی ہندو سوسائٹی کی ایک بڑی حد تک اصلاح ہوئی اور ہو رہی ہے۔ یہ سطور جو نالینی دت کے حالات میں کئی سال ہوئے لکھ چکی ہوں۔ اب پشپا لتا دیوی کے مختصر حالات بیان کرتی ہوں۔

مردوں کے لئے تصنیف و تالیف کوئی غیر معمولی بات نہیں مگر اس سوسائٹی کی عورتوں کا اصلاح و ترقی کی راہ میں ادبی خدمات انجام دینا واقعی قابل تعریف امر ہے۔ کیونکہ عام طور سے بنگالی ہندو خواتین کو اپنے گھریلو روزانہ کاموں سے اتنی کم مہلت ملتی ہے کہ وہ اور کچھ کر سکیں ان حالات کے پیش نظر ان قلمی خدمت کرنا حیرت ہے۔ وہ خود رسوئی بناتی خود چوکہ کرتی اور خود اپنے ہاتھوں اپنے بچوں اور شوہروں کے تمام کام کرتی ہیں علاوہ ازیں ان کے ہاں چھوت چھات کا سوال بے حد پیچیدہ ہے لہذا وہ نہ ہر قسم کے ملازم رکھ سکتی اور نہ اپنے تمام کام چھوڑ کر صرف علمی خدمت کے لئے وقف ہو سکتی ہیں۔ ماسوا اس کے یقین کیجئے کہ جب عورت نے خانہ داری کے فرائض کو پورا نہ کیا۔ اور اپنے گھر کو صحیح معنوں میں آرام و مسرت کا۔ راحت و آسائش کا مرکز نہ بنا لیا ہو۔ وہ قوم کی شیرازہ بندی کی خدمات کیا بجا لائے گی۔ یا معاشرتی اصلاح کے لئے موثر انداز بیان کہاں سے لائے گی۔ اپنی کامیاب اور مسرت آگیں زندگی کا خاکہ یا اپنی خانہ تباہی اور دردناک مصیبتوں کی تصویر ہی مصنف کبھی آپ بیتی اور کبھی جگ بیتی کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔

پشپا لتا نے مختصر افسانوں کے کئی مجموعے شائع کر دیئے "نیلیما کے آنسو" تبادلہ۔ وغیرہ وغیرہ میں معاشرتی پہلو کو خوب نمایاں کیا ہے۔ اگر بنگالی جاننے والے اردو داں حضرات مشہور بنگالی مصنفین کی تصانیف ترجمہ کر کے ادب اردو میں ان کو اپنائیں تو ایک قابل قدر اضافہ ہو۔ میرے خیال میں ٹالسٹائی ترجنیف اور ڈیما کے افسانوں کے ترجمے کافی تعداد میں ہوئے جو اصلاحی مقاصد کے لئے بے حد کامیاب ثابت ہوئے۔ اب بنگالی مصنفین کے بہترین معاشرتی اصلاح کے افسانوں کو ادبی ذوق کی تکمیل کے لئے ترجمہ کیا جائے تو بہتر ہو۔

پشپا دیوی کو اب تک وہ شہرت اور بلند درجہ حاصل نہیں ہوا جو سروجنی نائیڈو، سرلا دیوی۔ اور دیگر لائق خواتین کو حاصل ہے تاہم اس ہونہار مصنفہ کی طرز تصنیف اس کی آئندہ ترقیوں کی پیشگوئی کرتی محسوس ہوتی ہے۔ اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اپنے گردوپیش کو بغور مطالعہ کر کے اس کی تصویر کھینچتی ہے۔ اور اس کا ماحول ہمیشہ خالص بنگالی رہا ہے۔ وہ سرزمین بنگال اور بنگالی معاشرت کا تصور باندھتی ہے۔ چونکہ اس کی مغربی تعلیم محدود ہے اس لئے اس کے افسانوں میں وہ انگریزیت نہیں پائی جاتی ہے۔ جس سے عام طور پر آجکل تمام ناول متاثر نظر آتے ہیں۔ جہاں ڈرائنگ روم۔ پیانو اور انگریزی فرنیچر اور برج پارٹی کے سوا اور کوئی شے قابل تزئین نہیں نظر آتی۔ وہ سادہ زندگی کے حالات فطری روانی کے ساتھ قلمبند کرتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفہ کو بیرونی مداخلت ذرا بھی پسند نہیں اس کے مختصر افسانوں میں محبت ہمدردی اور بنگالی گھریلو خدمات کا سبق ہوتا ہے جس میں وہ مصور کی طرح ہر شے کو بلا تصنع سادگی کی صورت میں دکھاتی ہے تاکہ غیر بنگالی ان کے انداز رہائش، آسائش اور معاشرت سے بخوبی واقف ہو جائیں کاش ہماری اہل قلم خواتین بھی بجائے تصنع آمیز امارت کے فسانوں اور امیروں کے قابل رشک آرام و آسائش کی داستانوں کے سماج کی موجودہ پست اور بدحالی پر افسانوں کی بنیاد ڈالیں (میرا مقصد ان افسانوں سے نہیں جو نفسیاتی پہلو کو اجاگر کرتے ہیں) بلکہ میں خیال کرتی ہوں کہ اگر بہنیں عام ہندوستانی گھرانوں کے حالات ان کی زبوں حالی ایسا ہی میں محبت۔ شادی۔ ملازمت اور معاشرتی اصلاح کے پہلوؤں کو نمایاں کر کے اپنے افسانوں کو دلچسپ بنانے کی کوشش کریں تو زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ بنگالی گھرانوں میں سماج کے بندھنوں کو توڑنے میں اپنی

اصلاحی فسانوں نے بیحد تائید کی ہے ان کے ہاں مستورات کی پابندی مذہبی پابندی کے مترادف تھی۔ ہماری جہیز کی رسم۔ تلک کی رسم بیوہ عورتوں کو ذلیل و خوار سمجھنے کا دستور۔ کم سنی میں شادی کا رواج۔ کمسن لڑکی اور بوڑھے شوہر سے بیاہ دینے کا طریقہ سب کچھ اہی افسانوں کی وجہ سے منظر عام پر آیا۔ اور مخلص ہمدردوں کا اکابران قوم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان بری رسموں کی اصلاح حسب ضرورت قانون اور ریزولیوشنوں کے ذریعہ مکمل کی۔

ہماری پیاری اردو زبان میں اہل قلم خواتین کی کافی تعداد موجود ہے اور ان میں سے بیشتر خواتین اپنے زور قلم سے معاشرتی اصلاح میں مصروف بھی نظر آتی ہیں۔ مگر ان کے تمام تائید اور تعاون کا چوگنا اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر وہ پہلے اپنے قوم کی درماندہ ہستیوں یعنی مفلوک الحال اور متوسط الحال طبقے کے دردناک حالات اور ان کے رسم و رواج کی مہلک پابندیوں کو اپنے فسانوں میں اجاگر کر کے دکھائیں۔ اور قوم کو اس جھوٹی شرم سے نکالیں جو رسم و رواج کے نام سے ان پر چھائی ہے۔

متوسط الحال گھرانوں میں اس جھوٹی شرم کی وجہ سے جس قدر تباہیاں ہو رہی ہیں۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ امیر یا غریب گھرانوں کو کسی قسم کی رواجی پابندیاں اس قدر مجبور نہیں کرتیں جس قدر کہ متوسط الحال طبقے کو خواہ پیسہ پاس ہو یا نہ ہو مگر رسم پوری ہونی چاہئے۔ خواہ قرض ہی کرنا پڑے۔ حالانکہ یہ نام و نمود بیکار ہے۔ اگر بھائی۔ یا بہن کے یتیم بچوں کو اپنے گھر کی دال روٹی کھلا کر نوکروں سے بدتر ان سے خدمت لی جائے تو اس میں کوئی ہرج نہیں مگر ان کے قائدے اور بہبودی کے لئے انہیں یتیم خانوں یا اسی قسم کے کسی ادارے میں بھیجنا ذلت ہے۔ اس لئے کہ اپنی کم ہمتی کا پردہ جو فاش ہو جاتا ہے۔ ادھر ان غریبوں کی زندگی ہمیشہ کے لئے ناکارہ اور برباد رہ جاتی ہے۔ بیوہ اور بھاوج کو نیم فاقہ رکھ کر ایک عضو معطل کی حیثیت میں مقید رکھ کر اپنی گھریلو خدمت لیجئے اس میں کوئی عیب نہیں لیکن اگر سماجی خدمت یا اپنے پیروں آپ کھڑے ہونے کی حیثیت دلانے اور ملازمت کرانے یا عقد ثانی کرانے کو کہا جائے تو ناک کٹ جانے کی بات ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ذمہ دار لوگوں کو یہ خیال کرنا لازمی ہے کہ ایک فرد کی بربادی سے بے شمار افراد کی تباہی ہوتی ہے اگر اس جھوٹی شرم کی اصلاح میں ہماری ناول نویس خواتین ایک عملی پروپیگنڈا شروع کر دیں تو [illegible] ہو کر شاید [illegible] اور [illegible] نام مو [illegible] والے نے قیمتی وقت اگر سچ مچ پاس کرایا ہندوستان دیوی کی قربانی نے تلک کے خلاف صدائے احتجاج اس کثرت سے بلند کرائی کہ آخر یہ رسم اب دب گئی۔ غیر ممالک میں شادی کا قانون پاس کرایا۔ اسی طرح ہماری سوسائٹی سے بھی ہماری جہیز دینے کی رسم اور موجودہ تعلیم یافتہ لڑکوں نے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی جو اپنے تئیں فروخت ہونے کی رسم نکالی ہے اس کی اصلاح خاطر خواہ ہو سکتی ہے۔

اس وقت بے شمار تعلیم یافتہ لڑکیاں جو یا تو دولت یا حسن سے محروم ہیں غیر شادی شدہ ملیں گی اس لئے کہ وہ حسین نہیں یا ہماری قوم سے گرانقدر یوسف صفت نوجوانوں کی خریداری نہیں کر سکتیں۔ کچھ عرصہ ہوا ہمارے واقف کاروں میں ایک تعلیم یافتہ لڑکی کی شادی قرار پائی جو عمر عزیز کے بہترین حصے حصول تعلیم اور انتظار شادی میں گزار چکی تھی ماں باپ کافی امیر تھے، اس لئے جتنے دنوں بر نہیں ملا تعلیم کی طرف لڑکی کو مصروف رکھا تاکہ وہ اس کمی کو محسوس نہ کر سکے۔ چونکہ دولت حسن سے محروم تھی اس لئے بدشواری بر بھی ملا تو دس ہزار نقد و زیورات کی فرمائش کے ساتھ اس لئے کہ غبار گزیدہ انگریز تھے اور میرج مارکٹ میں ان کی قیمت بہت تیز تھی خیر سے ہزار دقت ۶ یا ۷ ہزار میں معاملہ طے ہوا اور دو تین ہزار شادی کے تکلفات لوازمات میں خرچ ہوئے تب کہیں لڑکی کی شادی ہوئی۔ اس پر بعد میاں اس قدر بد دماغ نکلے کہ پناہ بخدا اور لڑکی کو سسرال جا کر پتہ چلا کہ دولہا کے گھر والے نہایت مفلوک الحال ہیں کھیتی اور کچھ پھل کے باغات ہیں اس کی مختصر سی آمدنی یا دولہا کی امداد پر ان کی گزشتی ہے۔ اس قدر دے دلا کر شادی کا ہو پر بھی فارغ البالی نصیب نہ ہوئی۔ جو ۶ ہزار دولہا نے لیا تھا اس سے ۲ ہزار شادی کے زیورات کے لباس اور فرنیچر پر خرچ کئے اور ۳ ہزار ایک رہن شدہ کھیتی کو گروے سے چھڑانے میں صرف ہوئے۔ اس طرح لڑکی کے باپ کی کمائی کا کل سرمایہ بیٹی کے سسرال والوں میں صرف ہوا جس غریب نے محنت سے کمایا تھا اس کو خود کھانا نصیب بھی نہیں ہوا۔ درحقیقت ان قبیح رسم و رواج کی اصلاح ہونی چاہئے اور یہ کام بزور قلم ہی انجام دیا جا سکتا ہے حاصل تو لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا ہی کیا کم صرفہ ہے کیونکہ ذمہ دار ہوتا ہے۔ اب اس پر بھاری جہیز اور نقد تلک بھی دی جائے تو یہ بیٹی ہونی بھی سراسر ایک لعنت تصور ہوگی۔ پشپا دیوی نے انہیں سوشل کمزوریوں کو ظاہر کر کے ان کی اصلاح پر زور دیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ ہماری سب بہنیں اس قسم کے اصلاحی پروپگنڈا کو لازمی سمجھ کر اختیار کریں۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

جوتوں کی دیکھ بھال

جس طرح انسان باقاعدہ غذا ملنے سے تندرست رہتا ہے۔ اسی طرح باقاعدہ پالش کرنے سے جوتے مضبوط اور زیادہ دیر تک برقرار رہ سکتے ہیں یہ اصول اکثر اور بیشتر چیزوں پر حاوی ہے مثلاً رنگ و روغن سے لکڑی کی چیزیں مدت تک خراب نہیں ہوتیں اور باقاعدہ تیل یا گریز دینے سے مشینوں اور سائیکلوں کے پرزہ جات جلد گھسنے سے بچ جاتے ہیں چنانچہ آج میں صرف جوتوں کی غذا اور تندرستی کے بارے میں اپنے ناچیز تجربے عصمتی بہنوں کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ کیونکہ جوتے جن کا نام عام محاورے میں نفرت اور حقارت سے لیا جاتا ہے، فی الحقیقت زیبائش اور حسن مذاق کے میدان میں بلند حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ باایں ہمہ بعض بہنیں اور بھائی آرائش کے اس ضروری جزو سے غفلت اور لاپرواہی برتتے ہیں۔ ایسی غفلت سے میری مراد یہ نہیں کہ وہ بہن بھائی محفلوں اور پارٹیوں میں بھدے جوتے پہن کر پہنچ جاتے ہیں۔ (کیونکہ ایسے جلسوں میں تو زرق برق اور پیٹنٹ چمڑے کسی صورت میں بھی اپنی دلکشی کا درجہ کم ثابت نہیں ہونے دیتے) بلکہ میرا اشارہ عام استعمال اور چمڑے کے جوتوں کی طرف ہے۔ جو ذرا سی محنت اور توجہ سے نہ صرف زیادہ مدت تک محفوظ رکھے جا سکتے ہیں، بلکہ گھریلو اور عام استعمال کی حالت میں بھی ان کی خوشنمائی قائم رکھ کر اپنی صفائی پسندی کے عمدہ مذاق کا ثبوت بہم پہنچایا جا سکتا ہے۔ نیز موجودہ جنگ اور گرانی کے پیش نظر تو یہ سوال ضروری توجہ کا محتاج ہے کہ کسی چیز کو کس طریقہ سے زیادہ دیر تک استعمال میں لایا جائے۔

عام طور پر امیر اور متوسط گھرانوں میں چمڑے کے جوتے پالش کرنے کے لئے ملازموں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملازم معمولی جھاڑ پونچھ کر کے ان پر پالش تھوپ دیتا ہے۔ اس طرح تھوڑی دیر کے لئے تو جوتے رنگین بن جاتے ہیں۔ لیکن انجام کار ان پر دھبے اور کسی نہ کسی طرف پالش نا میل کی تہیں جم جاتی ہیں۔ اندریں حالات یہ ضروری ہے کہ پالش لگانے سے پیشتر، جوتوں کو برش اور کپڑے کی مدد سے اس قدر صاف کیا جاوے کہ تمام گرد و غبار دور ہو کر چمڑے پر ایک چمک سی پیدا ہو جائے (کسی چیز کا کوئی داغ دھبہ ہو تو اسے نم آلود کپڑے کے ساتھ مٹا لینا چاہئے۔ معمولی جھاڑ پونچھ کے بعد جوتوں پر پالش تھوپ دینا بعینہ ایسا ہی ہے، جیسا بغیر صابن کے منہ ہاتھ دھو کر فیس کریم مل لینا۔ اس کے بعد کریم پالش یعنی بوتل والی پالش ہموار اور یکساں طور پر لگانی چاہئے۔ اور اس کا استعمال انگلی یا چھوٹے برش دونوں سے کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی جگہ چمڑے کی رنگت مدہم نظر آئے تو وہاں انگلی سے پالش کی موٹی تہہ جما کر تھوڑے وقفے کے لئے جوتے کو چھوڑ دینا چاہئے۔ جب کریم پالش خشک ہو جائے تو برش سے K یا چیری بلازم کی ڈبیہ والی پالش کی بہت پتلی تہہ جمانی چاہئے۔ اور آخر میں کسی بڑے برش اور صاف کپڑے کی مدد سے جوتے چمکانے چاہئیں۔ بڑا برش، گرد و غبار ہٹانے اور بعد میں چمکانے کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ عموماً گھوڑوں کی مالش کے لئے جو برش استعمال کئے جاتے ہیں وہ ایسے کام کے لئے موزوں ہیں۔ اور ایسے سکنڈ ہینڈ برش کباڑیوں سے بآسانی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ جوتوں کی "شیپ" برقرار رکھنے اور دیرپائی کے لئے سب سے ضروری امر سے بیشتر بہن بھائی آگاہ نہ ہونگے اور وہ یہ کہ جوتوں کے تلوں سے مٹی کیچڑ کسی کند چھری وغیرہ سے روزانہ صاف کرنا چاہئے۔ آجکل B وغیرہ کے بوٹ ملتے ویسے ہی ہموار ہیں۔ اس لئے سودیشی بوٹوں کے لئے تو ایسی صفائی نہایت ضروری ہے جس کی شیپ جلد بگڑنے کا احتمال ہوتا ہے۔ عام طور پر بچوں کے بوٹ زیادہ میلے ہوتے ہیں۔ نیز پانی کیچڑ میں کھیلنے کے سبب ان کا چمڑا اور کھردرا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں ایک تو ان پر پالش زیادہ صرف ہوتی ہے۔ دوئم چمڑے کی سطح باوجود پالش کرنے کے غیر ہموار رہ جاتی ہے اس لئے بچوں کے جوتے جلد ناکارہ ہونے کی شکایت ہوتی ہے ایسے جوتوں کی حفاظت اور پالش کی بچت کے لئے یوں کیجئے کہ کسی خالی ڈبیہ میں صابن کے ٹکڑے کاٹ کر رکھ دیجئے اور اس میں ایک چھٹانک اور تھوڑا سا پانی ڈال دیجئے بوقت ضرورت چمڑے پر جھاگ پیدا کر کے جوتوں پر ملنا چاہئے اور اس طرح صابن کی ایک پتلی سی تہہ جمائیں۔ خشک ہو جانے پر بڑے برش سے جوتے خوب صاف [illegible]

[بقیہ صفحہ ۲۴ پر]

سلام

(جملہ اُمہات المومنین کے حضور میں عقیدت کے پھول)

سلام اے سب سے اول زوجۂ خیر الوریٰ   حامیٔ دینِ محمدؐ بی خدیجہؓ طاہرہ
سلام اے حرمت افزائے حبیب کبریا   سابق الایماں کا کیسا مرتبہ حاصل کیا
شاق محبوب خدا کو تھی جدائی آپ کی   خدمت اسلام ہر دم یاد آئی آپ کی

سلام اے بی بی سودہؓ بانوئے سلطانِ دیں   بی خدیجہؓ پہلے پھر تم عقد میں لائی گئیں
غم و تنہائی میں حضرت کی ہمدم ثابت ہوئیں   گھر سنبھالا بیٹیوں کی خدمتیں جاں سے کئیں
غم زدہ کفار کی ایذا سے ہوتے تھے جب آپ   تم سے اور بچوں سے خوش گھر آکے ہوتے تھے تب آپ

سلام اے عائشہؓ صدیقہ ام المومنین   آپ ہیں محبوبۂ محبوب رب العالمیں
دختر صدیق اکبرؓ زوج ختم المرسلین   السلام اے مظہر انوار مصباح مبیں
وہ حدیثیں جن سے ہی اسلام کو حاصل وقار   آپ سے قال رسول اللہ کی ہیں یادگار

سلام اے بی بی حفصہؓ زوجۂ خیر البشر   حضرت فاروق اعظمؓ کی ہو تم لخت جگر
حق علم تھی ہر دم رہا پیش نظر   کیوں نہ ہو ہم مرتبہ تھیں عائشہؓ کی سر بسر
تھے فدا مذہب پہ اللہ دونوں بے اشتباہ   اور دین پاک کے ہر حال میں تھیں پناہ

سلام اے حضرت زینبؓ خزیمہ نیک ذات   آپ ازواج نبی میں تھیں بڑی عالی صفات
عقد کے بعد آپ نے پائی بہت جلدی وفات   دفن حضرت نے کیا دارین کی پائی نجات
بی خدیجہؓ کی طرح فرمائی رحلت آپ نے   دونوں کی تجہیز و تکفین کی رسول پاکؐ نے

سلام اے اُم سلمہؓ اے شیر عالی جاہ   وہ حدیبیہ کا مسئلہ جس کی کھل سکتی نہ راہ
حکم کی تعمیل میں کچھ کہہ نہیں سکتے تھے شاہ   ہو گیا حل مشورے سے آپ کے بے اشتباہ
کیا خوشی کی لہر سی دوڑ گئی بات آپ کی   کر گئی کام اک گروہ عام کا ذات آپ کی

زینبؓ ثانی بھی تھیں اک زوجۂ خیر الانام   عائشہؓ کی جو رہیں مد مقابل لا کلام
نیک کاموں سے ہوا ام المساکین جن کا نام   آپ میں موجود تھے اخلاق محمودہ تمام
تھا اثر ان کا بہت قلب رسول پاک پر   عقد حضرت سے ہوا تھا آپ کا افلاک پر

سلام اے حضرت جویریہؓ عالی تبار   خاندان مصطلق میں تم ہوئیں پرہیزگار
ننگ مرسیع بنی عقد نبی کا افتخار   بن کے ام المومنین پایا تھا تم نے اقتدار
عائشہؓ کہتی ہیں یہ تھیں خوش صفات و خوش بیاں   رات دن محو عبادت رہتی تھیں تھیں کہاں

ام حبیبہؓ جو کہ دختر تھیں ابو سفیان کی   ایسے گھر میں ہو کے بھی دولت ملی ایمان کی
تھی ہر قدم آگے اسلام پہ قربان کی   والدہ ان کی پھوپی تھیں حضرت عثمانؓ کی
تھیں وہ اکو بی کے ساتھ [illegible]   [illegible] سے عقد کو نبی نے طے کیا

السلام اے بی بی صفیہؓ ہو کر تھیں دشمن کی عیال   رفعت و تہذیب نسوانی کی پاکیزہ مثال
گر کسی کی طعن سے دل پہنچتا تھا ملال   آپ کو تسکین دیتے یوں حبیب ذوالجلال
نسل سے ہو تم نبی ہارون جیسے باپ کی   اور چچا موسیٰ تھے یوں عزت ملی ہے آپ کی

السلام اے حضرت میمونہؓ تم پر ہو سلام   تم پہ ازواج رسول اللہ کا ہے اختتام
عائشہؓ فرماتی ہیں صالح تھیں تم اور نیک نام   تھا عزیزوں سے کیا تم نے سلوک اچھا مدام
آ نہ سکتا تھا رقابت کا گماں تک خواب میں   عائشہؓ تعریف کرتی ہیں ہر اک باب میں

لیں سبق امہات المومنیں سے حاضرات   ان مقدس ہستیوں کی پیروی میں ہے نجات
آجکل کا طرز بالکل لغو ہے اور واہیات   اصل حق میں یہی ہوتا ہے بہنو اصلاحات

یوں اگر مذہب صفا پر ہو عمل تو خوب ہے
جو خدا کو اور رسول اللہ کو مرغوب ہے

سردار محمدی بیگم عظمت

شوہر کے آنسو

بیوی کے جنازے پر

کوئی مجھ سے روٹھی چلی جا رہی ہے   ہنسی جا رہی ہے خوشی جا رہی ہے
خفا ہو کے وہ زندگی جا رہی ہے   مرے گھر سے یا لکشمی جا رہی ہے
مری عشرتِ روح و تن جا رہی ہے   مرے گلستاں کی پھبن جا رہی ہے
وہ سورج کی پہلی کرن جا رہی ہے   چمن کی شگفتہ کلی جا رہی ہے
جگر خون ہو کر بہا جا رہا ہے   کوئی بزم سے وہ اٹھا جا رہا ہے
اندھیرا سا ہوتا چلا جا رہا ہے   کوئی روک لے روشنی جا رہی ہے
چراغ وفا گل ہوا جا رہا ہے   مرے عشق کا دیوتا جا رہا ہے
مرے دن کا سورج چھپا جا رہا ہے   مری رات کی چاندنی جا رہی ہے
ہے دل پارہ پارہ جدائی کے غم سے   اندھیرا سا چھایا ہے آنکھوں کے نیچے
کسک پا رہا ہوں کلیجہ میں اپنے   مری عشرت زندگی جا رہی ہے
دھواں آج اٹھتا ہے قلب و جگر سے   کوئی دیکھے دنیا کو میری نظر سے
برستی ہے وحشت سی دیوار و در سے   مرے باغ کی دلکشی جا رہی ہے
کیا آپ کو جس پہ قربان میں نے   وہی سونپ دی تھی جسے جان میں نے

وہی جس کو سمجھا تھا ایمان میں نے
وہی مجھ سے روٹھی، چلی جا رہی ہے

نازش پرتاب گڑھی

ہدایات القرآن

(سلسلہ کے لئے جون ۱۹۴۲ء کا پرچہ دیکھئے)

اعمال جماعتی

قوم سب سے پہلے ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ جماعت یا قوم کس کو کہتے ہیں جب ہم خیال افراد ایک نظام بنا کر اس سے منسلک اور وابستہ ہو جاتے ہیں۔ تو وہ قوم بن جاتے ہیں۔ پس ایسے افراد عقائد۔ عبادات۔ تہذیب۔ تمدن اور کلچر کے لحاظ سے ایک نظام میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں اور ظاہری شناخت کے لئے لباس اور شباہت کی قطع و برید میں یک رنگ ہوتے ہیں۔ شادی اور غمی کی رسومات میں ہم آہنگی ہوتی ہے۔ یہ تو اصلی اور حقیقی قومیت ہے۔ لیکن آج کل ایک نئی قومیت نکلی ہے جس کو عام لوگ وطنی قومیت کہتے ہیں۔ اور ہم اس کو پولیٹیکل قومیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس میں عقائد مذہبی اور عبادات سے ایک حد تک تعارض نہیں کیا جاتا مگر باقی امور کے ساتھ چند وطنی یا سیاسی عقائد میں ہم آہنگی ہونی ضروری ہے اور عام طور پر یہ جملہ امور اکثریت کے ہوتے ہیں اور اقلیتوں سے منوائے جاتے ہیں مگر یہ قومیت، جب تک مذہبیت افراد میں باقی ہو، قوت نہیں پکڑ سکتی۔ لہٰذا مذہب کو کمزور اور فنا کرنے کے لئے وطن یا سیاست کو سب سے اعلیٰ درجہ دیا ہے۔ چنانچہ کانگرس کے بڑے لیڈر بھولا بھائی ڈیسائی۔ ڈاکٹر رادھا کمار کرجی۔ مسٹر سی۔ ایس رنگا آئیر۔ سوبھاش چندر بوس پنڈت جواہر لال نہرو۔ اور مسٹر گاندھی کے اعلانات اس کی تصدیق کر رہے ہیں سنو:۔

"ضمیر، مذہب اور خدا کو ان کے مناسب مقام یعنی آسمان کی بلندیوں پر رکھ دیا جائے۔" (بھولا بھائی ڈیسائی)

"ہندوستان کو تھیوری اور پریکٹس دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہئیے۔" (رادھا کمار کرجی)

"سوراجیہ کے معنی اکثریت کا راج ہے۔" (سی۔ ایس رنگا آئیر)

اکثریت ظاہر ہے کہ کس کی ہے۔

"پارٹی ڈکٹیٹر شپ سوراج سے پہلے اور سوراج کے بعد ہر دو حالتوں میں، اب آئندہ کے لئے ہم لوگوں کا نعرہ اور آواز ہوگا۔" (سوبھاش چندر بوس)

"اکثریت کی فرقہ پرستی وطن پرستی ہوتی ہے۔" (پنڈت جواہر لال نہرو)

"سوراجیہ کے ایک ہی معنی ہیں اور وہ ہے رام راجیہ۔" (مسٹر گاندھی)

یہ اقوال ہم نے اس لئے نقل کئے کہ معلوم ہو جائے کہ ہندوستان کدھر جا رہا ہے۔ ہاں ہم علی الاعلان کہیں گے کہ یہ سیاسی قومیت بالمقابل ہوا کرتی ہے۔ اور مضبوط نہیں ہو سکتی کیونکہ اختلاف کے جراثیم اس میں موجود ہیں۔ اور اسی وجہ سے پنڈت جواہر لال نہرو کو اپنی کتاب "میری کہانی" کے صفحہ ۵۰۴ پر کہنا پڑا کہ ۔۔ "اکثریت اقلیت کو دھمکا کر اپنے قابو میں رکھتی ہے۔" مگر خیر خواہی وہ نہیں ہے جو ہو ڈر سے پیدا، قوم جب بن کر تیار ہو جاتی ہے۔ تو اس میں نہ اکثریت ہوتی ہے اور نہ اقلیت بلکہ وحدت ہو جاتی ہے مگر سیاسی قومیت صرف نام کی قومیت ہوتی ہے۔ جس کے افراد کے دل پھٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ قرآن نے اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے کہ:۔

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ (حشر ۲۴، ۱۴)

(تم تو سمجھتے ہو کہ وہ ایک جماعت ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں)

مگر کسی قوم کے افراد کے دل ایک ہوں کہنے کو ایسی قوم کہہ لو اور دیکھنے میں ایسی قوم سمجھ لو لیکن وہ قوم نہیں ہے۔ اگرچہ تہذیب و تمدن و کلچر میں بھی ہم آہنگی ہو۔ ایک مضبوط طاقتور اور باعزت قوم بننے کے لئے افراد میں قلبی وابستگی ضروری ہے اسلام نے اس کو پیدا کرنے کی ہدایات دیدیں۔ جن کو ہم پیش کرتے ہیں۔

وابستگی افراد قوم عقاید اور عبادات کی یک رنگی، ناظرین کرام، عقائد اور عبادات کے بابوں میں مطالعہ فرما چکے ہیں۔

اب ہم اعمال کی یگانگت کی طرف توجہ دلاتے ہیں تو قرآنی ہدایات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور فرقہ بازی نہ کرو۔

اللہ کی رسی کے مطلب میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ قرآن مجید کے احکام و ہدایات پر پوری طرح عامل ہو جاؤ۔ اور اپنی تاویلات کے زور پر مطالب میں فرق ڈال کر مجمع قوم کو فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار کر کے منتشر نہ کرو ورنہ تم لپسِت ہمت ہو جاؤ گے۔

اور رعب جاتا رہے گا۔ جیسا کہ فرمایا۔
وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (انفال ع ۶) لڑو جھگڑو نہیں ورنہ پست ہمت ہو جاؤ گے اور ہوا اکھڑ جائے گی۔

دوسرا قول ہے کہ اللہ کی رسی سے مراد "امیر قوم" ہے اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ حَبْلُ اللهِ هُوَ الْأَمِيرُ" اللہ کی رسی امیر ہے (ہمارا رسی پر عقیدہ ہے) مطلب یہ ہوا کہ جو مطالب امیر تم کو بتائے ان پر عمل کرو۔ اور دوسروں کی تاویلات پر عمل کر کے قومی شیرازہ کو منتشر نہ کرو"

بہرحال جو بھی سمجھا جائے تاویلات کی ممانعت ثابت ہے (جس نے ہم کو کہیں کا نہ رکھا۔) اور سب جانتے ہیں کہ احکام و ہدایات عمل کے لئے ہوتی ہیں نہ نکات و معارف کے بیان کے لئے اور چونکہ احکام و ہدایات عام ہیں تو عام فہم بھی ہیں۔ لہذا ان میں تاویل کی گنجائش نہیں چنانچہ قرآن میں اختلاف کی وجہ یہ بیان کر دی کہ۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ۔ ۔۔۔ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (العمران ع ۲) اور جن کو کتاب دی گئی انہوں نے علم ہو جانے کے بعد آپس کی ضد سے اختلاف کیا (کتاب واضح ہے اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں)۔

ان آیات میں ہم کو بتایا گیا ہے کہ باہمی وابستگی کس طرح پیدا ہو سکتی ہے اور انتشار کی وجہ اور نتیجہ کیا ہے۔ اب آگے ملاحظہ فرمایئے ارشاد ہوتا ہے کہ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا۔ ۔۔۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (العمران ع ۲۰ پ ۴)
ایمان والو صبر کرو اور صبر کی تلقین کرو اور آپس میں ملے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ تاکہ فلاح یاب ہو سکو۔

آپس میں ملے جلے رہنے سے اپنی خواہشات اور جذبات کو دبانا پڑتا ہے اور رواداری برتنی پڑتی ہے۔ بہت سی باتوں میں طرح دینی ہوتی ہے۔ لہذا صبر کی ضرورت بیش از بیش ہے۔ لہذا صبر کر کے خود نمونہ بنو۔ دوسرے افراد قوم کو بھی صبر کی تلقین اور تاکید کرو۔ اور ملے رہو پھوٹ نہ ڈالو دلوں میں بغض حسد اور کینہ نہ رکھو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کامیابی اور ترقی ہی ہوگی۔ یہاں بتایا کہ وابستگی کے لئے صبر کی بہت ضرورت ہے۔
قُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي ۔۔۔ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ (بنی اسرائیل ع ۶ پ ۱۵)
کہہ دو میرے بندوں سے کہ اچھی بات منہ سے نکالا کرو۔ کیونکہ شیطان ان کے درمیان فساد کراتا ہے۔

ایسی بات زبان سے نہ نکالو کہ باعث اشتعال طبع ہو ورنہ بات بڑھے گی لڑائیاں میں فرق پڑ کر رشتہ الفت اور محبت کمزور ہو جائے گا۔ یا ٹوٹ جائے گا۔
اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ۔ (مومن ع ۶ پ ۲۴) برائی کا دفعیہ بھلائی سے کرو۔

یہ عام قاعدہ ہے کہ برائی کے بدلے برائی کی جائے تو بات بڑھتی ہے اور فریقین سے برائی کا سلسلہ شروع ہو کر دشمنی پر ختم ہوتا ہے۔ اور اگر برائی کے بدلے بھلائی کی جائے تو برائی کرنے والے کی شرمندگی کا باعث ہو کر اس کو آئندہ برائی سے روکتا ہے۔ اور مخالفت کی خلیج کو بھرنے بڑھنے کے پاٹ دیتا ہے۔ جس قوم کے ہر فرد کی یہ صفات ہوں اس میں لڑائی جھگڑے اور دشمنی کا کیا کام صحابہ کرامؓ کے سوانح زندگی قرون اولیٰ میں مطالعہ کر کے دیکھ لو۔

اخلاق حسنہ

جس قوم کے اخلاق اعلیٰ ہوتے ہیں۔ وہ مضبوط اور ترقی کرنے والی ہوتی ہے۔ اخلاق بگڑے اور تنزل شروع ہوا۔ اخلاق کے معنی اصل میں عادات ہیں۔ اور عادتیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور بری بھی۔ ان عادتوں کا منبع دل ہے اور ان کا ظہور آنکھ زبان اور ہاتھ پیر سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ جس کا دل خراب ہو گیا اس کا سب کچھ خراب ہو گیا۔ جسمانی صحت اور زندگی کا دار و مدار بھی دل پر ہے اور اخلاقی صحت اور زندگی کا انحصار بھی دل ہی پر ہے۔ اور آنکھ۔ زبان۔ ہاتھ۔ پیر اور کان اور ناک جہاں دل کے لئے خبر رساں ہیں۔ وہاں اس کی کیفیات کے ترجمان بھی ہیں۔ لہذا قرآن حکیم نے ہم کو انتباہ کر دیا کہ ان سے غلط کام لے کر ان کو برباد نہ کرنا کیونکہ
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل ع ۳ و ۴ پ ۱۵) کان اور آنکھ اور دل ان سب کے متعلق پوچھ کچھ ہوگی

سب سے زیادہ کان اور آنکھ کے ذریعے سے ہی قلب انسانی متاثر ہوتا ہے۔ اگر ایسی باتوں کو سنا جائے گا اور دیکھا جائے گا جو مخرب اخلاق ہیں تو رفتہ رفتہ ان میں دلچسپی پیدا ہوگی اور ان سے جو آہستہ آہستہ خرابیاں پیدا ہوں گی ان کا احساس جاتا رہے گا۔ آج یہ امر مشاہدے میں آرہا ہے کہ عام طور پر مسلمان، مسلمان سے شاکی ہیں مگر کوئی بھی اپنی ان خرابیوں کو محسوس نہیں کرتا یا نہیں کر سکتا، جو آنکھ اور کان کے ذریعہ سے دل کی کیفیات کو تبدیل کر کے پیدا ہو گئی ہیں۔ بلکہ احساس یہاں تک مردہ ہو چکے ہیں کہ کسی چیز کے سننے یا دیکھنے سے احتراز نہیں کیا جاتا۔ اور کہا جاتا ہے کہ کان اور آنکھ سننے اور دیکھنے کے لئے بنائے

گئے ہیں۔ اور نہیں سمجھ سکتے کہ اگر کوئی شخص تلوار اور بندوق لے کر سب کو مارتا پھرے اور اس کو اس سے روکا جائے تو اس کا یہ عذر ہرگز قابل سماعت نہیں ہو سکتا کہ تلوار اور بندوق سب کو مارنے ہی کے لئے بنائے گئے ہیں۔ بے شک مارنے کے لئے بنائے گئے ہیں مگر چند حدود اور قوانین کے ماتحت جن کے بھلائی اور برائی کو حدود اور قوانین بنانے والا ہی بہتر سمجھ سکتا ہے جس کی نظر ہر چیز پر ہو اور ہر چیز اس کے علم ہو۔

بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو دیکھنے یا سننے میں نہایت خوبصورت اور نفیس خوش کن ہوتی ہیں۔ مگر خواص میں افراد یا قوم کے لئے مضر اور مہلک ہوتی ہیں اور نفس اور خواہش پرست لوگ ان کے خواص تک پہنچ نہیں سکتے۔ ظاہرہ اور سطحی صورت پر فریفتہ ہو کر پھنس جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی بصیرت جاتی رہتی ہے۔ سماعت خراب ہو جاتی ہے اور دل مردہ ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت کو قرآن مجید نے بیان کیا کہ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا ۔۔ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (اعراف ع ۲۲) جنوں اور انسانوں میں سے بہت سے ایسے ہیں جو جہنمی ہیں۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ ان کے دل تو ہیں پر سمجھتے نہیں۔ آنکھیں ہیں اور دیکھتے نہیں۔ کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ ایسے لوگ مثل مویشیوں کے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔

نہ سنکر عبرت ہوتی ہے نہ دیکھ کر ہوش آتا ہے۔ کیونکہ دل میں یہ سمجھنے کی قوت ہی باقی نہیں کہ جا بجا اسباب کو معلوم کر سکے۔ جھوٹے وعدے کر کے کسی کو خوش کر دینا۔ خواہ اس کا آئندہ کتنا ہی نقصان ہو جائے خوش اخلاقی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ حد درجہ کی بداخلاقی ہے۔ اگر صاف کہہ دیا جائے کہ ہم سے یہ کام نہ ہو سکے گا۔ تو دوسری جگہ کوشش کی جا سکتی ہے اور نقصان سے بچا جا سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اخلاق حسنہ ہوں یا سیئہ ان کا تعلق قلب سے ہے۔ اور اخلاق حسنہ پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلے اخلاق سیئہ کو ترک کرنا ہے تاکہ اخلاق حسنہ کو جگہ مل سکے۔ پس الحجرات ع ۱ پ ۲۶ میں ہم کو حکم ہوتا ہے کہ:-

۔۔ لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ ۔۔ ۔۔ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا۔ ایمان والو! تم مردوں میں کوئی کسی کو ذلیل نہ سمجھے ممکن ہے وہ ان میں بہتر ہو اور نہ کوئی کسی عورت کو ذلیل کرے ممکن ہے وہ اس سے اچھی ہو۔ اور نہ برا بھلا کہو کسی کو نہ نام دھرو۔ ایمان لانے کے بعد یہ جاہلیت کی باتیں بہت بری ہیں اور جو ان سے باز نہ آئے وہ ظالم ہے۔ ایمان والو! بہت زیادہ گمان بھی نہ کیا کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور نہ ٹٹول میں رہا کرو۔ اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔

اس حکم میں جتنے امور سے منع کیا گیا ہے۔ وہ سب اخلاق سیئہ میں داخل ہیں۔ ان سے دلوں میں فرق پڑتا ہے۔ عداوت کا بیج نشوونما پاتا ہے۔ اس حکم کے تحت میں جن باتوں کو منع کیا گیا ان کی فہرست حسب ذیل ہے:- (۱) ذلیل سمجھنا یا ذلیل کرنا (۲) طعنہ زنی کرنا یا عیب جوئی کرنا (۳) نام دھرنا یا حقارت آمیز لقب (۴) بکثرت بدگمانی کرنا (بلا وجہ) (۵) کسی کے حالات کی ٹٹول کرنا (۶) پیٹھ پیچھے برائی کرنا۔

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ (النساء ع ۲۱ پ ۶)
اللہ کو بیہودہ بکواس اور وہ بھی بلند آواز سے پسند نہیں بجز اس شخص کے جو کہ مظلوم ہو۔

اگر مظلوم ظلم سے تنگ آکر کچھ کہے جھکے تو وہ قابل معافی ہے مگر اور لوگ تو قابل معافی نہیں ہو سکتے۔ پس غصہ کی حالت میں بجز مظلوم کے اور کسی کو بلند آواز سے برا بھلا کہنے کی اجازت قطعی نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ۔ ۔ ۔ قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا (مجادلہ ع ۲ پ ۲۸)
ایمان والو! جب کسی کی مجلس میں ہو اور تم سے کہا جائے کہ کھل کر بیٹھو تو کھل بیٹھا کرو۔ اور اللہ تم کو کشادگی دے گا۔ اور کہا جائے کہ جگہ سے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

یہ آداب مجلس ہیں کہ انتظام میں فرق اور گڑبڑ نہ ڈالو اور یہ اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔

متقی

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ ۔ ۔ ۔ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ (آل عمران ع ۱۴ پ ۴)
وہ لوگ جو فراخی اور تنگی (دونوں حالتوں میں) خرچ کرتے ہیں۔ غصہ کو روک لیتے اور لوگوں کو معافی دیتے ہیں۔ اور اللہ نیکی کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہے۔ اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی کا کام کر لیتے یا اپنے اوپر ظلم کر لیتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور سوائے اللہ کے گناہوں کی معافی دینے والا دوسرا ہے کون۔ اور جان بوجھ کر جو کام کر لیتے ہیں اس پر اصرار نہیں کرتے۔ (باقی آئندہ)

محمد عبد الغفار الخیری

ایک دفعہ پھول والوں کی سیر میں

ادھر موسم برسات شروع ہوا اُدھر دلی والوں نے قطب صاحب کی راہ لی۔ بیل گاڑیاں اور یکے کثرت سے چلا کرتے تھے۔ پھولوں کی سیر کے موقع پر اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ تِل رکھنے کو جگہ نہ ملتی تھی یہ زمانہ آج سے ۳۰ سال پہلے کا تھا۔ دلی کے رؤسا اپنے ذاتی مکانوں یا کرایہ کے مکانات میں قیام کرتے۔ متوسط الحال بھی سیر و تفریح میں رؤسا سے کم نہ رہتے تیسرا طبقہ غربا۔ اور مزدور پیشہ جماعت کا تھا یہ لوگ بہت بے فکرے ہوتے تھے اور اطمینان سے سیر کا لطف اٹھاتے تھے۔ مزدور پیشہ جماعت کو دلی والے "کرخندار" کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں یعنی کارخانہ میں کام کرنے والے۔ یہ لوگ زردوزی۔ کارچوب۔ گوٹہ وغیرہ کا کام کرنے والے ہوتے تھے۔ ان کی ٹولیوں کی ٹولیاں جاتیں۔ ایک ساتھ قیام کرتے۔ اور اکٹھے اس سیر میں شریک ہوتے۔ کارخانہ دار۔ یعنی ان کا استاد ان کا رہبر ہوتا۔ اور مصارف کے لئے سب چندہ کر کے اس کے حوالے کر دیتے

ایک مرتبہ چند کرخنداروں نے اپنے استاد سے کہا کہ استاد اس مرتبہ تو پھول والوں کی سیر کا لطف جب ہے کہ یہ دو باتیں مفت ہوں۔ ایک تو یہ کہ پنکھے کا جلوس نہایت عمدہ مقام سے دیکھیں اور بغیر بھڑ بھڑکے سے بچیں۔ دوسرے یہ کہ ایک وقت کا مزیدار کھانا اس قدر کھائیں کہ اچھی طرح پیٹ بھر جائے لیکن یہ کھانا بھی مفت ہو۔ استاد نے سوچ کر جواب دیا۔ دونوں باتیں بہت آسان ہیں۔ لیکن شرط صرف یہ ہے کہ میری ہدایت کے خلاف نہ ہو۔ سب اس پر رضامند ہو گئے۔

ساون کی جھڑیاں شروع ہو چکی ہیں۔ نفیری بج چکی ہے۔ پھول والوں کی سیر کی تاریخ کا اعلان ہو چکا ہے۔ رؤسا شہر جوق جوق گاڑی گھیوں میں جا رہے ہیں۔ تان بائیوں نے دوکانیں آراستہ کرنی شروع کر دی ہیں۔ ہندوؤں کا پنکھا بدھ کو اور مسلمانوں کا جمعرات کو نکلے گا۔ استاد نے شاگردوں سے کہا۔ کہ تم بھی تیار ہو جاؤ۔ موسلا دھار بارش ہے۔ اس لئے سب سے پہلے تم سب ایک ایک چھوٹی گھڑیا۔ یا مٹکا لے آؤ۔ اور ململ لباس عمدہ مگر سفید ہو اور کارچوبی ٹوپیاں بھی ہوں۔ جس کے پاس نہ ہو وہ کارچوب والوں سے کرایہ پر لے لے۔ جوتی کا ایک ایک جوڑہ بھی ہو۔ اور اپنی اپنی گھڑیا رکھ لو۔ چنانچہ سب نے تعمیل کی۔ پھر استاد نے کہا۔ لنگر لنگوٹا کس لو۔ بارش ہو رہی ہے۔ گھڑیا کاسہ اٹھا کر لو۔ تاکہ کپڑے نہ بھیگیں۔ چنانچہ یہ لنگوٹی بند پارٹی صبح کو شہر سے روانہ ہو کر دوپہر کو قطب صاحب پہنچی اور جھرنے کے قریب دم لیا۔ آدمیوں کا ہجوم بے حد تھا۔ خدا کی قدرت کہ بارش تھم گئی استاد مع شاگردوں کے نہائے اور عمدہ لباس زیب تن کیا عطر لگایا۔ استاد کا لباس مثل رؤسا کے تھا۔ بہترین ٹوپی۔ باریک ڈھاکہ کی ململ کا کرتہ بیل دار انگرکھا۔ آڑا پاجامہ۔ پیچے پڑے ہوئے۔ کارچوبی جوتی۔

اب استاد کی سواری جھرنے سے روانہ ہوئی۔ کچھ شاگرد آگے کچھ پیچھے۔ کچھ دائیں کچھ بائیں لوگوں کو ہٹاتے ہوئے۔ استاد کو حلقہ میں لئے ہوئے بالکل اس طرح سے لے جا رہے ہیں جیسے کوئی رئیس اعظم ہوتا ہے۔ پیچھے پیچھے جلوس چونکہ پنکھے کا آ رہا ہے۔ بازار تنگ اور اس قدر گھمسٹ اور ریل پیل ہے کہ تھالی پھینکو تو زمین اپر نہ گرے۔ چنیاں کی کوٹھی سے آگے وسط بازار میں داہنی جانب ایک لالہ صاحب چبوترہ پر شامیانہ کے نیچے بیٹھے ہیں کچھ کرسیوں پر ان کے احباب اور کچھ خالی ہیں۔ ایک دم کچھ شاگرد چبوترہ پر بڑھے اور استاد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ سرکار تشریف لائیں اپنی جگہ سرکار کے لئے انتظام کیا گیا ہے۔ استاد چبوترہ پر چڑھے لالہ صاحب نے ان کا لباس اور ان کے شاگردوں کی تعظیم دیکھ کر اندازہ کیا کہ نواب صاحب ہوں گے۔ وہ بھی تعظیماً کھڑے ہوئے اور ان کے احباب بھی۔ لیکن جب وہ قریب گئے۔ تو لالہ صاحب نے غور کرنا چاہا کہ کون سے نواب صاحب ہیں اور اس چبوترے سے کیا تعلق ہے۔ استاد نے اور ان کے شاگردوں نے کرسیوں پر قبضہ کیا۔ لالہ صاحب اور ان کے احباب کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ ابھی غور ہی کر رہے تھے کہ ان کو مغالطہ تو نہیں ہوا۔ واقعی ان کا انتظام یہاں کیا گیا تھا یا انہیں یہاں سے رخصت کیا جائے۔ لیکن وقت اس قدر تنگ تھا کہ جب تک لالہ صاحب کسی نتیجہ پر پہنچتے۔ پنکھے کا جلوس آ گیا۔ نفیری۔ ڈھول۔ انگریزی باجہ۔ ڈنڈے والے۔ کنہوے والے۔ استاد اور ان کے شاگردوں نے خوب اچھی طرح سے جلوس دیکھا۔ اور جلوس ختم ہوتے ہی رخصت ہو گئے

والد صاحب اور ان کے احباب غریب بچارے کھڑے رہے اور تماشا بھی نہ دیکھ سکے۔

استاد کے اشارے پر یہ جماعت بھر چپ ہو بیٹھی۔ شاگردوں نے کہا کہ استاد ایک شرط تو پوری ہو گئی۔ واللہ لالہ کو خوب بیوقوف بنایا۔ ایسے اطمینان سے کبھی جلوس نہ دیکھا تھا لیکن اب بھوک کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔ استاد نے کہا لباس سب اتار دو۔ اور اطمینان سے بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ جب مغرب کا وقت ہو چکا تو استاد موقعہ محل دیکھ کر آئے۔ اور سب شاگردوں سے کہا کہ لنگوٹیاں باندھ کر چادروں کی لنگیاں کر لو اور چلو۔ چنانچہ سب استاد کے ساتھ ہو لئے۔ استاد ایک مکان میں پہنچے۔ جس کے بالاخانہ پر چند پنجابی سوداگر صاحبان مقیم تھے بالاخانہ پر وہ لوگ تھے۔ نیچے صحن میں بہت سی قبریں تھیں۔ چنانچہ حسب ہدایت استاد سب شاگرد چادریں لپیٹ تان کر مع استاد قبروں کے برابر لیٹ گئے۔ بالاخانہ سے آواز پہ آواز تھوڑی دیر کے بعد پڑنی شروع کہ کھانا لاؤ۔ برابر والے مکان میں دیگیں پک رہی تھیں چنانچہ باورچی پلاؤ زردہ، سالن کی دیگیں، شیرمال اور خمیری روٹیاں لانے میں مصروف ہوئے۔ جب سب کھانا آگیا تو انھوں نے نیچے سے آواز دی کہ کھانا حاضر ہے۔ اوپر منگا لیجئے۔ چنانچہ کھانا نکالنے کے لئے آدمی اترے۔ کچھ باورچی کھڑے تھے کہ ایک دم استاد کے اشارے پر سب شاگرد چادریں ہاتھوں میں لے کر کھڑے ہو گئے باورچی اور نوکروں نے جو دیکھا تو یہ کہہ کر کہ مردے جمعرات کا کھانا کھانے آگئے۔ خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے۔ بس اب سب نے اپنی چادروں میں زردہ پلاؤ بھرا روٹیوں کو باندھا اور آناً فاناً یہ جا وہ جا۔ شمشی تالاب کے قریب اولیا مسجد میں دم لیا اور خوب اطمینان سے پلاؤ زردہ سے سیر ہوئے۔

ادھر بالاخانہ سے آواز پر آواز پڑ رہی تھی کہ کھانا

لاؤ جب نیچے سے کوئی جواب نہ گیا تو بالاخانہ والے نیچے اترے دیکھا کہ سوائے سالن کے باقی دیگیں خالی۔ روٹیاں ندارد۔ آدمیوں سے پوچھا کہ کہاں مر گئے۔ کدھر گئے۔ تلاش کیا نوکروں کو باہر گلی میں سے ڈھونڈھ کر لائے۔ دیکھا کہ سب بیٹھے مشورہ کر رہے ہیں کہ بتاؤ ان مردوں کا کیا علاج کریں۔ بالاخانہ والے جب پہنچے اور خفا ہوئے کہ ارے نامعقولوں۔ گدھوں۔ بھوک کے مارے برا حال ہو گیا۔ چیختے چیختے گلے بیٹھ گئے۔ تم کیا سانپ سونگھ گیا۔ کیا آفت آئی۔ دیگیں خالی پڑی ہیں۔ اور تم بیٹھے ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ صاحب آپ کو بھی خیال نہ رہا۔ آج کا دن فاتحہ کا تھا۔ بغیر فاتحہ کے کھانا کھانے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ہم کھانا نکالنے والے تھے کہ قبروں میں سے مردے نکل پڑے اور ہم کو بھاگ جانا پڑا۔ آخر کیا کرتے اگر وہ ہم کو پکڑ لیتے تو کچا ہی کھا جاتے۔ اب تک ہوش ٹھکانے نہیں۔ دیگیں بے شک خالی کر گئے ہوں گے کیونکہ مردے بھی ایک یا دو نہ تھے۔ بیس پچیس تھے۔ مالکوں نے کہا ارے بیوقوفو تم کہیں پاگل تو نہیں ہو گئے کیا کہیں مردے بھی کھانا کھاتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے تو آپ چاہے جیسی قسم لے لیجئے۔ اگر ہم نے دانہ بھی چکھا ہو ہمیں تو یقین ہے کہ سوائے مردوں کے اور کوئی نہیں تھا۔ اس طرح استاد اور شاگردوں کی خوب سیر ہو گئی۔ اولیا مسجد میں رات گزاری اور استاد تعریف کے پل باندھ دیئے۔ یہ واقعہ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا تھا اس وقت یاد آگیا تو عصمتی بہنوں کے لئے قلمبند کر دیا گیا۔

شفق

ہرہائینس عالمہ سلطان بیگم آف سچین

اے شفق اے زیورِ آرائشِ چرخ بریں
تجھ میں وہ شوخی ہے جو خونِ شہیداں میں نہاں

تیری ہر ہر موج میں ہے لالۂ احمر کا رنگ
عقلِ انسانی ہے جس کو دیکھ کر حیرت سے دنگ

تو نے کھولا میکدہ اہلِ فلک کے واسطے
مست ان کو کر دیا، اپنی شرابِ سرخ سے

تیرا یہ رنگین منظر اک طلسم خواب ہے
تیری یہ شوخی ہے یا اک موجۂ بیتاب ہے

سچ بتا دے کون ہے جس کا ہے تجھ میں انعکاس
اے شفق کرتی ہے کس کے نور سے تو اقتباس

ہے کسی شاعر کا خونِ دل ترے رخسار پر
ایک دھیمی روشنی ہے بہر دیدار

دہر کی ہر شے ترے پرتو سے رنگیں ہو گئی
شورشِ ہستی ترے دامن میں آکر سو گئی

جی میں آتا ہے کہ میں کہہ دوں تجھے رنگِ شباب
دل نشیں تجھ کو بتا دوں یا کوئی ہستی کا خواب

یا تبسم ہے کسی کے چہرۂ زیبا کا تو
یا کہ نقشِ اولیں ہے حسن ... پردا

تیری سرخی میں نہاں ہے کچھ شرابِ زندگی
تیری تہ میں غرق ہے موجِ شرابِ زندگی

کاش تو ثاقب کو بھی اپنا بنا لے رازدار
جستجوئے راز میں مدت سے ہے وہ بیقرار

ثاقب کانپوری

میرے وطن کی دلچسپیاں

بمبئی آئے مجھے تیرہ سال ہوئے، چاہ یوسف والی صدائیں سنتے سنتے کان بھر گئے۔ جدھر نظر اٹھاؤ بھائی یا بہن نظر آتے ہیں۔ دوستی کا تخیل یا تو سرے سے ناپید اور اگر ہے بھی تو جیسے آٹے میں نمک۔ یہاں بارہ مہینے ایک حال میں گزرتے ہیں، نہ کمبخت جاڑے کا لطف نہ گرمی کی بہاریں۔ لوگ پیسہ کمانا جانتے ہیں، صرف کرنا نہیں جانتے۔ صبح سے شام تک بس کمانے کا "شغل" جاری رہتا ہے اور "خلاص"! میرا حال تو اس بلبل کا سا ہے۔ جسے عین بہار میں باغ سے پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیا گیا ہو۔ جب بھی رُت بدلتی ہے۔ مجھے اپنا وطن یاد آتا ہے۔ لیکن چھبیس گھنٹے کا سفر اور پھر آج کل کا سفر، تصور سے بخار چڑھتا ہے۔ دل مسوس کر رہ جاتی ہوں۔ خیر قہر درویش بر جان درویش، اب سوال یہ ہے کہ اپنے وطن کی کن دلچسپیوں کا ذکر کروں اور کن کا نہ کروں۔ گھروں کے اندر کی رنگ رلیاں بیان کروں یا باہر کی دلفریبیاں۔ جاڑے کی برکتیں، گرمی کی نزاکتیں یا پھر برسات کی چہلیں سناؤں۔ عید بقرعید، ہولی دیوالی، میلے ٹھیلے، چھوٹی شادی، بڑی شادی، خوشی اور غمی، عیادت اور موت وغیرہ جیسے تمام موقع ایک کے بعد ایک ذہن میں آ کر عجب الجھن میں ڈال دیتے ہیں۔ ہر موقع یکساں دلچسپ اور دل کو محبوب، کس کو چھوڑا اور کس کو پکڑا جائے۔ سمجھ کام نہیں کرتی۔

بمبئی کے لوگ جسے ہندوستان کہتے ہیں وہاں کی گرمی تو رشک جہنم مشہور ہے لیکن ہم اس دوزخ کو جنت سے بدل دیتے ہیں۔ دوپہر کا وقت خس خانوں میں گزرتا ہے۔ سہ پہر کو پانی کا چھڑکاؤ ہوا صحن میں چوکہ لگا، اس پر سفید چاندنی اور گاؤ تکئے صاف شفاف۔ نہا دھو کنگھی چوٹی کر سہیلیاں جمع ہو گئیں۔ کوئی فالودہ بنا رہی ہے، کوئی برف دھو کر صراحیوں میں بھر رہی ہے۔ کسی نے پاندان کھولا اور نقشی گلوریوں سے خاصدان بھر دیا۔ باہر گلی سے آواز آئی۔ لیلےٰ کی انگلیاں ہیں مجنوں کی پسلیاں ہیں، کیا خوب ککڑیاں ہیں۔ ماما نے ککڑی والے کو بلایا۔ نازک نازک ککڑیاں خریدی گئیں۔ انہیں دھو کر برف میں ڈالا گیا۔ اتنے میں قلفی والے نے آواز دی "حضور آج فالسہ، نارنگی کی قلفیاں صاحبزادیوں کے لئے خاص طور سے بنا کر لایا ہوں"۔ سب کی باچھیں کھل گئیں۔ قلفیوں پر قلفیاں اڑنے لگیں۔ کوئی ککڑیاں کھاتی۔ کوئی فالودہ نوش جان کرتی اور کوئی گلوریوں پر گلوریاں منہ میں رکھتی۔ اتنے میں باہر سے آواز آئی "ہار بیلے کے، گجرا موتیے کے، گہنا پھولوں کا"۔ سب کی سب سہیلیاں تڑپ کر دروازے کے پاس آ گئیں۔ مہری کو باہر بھیج کر ہار گجرے اور پھولوں کا گہنا منگایا گیا۔ کسی نے ہار پہنا، کسی نے کنگن، کسی سہیلی نے گجرا گلے میں ڈالا اور جو بیاہی ہوئی تھیں وہ سر سے پیر تک پھولوں میں لد گئیں۔ پھولوں کی مہک سے گھر رشکِ گلزار بن گیا۔ دلوں کو تراوٹ پہنچی اور آنکھوں کو ٹھنڈک۔ کیسی گرمی اور کہاں کا جہنم، صدقے کروں اس گرمی پر ہزاروں بہاریں۔

برسات میں پندرھویں بیسویں مہندی لگانے کا ایک دن مقرر کیا جاتا ہے۔ مالی جھولی جھولی بھر کے مہندی لایا۔ مہریوں نے پتیاں الگ کیں ڈنٹھل نکال کر پھینک دیئے۔ پانی سے دھو کر سل پر بہت مہین پیسا اور ایک طشت میں لا کر چوکے پر رکھ دیا۔ رات کا کھانا کھا کر نو دس بجے لڑکیاں الگ اور بیگمات الگ مہندی لگانے بیٹھیں۔ مغلانیاں قصے سنا سنا کر دل بہلاتیں۔ اور سہیلیاں ایک دوسرے پر پھبتیاں کستیں۔ گھنٹے دو گھنٹے لطف رہتا۔ ہاتھ پیروں میں مہندی لگا کر ارنڈ کے پتے لپیٹ دیئے اور ان پر خلیتے باندھ کر اپنے اپنے پلنگ پر سو رہیں۔ صبح سویرے اٹھ کر بڑے اہتمام سے گرم پانی سے ہاتھ پیر دھوئے اور پھر آپس میں مقابلہ شروع ہوا کہ کس پر مہندی زیادہ چڑھی۔ جس کی ہتھیلی کا رنگ پھیکا ہوتا اس کی شامت آ جاتی پھبتیاں شروع ہو جاتیں۔ کوئی کہتی لے جاؤ بہن معلوم ہو گیا۔ تمہارے میاں تم کو نہیں چاہتے۔ دوسری بولی میں نہ کہتی تھی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ تیسری نے چٹکی لے لی۔ چوتھی نے گدگدا دیا۔ آخر ماجرا کر پھیکی مہندی والی نے کسی کا دوپٹہ چھینا، کسی کا ہاتھ مروڑ دیا۔ اوئی اوئی کی چیخیں بلند ہوئیں۔ کسی نے کہا تمہارے ہاتھ تمہیں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے موئے مردوں کے ہاتھ۔ دوسری بولی بہنی ہمیں نہیں اچھا لگتا۔ ہمارا دوپٹہ دیدو، ابا جان کو سلام کرنے جانا ہے۔ غرض خوب چہلیں ہوتیں۔ ہنسیاں ہوتیں۔ اور پھر سب کی سب مقطع بن کر بڑوں کو سلام کے لئے جاتیں۔

دوپہر کو پائیں باغ میں جھولے پڑتے۔ لمبے لمبے پینگ لگتے، اور

خوب خوب گڈے بازی ہوتی۔ ننھی ننھی پھواریں پڑتی ہوتیں اور پکوان تلے جاتے جن کی خوشبو سے بھوک بڑھتی۔ آموں کے درختوں سے ٹپکے گرتے تو سب دوڑ پڑتیں۔ کوئی کیچڑ میں لت پت، کوئی جوتی چھوڑ سرپٹ۔ غرضکہ خوب چھینا جھپٹی ہوتی اور پکوان کے ساتھ ساتھ آم بھی اڑتے ایک دوسرے کے منہ پر چھلکا کھینچ مارتی تو دوسری گٹھلی سے خبر لیتی۔ سہ پہر کو سب کی سب تھک کر گھروں کو واپس جاتیں۔ نہا دھو کر دھانی رنگ کے جوڑے پہنتیں۔ کپڑوں کو عطر سے بساتیں اور بناؤ سنگھار کر کے پھر آل بیٹھتیں۔

عید بقر عید جیسے تہواروں کا کیا کہنا۔ رات بھر صبح کے انتظار میں جاگتے کتنی مہندی گلتی۔ کپڑوں میں چمکیے، سیتے ٹکتے، ڈومنیاں شادیانے گاتیں۔ کسی کا آنچل پکڑتیں کسی کا دھیہ نہیں چھوڑتیں۔ سدھیہ۔ دو روپیہ۔ اٹھنی۔ چونی جس نے جو دیا لے لیا۔ اور پھر گانا شروع کیا۔ عجب دھوم دھام، اللہ رے اہتمام! گاتے بجاتے صبح ہوئی غسل کر کے کپڑے بدلے، بڑوں کو سلام کیا، عیدیاں تقسیم ہوئیں۔ خوانچے والوں کا تانتا بندھا۔ مٹھائیاں، پھل کھلونے، گڑیاں وغیرہ خریدنے میں عید کی رقم صرف کی گئی۔ پرجانے ڈالیاں لگائیں۔ قابوں میں نان ختائیاں، جوزی، خستہ پٹری، اچاری میں میٹھے کی سرخ سرخ مچھلیاں، اس پر اطلس اور کلابتون کی ڈوری بندھی۔ ادھر ادھر منقش کے پھندنے لٹکتے ہوتے، رکابدار نے پیش کیں۔ ترکاری اور پھلوں کی ڈالی کنجڑن لائی۔ کاغذی آبخورے صراحیاں، کھلونے، کمہارن نے نذر کئے۔ مختصر یہ کہ اپنے اپنے پیشے کے مطابق لوگ تحفے لاتے اور مناسب انعام و اکرام دے کر رخصت کئے جاتے۔

شادی بسم اللہ، عقیقہ، گھوڑے چڑھائی وغیرہ میں بھی اسی طرح کی چہل پہل رہتی ہے۔ سمدھنوں کی چہلیں، سالیوں کی دولھا بھائی پر پھبتیاں، چوتھی کی دھما دھمی بڈھوں کو بھی جوان بنا دیتی ہیں۔ یہ مثل مشہور ہے کہ شادی اور غمی میں چولی دامن کا ساتھ ہے لیکن ہمارے وطن میں تو سچ مچ یہی بات ہے۔ مُردہ چاہے دوزخ میں جائے چاہے جنت میں سوگ بڑے اہتمام اور دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ ایسے موقع پر پہنچ کر کوئی اجنبی یہ نہیں جان سکتا کہ گھر میں شادی رچنے والی ہے یا غمی ہو گئی ہے۔ مختصر یہ کہ میرے وطن کا ہر روز روز عید ہے، ہر شب شب برات۔ اس ارض پاک کے ذکر کے لئے جہاں کے کتے بھی تکمیل کی بولی بولتے ہیں۔ آپ کوثر سے دھلی زبان چاہئے۔ میں کیا اور میرا بیان کیا۔ کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ میرا وطن کہاں ہے؟

(آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے نشر کیا گیا)

صفیہ نقوی

۴ (بقیہ کالم اول)

اور اس طریق پہ کئی لفظوں میں سے ایک پسندیدہ لفظ منتخب کر لیا جائے۔

جمیلہ پروین عرفانی

دیور

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ خاوند کے چھوٹے بھائی کو دیور کہا جاتا ہے لیکن کبھی کسی نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی ہوگی۔ کہ اس لفظ کا مطلب کیا ہے۔ دیور ہندی لفظ ہے۔ اور اس کے معنی ہیں دوسرا نَر یعنی دوسرا خاوند۔

قدیم زمانہ میں ہندوؤں میں یہ دستور تھا کہ ایک عورت کی شادی کئی کئی بھائیوں کے ساتھ ہو جاتی تھی۔ یا شادی تو ایک کے ساتھ ہوتی تھی۔ مگر دوسرے بھائیوں کی بھی وہ بیوی ہی سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے اس رشتہ کے لئے لفظ دیور قرار پایا۔ چنانچہ جب کوئی عورت یہ کہتی ہے کہ "وہ شخص میرا دیور ہے" تو گویا وہ کہتی ہے کہ وہ شخص میرا دوسرا خاوند ہے لیکن اسلام اس بات کو حرام قرار دیتا ہے۔ اور چونکہ اسلام نے خاوند کے بھائی کو نامحرم قرار دیا ہے اس لئے یہ لفظ بھی استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

چونکہ عام عورتیں دیور کے یہ معنی نہیں جانتیں اس لئے وہ اس کا استعمال کرنا بھی بُرا نہیں خیال کرتیں۔ لیکن دیور کے معنی معلوم ہونے کے بعد اس کا استعمال کون پسند کرے گا؟ کیونکہ اخلاقی طور پر بھی اس کا اثر بُرا پڑتا ہے۔ اس لئے ہر عورت کو خواہ وہ کسی قوم سے تعلق کیوں نہ رکھتی ہو اور خصوصاً مسلمان خواتین کو تو اس لفظ کو ضرور ترک کر دینا چاہئے۔

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر اس لفظ کو ترک کر دیا جائے تو پھر اس کی جگہ کونسا لفظ استعمال کیا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جہاں خاوند کے بھائی کے لئے مختلف الفاظ رائج ہوں۔ وہاں کی عورتیں انہیں اخبارات میں پیش کریں۔

افسانہ

زندگی کی بھول بھلیاں

اشتہاری انتخاب اور شادی تہذیب جدید کا ارتقاء و اقتضا تھا پھر سہیل نے بذریعہ اشتہار اپنی پسند کے مطابق لڑکی منتخب کی تو کچھ بُرا نہ کیا۔ یہ انتخاب اس نے ہر طرح سوچ سمجھ کر اور لڑکی کو ہر طرح اپنی ہم خیال پاکر کیا تھا۔ وہ آزاد خیال تعلیم یافتہ تہذیب جدید کا حامی تھا۔ پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ بیوی کے انتخاب میں وہ پرانی لکیر کا فقیر اور دقیانوسی خیالات کا حامی رہتا۔ اور اس حق سے جو تہذیب جدید نے اس کو عنایت کیا تھا فائدہ نہ اٹھاتا۔ درخواست کی دیر تھی کہ استفسار نامہ جواب میں ملا۔ اور ایک دو خطوط کے بعد فریق ثانی نے منظوری دیدی اور یہ معاملہ مراسلت کے ذریعہ بخیر و خوبی طے پاگیا۔ چونکہ طرفین کے نزدیک تصویری انتخاب ایک لغویات تھی۔ اس لئے یہ طے پایا کہ سہیل بر دکھائی کے لئے ایک دو دن کی فرصت نکال کر کلکتہ ہو آئے۔ اتفاق کی بات کہ سہیل سرکاری کاموں میں ایسا پھنسا کہ آجکل کرتے نسبت قرار پائے قریب تین ماہ کا عرصہ ہو گیا مگر اس کو کلکتہ جانے کا موقع نہ ملا۔ معاملہ پختہ و تیز ہونے کے بعد آپس کی مراسلت تہذیب جدید سے مستثنیٰ نہیں سمجھی جاسکتی تھی۔ اور پھر جبکہ دونوں فریق روشن خیال آزاد طبع تہذیب جدید کے دلدادہ تھے۔ تو وہ اس سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے تھے۔ سہیل کی منسوبہ شاہدہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ گریجویٹ اور آزاد و روشن خیال متمول والدین کی چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے انتخاب شوہر کے معاملہ میں خود مختار تھی تو پھر اس کو بعد انتخاب شوہر مراسلت میں کوئی امر مانع نہ ہو سکتا تھا۔ جب نسبت کو قرار پائے تین ماہ کا عرصہ ہو گیا اور سہیل کلکتہ نہ آیا تو خطوط میں اس کی طلبی کا تقاضا شروع ہوا۔ مگر وہ ادھر کاموں میں اس بری طرح جکڑا ہوا تھا کہ باوجود سخت کوشش کے دو دن کا وقت بھی نہ نکال سکا اور اُدھر شاہدہ کی خودداری نے اس کو ملاقات میں پہل کرنے کی اجازت نہ دی جس کی وجہ سے وہ رُکی رہی۔

(۲)

موسم گرما شروع ہو گیا تھا لکھنؤ کی گرمی آگ برسا رہی تھی کثرت مشاغل کی وجہ سے سہیل بیمار پڑ گیا۔ رفتہ رفتہ ملازمت سے بجائے فائدے کے علالت نے طول کھینچا ڈاکٹروں نے دماغی تکان کی علامت اور کامل آرام و سکون کی تاکید کے ساتھ بہ نسبت یہاں کے کسی سرد مقام پر تبدیل آب و ہوا کے لئے جانے کی رائے دی۔ اس کے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں میں تو کوئی تھا نہیں سوائے ایک دور کے رشتہ کے چچا کے جو ملازمت اور روزگار کے سلسلہ میں سیلون دور تھے۔ لے دے کے اس بُرے وقت میں اس کا ایک صادق دوست ظہیر احمد جو اس کے بچپن کا ساتھی اور ہم مکتب تھا کام آیا۔ یہ گھر سے رئیس اور صاحب جائداد تھا۔ اس نے دفتر سے سہیل کی علالت کی بنا پر تین ماہ کی رخصت لی۔ اور اس کو لے کر تبدیل آب و ہوا کے لئے مسوری چلا آیا۔ کہنے کو سہیل کے بہت سے دوست و احباب تھے مگر ظہیر کے تعلقات سہیل سے مثل عزیزوں کے سے تھے اور وہ سہیل کو مثل حقیقی بھائی کے چاہتا تھا بعد تکمیل تعلیم کے اس کی کوشش سے سہیل جلد برسر روزگار ہو گیا اور اس کا قیام ظہیر کے گھر ہی میں تھا باوجود ظہیر کے انکار کے سہیل نے بہت پیچ پیش کے بعد ظہیر سے اس کے رہنے اور کھانے کا خرچ طے کر لیا۔ اب سہیل کی علالت اور ڈاکٹروں کی رائے پر ظہیر احمد اس کو لے کر مسوری چلا آیا۔ اس افراتفری میں سہیل کو اس کا ہوش بھی نہ رہا کہ اس کے علالت کے دوران میں شاہدہ کے آئے ہوئے خطوط کا جواب لکھواتا یا کم از کم اپنی علالت اور لکھنؤ سے روانگی کی اطلاع ہی دے دیتا۔ ادھر شاہدہ نے تین چار خطوط لکھے اور کسی کا بھی جواب نہ پاکر اس پر مایوسی چھا گئی۔ اور وہ اکثر سوچا کرتی کہ کسی گمنام شخص کے تقارب کی امید محض اشتہاری نسبت اور مراسلت کی بنا پر قائم کرنا حد درجہ کی نادانی اور بیوقوفی ہے خدا جانے وہ کون تھا اور کہاں چلا گیا۔ اس سے وہ بے حد متاثر ہوئی لعلمی کا حال و ناامیدی کے صدمہ نے اس کو صاحب فراش کر دیا اس کے والدین اس کی اس اچانک علالت سے سخت پریشان ہوئے۔ علاج معالجہ ہوا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ تو اس کے والدین ڈاکٹروں کی تجویز پر اس کو تبدیل آب و ہوا کے لئے مسوری لے گئے۔

(۳)

سہیل کو مسوری آئے قریب دو ماہ کا عرصہ ہونے آیا اس کی صحت اب ہر طرح بحال تھی۔ وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ سوائے ضعف

اور کمزوری کے اس کو اور کوئی شکایت نہ تھی۔ یہ دیکھ کر ظہیر احمد اس کو اور ایک ماہ کے لئے مسوری قیام کے لئے چھوڑ کر خود لکھنؤ چلا آیا۔ کیونکہ اس کی غیر حاضری میں اس کا تمام کاروبار چوپٹ ہو رہا تھا۔ اس عرصہ میں لکھنؤ سے سہیل کی ڈاک برابر مسوری آتی رہی۔ مگر اس میں شاہدہ کا خط نہ تھا۔ جب سے سہیل متفکر تھا۔ اور طبیعت کے سدھرتے ہی اس نے پہلا کام جو کیا وہ شاہدہ کو خط لکھنا تھا۔ اس نے شاہدہ کے نام ایک طویل خط لکھا جس میں اپنی علالت اور ایک طویل عرصہ تک خط نہ لکھنے کی معذرت اس اثنا میں اس کا کوئی خط نہ آنے ... کے ساتھ اپنے مسوری آنے کی اطلاع دی۔ یہ خط لکھ کر شام کو ہوا خوری کو جاتے ہوئے ڈاک میں ڈالتا گیا۔ اسی فکر میں پیدل چلتا ہوا جب بہت دور نکل گیا۔ تو تھک کر ذرا سستانے کے لئے قریب ہی ایک سبزہ زار پر لیٹ گیا۔ اس سے تقریباً پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر آگے کی طرف معمولی ڈھلان کی ایک گھاٹی تھی جس کے ایک طرف معمولی نشیب کی ایک کھائی نظر آ رہی تھی۔ اس ڈھلان کے کنارے ایک سترہ اٹھارہ سال کی حسین لڑکی کھائی کی جانب پاؤں لٹکائے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے بےفکری کے انداز سے بیٹھی ہوئی اس وادی پر قدرت کی فیاضانہ نوازش اور خودرو اُگے ہوئے حسین پھولوں اور اس کے قرب و جوار کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے میں اس قدر محو تھی کہ اس کو سہیل کے آنے کی بھی خبر نہ ہوئی جب اس طرح بیٹھے ہوئے بہت وقت گزر گیا۔ اور آہستہ آہستہ شام کی تاریکی ہر ذرہ افق پر ظاہر ہونے لگی تو وہ گھر جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ دو چار قدم ہی چلی ہو گی کہ اتفاق سے پاؤں رپٹا اور وہ ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ منہ کے بل گری۔ اس سے پیشتر کہ وہ بری طرح گر پڑتی۔ سہیل قریب ہی لیٹا ہوا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ آواز سن کر اس کی طرف لپکا اور ایک چھلانگ لگا کر اسے پکڑ لیا۔ اور وہ گرنے سے بال بال بچ گئی۔ سنبھل کر نگاہ اٹھا کر اپنے محسن کو دیکھا۔ چند لمحہ دونوں طرف خاموشی رہی۔ پھر لڑکی نے سہیل کو مخاطب کر کے کہا۔

"جناب اگر آپ بروقت نہ پہنچتے تو میں بری بری طرح گر پڑتی۔ آپ کی اس بروقت امداد اور ہمدردی کا دلی شکریہ۔ کیا میں اپنے محسن کا نام دریافت کر سکتی ہوں؟"

سہیل "جی نہیں۔ یہ کوئی بات نہیں۔ یہ تو میرا انسانی فرض تھا اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ آپ کے کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟"

لڑکی۔ جی نہیں۔ آپ کی مہربانی سے بچ گئی۔

سہیل۔ اس میں مہربانی کی کوئی بات نہیں۔ مجھے اس کی مسرت ہے کہ آپ کی خدمت بجالانے کا فخر حاصل ہوا۔

لڑکی۔ ہاں آپ نے اپنا نام نہ بتایا۔ کیا میں دوبارہ دریافت کر سکتی ہوں؟

سہیل۔ جی ضرور، خاکسار کو احمد کہتے ہیں۔ اور کوئی خدمت ہو تو بندہ حاضر ہے۔ آپ کا گھر دور معلوم ہوتا ہے۔ شام بہت ہو گئی ہے۔ اگر اجازت ہو تو آپ کے گھر تک پہنچا آؤں۔

لڑکی۔ ایسا کوئی دور نہیں۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ میں آپ چلی جاؤں گی۔

سہیل "اس میں کوئی تکلیف نہیں۔ رات کا وقت ہے۔ آپ کا تنہا جانا ٹھیک نہیں۔ چلئے میں پہنچا آؤں؟"

لڑکی "شکریہ۔ اگر ایسا ہے تو چلے چلئے۔"

یہ کہہ کر دونوں چل پڑے۔ لڑکی کا مکان کچھ ایسا دور نہ تھا دونوں بہت جلد مکان پر پہنچ گئے۔ پھاٹک پر پہنچ کر سہیل نے رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو لڑکی نے کہا۔ "آپ تھوڑی دیر کے لئے گھر میں تشریف لے آیئے۔ میرے والدین آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

سہیل "جی آپ کا شکریہ۔ اس وقت تو نہیں شام بہت ہو گئی ہے پھر کسی وقت حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ اب اجازت دیجئے۔"

لڑکی نے کہا "کسی دوسرے وقت نہیں آپ کو کل شام چائے میرے ساتھ پینی ہو گی میں کل چائے پر آپ کی منتظر رہوں گی ضرور تشریف لایئے"

سہیل "بہت خوب۔ بندہ کل حاضر ہو جائے گا۔ مگر کیا میں آپ کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

لڑکی۔ (ہنس کر) میرا نام معلوم کر کے کیا کریں گے۔ ایسی ہی خواہش ہے تو کل چائے پر بتا دوں گی۔"

سہیل "کل تو بتائیں گی ہی۔ مگر اب بتانے میں حرج ہی کیا ہے۔"

لڑکی (تھوڑے سے تامل کے بعد) حرج تو کچھ نہیں میرا نام پروین ہے اچھا اب خدا حافظ۔"

سہیل لڑکی کو گھر چھوڑ کر جلد جلد قدم اٹھاتا ہوا اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ راستہ بھر وہ اس اچانک ملاقات اور اس واقعہ پر غور کرتا ہوا گھر پہنچ گیا۔

(۲)

شاہدہ کو مسوری آئے ... مسوری

کی فضا نے اس کے دل سے اس ناکامی کے صدمے کو بہت کچھ بھلا دیا۔
اس اثنا میں اس کی طبیعت بہت کچھ سدھر گئی ہے۔ وہ روزانہ شام کو ہیل چہل خوری کے لئے کبھی والدین کے ہمراہ اور کبھی تنہا تفریح کے لئے گھر سے نکل جایا کرتی ہے۔ چنانچہ ایک شام کو اسے وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اس وقت تک شاہدہ اور سہیل آپس میں بالکل اجنبی تھے۔ شاہدہ نے آج شام کو سہیل کا انتظار کیا۔ اس نے اپنے والدین سے بھی اس کا تذکرہ کر دیا تھا۔ جس کو سن کر انہوں نے اظہار مسرت کیا۔ حسب وعدہ ٹھیک ساڑھے چار بجے سہیل آیا۔ تو شاہدہ اور اس کے والدین نے اپنے اس اجنبی مہمان کا پر خلوص استقبال کیا۔ اور ایک دوسرے سے تعارف کرنے کے بعد چاروں چائے پر بیٹھے اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے چائے کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور ۶ بجے تک سہیل نے ان کی صحبت سے لطف اٹھا کر گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ شاہدہ کے والدین (شاہد احمد اور زاہدہ) اس کے حسن اخلاق کے بے حد مداح ہو گئے اور پھر کسی دن ملنے پر آنے کا وعدہ لے کر اس کو رخصت کیا۔

سہیل نے جو خط شاہدہ کو کلکتہ لکھا تھا اس کے پانچویں دن بجائے جواب کے اسی کا اصلی خط ڈاک سے واپس آگیا۔ جس سے اسے حیرت ہوئی۔ مگر اس کی وجہ اس کے سوائے اور کوئی اس کی سمجھ میں نہ آئی کہ غالباً شاہدہ ان دنوں کہیں اور چلی گئی ہو گی۔ پھر اگر وہ مکان پر موجود نہیں ہے تو گئی کہاں؟ اور کس جگہ ہے! نہ اس کا پتہ معلوم تھا نہ نشان۔ لکھے تو کہاں دریافت کرے تو کس سے؟ کیا وہ ہمیشہ کو گھر چھوڑ کر چلی گئی ہو گی۔ مگر اب یہ معلوم ہو تو کیسے اس خیال سے اس پر مایوسی چھا گئی۔ اس نے اپنے دل میں مصمم ارادہ اور عہد کر لیا کہ وہ اس کا پتہ لگا کر رہے گا۔ اگر اس کا کوئی پتہ نہ ملا تو وہ کبھی شادی نہ کرے گا۔

(۵)

سہیل کے دوستانہ مراسم رفتہ رفتہ اس خاندان سے بہت بڑھ گئے۔ اور وہ مثل اسی خاندان کے ایک فرد کے ان لوگوں سے بے تکلف ہو گیا آپس کے تعلقات اس قدر بڑھے کہ رفتہ رفتہ سہیل پروین کے خیال میں شاہدہ کو اور شاہدہ احمد کے خیال میں سہیل اور اس ناخوشگوار واقعہ کو تقریباً فراموش کر چکے تھے۔ مگر کبھی کبھی سہیل کو شاہدہ کی گمشدگی اور اپنی غفلت کا خیال افسردہ کر دیتا تھا اور اس کے دلی انتشار کا پتہ دیتا تھا۔ پروین بھی اس سے کچھ کم متاثر نہ ہوئی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے جذبات اور خیالات سے ایک حد تک بخوبی واقف اور ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے تھے۔ سہیل کو مسوری آئے تقریباً مہینہ ختم ہو گیا تھا۔ اس کی رخصت بھی قریب ختم کے تھی۔ اچانک اس کو لکھنؤ سے بریلی کے تبادلہ کا حکم آگیا۔ اس نے اس کا تذکرہ پروین اور اس کے والدین سے کیا اس خاندان والوں سے چونکہ اس کے تعلقات بالکل عزیزوں کے سے تھے لہٰذا اس کی جدائی انہیں شاق گزری۔ مگر سہیل کو جانا ضروری تھا پروین اور اس کے والدین نے اس کو اس دوستانہ مراسم کو ہمیشہ قائم رکھنے اور آپس کی مراسلت کا وعدہ لے کر بادل نخواستہ رخصت کیا۔ سہیل اس کی اطلاع اپنے دوست ظہیر احمد کو دے کر تاریخ مقررہ پر بریلی روانہ ہو گیا

(۶)

سہیل کی روانگی کے ایک ہفتہ بعد شاہدہ کو مسوری میں سہیل کا پہلا خط ڈاک سے ملا۔ وہ خط دیکھ کر حیران رہ گئی۔ لفافہ اور اس کی تحریر وہی تھی جو تین چار ماہ پیشتر اس کو لکھنؤ سے ملا کرتا تھا۔ وہ یہ تحریر بخوبی پہچانتی تھی۔ یہ اسی کی تحریر تھی جس کو تین چار خطوط لکھنے کے بعد جواب نہ پا کر وہ مایوس ہو چکی تھی۔ کیا سہیل نے پھر سلسلہ جنبانی شروع کی؟ اتنے دن وہ کہاں تھا؟ اور میرے خطوط کے جواب کیوں نہ دیئے؟ یہی [illegible] تھا۔ جس کا جواب لفافہ کے اندر تھا۔ شاہدہ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ لفافہ چاک کیا۔ خط کی تحریر بالکل وہی تھی جو سہیل کی تھی ۔ مگر یہ خط پروین کے نام تھا اور مکتوب الیہ نے اپنا نام احمد تحریر کیا تھا۔ سہیل تو میرے اس نام سے واقف نہیں یہ تو اسی احمد کا خط ہے۔ جو مسوری میں ملا تھا تو پھر یہ کیا معمہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سوچتے سوچتے اس کا سر چکرا گیا مگر وہ یہ معمہ سمجھنے سے قاصر رہی کہ آیا احمد اور سہیل دو جدا جدا نام کی ایک ہی ہستی ہے یا یہ جدا جدا شخص ہیں۔ بہرحال دو شخصوں کی تحریر کا آپس میں اس قدر ملنا ایسی کوئی خلاف قیاس بات نہیں ہو سکتی تھی ممکن ہے یہ تحریر سہیل کی تحریر سے بالکل ملتی جلتی ہو اور وہ سہیل سے کوئی واسطہ نہ رکھتی ہو۔ بہرحال اس کا جواب دینا ضروری اور اخلاقی فرض تھا چونکہ اس کو بھی مسوری آئے ہوئے دو ماہ سے کچھ اوپر کا عرصہ گزر چکا تھا اور اب اچھی خاصی تندرست تھی اس کو بھی اب گھر واپس جانا ضروری تھا لہٰذا اس نے جواب میں مسوری سے روانگی کی اطلاع اور اپنے گھر کا پتہ لکھ دیا۔

(۷)

سہیل کو پروین کو خط لکھنے کے پانچویں دن ڈاک سے ایک خط

میں کے دیکھتے ہی اس کی آنکھیں حیرت اور مسرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں یہ تحریر اور مکتوب الیہ کو اچھی طرح پہچانتا تھا وہی ہینڈ رائٹنگ جو کلکتہ شاہدہ کے پاس سے آتا تھا۔ اس کو تعجب تھا کہ شاہدہ اتنے دن کہاں رہی اور اسے اس کی یاد کیسے آئی؟ سب سے زیادہ حیرت کا مقام یہ تھا کہ آخر اس کو سہیل کا پتہ کیسے معلوم ہوا۔ اس نے اسی کشمکش اور سراسیمگی کی حالت میں لفافہ چاک کر کے خط نکالا مگر اف یہ کیا؟ تعجب سے اس کے منہ سے بیساختہ نکلا تحریر تو شاہدہ کی ہے اور پتہ بھی وہی جس پر وہ بارہا شاہدہ کو خط لکھ چکا تھا مگر اس میں احمد کو مخاطب کیا گیا ہے اور مکتوب الیہ پردیس۔ الٰہی یہ کیا سربستہ راز ہے۔ کیا پردیس ہی شاہدہ تھی؟ یا شاہدہ پردیس ہے؟ اس کا جواب مکتوب الیہ کے پاس تھا۔ وہ بجائے اس خط کا جواب دینے کے پندرہ دن کی رخصت لے کر اپنے ماتحت کو اپنا کام سونپ کر کلکتہ روانہ ہو گیا یہاں آ کر اس نے سیدھا شاہدہ کے گھر کا راستہ لیا۔ شاہد احمد نے اس کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ شاہدہ، شاہد احمد، زاہدہ اس کے اس طرح بغیر اطلاع اچانک آ جانے پر متحیر تھے۔ معمولی ملاقات کے بعد اس نے چھوٹتے ہی شاہدہ کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا: "آپ ہی کا نام شاہدہ ہے؟"

شاہدہ: "آپ نے یہ کیسے جانا؟"

سہیل: "کیا آپ اپنے سہیل کو نہیں پہچانتیں؟"

شاہدہ سراسیمگی کے عالم میں "کیا آپ سہیل ہیں؟"

سہیل: "جی ہاں سہیل یا احمد"

شاہدہ: "یہ کیا معمہ ہے؟"

سہیل: "وہی جو شاہدہ اور پردیس کا ہے!"

شاہدہ: "ہنس کر ہاں ٹھیک ہے۔ اب سمجھی در اصل میرا نام شاہدہ پردیس ہے"

سہیل: "پھر آپ نے مجھے اتنے دن اپنا پورا نام نہ بتا کر اسی مغالطہ میں رکھا۔"

سہیل: "ٹھیک ہے تو ہم دونوں ایک دوسرے کو دھوکہ دے رہے تھے اور اس عجیب بھول بھلیوں میں پڑ کر اتنے دن بیوقوف بنے رہے۔ اب ہمیں اس عجیب ملاقات اور [illegible] کی مبارکباد دیتے ہوئے ایک دوسرے کا پرجوش خیر مقدم کرنا چاہیئے۔" اتنا کہہ کر سہیل نے اپنا کل واقعہ علالت اسی دوران میں مجبوری کی وجہ سے خط نہ لکھنے مسوری کی روانگی، وہاں سے خط لکھنے جواب نہ پا کر مایوس ہو کر ہمیشہ کنوارا رہنے کا عہد کرنا سب کچھ کہہ سنایا۔ آخر اس عجیب ملاقات اور اس بھول بھلیوں کے اختتام پر یہ قصہ ختم کر کے سہیل نے شاہدہ کے والدین سے درخواست کی کہ نسبت تو ہو ہی چکی ہے۔ شادی بزرگوں کی پہلے پائی تھی اب اس فرض کو انجام دیا جائے دونوں نے اس درخواست کو بخوشی منظور کیا طرفین تعلیم یافتہ اور روشن خیال تھے کوئی فضول اور لغو رسم نہ ہونے پائی صرف نکاح شریعت کے مطابق ادا کی گئی۔ اور شاہدہ پردیس اور سہیل احمد سلک



میرا آٹوگراف البم

مہاتما گاندھی نے اردو رسم الخط میں اپنے قلم سے میرے آٹوگراف البم پر لکھا۔ "مجھے آپ کو دیکھ کر بیحد خوشی ہوئی۔" م۔ کے۔ گاندھی۔

قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح، جب کانپور آئے تھے تو آپ نے میری درخواست پر مندرجہ ذیل جملہ لکھا۔

"NO. COMPROMISE. WITHOUT PAKISTAN"

نواب بہادر یار جنگ مرحوم نے آل انڈیا مسلم کانفرنس الہ آباد کے موقع پر میرے آٹوگراف البم پر لکھا تھا۔

" میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوا۔ بہادر خاں "

ایک دن مولانا حسرت موہانی والد صاحب سے ملنے آئے تو آپ نے یہ شعر لکھا۔

پڑھئے اس کے سوا نہ کوئی سبق خدمت خلق و عشق حضرت حق اختر حسرت

جب علامہ سلیمان ندوی صاحب ۱۹۴۳ء میں کانپور میں آئے تھے تو غریب خانہ پر بھی تشریف لائے تھے۔ اس وقت نے یہ دو شعر لکھے تھے۔

دل اس پیری میں بھی غرق ہوس کی دلدلی ہے
پھنسی ہے کشتی عمر رواں گرداب ساحل میں

جو موسیٰ بھی ہوا تو بھی اتباع خضر لازم ہے
ہدایت منحصر ہے اتباع شیخ کامل میں

فانی بدایونی نے مندرجہ ذیل شعر لکھا۔

موجوں کی سیاست سے مایوس نہ ہو فانی
گرداب کی ہر تہ میں ساحل نظر آتا ہے

ڈاکٹر عندلیب شادانی ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، صدر شعبہ اردو ڈھاکہ یونیورسٹی نے مندرجہ ذیل شعر میری درخواست پر لکھا۔

جب کسی سے کوئی پیمان وفا کرتا ہے
کانپ اٹھتا ہوں کہ میرا ہی سا انجام نہ ہو

(باقی آئندہ)

سیدہ حمیرا خاتون بنت حضرت شاقب کانپوری

خانہ داری

(جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے)

بال گرنا عورتوں کو عام طور سے بال گرنے کی شکایت رہا کرتی ہے کنگھی کی اور بالوں کے گچھے اس میں پھنسے چلے آئے۔ رات کو سوئے صبح کو تکیہ پر بالوں کا ڈھیر نظر آیا۔ بال گرنے کی مختلف وجوہ لوگوں کے خیال میں آتی رہی ہیں بعض دفعہ تو بلا وجہ ہی بال گرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ کبھی ہو بالوں کا گرنا یا تو کسی بیماری کی علامت ہوتی ہے یا نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔ گو اس کے متعلق وجوہ تلاش کی جایا کرتی ہیں لیکن ہمارے سامنے ایسے واقعات آتے رہتے ہیں کہ تندرست ہیں۔ کوئی شکایت نہیں لیکن سر کے سارے بال جھڑ گئے حتیٰ کہ پلکیں اور ابرو میں بھی صاف ہو گئیں ایسا اچانک ہو جایا کرتا ہے رات کو اچھے بھلے سوئے صبح کو اٹھتے ہی کیا دیکھتے ہیں تکیہ بالوں سے ڈھکا پڑا ہے۔ گھبرا کر جو پہلے سوال ہوتا ہے اور یہ کیا ہوا حکیم یا ڈاکٹر سے پوچھا جاتا ہے کیا میرے بال پھر آ جائیں گے۔ کتنے عرصہ میں پھر نکل آئیں گے؟ طبیب پہلے سوال کا جواب اثبات میں دیتا ہے اگر وہ صاف گو اور دیانت دار ہے تو جلد بال اگ آنے کا کوئی وعدہ نہ کرے گا۔

لوگوں میں بالوں کے متعلق غلط خیالات پھیلے ہوئے ہیں کاٹنے سے بال جلد نکل آتے ہیں۔ آگ میں جھلسنے سے بال خوب بڑھتے ہیں۔ یہ پرانے وہم ہیں۔ ان کی کوئی بنیاد نہیں بال گرا ہی کرتے ہیں فکر نہ کریں اگر نہانے یا منہ دھونے کے بعد تولیہ سے پونچھتے وقت اس پر کچھ بال گرتے ہوئے نظر آئیں تو دل گیر نہ کریں۔ ہاں! بال زیادہ زیادہ گرنے لگیں تو غور کریں کہ اس کا کیا سبب ہے اس کی وجہ کو معلوم کرنے کی کوشش کریں سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ سر بیمار ہونے سے پہلے اس کی خبر رکھیں اور اس کی تندرستی قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اولین علاج یہ ہے کہ بال اور چندیا صاف ستھری رکھیں ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ سر خوب دھو لیا کریں۔

سر کی صفائی سرسوں کی کھل بہترین چیز ہے بالوں کو بالکل صاف کر کے انہیں نکھارتی اور ملائم کر دیتی ہے۔

صابن سے بالوں میں کھردرا پن رو کھا پن پیدا ہوتا ہے فیشن نے اگر آپ کو صابن کا ہی دلدادہ بنا رکھا ہو تو خالص اور بے کا صابن کسی مستند صابن ساز کا استعمال کریں۔ گلاس میں گرم پانی بھر لیں اور چاقو سے صابن کے باریک باریک چھلکے چھیل چھیل کر ڈالیں تاکہ اس میں گرتے ہی گھل جائیں۔ ہاتھ معمولی گرم پانی سے گیلا کر لیں اور صابن کا تھوڑا تھوڑا محلول ہتھیلی میں لے کے سر میں ڈالیں اور جھاگ اٹھا کے بالوں میں خوب خوب ملیں گرم کافی پانی سے پھر دوبارہ صابن اسی طرح ملیں اور پھر دھار دیں۔ نیم گرم تولیہ سے رگڑ کے انہیں ٹھیک ٹھیک کے سر کے بال خشک کر ڈالیں اس کے بعد پوروں سے چندیا کی مالش کریں لیکن اس کی احتیاط رکھیں کہ ناخنوں سے سر کی جلد کھرچنے نہ پائے بعض حالات میں روغن زیتون بہت مفید ثابت ہوا ہے، اگر آپ کے بالوں میں چکنائی پیدا ہو جایا کرتی ہو تو یہ تیل نہ لگائیں۔

جو کنگھی استعمال کریں اس کے دندانے باہم ملے ہوئے نہ ہوں ان میں خاصہ فاصلہ ہونا چاہئے فاصلے بیضوی ہونے چاہئے۔ ایسے کنگھے میں بال الجھ کے تیز کناروں سے ٹوٹنے نہیں پاتے ایسا برش منتخب کریں جس کے بال درمیانہ درجہ کے سخت ہوں۔ برش اور کنگھے دونوں کو نہایت صاف رکھا کریں ایک ماہر حسن کی رائے ہے کہ تین چار ایسے برش استعمال میں رکھیں جن کی پشت گرمی کی ہو تاکہ تازہ صاف کیا ہوا فوری استعمال کے لئے موجود رہے۔ یہ نہایت ضروری معاملہ ہے۔!

بالوں کی خشکی سر کے بالوں میں باریک باریک میلے میلے ذرے نمودار ہو جایا کرتے ہیں جسے بفہ یا بھوسی کہتے ہیں یہ علم خرابی صحت کا نتیجہ ہے۔ ماحول صحت بخش نہیں ہوتا۔ خراب اور میلے کچیلے برش اور کنگھی سے سر میں کھجلی اور جلن پیدا ہو جاتی ہے اگر آپ کی چندیا میں کچھ خرابی نمودار ہو گئی ہے تو فوراً صحت کی طرف توجہ کیجئے ماحول بدل ڈالئے خوراک اور ورزش کی جانب زیادہ دھیان دیجئے کافی نیند حاصل کیا کریں چندیا اور بال خاص احتیاط سے صاف رکھا کریں۔ اگر ان احتیاطوں کے باوجود تھوڑے عرصہ میں آپ کے بالوں کی حالت میں اصلاح کی کیفیت نمودار نہ ہو تو کسی مستند اور معتبر طبیب سے رجوع کیجئے اور اشتہاری دواساز دوا فروشوں کے پھندے سے بچیے جو علاج کے متعلق زمین آسمان کے قلابے ملایا کرتے ہیں مگر نتیجہ صفر کیا ضرر ہوا کرتا ہے۔ جہاں سنگھار خانوں کا رواج ہے وہاں قانون نے ان کو مجبور کر رکھا ہے کہ وہ ایسے سروں کا سنگھار کرنے سے انکار کر دیں جن کے بالوں میں کوئی خرابی یا بیماری ہو۔

لپ اسٹک اور ابرو کی پنسل مغربیت نے ایشیائی عورتوں کے لب بعض اور طرح یا [illegible]

کیونکہ ہونٹ کے لئے لپ اسٹک کا رواج ڈالا معلوم ہوتا ہے کہ ہونٹ پر لال روغن پھیر کر خشک کر دیا گیا ہے دور ہی سے بناوٹ جھلکتی ہے۔ پان کھائے سرخ ہونٹ آنکھوں کو بُرے نہیں معلوم ہوتے لپ اسٹک کے ہونٹ آنکھوں کو نظر آتے ہی بھونڈے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ ابروؤں کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ بال نوچ نوچ اکھاڑے۔ استرے سے باریک کر دیئے بلکہ بالکل ہی مونڈ ڈالے اور پھر ابروؤں پر ابرو کی پنسل سے ایک باریک خط کھینچ دیا جیسے ہلال ابرو ان کے نزدیک نمودار ہو گیا۔ مگر حقیقت میں یہ عجیب ہی صورت ہوتی ہے۔ قدرت نے ہر ایک کو مختلف قسم کی ابروئیں دی ہیں۔ سب کو ایک سی خمدار باریک ابرو دی جاتی تو ندرت جاتی رہتی خوبصورتی کس کو کہتے۔ یہ مصنوعی باریک ابروئیں ہر چہار طرف نظر آئیں تو مردوں کی نظریں ادھر پڑنی ہی بند ہو گئیں۔ مغربی عورتیں مردانہ توجہ کو ٹھایا ہیں تو ان کا دل مسوس کے رہ جاتا ہے۔ ہنسی آتی ہے کہ مردوں سے بے تعلقی الفانی کا دعویٰ بھی کیا جاتا ہے اور مردانہ تعریف اور دلداری کا انتظار بھی کیا جاتا ہے مرد نے ایک مصنوعی ابرو دیکھ لی گویا ہزاروں ابروئیں دیکھ لیں کیونکہ ہر طرف ایک ہی قسم کی ابرو نظر آتی ہے۔ قدرت نے تنوع اسی لئے روا رکھا ہے تاکہ دنیا کی دلچسپی ہر معاملہ میں قائم رہے۔ ایک سے ہونٹ ایک سی ابرو تصنع کا نتیجہ ہے اور تصنع سے انسان جلد بیزار ہو جاتا ہے۔

غسلِ حُسن

مغربی حسن میں خود بینی اور خود نمائی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جب کوئی لڑکی سمندر یا تالاب میں نہاتی ہے تو غسل کے لباس میں جسم کی آرائش میں وہ جانفشانی کی جاتی ہے کہ نہاتے وقت اور پانی سے باہر نکلنے کے بعد حسن اپنی پوری آب و تاب دکھاتا ہے بالوں کی لہریں اور چھلے پن سے جاکے پانی سے بچانے والی ٹوپی جس میں اندر شمو چیڑہ رکھ لیا جاتا ہے سر پر منڈھ لی جاتی ہے اس طرح بال پانی سے بھیگ کے خراب نہیں ہوتے۔ گالوں پر ملیع روز لیوں پر نہ مٹنے والی لپ اسٹک اور نئی قسم کا پانی کے اثر سے محفوظ مسکارا استعمال کیا جاتا ہے۔ چہرہ گردن بانہوں اور ٹانگوں پر تھوڑی سی پانی روک (واٹر پروف) سنہری رنگ کی کریم مل لی جاتی ہے اس سے جلد بھلی بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس پر دھبے نہیں پڑتے اور نہ دھوپ کا اثر ہوتا ہے ٹانگیں خوشنما ظاہر کرنے کے لئے بالوں سے صاف رکھی جاتی ہیں۔ بال گرا دینے والی ڈسک (discs)۔ ترص) سے ٹانگوں کے فالتو بال اڑ جاتے ہیں۔ ہر روز جھانواں پانی سے گیلا کر کے ملنے سے بال اگنے نہیں پاتے۔ ٹانگیں بسا اوقات جھلسے ہوئے دھبوں اور دیگر اقسام کے داغوں سے بدنما ہو جایا کرتی ہیں۔ پر وکسائڈ اور پانی برابر مقدار میں ملا کے ٹانگوں پر سپنج سے لگائیں دھبے دور ہو جائیں گے۔ ہاتھوں کی کریم اور جلد کو صاف کرنے والا لوشن ہر رات کو ادل بدل کر لگانا بہت موثر ثابت ہوا ہے۔

سن ٹین پوڈر sun tan powder ٹانگوں پر چھڑکنے سے دھبے چھپ جاتے ہیں جب تک ٹانگیں مندرجہ بالا تدابیر سے صاف نہ ہوں۔ یہ پوڈر چھڑک لیا کریں۔ ایک حیرت انگیز کریم بھی بازار میں ملتی ہے جس کے ٹانگوں پر پھیلانے سے ایک دلکش جھلی سی نمودار ہو جاتی ہے۔ جو بڑی کامیابی سے دھبوں کو چھپا لیتی ہے لیکن یہ کریم پانی روک نہیں ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر ممکن کوشش سے ٹانگوں کی جلد تندرست حالت میں کر لی جائے۔ ہندوستانی لباس ایسا ہے کہ اس سے ٹانگوں کی جلد گرد و غبار اور فضائی کیفیت سے محفوظ رہنے کی وجہ سے بالکل صاف ستھری اور دلکش رہتی ہے۔ ساڑی اور گھگروں میں ٹانگوں کو یہ کیفیت نصیب نہیں ہوتی۔ یہ خوبی صرف چھوٹے پائنچوں کے پاجامہ کو ہی حاصل ہے۔

خانگی ٹوٹکے

چائے کی پیالیوں پر اکثر سنہری کام ہوا کرتا ہے ان کے دھونے میں بڑی احتیاط برتنی چاہئے۔ سوڈے سے دھونے سے یہ سنہری کام رفتہ رفتہ جاتا رہتا ہے۔ سوڈے کی بجائے صابن دار پانی سے پرچ پیالے وغیرہ دھویا کریں اور سوڈے کو پاس بھی نہ آنے دیں۔

چاقو اور چھریوں کے ہڈی کے دستے کچھ عرصہ بعد پیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور بھدے نظر آنے لگتے ہیں۔ پر وکسائڈ آف ہائیڈروجن پانی میں ملا کر ان دستوں پر لگانے سے وہ سفید ہو جاتے ہیں۔

اونی کپڑوں پر دھبے پڑ جائیں تو ایک چمچہ امونیا اور ایک چمچہ الکحل ملا کے دھبوں پر لگائیں جاتے رہیں گے۔

بال دار پوستین کی وردی پر تیل یا چکنائی کے دھبے آ جائیں تو معمولی سفید چاک کا شکڑا اس پر اس قدر رگڑیں کہ داغ سفیدی سے چھپ جائے۔ اس کے بعد پوروں سے مضبوطی سے ملیں حتیٰ کہ چاک غائب ہو جائے ساتھ ہی ساتھ دھبے بھی جاتے رہیں گے۔

محمد ظفر

سیر بین

انجن کا موجد۔ بھاپ کے انجن کا موجد جیمس واٹ ہے جو ۱۷۳۶ء میں انگلستان میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ آسودہ حال تھا اور گھر میں ہر قسم کا آرام موجود تھا۔ اس کے باوجود اس میں قدرت نے ایک کمی رکھی تھی کہ اس کی صحت کمزور تھی اسی وجہ سے اس کے والدین اُسے مدرسہ نہ بھیج سکے۔ اس نے جو کچھ تعلیم حاصل کی گھر کے طور پر والدین سے کی۔ اس کا رجحان مستری کے کام کی طرف تھا۔ بیس برس کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی دواسازی۔ جراحی، کیمیا وغیرہ کی بہت کچھ معلومات حاصل ہو چکی تھی۔ ۱۹ سال کی عمر میں وہ لندن میں ریاضی اور جہازوں کے اوزار بنانا سیکھنے لگا۔ سال بھر بعد وہ سکاٹ لینڈ کی گلاسکو کی یونیورسٹی میں پیمانے، پرکاریں وغیرہ بنانے کے لئے رکھ لیا گیا۔ اس جگہ اسے بہت سے مختلف علوم و فنون کے عالموں سے ملتے رہنے کا اتفاق رہا۔ ۲۷ سال کی عمر میں اس نے اپنی چچازاد بہن سے شادی کر لی۔ اس کی بیوی قابل اور خوش مزاج تھی۔ اب وہ انجنیری سے بھی دلچسپی لینے لگا۔ ایک روز ۱۷۶۳ء میں کالج کے ایک پروفیسر نے نمونہ کا انجن مرمت کے لئے اس کے پاس بھیجا وہ اسے سبق دیتے وقت نمونہ کے طور پر کام میں لاتا تھا۔ اس زمانہ میں کانوں وغیرہ میں بھی انجن استعمال کیا جاتا تھا۔ اس نے اس میں کچھ نقص دیکھے جن کو اپنے طریقہ سے اس نے دور کیا اور اپنا ایک نیا انجن بنایا اس میں دو سال لگے۔ اس میں بھاپ اور ایندھن کا مقابلۃً کم خرچ ہوتا تھا۔ اس کے پاس قدر سرمایہ نہ تھا۔ اسے ایک شریک مل گیا جس کے پاس دولت تھی۔ چنانچہ ۱۷۶۹ء میں اس انجن کی رجسٹری کرائی گئی۔ انجن سے کام لیا جانے لگا۔ مگر اتفاق سے شریک کار کو دوسرے کاموں میں سخت نقصانات ہوئے اور وہ اس کام سے ہٹنے پر مجبور ہوا۔ پانچ سال تک یہ انجن دوسرا شریک نہ مل سکنے کی وجہ سے گمنامی میں پڑا رہا حتی کہ ۱۷۷۴ء میں ایک مالدار آدمی اسے ہاتھ آگیا۔ ایک کان والے سے ٹھیکہ ہوا۔ انجن کے استعمال کی اجرت یہ ٹھہری کہ جو ایندھن بچے اس کا تہائی انہیں دیا جائے۔ یہ خفیف اجرت فی انجن ۲ ہزار پونڈ سالانہ تک پہنچ گئی۔ تین انجن لگے تھے ان کی اجرت چھ ہزار پونڈ ان کو مل گئی۔ چاروں طرف اس انجن کی شہرت پھیل گئی۔ مسٹر جیمس واٹ مالامال ہو گیا۔ وہ ۱۸۱۹ء میں ۸۳ سال کی [illegible]

کوکین کا استعمال۔ انسان کی عادت میں داخل ہے کہ یا تو ایسی بات کی خواہش کرے گا جو ناقابل حصول ہو گی یا وہ کسی ناپسندیدہ فعل یا شے کا عادی ہو جائے گا جو اخلاقی جرم بن جائے گا۔ کوکین ایک درخت کوکا نامی سے حاصل کی جاتی ہے۔ یہ درخت جنوبی امریکہ کے بحر اٹلانٹک والے ساحل پر بڑی کثرت سے اُگتا ہے۔ اصلی حالت میں یہ درخت بے ضرر شے ہے۔ پیرو اور جنوبی امریکہ کے دوسرے باشندے اس درخت کے پتے اپنی تھیلیوں میں بھر کر ساتھ رکھتے ہیں اور پیدل لمبے لمبے سفروں میں ان پتوں کو چباتے رہتے ہیں جس سے بھوک اور تھکان پاس پھٹکنے نہیں پاتی۔ بدن میں تازگی اور جوش پیدا ہو جاتی ہے۔ نظر بریں یہ درخت ان لوگوں کے لئے ایک برکت تھا جو پیدل لمبے لمبے سفر کرتے اور بھاری بھاری بوجھ اٹھا کے چلتے۔ دانت وغیرہ نکلوانے کے وقت اس حصہ کو سُن کرنے کے لئے بھی کوکین ایک برکت ہے۔ اگر اس کا استعمال یہیں تک محدود رہتا تو پھر کوئی بات نہ تھی۔ مگر مشکل تو یہ ہوئی کہ لوگ اسے نشہ کے طور پر استعمال کرنے لگے۔ مغرب میں پچکاری سے بدن میں اسے پہنچاتے ہیں اور مشرق میں پان میں ڈال کے اسے چباتے ہیں۔ اثر دونوں کا یکساں ہے۔ جب تک کوکین کا اثر رہتا ہے آدمی کا حوصلہ آسمان میں پرواز کرتا ہے۔ جی چاہتا ہے دور دور تک چلنے میں وقت گزارتا ہے طبیعت میں نامعقول جوش پیدا ہوتا ہے۔ آدمی اپنے آپ کو بڑا اور بالکل آزاد محسوس کرتا ہے۔ جب اثر جاتا رہتا ہے تو حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ دل بیٹھا جاتا ہے آدمی خودکشی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کی زبردست خواہش ہوتی ہے کہ دوبارہ کوکین کھائے۔ اس طرح یہ خواہش بڑھتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ جسم اس قدر عادی ہو جاتا ہے کہ نئی خوراک کا اثر بہت تھوڑی دیر رہتا ہے اور آدمی اس کی مقدار بڑھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ زیادتی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رخسار پچک جاتے ہیں۔ آنکھوں میں غیر معمولی چمک آ جاتی ہے۔ آدمی سوکھ کے کانٹا ہو جاتا ہے زندگی سے دلچسپی جاتی رہتی ہے صورت شکل کی اسے پرواہ نہیں رہتی نہ نہاتا ہے نہ اچھے کپڑے پہنتا ہے۔ میلے پرانے کپڑوں میں گلیوں میں گھومتا ہے بے چین اور بدحواس رہتا ہے سایہ سے بھی چونکنے لگتا ہے حتی کہ کوکین کے ذریعہ نہ ملنے کی صورت میں دل کی حرکت بند ہو جانے سے مر جاتا ہے ان خوفناک نتائج کی روک تھام کے لئے دنیا کی ساری سلطنتیں [illegible]

استعمال کے متعلق سخت قانون بنا دیئے ہیں اور بلا اجازت رکھنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔

ہارون رشید کے کارنامے

بنی عباس کے بادشاہوں میں خلیفہ ہرون رشید بڑا زبردست اور لائق حکمراں گذرا ہے۔ اس نے ۷۹۴ء میں بغداد میں یونیورسٹی قائم کی۔ ہر قوم ملت کے عالم اس نے چار دانگ عالم سے اکٹھے کئے۔ یونانی اور لاطینی فلسفہ سائنس اور طب کی کتب اس نے عربی میں ترجمہ کرائیں۔ نجوم، ریاضیات، زراعت، طبیعات، باغبانی، تعمیرات، جنگ و تجارت کے علوم بڑے پایہ تک پہنچا دیئے گئے تھے۔ بغداد میں شفا خانے بھی قائم کئے گئے دوا خانے جاری کئے گئے۔ جہاں لوگوں کو دوائیں ملتی تھیں۔ اس نے دُور دُور سے ادویہ منگائیں چنانچہ شارلین کو بوٹیاں اور مرہم وغیرہ بطور تحفے کے اس نے ارسال کئے۔ تشخیص مرض کے ساتھ مریض کے دل کا حال بھی جانچا جاتا تھا۔ اس میں ایک ہزار طبیب درج رجسٹر تھے۔ اس کا ذاتی طبیب ایک نسطوری عیسائی تھا اس نے نسنا اور املی وغیرہ کا استعمال جاری کیا۔ عربوں نے توہم پرست یورپ میں روشنی پھیلائی۔ مسلمانوں کے ذریعہ یورپ کو سینکڑوں ہزار رول مترجم کتب حاصل ہوئیں۔

کتے کی تعریف

آدمی کا کوئی دلی دوست ہو ایک وقت ایسا آسکتا ہے کہ وہ بھی اس کے خلاف ہو جائے اور اس کا دشمن بن جائے۔ اس کی بیٹی، بیٹا جنہیں اس نے بڑی محنت اور پیار سے پالا ہے۔ ناشکر گزار ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہمارے عزیز و اقربا جن پر ہماری خوشی اور آبرو کا بھروسہ ہوتا ہے۔ مذہب سے منحرف ہو سکتے ہیں۔ اپنی دولت آدمی کھو سکتا ہے ضرورت ہی کے وقت وہ اُڑ جایا کرتی ہے۔ ذرا سی بدعملی سے آدمی کی شہرت خاک میں مل جاتی ہے۔ کامیابیوں کے جھرمٹ میں جو لوگ ہمارے سامنے ادب و احترام میں جھکے جایا کرتے ہیں۔ ناکامی کی گھٹا ہمارے سروں پر چھاتے ہی کینہ و دشمنی کے پتھر ہم پر برسا سکتے ہیں۔ صرف ایک بالکل بے غرض دوست آدمی کو اس خود غرض دنیا میں میسر ہو سکتا ہے جو اس کا کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔ جو کبھی ناشکر گزار یا غدار ثابت نہیں وہ کتا ہے! محتاجی، آسودگی اور غربت، صحت و بیماری میں ساتھ رہتا ہے۔ وہ ٹھنڈی زمین پر برف و باراں کے طوفان میں سو جائے گا بشرطیکہ وہ اپنے آقا کے قریب ہو۔ وہ اس ہاتھ کو چاٹے گا۔ جو اسے کچھ کھانے کو نہیں دے سکتا۔ وہ دنیاوی جدوجہد میں آئے ہوئے زخموں اور خراشوں کو چاٹ چاٹ کر اچھا کرنے کی کوشش کرے گا۔ وہ اپنے مفلس آقا کی ہو تو بھی اس طرح حفاظت کرے گا گویا وہ بادشاہ ہے۔ جب سب دوست ساتھ چھوڑ جاتے ہیں وہ پاس سے نہیں سرکتا۔ جب دولت اُڑ جاتی ہے خوشیاں ہٹ جاتی ہیں وہ اسی طرح اپنی دوستی پر جما رہتا ہے جس طرح سورج اپنے روزانہ سفر پر قائم ہے۔ اگر بدقسمتی سے اس کا آقا صحرا نوردی اور آوارگی پر مجبور ہو تو وفادار کتا صرف اتنا چاہتا ہے کہ وہ اُسے اپنے ساتھ ساتھ چلنے دے۔ تاکہ وہ اس کی خطرے کے وقت حفاظت کرے۔ جب وہ موت کے آغوش میں آجاتا ہے اور لوگ اسے قبر میں رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ وہ قبر پر پنجوں پر سر دیئے غمگین آنکھوں سے وفاداری سے پہرہ دیا کرتا ہے۔

پھلجھڑیاں

بعض سائنس دانوں کا خیال ہے کہ جلد میں جراثیم کو مار ڈالنے کا اثر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جراثیم جلد پر پڑنے کے دس منٹ بعد مر جاتے ہیں مگر گیلی کھال پر چند ہی مرسکے باقی زندہ رہ گئے۔ غالباً ان کے مرنے کا سبب جلد کی خشکی تھا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے جلد خود جراثیم کو فنا نہیں کر سکتی۔

شیر خود چھیڑ نہیں کرتا۔ موٹر میں جا رہے ہو۔ راستہ میں شیر پڑا ہو موٹر ہلکی کر دو۔ وہ خود اٹھ کے چلا جائے گا۔ بندوق چلانے سے آفت مول لینی ہے۔ اگر راستہ میں شیر موٹر کو دیکھ کے کھڑا ہو جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ صرف موٹر کو دیکھنے کھڑا ہو گیا ہو۔ اس کی نظر موٹر پر ہوتی ہے نہ کہ آدمی پر ورنہ وہ بھاگ جائے۔ شیرنی بچوں سمیت جاتی ہو۔ اس کے بچوں کو نکل جانے دو۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے چلی جائے گی۔ اس کے بچوں کو چھیڑو گے تو وہ حملہ کرے گی۔

جرمنی کا فیلسوف شوپن پھانسی دیکھنے کا اس قدر شائق تھا کہ اس نے تیس ہزار لوگوں کی پھانسیاں خود دیکھیں۔ ایسے موقع پر موجود رہنے کے لئے اُسے لمبے لمبے سفر کرنے پڑے۔ آخر خود اُسے بھی پھانسی ہوئی۔

آدھ سیر شہد جمع کرنے کے لئے شہد کی مکھیوں کو تین لاکھ میل سے زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ جب شہد چرانے کی کوشش کی جاتی ہے تو کیا تعجب ہے کہ مکھیاں غصہ میں بھر کے کاٹنے دوڑتی ہیں۔

افریقہ کی گربہ ماہی جو دریائے نیل میں ملتی ہے پشت کے بل تیرتی ہے دنیا میں صرف یہی ایک مچھلی ہے جس میں یہ انوکھی عادت پائی گئی ہے اسی وجہ سے اس کے پیٹ کا رنگ کمر کے رنگ سے ہلکا رہتا ہے

محمد ظفر

بزمِ عصمت

(۱) بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں خریداری نمبر کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو۔ وہی استفسار نہ ہو جس کے جواب عصمت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں (۳) رسالے کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ (۴) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے لکھا ہوا ہو۔ (ایڈیٹر)

جولائی کے پرچہ عصمت میں کسی بہن صاحبہ نے یہ تحریر کیا تھا کہ میری پہلی کے دل میں نماز کے وقت ہر قسم کے خیالات آتے ہیں اُن بہن صاحبہ سے عرض ہے مندرجہ ذیل آیت جو کہ اٹھارویں پارے میں ہے جس قدر ہو سکے کثرت سے پڑھ لیا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کے خیالات دُور ہو جائیں گے۔

رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۔ دختر محمد حنیف تیر حکیم متا بارہ بنکی

خریدار ۶۷۳۴ کو مشورہ ہے کہ اپنی ہر نماز کو آخری نماز خیال کریں۔ احتمال ہے کہ دوسری نماز نصیب ہو یا نہ ہو۔ نماز میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے روبرو اس طرح کھڑی ہوں کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ اور وہ دلوں کے اسرار جانتا ہے۔ نیز ہر نفل نماز میں معوذتین پڑھیں۔

بہن رفیع اختر صاحبہ نے داد کی دوا دریافت کی ہے۔ ایک مجرب نسخہ یہ ہے۔ قاضی دستار بوٹی کا پھول توڑتے وقت جو دودھ نکلتا ہے اُس کو داد پر لگا کر خوب مالش کریں۔ چند روز کی مالش سے انشاء اللہ ضرور شفا ہو جائے گی۔ یہ بوٹی مشہور قاضی دستار ہے اور کھیتوں کے کنارے عموماً اُگتی ہے۔ پنجاب میں اسے دُودھک بوٹی کہتے ہیں۔ خریدار ۹۰۱۰

ضرورتمند بہن کے لئے۔ ہاتھ پاؤں پر گلیسرین خوب ملا کریں پھر انشاء اللہ ہاتھ نہ پھٹیں گے۔ سوجی کا حلوہ بنا کر اُس میں ایک چٹکی سونٹھ کی ڈال دیں پھر کھائیں آپ ضرور ڈبل ہو جائیں گی۔ بہن رفیع اختر صاحبہ۔ داد پر باسی لعاب لگانا بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے۔ رشیدہ قمر بنت قاسمی دیوبند نمبر خریدار ۹۵۰۵

کافور و پٹ تعلین کی گولیاں بازار میں تقریباً مفقود ہیں۔ یا ملتی بھی ہیں تو بہت زیادہ قیمت پر۔ چیز سرج و کونا وغیرہ کے لئے تو کسی نہ کسی قیمت پر خریدی جا سکتی ہیں مگر کیا صورت ہے جان بچانے کی اُن درجنوں اُونی قالینوں کی جو ہر گھر میں بچی ہیں خاص خاص موقعوں پہ استعمال کے لئے رکھے رہتے ہیں اور کسی

سے بچائی جائیں عمدہ قسم کے اونی کپڑے کیڑوں سے۔ کیا کوئی بہن یا بھائی اپنا مجرب نسخہ بتلا کر اس افادہ عام میں حصہ لیں گی۔ قیصر جہاں بیگم

کچھ عرصہ سے میرے چہرے پر سیاہ تل نکلنے شروع ہو گئے ہیں جو پہلے گوشت کے رنگ کے ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور چہرہ پر بہت بدنما ہوتے ہیں۔ اگر کسی بہن یا بھائی کو اس کا علاج معلوم ہو تو بذریعہ بزم عصمت بتا دیں نہایت مشکور و ممنون ہوں گی۔ پروین اختر پٹنہ خریدار ۳۲۶۳

کوئی عصمتی بہن براہ عنایت بذریعہ عصمت مطلع فرما دیں کہ کڑوا تیل کس طرح پکایا جاوے تاکہ اُس کی بو کھانے میں نہ معلوم ہو۔ آج کل اصلی گھی نایاب ہے، اور بناسپتی خدا جانے کس کس چیز کا مرکب بلکہ اصلی یا بناسپتی گھی کے نام سے بک رہا ہے جو صحت کے لئے بے حد مضر ہے سُنا ہے کوئی ترکیب ایسی بھی ہے جس سے تیل گھی کی طرح ہو جاتا ہے۔ ترکیب آزمودہ ہونی چاہیئے۔ خریدار ۹۰۲۴ از قنوج

میری نند جس کی عمر ۱۶ سال ہے عرصہ دو سال سے سخت زکام میں مبتلا ہیں صبح بہت زور ہو جاتا ہے چھینکیں بہت آتی ہیں آنکھوں میں کھجلی ہوتی ہے اور پانی جاری ہو جاتا ہے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کوئی بھائی یا بہن مفید علاج جانتی ہوں یا کسی اچھے حکیم یا ڈاکٹر کا پتہ بتائیں تو میں بیحد ممنون ہوں گی۔ بیگم سلطان محمود

مثل پھوڑے کے داغ دُور کرنے کا کوئی مجرب و آزمودہ نسخہ گوشت کرنے اور جلد کو ملائم کرنے کے لئے کوئی عمدہ قسم کا اُبٹن درکار ہے۔ کوئی بہن اپنا تجربہ شدہ نسخہ تحریر فرمائیں کسی کتاب سے نقل نہ کریں۔ خریدار ۶۱۵۲

میں نہایت شکر گزار ہوں گی اگر کوئی بھائی یا بہن مجھے ایسی کوئی زود اثر دوا تجویز کر سکیں جو میرے چہرے کے ہلکے ہلکے داغوں کو جو مہاسوں کی طرح ہیں دُور کر سکے یہ داغ چیچک کے ہیں جس میں بدقسمتی سے میں مارچ میں مبتلا ہو گئی تھی۔ میرے بالوں کے جلد بڑھنے کے لئے بھی کوئی نسخہ تجویز فرما دیں۔ مسز اختر گیلانی

جولائی ۱۹۴۸ء کے عصمت میں ایک بہن صاحبہ نے اپنے والد کے پیر داد (۱) کا علاج دریافت کیا ہے اُن کی خدمت میں عرض ہے۔ کینٹ رنگ وارم آئنٹمنٹ منگوا کر استعمال کرائیں میرا آزمودہ ہے۔ Kents ring worm ointment, Kent & Co. Bombay.

(۲) اور اپنے ہاتھ پیر پھٹنے کا علاج بھی دریافت کیا ہے۔ گلیسرین اور ریکٹیفائڈ اسپرٹ ہموزن لے کر رات کو سوتے وقت روئی سے اپنے ہاتھ پیر پر ملیں چند دنوں کے استعمال سے ٹھیک ہو جائیں گے۔

(۳) بادی دور کرنے کا علاج دریافت کیا ہے۔ بادی اشیاء سے پرہیز جیسے آلو چاول وغیرہ اور صبح شام چہل قدمی رات کو سوتے وقت ایک چٹکی پھانک لیا کریں سونٹھ دو حصے کالا نمک ایک حصہ سفوف بنا کر رکھ لیں اور روزانہ رات کو ایک پھنکی

دوربین

روسی پیش قدمی

جیسا خیال تھا روس نے اتحادیوں کی فرانس میں کامیابی سے مطمئن ہو کر پھر حملہ کرنا شروع کر دیا اور اس کا حملہ مثل سابق کامیاب ہے۔ ریاستہائے بالٹک کی طرف اُس کا زور بڑھتا جا رہا ہے کیونکہ اُدھر سے مشرقی پروشیا خاص جرمن کا صوبہ جو بمنزلہ دل کے ہے روسی فوجوں کی زد پر آ جاتا ہے۔ روسی اُس کی سرحد سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں جرمنوں کو نیمن پر پاؤں جما کے لڑنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے۔ تاکہ روسی پروشیا میں نہ آ سکیں۔ مگر روسی سیلاب کو وہ اب نہیں روک سکتے۔ دریائے بگ پر روسی پہنچ گئے ہیں اور اس قدرتی رکاوٹ کی محافظت جرمنوں کو لازم ہوگئی ہے۔ اس کے پار کرنے کے بعد پولینڈ کا پایۂ تخت وارسا روسی قبضہ میں ضرور آ جائے گا۔ خولم فتح کر لیا گیا ہے برسٹ لٹوسک ایک دو دن میں فتح ہوا چاہتا ہے۔ روسی لشکر اسمارفیہ سے دو طرف سے جرمنی کی حدود کی طرف جا رہا ہے۔ شمال میں روسی پروشیا کی سرحد سے سات آٹھ میل رہ گئے ہیں۔ آوسٹرو ایک مستحکم مقام روسیوں نے لیا ہے جو بالٹک کے علاقوں کی سڑک کی حفاظت کا قلعہ تھا۔ جنوب کی طرف روسی لودپر جرمنوں سے تند و خونریز جنگ میں دست بگریبان ہیں۔ روسی اس مقام پر اُس سرحد پر پہنچ گئے ہیں جہاں سے جرمنوں نے ۱۹۱۴ء میں روس پر حملہ کر کے پیشقدمی شروع کی تھی۔ اب روسیوں نے کوول سے آگے بڑھنا شروع کر دیا ہے اور لوکرین کے لشکر نے ولادیمیر والن سکی اور روا رُوسکہ فتح کر لیا ہے۔ یہ دونوں بڑے اہم ریلوے جنکشن ہیں۔ آثار ظاہر ہیں کہ روسی اتحادیوں سے پہلے جرمنوں کے اصل علاقہ میں گھس کر جرمنوں کے ہاتھ پاؤں پھلا دیں گے۔ اس کی علامات ابھی سے نمودار ہو گئی ہیں۔ اور جرمنی پر بہت نازک وقت آتا جا رہا ہے۔

جاپان کا تنزل

جزیرہ سائی پان پر سخت لڑائیوں کے بعد امریکہ کا قبضہ ہو گیا ہے۔ یہاں سے جاپان امریکہ کے بڑے ہوائی جہازوں کے حملوں کی زد میں آ جاتا ہے۔ چنانچہ حال میں ہی امریکہ کے جہازوں نے جاپان پر ہوائی حملہ کیا۔ یہ حملہ چین کے علاقہ ہی سے کیا گیا۔ مگر جب بحرالکاہل کے جزائر سے اُن کے جہاز ہوائی حملوں سے جاپان کو تباہ کر دیں گے نتیجۃً اور بھی اتحادیوں نے ہوائی حملے کر کے جاپانیوں کو نقصان پہنچایا۔

جزیرہ گوام میں امریکہ کی فوجیں اُتر گئی ہیں۔ اِدھر منی پور میں انگریزی فوجوں نے جاپانیوں کا ناک میں دم کر دیا۔ چنانچہ اب وہ اپھال سے دُور ہٹ چکے ہیں۔ اور آسام کو جاپان کے حملہ کا مزید خطرہ نہیں ہے۔ برما کی ناکامی کا یہ اثر ہوا کہ ٹوجو کی وزارت کو استعفا دینا پڑا۔ یہ جنگجو وزارت تھی۔ وزیر اعظم کوتائی اور رودیر جنگ سوگی یامہ مقرر ہو گئے ہیں۔ ساری وزارت بدل گئی ہے۔ لڑائی کے نازک مرحلہ پر وزارت کا بدلنا اچھی علامت نہیں۔ پہلی وزارت کو قصوروار ٹھہرا کے قوم کی ہمت بڑھائی جاتی ہے کہ اب زیادہ مستعدی سے جنگ کی جائے گی اتحادیوں کی طرف سے اس کا اظہار کر دیا گیا ہے کہ وزارت کے بدلنے سے پیشرو وزارت پر جنگ کا الزام رکھ کر صلح چاہنے سے جاپان شکست کے بُرے نتائج سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ مگر ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جاپان کی فوجی اخلاقی کمزور ہو گئی ہے اور اب وہ پہلی سی شدت سے نہ لڑیں گے۔ لیکن یہ ضرور [illegible]



اس سے قبول کرالیا کہ جو جو فرانسیسی علاقہ جرمنوں سے چھینا جاتا رہیگا فرانس کی آزاد پارٹی کے قبضہ میں دیا جاتا رہے گا۔ اور اُن سے اس حق سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ جنرل ڈی ٹی فرانسی علاقہ کے سپہ سالار کو ہٹا دیا گیا ہے اور اس کی جگہ کلگ مقرر کردیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جنرل رومیل اتحادیوں کے فرانسیسی ساحل پر اُترنے دینے کے خلاف تھا اور وہ اُن سے سمندر میں ہی دو دو ہاتھ کرکے روک دینے پر مصر تھا مگر رنسڈیٹ کی رائے یہ تھی کہ وہ اُترنے دئے جائیں اور پھر اُن سے مقابلہ کیا جائے۔ بہرحال جرمنوں کو محسوس ہونے لگا ہے کہ وہ کتنا ہی سخت مقابلہ کریں۔ وہ اتحادیوں کے سیلاب کو روک نہیں سکتے۔

جرمنی کی بدنصیبی روسی اور فرانسیسی محاذ پر پسپائی کے علاوہ اطالوی علاقہ میں بھی جرمنی کی قسمت بگڑی ہوئی نظر آرہی ہے۔ جزیرہ ایلبا اُنہیں خالی کرنا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے برابر ساحلِ اطالیہ پر اتحادیوں نے فوج اُتار دی۔ گویا روما سے آگے بڑھنے والی فوج کے علاوہ اور آگے علاقہ میں فوج اتحادیوں نے بڑھانی شروع کردی پیسا جہاں کا ایک طرف کو جھکا ہوا مینار دُنیا بھر میں مشہور ہے صرف دو ایک میل رہ گیا ہے۔ فلورنس اب قریب تر رہ گیا ہے۔ جرمنوں نے اُسے کھلا شہر قرار دیا ہے تاکہ اُس کے عجائبات برباد نہ ہوں۔ جرمن جلد جلد پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے پہاڑ اپنی نائنز پر رکیں گے۔ لومبارڈی کے صوبہ سے باہر مقابلہ کریں گے۔ یہ اُن کا یہاں آخری مقابلہ ہوگا۔ یہاں کی شکست کے بعد سوئٹزرلینڈ کا غیر جانبدار ملک اور جس کا فرانسیسی علاقہ اتحادیوں سے مل جائے گا۔ اور جرمنی کی آخری جنگ شروع ہو جائے گی۔

لیکن جنگ کے جرمنی کے خلاف ختم ہونے کے آثار ابھی سے ظاہر ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ بڑے بڑے جرنیلوں کو نالائق کرکے ہٹا ہٹا دینے سے اُن میں بددلی پھیل گئی اور سازش ہوئی۔ چنانچہ جب ہٹلر ایک سیاسی جلسہ میں اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ شریک تھا۔ کرنل کاؤنٹ سٹافن برگ ۳۹ سالہ فوجی افسر نے ایک میعادی بم اپنے ہاتھ سے ہٹلر کے قریب رکھ دیا جو پھٹ گیا ہٹلر کے آس پاس والے کئی افسر زخمی ہوگئے جن میں سے ایک شفاخانہ جاکر مرگیا۔ خود ہٹلر ایک دو مقام پر جھلس گیا۔ کاؤنٹ کو اور اس کے رفیق کرنل مرٹل بیک کو گولی سے اُڑا دیا گیا۔ ہٹلر نے فوراً چھ منٹ تک تقریر کرکے فوج کو یقین دلایا کہ وہ زندہ ہے اور اُس کا بچ جانا ظاہر کرتا ہے کہ قدرت کو اُس کے ذریعہ جرمن کی نجات کی تکمیل منظور ہے۔ چھوٹی سی جماعت اس غدر کی ذمہ دار ہے جسے فنا کردیا جائے گا۔ یہ غدار باہر سے شہ پاکر جرمنی کی تباہی پر آمادہ ہوگئے۔ وہ ۱۹۱۸ء کی سی حالت پیدا کرنے میں ایک حد تک کامیاب ہوگئے تھے۔ اگر وہ مارا جاتا تو خدا جانے جرمنی کا کیسا ہولناک انجام ہوتا۔

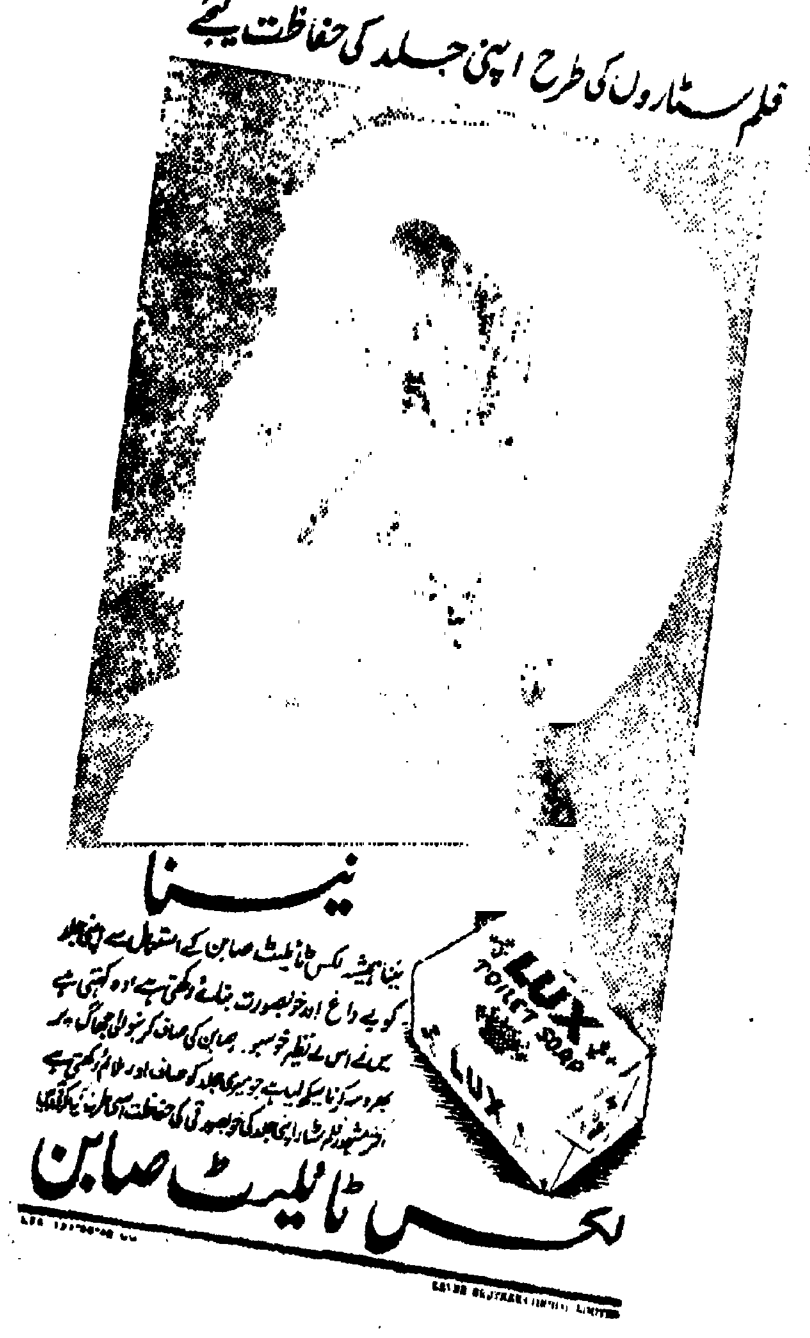
مسولینی بھی اطالیہ سے بھاگ کر اُس کے پاس موجود ہے۔ جرمنی کی اس دار و گیر سے یہ پتہ ضرور چل گیا ہے کہ جرمنی کے لوگ اب جنگ سے تنگ آگئے ہیں۔ اور ہٹلر کو اپنی تباہی کا باعث سمجھنے والا گروہ بڑھتا جا رہا ہے۔

تاروں کا جھرمٹ نومبر میں امریکہ کی صدارت کا انتخاب ہونے والا ہے۔ روزویلٹ صاحب موجودہ صدر چوتھی بار اُمیدوار ہیں ان کے مقابلہ میں جمہوری فریق نے گورنر ٹامس ڈیوی کو ۱۰۵۶ رایوں سے اپنی طرف سے امیدوار صدارت پیش کیا گورنر کے حریف بحر الکاہل کے کمانڈر مک آرتھر کو صرف ایک رائے حاصل ہوئی۔

افسوس ہے نواب بہادر یار جنگ کا دل کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے ۳۹ سال کی عمر میں اچانک انتقال ہوگیا۔ مسلمانوں میں سے ایک مخلص کارکن اُٹھ گیا جس کا ہر چہار طرف رنج و الم کیا جا رہا ہے۔ مرحوم قومی کاموں کے انصرام میں بڑی سے بڑی رکاوٹ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ اسی وجہ سے آخر میں اُنہوں نے حکومت نظام کو اپنے خطابات واپس کردئے تھے۔ ان کی لاش پر حضور نظام بھی قدردانی کے آنسو بہانے آئے۔

بمبئی میں ایک مقدمہ فوجداری کے سیشن مقدمات شروع ہوئے تو اہل جیوری میں ۵ عورتیں شامل تھیں۔ عدالت کو مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت جیوری کی رائے کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ہندوستان میں یہ پہلا موقع ہے کہ عورتوں کو جیوری میں شامل کیا گیا۔

سابق شاہ کابل امان اللہ خان بہ دستور روما میں قیام پذیر ہیں جب جرمنی کا غلبہ تھا چند مرتبہ افواہیں بلند ہوئیں کہ امان [illegible] کار ہو گئے ہیں اور وہ سرحد افغانستان پر شورش پھیلا رہے ہیں کہ تخت میرے حوالہ کرو ورنہ تختہ اُلٹ دیا جائیگا۔ اُن کے موجودہ قیام نے ثابت کردیا کہ وہ بادشاہت سے بالکل کنارہ کش ہو [illegible]



فلم سٹاروں کی طرح اپنی جلد کی حفاظت کیجئے
نینا
نینا ہمیشہ لکس ٹائلیٹ صابن کے استعمال سے اپنی جلد
کو بے داغ اور خوبصورت بنائے رکھتی ہے۔ وہ کہتی ہے
میں نے اس بے نظیر خوشبو۔ صابن کی صاف کرنیوالی جھاگ پر
بھروسہ کرنا سیکھ لیا ہے جو میری جلد کو صاف اور ملائم رکھتی ہے
اکثر مشہور فلم سٹار اپنی جلد کی خوبصورتی کی حفاظت اسی طرح کیا کرتی ہیں
LUX
TOILET SOAP
LUX
لکس ٹائلیٹ صابن

حضرت علامہ راشد الخیری کی معرکۃ الآرا تصانیف

حیاتِ صالحہ

علامہ مغفور کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمالِ افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشقِ زار ہے بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحہ بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوک کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ قصے کے ضمن میں آج سے نصف صدی پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ زبان قلعۂ معلی کی کوثر سے دھلی ہوئی۔ واقعات اس قدر مؤثر کہ کلیجے کے پار ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۲؎

نوحۂ زندگی

وہ سنگدل باپ جس نے لڑکی کو اپنی گناہ پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک گھسیٹ کر جیل خانہ پہنچا دیا بالغ بلغ ہے۔ وہ ستم ران جس نے نو مہینے پیٹ میں رکھا اور بیس برس تک پرورش کیا بے گناہ بچی کو یہ دیکھ کر کہ نکاح ثانی کے جرم میں قید کی مصیبتیں جھیل رہی ہے۔ نہال نہال ہے۔ نوحۂ زندگی میں آپ کو ایک قبرستان ملے گا جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی بیوی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لئے گہری نیند سو رہی ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جسے پڑھ کر کتنے ہی کنواروں نے بیواؤں سے نکاح کئے۔ اور جن خاندانوں میں بیوہ کا نکاح گناہ سمجھا جاتا تھا ان میں کتنی ہی بیواؤں کے نکاح شرع کے مطابق ہوئے۔ کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کا ایک ایک لفظ دل کے پار ہو جاتا ہے۔ مغفور مرحوم کی مشہور و مقبول تصنیف ہے اور نو دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۴ر

منازل السائرہ

حضرت علامہ راشد الخیری کی بہت مشہور تصنیف ہے جو اردو کے چوٹی کے اصلاحی ناولوں میں شمار ہوتی ہے۔ ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے حالات نہایت ہی دلاویز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ واقعات اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب ہاتھ سے نہیں چھوڑی جا سکتی ہے۔ زبان قلعۂ معلی کی ٹکسالی کوثر سے دھلی ہوئی۔ بڑے بڑے نقادوں نے اس کا مطالعہ کر کے مصنف کی ناول نگاری کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔ منازل السائرہ اپنی نوعیت کی ایک غیر فانی تصنیف ہے۔ جو اپنے رنگ میں بے مثل اور بے نظیر رہے گی۔ یونیورسٹی کی اعلیٰ جماعتوں کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ حال میں اس کا جدید ایڈیشن نہایت اہتمام سے شائع ہوا ہے۔ قیمت ۴؎

ماہِ عجم

حضرت فاروق اعظمؓ کے عہدِ سلطنت میں ایران پر قابو پانے کے لئے مسلمانوں کے بے مثل جنگی کارنامے، فرزندانِ ایران کا سرفروشانہ مذہبی جوش، ایرانیوں کا پروانہ وار شمعِ وطن پر قربان ہونا۔ اسلام اور نصرانیت کی لڑائیاں۔ کفر و ایمان کے معرکے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ولولہ انگیز جانبازیاں۔ محبت کے جذباتِ لطیفہ کی حقیقت طرازیاں۔ مشرق کے تاریخی ناولوں میں بہت ممتاز ہے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ قیمت صرف دو روپیہ (عہ)

قطراتِ اشک

آنسوؤں کے بادشاہ حضرت علامہ راشد الخیری کی افسانہ نگاری کے دورِ اول کے بہترین تحفے۔ وہ مضامین جو عصمت تمدن، گلستان وغیرہ میں شائع ہو کر شہرتِ دوام حاصل کر چکے ہیں۔ رویائے صادقہ۔ بدنصیب لال۔ دار الغرور۔ ساس کی آگ۔ الوطن، عصمت و حسن۔ ساون کی چڑیاں۔ مظلوم کی فریاد۔ ننکا خدا چھانے جہاں چرک کا چھوٹے کی یاد وغیرہ۔ وہ مضامین اور افسانے ہیں جنہوں نے پڑھنے والوں کو جادو نگار مصنف کی تحریر کے اثر کا قائل کر دیا۔ قیمت ۲؎

شاہین و درّاج

حضرت علامہ مرحوم کا وہ معرکۃ الآرا تاریخی ناول جس نے مصنف کی سحر نگاری کا بڑے بڑے ادیبوں کو قائل کر دیا تھا۔ اس میں محبت کے جذباتِ لطیفہ کو نہایت لطف اور دلکشی سے بیان کیا گیا ہے۔ [illegible] تاریخی ناولوں میں یہ قصہ بہت نمایاں درجہ رکھتا ہے۔ مغفور مرحوم کی مشہور و مقبول ہے۔ قصہ کی دلاویزی کی یہ کیفیت ہے کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ کنواری [illegible] نہ منگائیں۔ قیمت ۱۲ر


ہندوستان کی فضائی طاقت کو ضرورت ہے
جسمانی تربیت دینے والے اُستادوں کی
نوجوانوں کے لئے نادر مواقع
مفصل معلومات کے لئے حسب ذیل دفتر
بھرتی میں کسی کو درخواست بھیجیں
دہلی - ۱ وتسین روڈ کشمیری دروازہ۔
انبالہ - ۱ دی مال
میرٹھ - ۲۸۶ ویسٹرن کچہری روڈ

مختصر افسانوں کے بہترین مجموعے

دودھ کی قیمت

منشی پریم چند آنجہانی ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں میں سے تھے اور دودھ کی قیمت منشی جی کے بہترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔ دودھ کی قیمت میں ایک ڈراما ہے اور ۹ افسانے اور یہ سب کے سب خاص طور پر رسالہ عصمت کے لئے منشی جی آنجہانی نے لکھے تھے۔ عنوانات یہ ہیں۔ (۱) دودھ کی قیمت (۲) کسم (۳) اکسیر (۴) عیدگاہ (۵) سکون قلب (۶) ریاست کا دیوان (۷) وفا کا دیوتا۔ (۸) دو بہنیں (۹) زاویہ نگاہ۔ ان عنوانوں میں بظاہر جاذبیت اور کشش نہیں لیکن کوئی سا افسانہ اس مجموعہ کا پڑھ لیجئے ممکن ہی نہیں کہ منشی جی آنجہانی کی سحر نگاری کے آپ قائل نہ ہو جائیں۔ اصلاح اخلاق۔ اصلاح معاشرت اور جذبات نگاری کے لحاظ سے یہ افسانے اردو کے بہترین افسانوں میں سر فہرست ہیں جن میں دیہاتیوں اور شہریوں کی پُر مسرت اور دردناک زندگی کا ہو بہو نقشہ کھینچا ہے۔ ہر افسانے میں ایک پیام ہے شرافت اور انسانیت کا اور ہر افسانہ پُر درد اثر ہے۔ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب دوسری دفعہ چھپا ہے۔ ضخامت ڈیڑھ سو صفحوں سے اوپر۔ قیمت ۱۲ علاوہ محصول

دامن باغبان

ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں میں یہ خصوصیت ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی ہی کی تحریر میں ہے کہ وہ خشک سے خشک مضمون کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں۔ جذبات نگاری اور واقعات نویسی میں ڈاکٹر صاحب کو کمال حاصل ہے اور زبان روزمرہ نہایت ہی عام لکھتے ہیں تاکہ معمولی استعداد رکھنے والے بھی اُن کی تحریروں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ڈاکٹر صاحب کے متعدد مختصر افسانے مختلف رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ اِن افسانوں میں سے سات بہترین افسانے منتخب کر کے یہ مجموعہ شائع کیا گیا ہے (۱) نصیبن کا بیان۔ ایک غریب آرٹسٹ کی لڑکی کی شادی ایک دولت مند سے کس طرح سے کی جاتی ہے (۲) خدا کا بابا ہی ایک مفلس بچہ کس طرح راہ راست پر آ جاتا ہے۔ (۳) مختار کا تعویذ ایک بڑے آدمی کی خود غرضی نفس پروری اور ایک چھوٹے کا عبرت انگیز انجام اور انسانی ہمدردی (۴) بڑا آدمی۔ ایک فقیر کس طرح ایک دولت مند اور کامیاب انسان بن جاتا ہے۔ (۵) سکون نا آشنا دل کو حقیقی مسرت کس طرح [illegible] (۶) حسرت نصیب مزدور ایک دولت مند [illegible] [illegible] یہ افسانے دلچسپ [illegible] ہے جرأت [illegible] کے جذبات [illegible] ہو جاتا ہے۔ [illegible] دوسرا ایڈیشن [illegible]

شہید وفا

سلسلے دنیا کی تاریخ محبت اور وفا کا جو درد ناک نمونہ پیش کیا ہے شہید وفا میں پڑھئے دل لرز جائے گا آنکھیں پرنم ہوں گی اور ایک بہادر لڑکی کی تصویر آپ کی نگاہوں کے سامنے آ جائے گی۔ ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار محترمہ سالمہ الوحیدی صاحبہ کا یہ مشہور افسانہ ہے جس کے ساتھ موصوفہ کے آٹھ دلچسپ افسانے بھی آپ کی دلچسپی کے لئے شامل کئے گئے ہیں۔ عنوانات یہ ہیں (۱) بیوہ کی تمنا (۲) نکاح کا افسوس (۳) مجذوب کی سرگذشت (۴) سیاہ نقاب پوش (۵) تصویر عبرت (۶) چل کا راز (۷) جوہری کی دیکھ (۸) آئین خون۔ یہ معمولی افسانے نہیں حیات انسانی کی تفسیریں اور دلاویز زندگی کی سچی تصویریں ہیں۔ سب افسانے دلکش اور نتیجہ خیز ہیں عصمت تہذیب التقلید انقلاب جیسے بلند پایہ رسالوں اخباروں نے شاندار ریویو لکھے ہیں۔ دوسری دفعہ شائع ہوئی ہے۔ ضخامت ۱۰۰ صفحوں کے قریب۔ قیمت ۸

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کے اس دعوے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترکہ پدری دینا ہو گا کہ برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے موزوں قابلیت وغیرہ کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیالات جدا گانہ رکھتا ہے شادی کرنے کے دردناک نتائج اور دولت کے لالچ میں لڑکی پر جیتی بیاہنے کا عبرتناک انجام۔ ہندوستان میں لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی چوکھٹ پر قربان کی جا رہی ہیں۔ انعامی سلسلے کے یہ ۵ بہترین افسانے ہیں۔ بار دوم قیمت ۱۲

فیروزہ

ایک دولت مند مگر یتیم و بیسہارا لڑکی کا افسانہ غم۔ شرافت اور ایثار کی دل ہلا دینے والی قربانیاں جن سے معلوم ہو گا کہ کس وجہ سے ایک شریف عورت اپنے شوہر کو ایک دوسری عورت کے حوالے کر دیتی ہے۔ لالچ، بے ایمانی اور ہنگامی جذبات کے قابل تعزیر مرقعے۔ احسان فراموش محسن کشی کے نتیجے اور استقلال اور اعلیٰ ظرفی کی فتح۔ سبق آموز افسانہ جو بتائے گا کہ [illegible] کا مقابلہ کرنے پر بھی عورت اعلیٰ تعلیم، سلیقہ شعاری اور معاملہ فہمی کی بدولت زندگی خوشگوار بنا دیتی اور قومی خدمات انجام دے سکتی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ کلکتہ کی تصنیف ہے۔ قیمت ۱۲

غیرت کی پتلی

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل سابق ایڈیٹر [illegible] [illegible] میں مختلف [illegible] [illegible] [illegible]

چار رخ

[illegible]

حضرت مصور غم کے مشہور اصلاحی معاشرتی افسانے

تمغہ شیطانی

اعلیٰ درجہ دلاویز اور سبق آموز افسانہ جس میں امت شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے مگر ان کے صرف ایک فعل سے جو بظاہر معمولی بات تھی حلقۂ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں نا کٹے والی بہری۔ مُلّاجی۔ خان صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں وہاں شمس پیرجی۔ شیرازی کے واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں قیمت صرف چودہ آنے۔ (۱۴/)

لڑکیوں کی انشا

خط و کتابت سکھانے کی اُردو زبان میں بہترین کتاب جس میں خطوں کے ذریعہ لڑکیوں کو بتایا گیا ہے کہ میکہ کی زندگی انہیں کس طرح بسر کرنی ہے اور سسرال میں جاکر ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ ایک عورت کی حیثیت سے انہیں کیا کیا فرائض انجام دینے ہیں۔ اور زندگی کی دشوار گذار منزلوں اور کٹھن راستوں کو وہ کس طرح کامیابی کے ساتھ طے کرسکتی ہیں پچاس کے قریب زنانہ خطوط ہیں مگر معمولی خطوط نہیں۔ حیاتِ انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھ کر جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اُٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ زبان ایسی پیاری کہ اُردو لٹریچر کی شاید ہی کوئی کتاب اس کا مقابلہ کرسکے صفحات سو کے قریب قیمت ۱۴/

ستونتی

نہایت دلچسپ، سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی۔ اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے اور ایثار کے جوہر دکھا کر دُنیا کو محوِ حیرت کر دیتی ہے۔ پانچ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۸/

موؤدہ

لڑکیوں کے ترکۂ پدری کے متعلق علامہ مغفور کا نہایت مؤثر، درد و غم سے بھرا ہوا افسانہ۔ جس میں اس قدر درد و سوز و گداز ہے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر پسیجتے ہی نہیں بلکہ موم ہو جاتے ہیں۔ قیمت دس آنے (۱۰/)

جوہرِ عصمت

حضرت علامہ راشد الخیری اُردو کے پہلے مختصر افسانہ نگار تھے۔ مصور غم نے مختصر افسانوں میں جذباتِ نسوانی کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی نہیں حد درجہ نگاری کی ہے۔ ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان ان افسانوں کو پڑھ کر کلیجہ پکڑ کر نہ رہ جائے۔ جوہرِ عصمت مصور غم کے ۱۳ مختصر افسانوں کا مشہور مجموعہ ہے۔ (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ (۲) بھیونر کی دلہن (۳) اگلی محبتیں (۴) فسانۂ تمیز (۵) بیگم کا قتل (۶) بھاوج کا کینہ (۷) مامون الرشید کا دربار اور سچی عورت (۸) عدلِ جہانگیری (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہزاد۔ (۱۱) برتخ کی مستحق (۱۲) غلط فہمی (۱۳) خاتمہ بالخیر۔ جوہرِ عصمت اُردو زبان کے مایۂ ناز افسانے ہیں آٹھواں ایڈیشن قیمت ۱۲/

سیلاب اشک

حضرت مصور غم رح کے سات درد انگیز افسانے (۱) پرستارِ محبت (۲) بلوچستان کے تین رنگ (۳) طلاق کا سفید بال (۴) حج اکبر (۵) عدلِ گل بدن (۶) بے قصور تھی۔ (۷) ثریا کا تخیل۔ ہر افسانہ کے ساتھ زنکو گراف کر کے فوٹو بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ پانچ دفعہ چھپی ہے قیمت ۱۲/

طوفانِ اشک

یعنی رواج کی جو کھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں وہ مبحزہ اور سبق آموز کتاب جس میں ۱۲ دل ہلا دینے والے افسانے ہیں۔ رواج کی بھینٹ۔ کلنگ کا ٹیکہ۔ بیوی کی صحنک۔ محروم وراثت۔ سوتیلیاں کا آخری وقت۔ توصیف کا خواب۔ ایسا ہٹ دے ایں ہاتھ لے۔ تغیر عبادت۔ میں نے کیا دیکھا۔ شہید معاشرت۔ طوفانِ اشک۔ قیمت ۱۲/

رودادِ قفس

حضرت علامہ مغفور کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ۔ مظلوم حسینہ۔ روحِ [illegible] کا خط۔ شوہر نام۔ ماں کا پیام۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ۱۲/

مصور غم — حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف

تاریخ و سیرت

آمنہ کا لال — مشہور و مقبول مولود شریف کی بہترین کتاب۔
سیدہ کا لال — مکمل و مفصل تاریخ شہادت کربلا کے دردناک واقعات مستند ترین مثل مراثی۔
الزہرا — جگر گوشۂ رسول حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کی مفصل سوانح عمری و ذکر کربلا مفصل۔
نوبت پنج روزہ — آخری بادشاہ دہلی کے پانچ جشن۔ اسی سال پہلے کی دہلی کی جھلک۔ با تصویر۔
وداع خاتون — مشہور افسانہ جگر سوز خاتون اکرم کی جوانمرگی پر خون کے آنسو۔
امین کا دم واپسیں — ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کے دردناک قتل کے حالات
دلی کی آخری بہار — نصف صدی پہلے کی تہذیب، تعلقات، وضعداری اور محبت کی پر درد کہانیاں۔
بزم رفتگاں — اردو نثر کے بے مثل مرثیے باکمال ادیبوں اور شعراء کی یاد میں با تصویر۔
داستان پارینہ — چند تاریخی مضامین با تصویر، جن میں افسانہ سے زیادہ دلچسپی ہے۔

اصلاحی معاشرتی ناول

حیات صالحہ — یا صالحات۔ سیلی کی بیگماتی زبان میں بہترین اخلاقی و اصلاحی سبق آموز ناول۔
منازل السائرہ — ایک شریر لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے واقعات نہایت دلچسپ و دلآویز
صبح زندگی — نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے حالات نہایت موثر پیرایہ میں ۲۳ دفعہ چھپی ہے۔
شام زندگی — نسیمہ کی شادی سے موت تک کے سبق آموز واقعات ۲۱ دفعہ چھپی ہے۔
شب زندگی — دو حصے۔ نسیمہ کی موت کے بعد کے حالات۔ حقوق نسواں کے سلسلہ میں بہترین تصنیف ہے۔
نوحۂ زندگی — بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق مصنف مرحوم علیہ الرحمۃ کی معرکۃ الآرا تصنیف۔
طوفان حیات — قبیح رسوم شرک و بدعت وغیرہ دور کرنے کے لیے نہایت دلچسپ و درد انگیز اصلاحی ناول۔
جوہر قدامت — دو بہنوں کی مفصل زندگی۔ ایک ہند قدیم کی چہیتی، دوسری دور جدید کی دلدادہ۔
تربیت نسواں — یا سمرنا کا چاند۔ دو حقیقی بہنوں کے حالات، ایک کی زندگی نہایت کامیاب دوسری کی قطعی ناکام۔

اصلاحی معاشرتی افسانے

بنت الوقت — وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا انجام۔
سراب مغرب — مخلوط مدارس میں مسلم لڑکیوں کی تعلیم کا حشر، مغربی تقلید کے دردناک نتائج۔
سیوتی — ایک نیک لڑکی کی دردناک داستان جس کا نکاح والدین نے سوچ سمجھ کر نہ کیا۔
سوکن کا جلاپا — ناشاد و نامراد عورت کا افسانہ غم جس کا نکاح والدین نے سوچ سمجھ کر نہ کیا۔
سودائے نقد — جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوتیلی پر کیا اثر ڈالتا ہے، ماں کے ہاتھوں بیٹے کا قتل۔
فسانۂ سعید — جس میں سعید جیسی بیوہ کے نکاح ثانی کو بے سود ثابت کیا ہے۔
تحفۂ شیطانی — امت شیطانی کے دلچسپ کارنامے، نہایت درد انگیز سبق آموز اور نتیجہ خیز۔
ماہ رمضان کے رحمان و شیطان — جو ایک شیطان کی مغفرت کے بعد بھی پیش کیے جا سکتے ہیں۔
نانی اماں کے شوگوفے — پانچویں میلہ، صدی کی ماری شہزادیوں کی دل ہلا دینے والی آپ بیتیاں با تصویر۔
ستونتی — دلآویز افسانہ جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عورت کے لیے شوہر کی خوشنودی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔
موذوہ — معصوم و ناشاد لڑکی کا درد و غم بھرا افسانہ عبرتناک اور سبق آموز۔
تفسیر عصمت — خلع اور تعدد ازدواج پر اس سے بہتر افسانہ شائع نہیں ہوا۔ جس میں آنسو ہیں۔
انگوٹھی کا راز — تین مختلف خیال لڑکیوں کا نہایت دلچسپ افسانہ۔
منازل ترقی — انسان ترقی کی کوشش اور دولت کے نشے میں کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔
بچہ کا گرتہ — ایک بد نصیب ماں نے جوان بچے کی ہلاکت پر کیسی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں۔
ویلکم سرکار شریعت — فیشن اور مذہب کی علمبردار ایک عزیز خاتون کی کہانی انہی کی زبانی۔
جہاد علم — جہالت و نسلی جھگڑوں پر مبنی کہانی جس میں مستورات کی عزت کا خاکہ۔

مختصر افسانوں کے مجموعے

جوہر عصمت — سبق آموز مختصر اخلاقی افسانوں کا مشہور و مقبول مجموعہ۔
سبب شکر — حقوق الزوجین و تعلیم نسواں پر دلچسپ، مؤثر، معرکۃ الآرا افسانے با تصویر افسانے۔
شہنشاہ کا فیصلہ — مصنف مرحوم کے بہترین دس دلچسپ نہایت ہی درد انگیز افسانے۔

خانہ انتخاب — معاشرت کی بہترین تصویریں اور فسانے جس میں اقتصادی عدل یا حالت مستورات کا خاکہ
نقوش اخلاق — اردو شاعری میں ادیبانہ مضامین، انشا، فصاحت کے مضامین کا مشہور مجموعہ۔
فدائی کا داغ — اردو کا سب سے پہلا مختصر افسانہ جو کہ آخری دور کے آخری برس میں شائع ہوا۔
نسوانی زندگی — بیس افسانے جن میں عورت کی زندگی کی ہر شاخ اور ہر سطح کے حالات پیش کیے گئے ہیں۔
گوہر مقصود — خیالستان کے بچوں کی تلاش و تلاش کی دلچسپ داستان۔
گلدستۂ عید — ملک کے مختلف ادیبوں کے افسانوں کا مجموعہ، رمضان اور عید کا بہترین تحفہ۔
گرداب حیات — حقوق کی اصلاح اور رعایت میں مستند و چھوٹے چھوٹے سبق آموز مؤثر افسانے۔
بساط حیات — حیات انسانی کے متعلق مختلف عناصر کا مشاہدہ، وہ سبق آموز مؤثر افسانے۔
جور لعوا انسان — اب سے ۳۰ سال پہلے جو معرکۃ الآرا افسانے شائع ہوئے، مجموعہ میں آٹھ افسانے۔
نشیب و فراز — آٹھ عورتوں نے اپنی اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ یا مشاہدہ بیان کیا ہے۔

مذاحیہ افسانے

نانی عشو — یہ افسانے جو مذاحیہ بھی ہیں اور دردناک بھی، بہت مشہور کتاب ہے۔
ولایتی تتلی — بی تتلی نے بڑھاپے میں وہ سوانگ بھرے ہیں کہ ہنسی ضبط نہیں ہوتی۔
دادا لال بجکڑ — چار نہایت ہی پر لطف مذاحیہ لیکن نتیجہ خیز قصے۔

نظموں کے مجموعے

روداد قفس — علامہ مغفور کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مشہور مجموعہ ساتویں بار چھپا ہے۔
گرفتار قفس — اس مجموعہ میں بہت موثر نظمیں ہیں، یہ دوسرا حصہ ہے۔

مذہبی مضامین

احکام نسواں — عورتوں کے متعلق قرآن مجید کے احکام کی تفسیر عام فہم صاف ستھری زبان میں۔
محسن حقیقی — سرور کائنات صلعم کی زندگی کے متفرق واقعات اور مجالس میلاد کے مضامین۔
دعائیں — سوز و گداز اور درد و اثر میں ڈوبی ہوئی اردو زبان میں نظم و نثر کی دعائیں۔
قرآنی قصے — ان نبیوں اور پیغمبروں کے حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔
زیور اسلام — خواتین کے لیے نہایت موثر اور دلچسپ مذہبی مضامین۔

ادب لطیف

قلب حزیں — چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین نثر میں پاکیزہ شاعری کے بے نظیر نمونے۔
لڑکیوں کی انشا — خط و کتابت سکھانے کی بہترین کتاب بیگماتی زبان، محاورے اور سلیقے کے نمونے۔
سلی ہوئی چیاں — دلی کی ٹکسالی زبان میں چند خطوط جن کا ایک ایک لفظ تیر و نشتر ہے۔

سیاسی، صحافتی، سیاحتی مضامین

شہید مغرب — طرابلس مراکش وغیرہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مقابلے کے درد انگیز افسانے۔
یادگار تمدن — حقوق نسواں کی حمایت میں پہلے اور آخری مسئلے کے متعلق موثر مضامین۔
عالم نسواں — ملکی و غیر ملکی خواتین کی تحریکوں پر علامہ مغفور کے گراں بہا خیالات۔
سیاحت ہند — مختلف مقامات کے معاشرتی حالات اور تعلیم یافتہ خواتین و حضرات کا تذکرہ۔

اسلامی تاریخ بطرز ناول

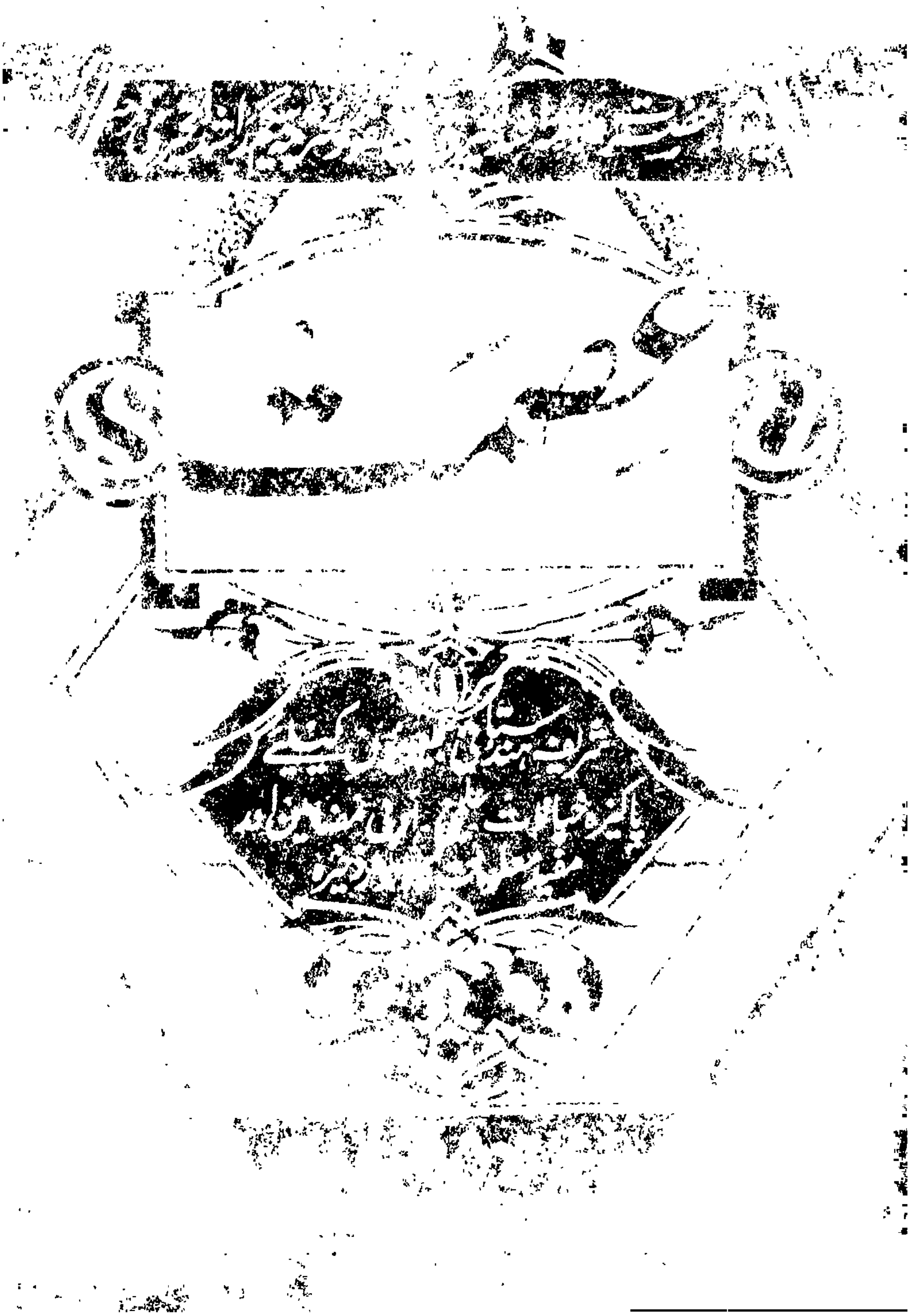
ماہ عجم — فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مسلمانوں کے جنگی کارنامے اور فسانۂ محبت۔
عروس کربلا — واقعہ کربلا کے دردناک حالات اور محبت کا دلآویز فسانہ۔
یاسمین شام — حضرت عمر فاروق کے زمانۂ خلافت کی اسلامی لڑائیاں۔
محبوبۂ خداوند — خلیفۂ سوم کے زمانہ میں عیسائیوں کی تنزل فوج سے مقابلے۔
تیغ کمال — ترکوں کی تباہیوں کی ہولناک خونریز لڑائیاں اور سلطان کمال کی محبت انگیز کارنامے۔
منتظر اندلس — اندلس کے مسلمانوں کا عروج اور زوال، عبدالرحمن و محبت کی قربانی۔
آفتاب دمشق — خلیفۂ اول کے زمانہ کا اسلام، مسلمانوں اور نصرانیوں کے معرکے۔
شاہین و دراج — محبت کے جذبات لطیفہ کو لطف و رنگینی سے بیان فرمایا۔
دریں فسوار — عہد سائنسدان سپہ سالاروں کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع۔

مصنف مرحوم کے شہکار ایک نہایت دلچسپ نتیجہ خیز افسانہ۔

محصول ڈاک بذمہ خریدار — ملنے کا پتہ: عصمت بک ڈپو دہلی — سلطانیہ

... دات ... ہے بہت سی ...
... کے ... لیں۔ ... کہ یہ کتاب ... ہی ...
... ایڈیشن نکل گئے۔ قیمت ...
... دوسرا حصہ ہے جس میں ... انہیں
حصہ دوم ... نہایت ... معلومات ... مضامین ہیں ...
... متعلق تحقیقی مضامین ...
کھانے کے اصول ... کی حفاظت ... جو ...
... کے نقص ... کھانے کا کمرہ ... کا ...
... سب ... آزمودہ ہیں ... ایک ایک چیز کی ...
... جاپانی ... مصری ... اطالوی ... انگریزی ... فرانسیسی کھانوں
... دوسرا خوان مکمل یعنی دونوں حصوں کی قیمت ...
... کی صحیح ترکیبیں ... کے مطلب کی درج کی گئی ہیں۔ کھانے
... متعلق نہایت مفید مضامین ... قیمت ...
... کھانے سے قبل ... تیسرے پہر کا ناشتہ۔ چائے۔ کوکو۔ شربت۔ لسی
... کریم ... کی ترکیبیں ہیں قیمت ...
... صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہیئے۔ کون سے کھانے مفید
... تیار ہوتے ہیں کئی درجن تجربہ کی ہوئی ترکیبوں کے
... کے لکھے ہوئے ہیں قیمت ...
... ہیں ان میں صرف ... کی ترکیبیں ...
... نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے ...
... ترکیبوں سے ... کرنے کے نہایت

عملی کشیدہ ...
گلدستہ کشیدہ ...
گلزار خوشنما ...
گلشن زیبا ...
مجموعہ کشیدہ کاری ...
ریشمی کشیدہ ...
کروشیہ کی بیلیں ...
کراس سٹچ ورک ...
تارکشی کا کام ...
گلدستہ تارکشی ...
اونی کام ...
موتیوں کا کام ...
سلمہ ستارے کا کام ...
چمنستان ...
گلدستہ ...



کھانا پکانے کی بہترین کتابیں

عصمتی دسترخوان حصہ اوّل جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لیے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً ۵۰ عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات اور مضامین درج کئے گئے ہیں ہر ایک چیز کی کئی قسم کی تیار کرنے کے لیے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے۔ چاول سلونے اور میٹھے۔ سویاں۔ کھیر۔ فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن، مچھلی، مرغ، بسکٹ پڈنگ۔ کباب۔ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے، بڑے، پوری کچوریاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے۔ چند ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ ۹ ایڈیشن نکل گئے۔ قیمت ۲؎

عصمتی دسترخوان حصہ دوم عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ ہے جس میں ... انھوں کے نہایت ہی کارآمد اور قابل قدر مضامین ہیں مثلاً

مشرقی مغربی کھانے ہماری خوراک اور غذا کے متعلق تحقیقی مضامین۔ کھانے کے اصول کھانے کی حفاظت۔ جرمنی باورچی خانہ جاپانی باورچی خانہ۔ کچی سبزی۔ ترکاریوں کے خواص۔ کھانے کا کمرہ۔ اناج کا صندوق۔ ارزانی اوقات وغیرہ۔ ترکیبیں سب نئی اور آزمودہ ہیں اور ایک ایک چیز کی متعدد ترکیبیں۔ عربی۔ ایرانی۔ ترکی۔ جاپانی۔ عراقی۔ روسی۔ اطالوی۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ کھانوں کی کئی ترکیبیں ہیں۔ قیمت ۲؎ عصمتی دسترخوان مکمل یعنی دونوں حصوں کی قیمت ۔ صہ

عصمتی ہنڈکلیا سوا سو کھانوں کی صحیح ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں۔ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں بھی ہیں قیمت ۱۰؍

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کے ناشتے۔ چاء۔ کوکو۔ شربت۔ لسی۔ فالودہ۔ آئس کریم۔ بسکٹ۔ کیک۔ ٹوسٹ۔ کرملائی وغیرہ کی کئی ترکیبیں ہیں قیمت ۱۲؍

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کو اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہیئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں۔ کئی درجن تجربہ کی ہوئی ترکیبوں کے علاوہ کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل ڈاکٹروں کے لکھے ہوئے ہیں قیمت ۱۰؍

بیماروں کے کھانے بیماروں کے جو کھانے بیحد مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ جو

مذاقیہ کھانے دولہا بھائی سے نندوئی سے سہیلیوں سے مہذب مذاق کرنے کے نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۸؍

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

عصمتی کروشیا عام فہم ہدایات اور مختلف قسم کی جھالروں۔ کونوں۔ انسرشن تولیوں وغیرہ کے خوبصورت نمونے چند عنوانات: تاج محل جلد گلدستے۔ گلدان۔ ہرن۔ گھوڑے۔ شیر۔ مرغ۔ راج ہنس۔ بچہ معہ تیر کمان۔ گاڑی۔ عورت معہ وغیرہ چوتھا ایڈیشن قیمت دو روپیہ ۴؍

عصمتی کشیدہ میزپوش۔ پلنگ پوش۔ چادریں۔ رومال۔ کرسیوں کے گدے۔ تکیے وغیرہ کے کئی درجن نمونے۔ دلکش پھول دلآویز بیلیں وغیرہ چوتھا ایڈیشن

گلدستہ کشیدہ وضع وضع کے پھول بیلیں۔ کونے۔ بوٹیاں چادر۔ میزپوش۔ گریبان۔ کف وغیرہ کے لیے۔ ۲۰ مشہور دستکار خواتین نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے چوتھا ایڈیشن

گلزارِ درخشاں کشیدہ کاری کے سو بہترین نمونے از محترمہ آر کے درخشاں ۱۲؍

گلشنِ نسرا خاکے ۴۴ بیلیں، ۲۰ پھول، ۳۰ کونے، ۱۱ گلے، ۱۱ ٹوکریاں، ۵۰ مرکزی بارڈر، ۷ گریبان غرض کشیدہ کے متعدد نمونے ہیں قیمت ۸؍

مجموعہ کشیدہ کاری پہلے ۴۴ نمونے ان کے بعد نئی نئی وضع کی کرامت کے ۴۰ پھر مختلف خواتین کے دیے ہوئے ۳۹ بہترین نمونے ہیں قیمت

روحِ کشیدہ جس میں متعدد نمونے چھوٹے بڑے درمیانی پھولوں، بیلوں، گلدستوں اور مرکز کونوں کے ہیں قیمت ۱۲؍

کروشیہ کی قسمیں مختلف قسم کی کروشیہ کی عام فہم ترکیبیں اور ہدایتیں نمونے دیدہ زیب

کراس اسٹچ ورک ترچھے ٹانکوں کے کام کی مشہور کتاب۔ چند نمونوں کے عنوانات۔ بطخ چڑیا۔ سارس۔ چوزہ۔ مور۔ بلی۔ چوہا۔ گلہری۔ ہرن۔ ہاتھی۔ اونٹ وغیرہ۔ پھولوں بیلوں گلدانوں وغیرہ کے بھی بہت سے نمونے ہیں قیمت ۸؍

تارکشی کا کام جس کی مدد سے کپڑے سے دھاگہ نکالنے کا کام آجاتا ہے متعدد نمونے

گلدستہ تارکشی مضامین و ہدایتیں نہایت سلیقہ اور محنت سے لکھی گئی ہیں ۵۰ نمونے ہیں ایک سے ایک بہتر

اونی کام سلائیوں سے بننگ کے بہترین نمونے۔ مضامین اور ہدایتیں عام فہم۔ بلاک رنگین اور سادے نمونے بہت کافی ہیں دوسرا ایڈیشن قیمت

موتیوں کا کام ۴۴ پھول، ۲۷ بیلیں، ۲۶ جھالریں، ۳۰ فریم، ۱۱ انسرشن، ۳ جالیاں، ۱۱ پنکھے ہینڈ اور منی بیگ، ۴ پردے ان کے علاوہ متعدد اور نمونے۔ ترکیب مفصل اور مکمل ۲۷ عصمتی بہنوں نے یہ کتاب تیار کی ہے بار سوم قیمت تین روپیہ ۳؍

سلمہ ستارہ کا کام کلابتون۔ شکوریس سلمہ۔ گجائی۔ موتی ستارہ وغیرہ کے کام کے نمونے دیدہ زیب۔ مرحومہ صغریٰ بائی کی دستکاری کی یادگار ہے

چمنستانِ خیاطی پاسوئی کا کام یعنی ہاتھ سے کپڑے سینا سیکھنے۔ بازی پجامہ قمیص۔ زنانہ کپڑے۔ لباس شب۔ خوابی۔ شلوکہ۔ کالر کف وغیرہ۔ جمپر غرض کٹائی سلائی کی ترکیبیں اور نمونے بہترین قیمت ۸؍

گلستانِ خیاطی کپڑے کی کٹائی سلائی کی بہترین کتاب قیمت ۸؍

جالی کا کام لیس۔ جال۔ مدے۔ اُلٹے پھندے۔ چھلے پھول۔ بیلیں۔ گلدستے۔ مختلف نمونے کے مشہور ہیں۔ ہدایتیں بہت آسان مگر مکمل ہیں بار دوم قیمت دو روپیہ ۸؍

گوٹہ کناری کا کام ہندوستان کی قدیم دستکاری۔ حضرت ... سوا سو سے زیادہ نمونے ہیں ترکیبیں عام فہم ہیں۔ قیمت صرف دو روپیہ ۸؍

تعلیم سوزن کاری جس میں ... کا کام۔ ... کا کام۔ ... ذار جیناورک۔ ... کا کام ... سلک ... کے نمونے ... ہدایات ہیں۔

ملنے کا پتہ ۔ عصمت بک ڈپو کوچہ چیلان دہلی

رسالہ عصمت دہلی

سینتیسواں سال | اکتوبر ۱۹۴۳ عیسوی | جلد ۷۱ نمبر ۴

فہرست مضامین

چندہ سالانہ مشتمل ۔۔۔ پانچ روپیہ ۔ بذریعہ وی پی سوا پانچ روپیہ ۔ ممالک غیر سے ۔۔۔
امراء سے دس روپیہ ۔ رؤسا سے پچیس روپیہ ۔ والیان ریاست ۔۔۔

[illegible]

[illegible] تعمیر بعد از جنگ

ہندوستان کے [illegible] جنگ [illegible] ختم ہونے کے [illegible] خرابی [illegible] ہے۔ لاکھوں جانوں کے نقصان کے علاوہ اس جنگ سے ایسی ایسی معاشی، اقتصادی اور صنعتی پیچیدگیاں ہو گئی ہیں کہ ان کو حل کرنے میں برسوں لگیں گے اور ملک کے بہترین سیاست دانوں اور ماہرین اقتصادیات کی مدد کے بغیر یہ گتھی نہ سلجھے گی۔

یہ تو نظر ہی آ رہا ہے کہ جنگ کی وجہ سے ہزاروں کو نوکریاں مل گئی ہیں۔ دفتروں میں جہاں ایک کلرک ہوتا تھا، وہاں دس رکھے جاتے ہیں۔ ملوں اور کارخانوں میں پچھلے سے چوگنی تعداد ہے۔ دکانوں میں بھی پہلے سے زیادہ گنجائش ہے۔ ہر چیز کی قیمت بڑھ گئی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اکثر طبقوں کی آمدنی بھی بڑھ رہی ہے۔ کسان اپنی پیداوار پہلے سے چوگنی قیمت پر بیچ رہا ہے۔ جلاہے، بڑھئی، سنار، لوہار، موچی، چمار، غرض سب نے اجرت بڑھا دی ہے۔ لیکن یہ صورت صرف جنگ کے زمانے میں ہے۔ اس کے ختم ہونے کے بعد کیا ہوگا؟ یہ لاکھوں ہزاروں سپاہی، کلرک اور مل میں کام کرنے والے جب برطرف ہوں گے تو کیا کریں گے جب آمدنی نہیں رہے گی لیکن گرانی قائم رہے گی تو لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ ملکی تجارت جس کو جنگ کی وجہ سے کسی قدر مدد ملی تھی، بعد از جنگ یہ کس طرح غیر ملکی تجارت سے کامیاب مقابلہ کر سکے گی؟

یہ ان مشکلات کا بہت ہی سرسری خاکہ ہے، جو جنگ کے بعد پیدا ہوں گی۔ اگر ابھی سے ان کا سدباب نہیں سوچا گیا تو ہندوستان میں بعد از جنگ وہ تباہی [illegible] ہوگی، جس کے آگے یہ جنگ اور اس کی مشکلات کچھ بھی نہیں ہیں۔ تعمیری تدابیر کرنی ضروری ہیں ورنہ اقتصادی شیرازہ بالکل ہی بکھر جائے گا۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ جو لوگ دفاتر اور کارخانوں میں جنگ کے سلسلہ میں کام کر رہے ہیں، وہ بعد از جنگ بیکار نہ ہوں۔ ان کو معاشی تعمیر کے کام میں لگا لیا جائے۔ اب معاشی تعمیر ہر ایک شعبہ میں ہوگی۔ تعلیمی، اقتصادی، صنعتی اور کاشتکاری ہر لحاظ سے ضرورت ہے کہ ہندوستان ایک بنیادی اصول پر کاربند ہو۔ اس اصول کا بنانا، اس کے خاکے تیار کرنے، اس کی تفصیلات اور جزئیات کو مکمل کرنے کے لئے حکومت کو نظر میں رکھتے ہوئے بہت سی صنعتوں کی فہرست [illegible] جنگ کے [illegible] میں لکھا ہوا ہے۔ اس طرح کسی حد تک [illegible] ایک بڑی تعداد بیکاری سے بچ سکتی ہے۔ لیکن یہ صرف ایک مسئلہ کا حل ہے۔ اس ملک میں سب سے زیادہ غریب طبقہ کسانوں کا ہے۔ جب ان کی حالت درست ہوگی، تب ہی ملک کی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔ ان کی حالت اس صورت سے بہتر ہو سکتی ہے کہ ان کی پیداوار کو بڑھایا جائے۔ ان کو زیادہ اچھا قسم کے گیہوں، زیادہ اچھے قسم کے چاول، زیادہ اعلیٰ قسم کے مویشی رکھنے میں مدد دی جائے۔ یہ کس طرح ہو۔ ان کو کھیت کے لئے کھاد دی جائے۔ ایسی زمینیں جو بیکار پڑی ہیں، بنجر اور ریگستانی علاقہ میں ہیں۔ انہیں آبیاری کر کے اس لائق کیا جائے کہ ان میں کھیتی کی جا سکے۔ آبیاری کا کام خود ایک بڑی تعداد کی مزدوری فراہم کرنے کا باعث ہوگا اور اس طرح کسان اور مزدور دونوں طبقوں کو فائدہ پہنچے گا۔

کسان کی پیداوار زیادہ کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ مزدور کی حالت بھی درست کرنی ہوگی۔ ورنہ کسان اپنی پیداوار بیچے گا کس کے ہاتھ۔ جو پیداوار اب ہوتی ہے وہ امیر لے لیتے ہیں۔ لیکن اگر ہم کسان کو پیداوار ابھی سے دوگنی پیدا کرنے کا موقعہ فراہم کر دیں گے تو اس کو خریدار بھی چاہئیں۔ مزدور ابھی ایک وقت کی روٹی بھی پیٹ بھر کے نہیں کھاتے لیکن اگر ہم اس کی آمدنی اور معیار زندگی بھی بڑھانے میں کامیاب ہوں تو وہ ایک کے بدلے دو وقت پیٹ بھر کر روٹی کھائے اور جہاں ایک من غلہ بکتا ہے وہاں دو من بکے گا۔ اور جہاں مزدور چار آنے بھی نہیں دے سکتا وہاں اگر ان کی آمدنی بڑھ گئی تو وہ آٹھ آنے دے سکے گا۔ اگر کسان کو چار آنے کے بجائے آٹھ آنے ملے تو وہ جہاں ایک دھوتی یا ساڑی بھی خریدتا تھا وہ دو خریدے گا۔ اس طرح ملوں اور کارخانوں کو اپنی پیداوار جو جنگ کی وجہ سے بہت زیادہ ہو گئی ہے [illegible] کھپت ہو سکے گی۔ اور اپنے مزدوروں کو نکالنا نہیں پڑے گا۔

ملکی اور اقتصادی معاملہ کا ایک [illegible] تعلق ہے کہ بغیر [illegible] ملک کی حالت [illegible] ایک طبقہ کی حالت [illegible] درست

چونکہ [illegible]
حالت [illegible]
ترقی [illegible]
[illegible] چیزیں ہندوستان میں بننے
لگی ہیں [illegible] مثلاً [illegible] کی طرح
کے اسکارف [illegible] شربت، سیاہی، اسکرو، رائفل کے پھل وغیرہ
اب ہندوستان کے کارخانے بنانے لگے ہیں۔ اور چونکہ جنگ کی وجہ سے
درآمد بند ہے ان کی بکری بھی ہو رہی ہے لیکن جنگ کے بند ہوتے
ہی جب باہر سے چیزیں آنے لگیں گی ان کی بکری بند ہو جائے گی۔
اس لئے کارخانے بند ہوں گے۔ کارخانے بند ہونے سے مزدور بے کار
ہو جائیں گے۔ اس کو کس طرح روکا جائے؟

کارخانے والوں نے جنگ کے دوران میں خوب روپیہ کمایا ہے
اگر وہ اس روپیہ کو اپنی صنعت بہتر بنانے میں صرف کریں تو جنگ کے
بعد ان کی چیزوں کی بکری بند نہ ہو۔ ساتھ ہی سے اعلیٰ مشین خرید کر وہ تمام
باتیں جو صنعت کو کامیاب بناتی ہیں، اختیار کریں کیونکہ نہ وہ ایسی ہی
پالکٹ، شربت، سیاہی، آرنج اسکواش وغیرہ وغیرہ بنائیں جو باہر سے
مل سکتا ہے، تاکہ لوگ مجبوری سے نہیں بلکہ خوشی سے ہندوستانی چیزیں
خریدیں۔ اگر کارخانے والے اپنی چیزوں کو عمدہ اور اپنی صنعت کو ترقی
دینے پر آمادہ ہوں تو گورنمنٹ اپنی طرف سے غیر ملکی چیزوں پر چنگی لگائے
گی تاکہ ملکی صنعت کو ترقی کا موقع ملے۔

اب تک صرف چند ایک بڑے بڑے شہروں میں کارخانے اور
مل ہیں۔ ہندوستان کے زیادہ تر لوگ ابھی تک کاشتکاری کے سہارے
زندگی بسر کرتے ہیں۔ ضرورت ہے جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے کارخانے
کھولے جائیں۔ بجلی کا [illegible] جا کر [illegible] تو یہاں کے لئے بہت
مشکل ہے [illegible] کی وجہ سے
وہاں [illegible] چھوٹے چھوٹے
کارخانے [illegible] ترقی [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible] احساس [illegible]
ہی [illegible] اس کے معاشی [illegible] تعلیم [illegible]
[illegible] مزدوروں کے لئے تعلیم بالغان کا انتظام [illegible]
اس طرح ہزاروں گریجویٹ کام پر لگ جائیں گے۔ ابتدائی تعلیم [illegible]
[illegible] شروع کرنا چاہیے کہ تعلیم کا نصاب [illegible]
کے ماتحت تعلیم دی جاتی ہے وہ سب یکسر بدل دینا ہوگا۔ جو تعلیم [illegible]
مدارس میں ملتی ہے وہ صرف کلرک بنا سکتی ہے لیکن [illegible] کی تعلیم [illegible]
[illegible] بنانے والی ہونی چاہیے۔ اس تعلیم کا مقصد [illegible]
بچوں کو تیسرے درجے کے کلرک بنانے کی بجائے اعلیٰ درجے کے کسان [illegible]
مزدور بنانا ہوگا۔ اس طرح کی تعلیم کا نصاب مختلف ہوگا۔ پڑھانے والے
مختلف قسم کے ہوں گے۔ اور تعلیم سر سے ایک نئے نظریے کے
ماتحت ہوگی۔

ایسی تعلیم کا خاکہ بنانے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے [illegible]
آدمیوں کی ضرورت ہوگی۔ ایسے آدمیوں کی جنہیں [illegible] کی شکل [illegible]
قدرت ہے، جو آگے دیکھنے اور آنے والی باتوں کا خیر مقدم کرنا [illegible]
رکھتے ہیں۔ نئی تعلیم کے انتظام کو ایک ایسے وسیع شعبہ کی ضرورت ہوگی [illegible]
اس میں ہی ہزاروں کی کھپت ہو جائے گی اور بیکاری کے [illegible]
سے اس طرح بھی بہت بچ جائیں گے۔

مختصر یہ کہ لڑائی کے بعد اسی رفتار اور اسی سرگرمی کے ساتھ [illegible]
ملک کی بہتری کے لئے کام کیا، جیسا کہ لڑائی کے [illegible]
بیکاری اور بے روزگاری سے ہزاروں نوجوان بچ جائیں گے [illegible]
سال کے اندر اندر ملک کی حالت [illegible] جائے گی۔

[illegible]

اعلیٰ سوسائٹی

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے بعض اکابر سے باتیں کر رہے تھے اور تبلیغ اسلام فرما رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کے پاس اراذل (مفلس تنگدست) آتے ہیں ان کے ساتھ مجلس میں بیٹھنا ہماری کسرِ شان کا باعث ہے۔ ہمارے لئے الگ علیحدہ مجلس (یعنی ملاقات کا وقت) کا انتظام ہو تو ہم آیا کریں۔ اسی دوران میں ایک نہایت نادار صحابی حضرت عبداللہ ابن مکتوم آ گئے۔ دنیاوی لحاظ سے حضور صلعم کو ان کا ایسے وقت میں آنا اچھا نہ لگا ایسا محسوس ہوا کہ اب یہ قریش کے اکابر چلے جائیں گے اور تبلیغ ادھوری رہ جائے گی۔ حضور کو نعوذ باللہ کوئی دنیاوی غرض ان سے نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ (مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب قرآن پاک کا ترجمہ یوں کرتے ہیں)

"اتنی سی بات پر چیں بجبیں ہوئے اور منہ موڑ بیٹھے کہ ایک نابینا ان کے پاس آیا۔ اے پیغمبر تم کیا جانو عجب نہیں (کہ تمہاری تعلیم سے) وہ سنور جائے یا نصیحت (کی باتیں) سنے اور اس کو نصیحت سود مند ہو۔"

(سورۂ عبس پ ۳۰)

صحابہ کرام جب کسی مفلس و نادار کی امداد کرتے تو اس طرح کہ اس کو پتہ نہ چلے کہ امداد کرنے والا کون ہے تاکہ اس کی آنکھیں نیچی نہ ہوں اور خودداری کو ٹھیس نہ لگے۔ زکوٰۃ کی تقسیم میں بھی محکمہ امارت کے تحت میں رکھی کہ مستحقین کو بیت المال سے ادا کی جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ اپنے عہدِ خلافت میں مفلس و نادار غریبوں کے گھر کی جھاڑو دیتے اور سارا کام کرتے اور ان کو پتہ نہ چلتا کہ خدمت کون کر رہا ہے خلیفۂ وقت کی چٹیہ پر آٹا اور ایندھن وغیرہ لدا ہوا ہے۔ آگ سلگا رہے ہیں۔ کھانا پکا رہے ہیں۔ کھلا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔ ایک غریب کے وضع حمل کے وقت خلیفۂ وقت کی بیوی دائی بنی ہوئی ہیں۔

اس اسلامی اعلیٰ سوسائٹی کی یہ مثالیں شاذ نہیں ہیں بلکہ اسلام کی تعلیم اور رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ نے سب کو ایک ہی رنگ میں رنگ دیا تھا۔ سب جانتے تھے کہ اسلامی برادری [illegible]

[illegible] ضرورت نہ ہوگی تو ساری کی ساری ہمدردی [illegible] باوجود تنگی کے بھی اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ [illegible] سوسائٹی کے لئے ہمدردی، خیر خواہی، ایثار، قربانی، ہمت اور استقلال جیسے اوصاف کی ضرورت تھی۔ چھوٹے اور بڑے [illegible] سب مل کر بحر مواج بن گئے تھے۔ جس کا سیل کسی سے رد کئے نہ رکتا تھا۔ بقول مولانا حالی مرحوم۔

لگا یا تھا مالی نے ایک باغ ایسا
نہ تھا جس میں [illegible]

وہ زمانہ تھا کہ اعلیٰ کا معیار اخلاق حسنہ اور عمل صالح ہوتا تھا۔ [illegible] نہ دولت سیادت تھی نہ قوت گویائی و لسانی اور بے علم بے عمل اعلیٰ سوسائٹی میں شمار کیا جاتا تھا۔ کہاں ما کہ بخت۔ اب زمانہ مادیت کا آیا [illegible] کی بنا شروع ہوئی۔ اعلیٰ اصول تباہ ہو گئے۔ ہمدردی و خیر خواہی رخصت ہو گئی اور تمدن بیرونی وصیبت سمجھے جانے لگے۔ شیرازہ بکھر گیا۔ زنجیر ٹوٹ گئی۔ کمزور کمزور تر ہو گئے اور نیچ سمجھے جانے لگے۔ ان کا ساتھ دینا کسرِ شان ہو گیا۔ شراب، گانا بجانا، سینما، تھیٹر، سیر و تفریح، چار پارٹیاں، ڈنر، ہوگارڈن پارٹیز اعلیٰ سوسائٹی کے لوازم قرار پائے۔ قوم طبقات میں منقسم ہوئی۔ آمدنی محدود۔ اخراجات اور سوسائٹی کے لوازمات بے انتہا۔ جب انہی کے پورا کرنے میں مشکلیں ہوں تو مفلس نادار تنگدست ہمسایوں کی خبر گیری کس طرح ہو۔ مگر یہاں سوسائٹی کے لئے بال بال قرض میں بندھ سکتا ہے۔

مجھ کو ایام ملازمت میں ایک ہندو ڈپٹی کلکٹر سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ایک دن میں اور چند اور صاحب ڈپٹی صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔ ڈپٹی کمشنر کا چپراسی آ نکلا۔ ڈپٹی صاحب اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے ہم کو بھی کھڑا ہونا پڑا۔ وہ باتیں کر کے گھر کے اندر چلا گیا۔ میں نے ڈپٹی صاحب سے کہا کہ آپ جیسے لوگوں نے اس چپراسی [illegible] کہ ڈپٹی کلکٹر نے ایک چپراسی ہے مگر [illegible] انہی کی وجہ سے [illegible] نے یہ آخری الفاظ [illegible] صاحب کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] تہذیب [illegible] کا شکار [illegible]

[illegible] کسی مذہب [illegible] نہیں ہوا کرتی [illegible] اسلام کے [illegible] زندگی [illegible] کا [illegible] کسی [illegible] لباس [illegible] تہذیب [illegible] سے [illegible] مذہب [illegible] چیز [illegible] کو [illegible] نہیں تو دوسرے کی نقل ہوتی ہے۔

قوم جب تک [illegible] روایات تہذیب [illegible] کو [illegible] وہ مضبوط [illegible] ہے [illegible] اضمحلال [illegible] کمزوری [illegible] اور کمزوری سے مرعوبیت پیدا ہوتی ہے، اور جس قوم سے مرعوبیت ہوتی ہے اس کی نقل ہونے لگتی ہے کہ دوسروں [illegible] اور [illegible] اپنے اوپر [illegible] ہیں کہ اس طرح سے دوسرے بھی مرعوب ہوں گے۔

[illegible] سوسائٹی کے [illegible] خواہشات کے [illegible] کی بات نہیں ہوتی کا [illegible] پارٹیاں [illegible] مزاج اور [illegible] کے [illegible] کیا۔ مولانا حالی مرحوم نے [illegible] کی ابتدا ہی سے متاثر ہو کر فرمایا تھا کہ ــــ

جب کسی قوم کو [illegible] پاتا ہوں میں کہتا ہوں کر دیکھئے اب کیا ہوتا ہے

اسلام نے [illegible] سوسائٹی کی بنیاد اعمال صالح پر رکھی ہے [illegible] کی [illegible] سوسائٹی کی بنیاد [illegible] اور دولت پر رکھی گئی ہے آج جو دولتمند [illegible] سوسائٹی کی [illegible] ہوتے ہیں [illegible] حالت بدل جانے پر [illegible] سوسائٹی کے قابل نہیں رہتے اور منہ چھپائے پھرتے ہیں۔

جب تک [illegible] کی عزت [illegible] ہے، اعمال صالح پیدا ہی نہیں ہو سکتے [illegible] کر دیا ہے [illegible] کی [illegible] سوسائٹی کا [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] ہو سکتا ہے؟

[illegible]

[illegible] کانفرنس [illegible]

[illegible]

[illegible] سوسائٹی [illegible] تہذیب [illegible] بجائے [illegible] کا احساس [illegible] تہذیب [illegible] تہذیب [illegible] جہاز [illegible] کی [illegible] کو [illegible] اور [illegible]

محمد عبدالغفار انجری

موسم کی تبدیلی

بہار، راتوں پہ آ رہی ہے ہوائیں نغمے [illegible]
کہیں سے برسی ہوئی گھٹاؤں کا [illegible]
فضا کے عالم بدل رہی ہے، قریب رخصت ہے گرم موسم
ستاروں کی خواب [illegible] ہیں [illegible]
نکلنے کو ہے جحیم گرما کی [illegible] کاری کا اب [illegible]
کہ مغربی سمت سے ہوائیں نقاب [illegible]
عروس فطرت کی وہ نگاہیں، کبھی برستا تھا قہر جن سے
ادائے رحم و کرم سے اپنی، زمانے کا دل [illegible]
بہار کا ماں فصل گرما پہ چھا رہی ہے خزاں کی [illegible]
مگر وہ کلیاں ہیں فصل سرما کی، ناز سے مسکرا رہی ہیں
ستاروں کا نور بڑھ چلا ہے، خلاؤں میں روشنی ہوا ہے
فضا میں کرنوں کے رقص [illegible]
شروع کی [illegible] شبنم نے گلشنوں میں [illegible]
فضا کے دامن میں [illegible] کلیاں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] ذرے [illegible] چمن بن گیا

ہم سری کا نور کے سودا پہاڑوں کو ہوا

دشت جس سے رو کش بزم خوباں بن گیا

ذرہ ذرہ خاک کا خورشید تاباں بن گیا

خورشید آرا بیگم (ناگپور)

آتش زدہ پہاڑ کو دیکھ کر

[illegible] بہ کہسار کے بکھرے ہوئے

[illegible] کے جنگل اور بن نکھرے ہوئے

وادیوں کا منظرِ خاموش ایسا دل نشیں

نیند میں ہو مسکراتی جس طرح کوئی حسیں

[illegible] ہے چیرتی سینہ پہاڑوں کا شرین

[illegible] جنگل کی راحت۔ بہتی ندیوں کا چین

ناگہاں دیکھا چمن پھولا ہوا گلنار کا

طوقِ زرّیں در گلو ہے سلسلہ کہسار کا

[illegible] میں گھاٹیاں محصور یا ٹوٹی کمند

[illegible] مرجان میں پھنسے ہیں پائے اشجار بلند

کوہ پر پھولی نئے انداز سے رنگیں شفق

ہیں پریشاں غم کی خونیں داستاں کے یا ورق

سوزشیں عریاں ہوئی ہیں سینۂ کہسار کی

خونچکاں آنکھیں ہیں یا مریخ آتش بار کی

کھیلتی ہیں سرخیاں مہتاب کی آغوش میں

دیوتا دوزخ کا ہے یا انتقامی جوش میں

[illegible] پہ بل کھاتا ہوا یا جا رہا ہے سرخ ناگ

یا خس و خاشاک میں آلاپتے ققنس کے راگ

رنگ لائی ہے کسی مظلوم بیوہ کی دعا

جل رہی ہے یا کسی ناکام الفت کی چتا

یا شراب ناب کے دریا میں طوفاں آگیا

یا [illegible] جنگل میں کوئی گل بہ داماں آگیا

آزادی

کیا محکوم قوموں کے سینوں میں دل نہیں ہوتے، یا ان میں آرزوئے آزادی نہیں ہوتی؟ کیا مسموم فضاؤں میں سانس لینا ان کے [illegible] تقدیر [illegible] ہے۔ یاد ہے تم نے کہ تم میں زندگی اُن کے لئے [illegible] ہے نہیں تو! اے آزاد کہلانے والی ہستیو! تم اپنی آزادی کے بے جا اور بے محل دعوے کیوں کرتی ہو؟ اور کس لئے؟

جب تک روئے زمین پر ایک ذی روح ہستی بھی شکارِ غلامی ہے اور [illegible] خزاں۔ جب تک اس کے جذبات کچلے جائیں گے اور آرزوئیں مجروح و حسرت زدہ رہیں گی۔

تب تک تمہیں بھی اس امر کا استحقاق نہیں کہ آزادی کے خوش آیند لفظ کو اپنے نام سے منسوب کرو۔ اس خیالِ خام میں مسرور رہو۔

جب تم میں جذبۂ احساس ہی نہ رہا [illegible] جب اوروں کو محکوم بنا کر خود حاکم کہلانے میں تمہیں مسرت محسوس ہو۔ اپنی خواہشات کے لئے مظلوموں کی تمناؤں کو خون [illegible] دینے میں باک نہ ہو۔ اور نہ اُن کی آرزوؤں کی کونپلوں کو جھلسا دینے میں [illegible]!

[illegible] غلاموں سے [illegible] تم آزادی کے [illegible] ہی نہیں کہ [illegible]

[illegible]

[illegible] سے بہن حمیدہ بیگم کا مضمون نظر سے گزرا [illegible] سکتی بات نہیں [illegible] ہے۔ کاش سب تعلیم یافتہ بہنوں کے خیالات ایسے ہی ہوتے۔ لیکن اب تو تہذیب یافتگی اور تعلیم یافتگی کا ثبوت یہ ہے کہ اپنے مذہب، اپنی رسم و رواج اور اپنے طور طریقوں سے نفرت کا اظہار کیا جائے۔

عید کی سویاں، شب برات کے حلوے، رمضان کی افطاری، اور بقر عید کی قربانی اور محرم کا کھچڑا۔ خاص کر فیشن کے دلدادہ طبقہ کا ہدف ملامت بنا ہوا ہے۔ ان رسموں پر سب سے زبردست اور بظاہر معقول اعتراض یہ ہوتا ہے کہ یہ فضول خرچی ہے۔ اور ہماری مفلس قوم اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ اعتراض شروع میں کسی حد تک درست بھی تھا۔ کیونکہ مرفہ الحال طبقہ ایسے موقعوں پر بے پناہ خرچ کرتا تھا۔ اور ان کے دیکھا دیکھی کم حیثیت لوگ بھی ایسے موقعوں پر خرچ کر کے مقروض ہو جاتے تھے۔ لیکن اب تو جو خواتین [illegible] شب برات کے حلوے اور عید کی سویوں کو فضول خرچی کہہ کر ان سے احتراز کرتی ہیں وہ انہی دنوں امپیریل ہوٹل اور جم خانہ کلب میں کاکٹیل پارٹیز پر کئی سو روپیہ خرچ کر دیتی ہیں!!

دوسرا اعتراض میں عموماً یہ سنتی رہتی ہوں کہ اس طرح سے حلوے مانڈے پکا کر روپیہ خرچ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ وہ روپیہ خیرات کر دیا جائے۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ جنہوں نے شب برات محرم وغیرہ رسمیں چھوڑ دی ہیں، ان لوگوں کو کسی موقعہ پر بھی روپیہ خیرات کرتے ہم نے تو آج تک نہ دیکھا۔ دوسرے یہ کہ شب برات کے روز یہی خواتین [illegible] Call کرتی پھرتی ہیں۔ رمضان کی پہلی تاریخ کی [illegible] اور یہ یاد بھی نہیں رہتا کہ آج رمضان کی [illegible] شب [illegible] شرکت کی جاتی ہے۔ [illegible]

کہ اس [illegible]

دوسرا فائدہ یہ کہ گھروں میں ان سے چہل پہل [illegible] اپنے مذہب کی باتیں [illegible] قوم کے تہواروں سے [illegible]

اگر بالفرض [illegible] بھی وہ بات نہیں پیدا ہوتی۔ جو ایک [illegible] سے ہوتی ہے۔ کسی غریب کے ہاتھ اگر آپ ایک روپیہ [illegible] وہ اس ایک روپیے سے چار دن کچھ نہ کچھ کھائے گی [illegible] کہاں ہوگی کہ ایک روپیہ کی مٹھائی خرید کر کھائے [illegible] انسان ہیں۔ ان کا بھی مزے کی چیزیں [illegible] جاتا ہے۔ اسی لئے یہ رسم نکلی تھی کہ تہواروں پر [illegible] پکا کر غریبوں کو کھلا دیا جائے۔ اپنے بچھڑے ہوئے عزیزوں کی [illegible] فاتحہ دلا کر کھانا، موسم کے پھل، اور ایسی چیزیں جو مرنے والے کو [illegible] غریبوں کو کھلا دی جائیں۔ مردے کو یہ چیز نہیں پہنچتی۔ یہ سب [illegible] لیکن کسی مرنے والے کی یاد کی اس سے اچھی صورت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے نام سے غریبوں کو کھلا دیا جائے؟

جیسا کہ بہن حمیدہ بیگم نے لکھا ہے۔ بنگال [illegible] لکھی نہیں ہے جیسی ہندوستان کے دوسرے حصوں میں [illegible] کہ وہاں بھی شب برات کے موقع پر کوئی خاص انتظام نہیں [illegible] ہندوؤں نے تو اس زمانہ میں جب انسانوں کو کھانا نہیں [illegible] دودھ بھر کر دیوتاؤں کے سامنے "بھوگ" دیا۔ لیکن ہم کو یہ [illegible] ہوگی کہ ہمارے ہاں بھی کوئی تہوار تقریب ہوتی ہے جس کے لئے ہمیں بھی سہولت چاہئے!

تقریبیں رسمیں قوم کے خد و خال ہیں۔ انہی سے قوم کی [illegible] کا پتہ چلتا ہے۔ یہ قوم کے زندہ رہنے کا ثبوت ہیں۔ [illegible]

[illegible] کرسی [illegible] ہیں [illegible]

[illegible] جاتے ہیں۔ کرسی پر [illegible]

[illegible] تیار کر لیا جاتا ہے۔ [illegible]

[illegible] نہیں۔ سفید رنگ پر ہر رنگ چڑھ سکتا ہے جب [illegible]

[illegible] جیسا ہے رنگ دیں گے تو دوسری قوم کا رنگ اس پر چڑھ جائے گا۔

نہ صرف مذہبی تہوار، بیکنشادی، مکتب، چھٹی وغیرہ کو ختم [illegible] بلکہ بہنیں شگفتہ تیس سال سے فضول خرچی کا الزام سراسر بے جا تھا۔ اور میری ناچیز رائے میں ان کو قائم رکھنا چاہئے۔

خود بہن جمیلہ بیگم اور دوسری صاحب قلم خواتین خصوصاً [illegible] صاحبہ جیسی صائب رائے خاتون سے التماس کرتی ہوں کہ وہ اس موضوع پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کریں۔

شائستہ اختر سہروردی

انتظار

چمن میں ٹہلتے ہوئے میں نے ایک ٹہنی سے چند پتے توڑ لئے۔
انہیں ہتھیلی پر رکھ کر سوچ رہا ہوں۔
اس پودے کو میں نے پالا تھا۔ ایک مدت کی کوشش کے بعد
لیکن اب پتے میری ہتھیلی پر ہیں۔
وہ ٹہنی پھر بہار میں ہی آشنائے خزاں ہو گئی۔
کوئی طاقت نہیں جو ان پتوں کو واپس پھر ٹہنی پر لگا دے
اور ٹہنی کی بہار واپس پھیر دے۔ میں خود بھی ایسا نہیں کر سکتا۔
مجھے ندامت محسوس ہو رہی ہے۔
لیکن اب یہ پشیمانی بے سود۔ ہاں اگر ٹہنی سلامت رہے
تو شاید اگلی بہار میں نئے پتے نکل آئیں۔
ہاں! تو پھر اگلی بہار کا انتظار کرنا ہوگا۔

پروین فرح عباس احمد

[illegible] سے منظم [illegible] اور اب ترقی [illegible]

[illegible] کی طرح منظم کر سکا ہے یا اقتصادی [illegible] لیکن اگر اب نہیں کیا گیا تو [illegible] کرنے کے بعد [illegible] ہندوستان میں [illegible] کی وجہ سے ہر چیز گراں ہوتی جا رہی ہے۔ اگر اس [illegible] سے کام نہیں لیا گیا تو نہ صرف [illegible] ہندوستان کی بہتری اور بہبودی کے لئے ہی نہیں، اقتصادی [illegible] لازم ہے کہ لڑائی کی پیدا کردہ [illegible] لڑائی کی پیدا کردہ [illegible] کے زمانہ میں کام آئیں۔

ہر ملک میں بعد از جنگ معاشی تعمیر کا کام بہت بڑے پیمانہ پر شروع ہو چکا ہے۔ ہندوستان میں بھی اس کی ابتدا ہو چکی ہے۔ لیکن اس کو کامیاب بنانا ہمارا کام ہے۔ جنگ آئی اور اب ختم ہو رہی ہے مسلمانوں نے اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھایا۔ جنگ ہی اقتصادی بہتری کا موقع تھی ہے لیکن ہم اس سے بے خبر اس کی طرف سے بے پرواہ رہے۔ اب بعد از جنگ جو مواقع ملیں گے ان سے بھی اگر فائدہ نہیں اٹھایا تو خدا ہی جانے ہمارا کیا حشر ہوگا۔ صرف اپنی اقتصادی کمزوری کو اچھی طرح سمجھ کر اور اس کو دور کرنے کی پوری کوشش کرنے سے ہی ہماری ہستی کا دارومدار ہے۔ آجکل کی دنیا اقتصادیات کی بنیاد پر [illegible] اس کی طرف سے غفلت [illegible] خودکشی کے مترادف ہے۔ [illegible] بعد از جنگ کا کام ہم ابھی سے شروع کر سکتے ہیں۔ [illegible] آسان طریقہ ہے کہ لڑکوں کو [illegible] شروع کریں [illegible] جنگ کے بعد [illegible] بہت زیادہ مقدار میں ضرورت ہوگی۔

[illegible] کریں گے۔ ان [illegible]

[illegible]

[illegible] سہروردی

عورتیں اور مطالعۂ قرآن

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ
الم - یہ وہ کتاب ہے جس (کے کتاب خدا ہونے) میں کچھ شک نہیں ہے، یہ پرہیزگاروں کی
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
رہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ تم پر (اے رسول)
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ
اور تم سے پہلے نازل کیا گیا ہو اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہی آخرت کا بھی
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۗ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ
یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر قائم ہیں
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
اور یہی لوگ اپنی دلی مراد پائیں گے

پروردگارِ عالم نے جب کوئی نبی یا رسول کسی جگہ پیدا کیا تو اس پر وحی یعنی خدا کا کلام اس کی مادری زبان میں نازل کیا گیا تاکہ وہاں کے لوگ اُسے پوری طرح سمجھ کر اُس پر عامل ہوں۔ توریت اور انجیل جو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئیں۔ عبرانی میں تھیں۔ جو اُن کی اور اُن کی قوموں کی مادری زبان ہے۔ ہمارے نبی محمد مصطفیٰؐ عرب تھے ان پر جو کلام الٰہی نازل کیا گیا وہ ان کی زبان عربی میں تھا۔ عربی دنیا کی سب سے زیادہ فصیح و بلیغ، جامع اور وسیع زبان ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔ عرب زمانۂ جہالت میں بھی اپنی فصاحت و بلاغت میں دور دور مشہور تھے۔ اگرچہ کلام پاک عربی میں نازل ہوا۔ مگر انسان اور خدا کے کلام کا فرق اس میں موجود ہے۔ عرب کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر اور عالم اس کو سُن کر محوِ حیرت ہو کر رہ گئے۔ اور اس سے مرعوب ہو کر (معاذ اللہ) رسول اللہ کو کوئی جادوگر یا بہت بڑا شاعر سمجھنے لگے۔ خدا نے کلام پاک میں اسے ثابت کرنے کی خود یہ دلیل پیش کی کہ اگر تم اسے انسان کا کلام سمجھتے ہو تو اس جیسی صرف ایک چھوٹی سی سورۃ بنا لاؤ۔ لیکن آنحضرتؐ کے زمانہ سے لے کر آج تک وہ بڑے بڑے عالم اور شاعر جن کی دُنیا میں دھوم تھی۔ ایک سورۃ تو کیا ایک فقرہ بھی کلام خدا کے جوڑ کا نہ بنا سکے۔ اس سے بڑھ کر قرآن شریف کے خدا کا کلام ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کلام الٰہی ہی تھا جس نے انسان کے دل کی گہرائیوں میں پہنچ کر اپنا اثر دکھایا اور اُسے حق و باطل میں تمیز کرنا آیا۔

وہ کیا مبارک زمانہ تھا۔ جب ہر ایک کی زبان پر کلام الٰہی جاری رہتا تھا۔ جو بات دریافت طلب ہو، جس چیز کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہو۔ قرآن سے معلوم کر لی جاتی تھی۔ عالم و فاضل کا کیا ذکر عوام اور جاہل سے جاہل کے بھی قرآن پاک صرف زبان ہی پر نہیں جاری رہتا تھا بلکہ دل پر بھی نقش ہوتا تھا۔ اس کو پڑھتے سنتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ صرف مرد ہی نہیں عورتیں بھی قرآن کی عالم ہوتی تھیں اور اکثر کو قرآن پاک پر پورا عبور حاصل ہوتا تھا۔ یہی وجہ تو تھی کہ عرب کی اس جاہل اور وحشی قوم نے جس کی حالت پہلے دنیا کی سب قوموں سے ابتر تھی، تھوڑے عرصے کے اندر نہ صرف دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں بلکہ دنیا والوں کے دل بھی مسخر کر لیے تھے۔ رسول اللہؐ نے وقت رحلت فرمایا تھا کہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن، دوسرے میرے اہل بیت اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو کبھی راہ راست سے نہ بھٹکو گے" اہل بیت کو اس لیے کہا تھا کہ وہ قرآن شریف کی روح اور اصلیت کو سمجھنے والے تھے۔ اور خوبی سے دوسروں کو سمجھا سکتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے قرآن پاک کی تعلیم براہ راست آنحضرتؐ سے پائی تھی۔ جناب فاطمہ زہراؑ کو قرآن مجید پر پورا پورا عبور حاصل تھا اور ہمیشہ کلام اللہ ان کی زبان پر جاری رہتا تھا۔ چکی پیستیں تو کلام پاک پڑھتی جاتیں اور بچوں کو لوری دیتیں تو قرآن کی آیتیں لحن کے ساتھ پڑھتیں۔

رابعہ بصری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کئی سال تک سوا کلام پاک کے کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالا۔ ہر سوال کا جواب اور ہر سوال کلام پاک کی بامو قعہ آیت پڑھ کر کرتی تھیں۔

لیکن جب کسی قوم کے زوال کا زمانہ آتا ہے تو وہ سب سے پہلے اپنے مذہب کی روح، اس کی اصلی اور سچی تعلیم سے غافل ہوتا ہے۔ وہ مذہب کو رسم و رواج اور چند ملاؤں اور مذہبی ارکان کا مجموعہ

غریب عقیدوں کا گورکھ دھندا بنا دیتا ہے۔ اور اپنی اصلی زندگی میں مذہب کی تعلیم اور احکام کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ خود کلام پاک میں بار بار ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے کسی قوم یا کسی شخص کو تباہ و برباد نہیں کیا۔ جب تک کہ وہ خود تباہی کی طرف نہ گیا ہو۔ یہی حالت مسلمانوں کی ہوئی خصوصاً ہم ہندوستانیوں کی۔ عربی جو ہماری مذہبی زبان تھی ہم نے چھوڑ دی۔ اور جب کلام پاک کی زبان سے بیگانہ ہو گئے تو بھلا کلام اللہ کیسے سمجھتے؟ عربی پڑھنا صرف مولوی ملاؤں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ مولوی کوئی محض عربی پڑھ لینے سے فرشتے تو بن نہیں جاتے؟ جب انہوں نے دیکھا کہ عام لوگ کلام خدا کو سمجھنے کی استعداد ہی نہیں رکھتے تو کلام خدا سے من مانے مطلب نکالے اور جو حکم چاہے مردوں اور عورتوں پر لگائے۔

قرآن کی تعلیم نہ پانے، اس سے بے خبر رہنے اور سمجھ کر نہ پڑھنے سے سب سے زیادہ نقصان ہم عورتوں کو پہنچا۔ مرد مولویوں نے قرآن اور حدیث کے سچے اور جھوٹے حوالے دے دے کر عورتوں کا جانوروں سے بھی بدتر درجہ کر دیا۔ جو چاہا قال اللہ قال الرسول کہہ کر منوا لیا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ایک معمولی بڑھیا نے خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کو اس بات پر کہ وہ نماز کے بعد خطبے میں لوگوں کو بڑے بڑے مہر باندھنے سے منع کر رہے تھے، یہ کہہ کر روک دیا کہ "اے عمرؓ جو حق ہمیں خدا اور رسولؐ نے دیا ہے تم اُس سے ہمیں محروم نہیں کر سکتے۔" اور حضرت عمرؓ نے فوراً اس کی بات تسلیم کر لی تھی۔ ایک یہ زمانہ آیا کہ معمولی سے معمولی جاہل آدمی بھی عورتوں پر جو چاہے سختیاں کرے۔ بندشیں لگائے لیکن وہ دم نہیں مار سکتی۔ اُسے یہ کہہ کر خاموش کر دیا جاتا ہے کہ تیری زندگی کا مقصد ہی یہ ہے کہ تو مرد کی باندی بن کر رہ۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ علم حاصل کرنا کُل مردوں اور کُل عورتوں پر فرض کیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں کیا حالت ہے کہ مرد تو خیر جھوٹی سچی تعلیم حاصل کر بھی لیں لیکن عورتوں کے لئے اس کے حاصل کرنے کے دروازے بند اور ذرائع مسدود۔ بس وہ بچے پیدا کئے جائیں، شوہر کی خدمت اور جا بے جا احکام، بدمزاجی، بدزبانی کے بعد یا مظلومی اور بے بسی سے بجا لاتی رہیں۔ گویا یہ ہے عورت کی تخلیق کا مقصد (اس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ نئے زمانے کی اکثر لڑکیاں ہر قسم کے اُن فرائض سے جو بحیثیت عورت اُن پر عائد ہوتے ہیں بیگانہ ہوتی جاتی ہیں۔ اور چونکہ مذہبی تعلیم انہیں نہیں ملتی اس لئے وہ ایک غلط قسم کی مغربی تعلیم اور معاشرت کو معراج سمجھنے لگی ہیں)۔

کلام پاک میں ہر جگہ خدا کی عبادت، علم حاصل کرنے کی تاکید، اچھے اور بُرے کاموں کی جزا اور سزا، بندوں اور خدا کے حقوق، غرض ہر قسم کے احکام مردوں اور عورتوں کے لئے ساتھ ساتھ برابر برابر آئے ہیں کہیں یہ نہیں کہا کہ عورت کو جاہل رکھ کر اُس سے صرف مرد کی خدمت لی جائے کہیں اس پر ایسی بندش نہیں لگائی گئی جو اس کے تحصیلِ علم میں رکاوٹ ڈالے۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کے ابتدائی دور میں وہ عالم فاضل خواتین پیدا نہ ہوتیں جن سے بڑے بڑے مرد عالم تک جا کر فیض حاصل کرتے تھے۔ خود رسول اللہؐ کی بیٹی فاطمہ زہراؓ اور بیوی عائشہ صدیقہؓ اتنی بڑی عالم فاضل نہ ہوتیں۔

افسوس ہم مسلمانوں کی حالت پر جن کا نصف حصّہ نہ صرف علم بلکہ بہت سے انسانی حقوق سے محروم ہے۔ اور اس نصف حصہ نے بھی جو بزعم خود اپنے کو عالم فاضل و عاقل سمجھتا ہے احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور قرآن پاک کا مطالعہ چھوڑ دیا ہے۔ آج ہم جھوٹی سچی سُنی سُنائی باتوں کو (جن میں زیادہ تر توہمات اور تعصب اور دوسرے مذہبوں سے لئے ہوئے رسم و رواج ہوتے ہیں) مذہب سمجھتے اور اکثر ان پر بڑے زور شور سے عمل کرتے ہیں یا نئے زمانہ کی تعلیم اور تحریکوں سے متاثر ہو کر سرے سے اپنے مذہب سے بدگمان ہو گئے ہیں۔ اور اگر ظاہر بظاہر نہیں تو دل سے اُسے چھوڑ چکے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے لیکن وہ کلام الٰہی جس میں دنیا بھر کی باتیں احکام، فرائض، حقوق، وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور اپنی دین دنیا کے مسائل کا حل اس کتاب میں نہیں دیکھتے جس میں سب کچھ موجود ہے۔

میں مانتی ہوں کہ اب بھی سینکڑوں ہزاروں مرد اور عورتیں قرآن پڑھتے ہیں۔ مگر ہزاروں میں سے ایک بھی شاید اسے سمجھنے کی چیز جانتا ہو۔ اور اس کے معنی پڑھنے اور غور کرنے کی تکلیف گوارا کرتا ہو۔ قرآن پاک کے نزول کا مقصد اگر اُسے محض طوطے کی طرح رٹ لینا ہوتا۔ یا محض حصولِ برکت کے لئے پڑھنا ہوتا تو تیئیس سال تک ایک ایک دو دو آیات کر کے نازل نہ ہوتا۔ حضور رسولِ مقبولؐ لوگوں کے

جانشین اپنی ساری عمریں اُمت کو قرآن کے سمجھانے اور اس کی تعلیم دینے میں صرف نہ کرتے۔ قرآن پاک کے نزول کا مقصد بہت ارفع اور اعلیٰ ہے۔ قرآن اس لئے ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھا جائے اور پڑھ کر سمجھا جائے۔ خود کلام پاک میں سینکڑوں جگہ واضح اور صاف احکام موجود ہیں۔ کہ یہ خدا کی کتاب ہے۔ جو پڑھنے کے لئے اور عمل کرنے کے لئے، لوگوں کو بُری باتوں سے بچانے اور اچھے کاموں پر آمادہ کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے۔

طوالت کے خوف سے میں قرآن شریف کی اصل عبارت نقل نہیں کرتی بلکہ صرف اس کے ترجمہ پر اکتفا کرتی ہوں۔ سورۂ بقر کی ایک سو اکیسویں آیت ہے۔ "ہم نے کتاب (قرآن) دی ہے وہ لوگ اس کو اس طرح پڑھتے رہتے ہیں جنھیں اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اس سے انکار کرتے ہیں۔ وہی لوگ گھاٹے میں ہیں"

سورۂ اعراف کے شروع ہی میں ہے "(اے رسول) یہ کتاب خدا (قرآن) تم پر اس غرض سے نازل کی گئی ہے تاکہ تم اس کے ذریعے سے لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراؤ۔ اور ایمان داروں کے لئے نصیحت کا باعث ہو"

سورۂ عنکبوت کی اکیاونویں آیت ہے۔ "کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر قرآن نازل کیا جو ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ ایماندار لوگوں کے لئے اس میں خدا کی مہربانی اور نصیحت ہے"

حٰم سجدہ کی شروع ہی کی آیتوں میں ارشاد ہوتا ہے "یہ کتاب رحمٰن و رحیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ یہ وہ کتاب عربی قرآن ہے جس کی آیتیں سمجھدار لوگوں کے واسطے تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہیں۔ (نیکو کاروں کو) خوشخبری دینے والی اور (بدکاروں) کو ڈرانے والی ہے اس پر بھی ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا۔ اور وہ سنتے ہی نہیں"

میں نے صرف چند جگہ سے اس مضمون کی آیتیں لی ہیں ورنہ قرآن میں سینکڑوں جگہ بار بار اس مضمون کو دہرایا گیا ہے کہ قرآن پڑھنے اور عمل کرنے کے لئے ہے۔

میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کی عام طور پر قرآن سے غفلت اور بے پروائی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی مائیں جاہل ہیں۔ وہ یا تو کلام پاک کو پڑھتی ہی نہیں یا پڑھتی ہیں تو سمجھ کر نہیں پڑھتیں۔ اگر ماں کی گود اور جھولے ہی سے بچے کے کان میں قرآن کی آواز پڑے۔ اگر ماں کی آغوش تربیت ہی سے اُسے کلام پاک سمجھایا جائے۔ مگر اس کی ماں قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے والی اور اس پر عمل کرنے والی ہو تو بچپن ہی سے قرآن کی عظمت کا نقش اس کے دل پر بیٹھ جائے گا اور وہ بڑا ہو کر ضرور قرآن پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ جو بچہ ماں کے دودھ کے ساتھ قرآن کی محبت پئے گا اس میں یہ جذبہ ضرور پیدا ہوگا۔

سیرت فرزندہا از اُمہات ‏ ‏ جوہر صدق و صفا از اُمہات

مگر افسوس اس قوم کی حالت پر جس کی عورتیں بھی مذہبی تعلیم سے بیگانہ ہوں۔ عورت زندگی کی طرح مذہب کی بھی امین ہے۔ اگر وہ مذہب کی روح سے بے بہرہ ہوگی تو آئندہ قوم بھی پستی کے گڑھے میں گر جائے گی۔ افسوس کہ ہم عورتوں کو عام تعلیم ہی سے نہیں مذہبی تعلیم سے بھی بیگانہ رکھا گیا۔ بہت کیا تو طوطے کی طرح رٹا کر کلام پاک پڑھا دیا۔ کچھ عرصہ پہلے تک تو یہاں تک کہا جاتا تھا کہ عورتوں کو سورۂ نساء اور سورۂ نور نہیں پڑھانا چاہئے۔ آپ سمجھیں ان سورتوں کے پڑھنے کی خاص طور پر کیوں مخالفت تھی۔ اس لئے کہ ان میں خاص طور پر عورتوں کے متعلق احکام ہیں۔ ان کے حقوق اور فرائض کا مفصل ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ان باتوں سے بے خبر رکھنا چاہئے ورنہ وہ کا ہے کو مردوں کی دھونس سہیں گی۔ یہ کہہ کر ان کا منہ نہ بند کر دیں گی کہ خدا نے ہمیں بھی انسان بنایا اور تمام انسانی حقوق دیئے ہیں۔ افسوس ان بزرگوں نے یہ نہ سوچا کہ وہ عورت کی جہالت یعنی ماں کی جہالت ساری قوم کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل دے گی۔

میری بہنو! ہم نے کلام پاک کو سمجھنا چھوڑ کر اپنے پر بڑا ظلم کیا۔ جس کی تلافی ہمیں فوراً کرنی چاہئے۔ قرآن کے مطالعہ سے انسان کو کیا کچھ معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ صرف اُسے پڑھ کر ہی جان سکتا ہے۔ وہ کون سی بات ہے۔ جو اس میں موجود نہیں۔ خدا اور بندوں (دین اور دنیا)، اگلوں اور پچھلوں، سب کے متعلق مفصل معلومات موجود ہیں۔ مذہبی، معاشرتی، سیاسی، سماجی مسائل کا حل اس میں دیا گیا۔ مذہب کی اصل روح سمجھنے میں کامیاب

ہونے کا اصلی گُر یہ ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ ہم نے قرآن کا مطالعہ چھوڑ کر اپنے نفس پر، اپنی قوم پر، اپنی آیندہ نسل پر، جو ظلم کیا ہے۔ اس کا اندازہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ جب ہم غور اور توجہ سے اسے پڑھیں۔

اگرچہ قرآن شریف کا سمجھنا آسان کام نہیں۔ بڑے بڑے عربی کے عالم بھی اس پر پوری طرح عبور حاصل نہیں کر سکتے۔ اور ہم عورتیں جو سرے سے عربی سے ناواقف ہیں۔ اس کی گہرائیوں کو تو کسی طرح نہیں سمجھ سکتیں۔ لیکن معمولی طور پر اس کے سمجھنے کے لئے ہماری زبان میں جو کلام مجید کے ترجمے ہوئے ہیں۔ وہ بہت مدد دے سکتے ہیں۔ مولوی نذیر احمد، مولوی فرمان علی، اور خواجہ حسن نظامی وغیرہ کے کئے ہوئے ترجمے بہت آسان زبان میں ہیں۔ جنھیں تھوڑی سی کوشش سے معمولی اردو پڑھی ہوئی عورت سمجھ سکتی ہے۔ سب سے بہتر ترجمہ جس میں مختصر تفسیری نوٹ بھی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا ہے۔ اگرچہ ابھی اس کے صرف ساڑھے سترہ پاروں کا ترجمہ ہوا ہے۔ خدا کرے کہ مولانا جلد از جلد باقی ساڑھے بارہ پاروں کا ترجمہ بھی جلدی شائع کریں۔ یہ ہندوستانی مسلمانوں پر اُن کا بڑا احسان ہوگا۔

بہنوں اگر ہم برابر قرآن پاک کا مطالعہ، اس کو سمجھنے کی کوشش اور غور کرنے کی سعی کرتے رہیں اور اس پر عمل کرنے کا بھی تہیہ کر لیں تو ہمارا صرف دین ہی نہیں دنیا بھی، ہم خود ہی نہیں ہماری اولاد یعنی آیندہ نسل بھی جس پر قوم کی زندگی کا دار و مدار ہے۔ سنور جائے گی۔ آج کل کی پڑھی ہوئی ماؤں ہی کی ذمہ داری جہلا ظاہر پرست مذہبی لوگوں پر ہے وہاں ماؤں پر بھی بڑی حد تک عائد ہوتی ہے۔

یہ ایسا مشکل کام نہیں جس سے بہنیں گھبرائیں۔ جس نے معمولی اردو پڑھی ہے۔ وہ اگر غور اور توجہ سے پڑھتی رہیں۔ تو تھوڑے عرصے میں اچھی خاصی طرح قرآن سمجھنے لگیں۔ کلام مجید میں تیس پارے، ۵۵۸ رکوع اور ۶۲۵۰ آیتیں ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ بچوں کی ماؤں اور گھر کا کام کرنے والی بیوی کے لئے روز ایک یا آدھا پارہ (با ترجمہ) پڑھنا مشکل ہے اگر آپ پاؤ پارہ روز پڑھنے کا وقت بھی نہیں نکال سکتیں تو کم سے کم دو رکوع روز ہی پڑھ لیا کیجئے۔ صبح یا ظہر یا مغرب کی نماز کے بعد پندرہ بیس منٹ کا وقت صرف تلاوت کے لئے مخصوص کر دیجئے جس میں گھر کے اور جھگڑے اور دنیاوی مسائل آپ کو پریشان نہ کر سکیں اور آپ پوری توجہ سے یہ بیس پچیس یا تیس منٹ قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے میں صرف کر سکیں۔ کیا ساڑھے تئیس گھنٹے دنیا بھر کے کاموں میں صرف کرنے کے بعد آدھ یا پاؤ گھنٹہ بھی ایک ایسے کام کے لئے نہیں نکالا جا سکتا جس کے کرنے میں دنیا و دین کی بھلائی، بچوں کی بہبودی اور اپنے نفس اور روح، دل اور دماغ کی تسکین اور مسرت حاصل ہوتی ہے؟

اس طرح دو یا ایک رکوع روز پڑھ لیا جائے۔ تو کم از کم سال بھر میں قرآن شریف کا ترجمہ ختم ہو جائے گا۔ اور ہر سال ایک دفعہ پڑھتے رہنے سے بہت کچھ مشق ہو جائے گی اور بہت سی باتیں یاد ہو جائیں گی۔ سال بھر میں پانچ سات قرآن بے سمجھے پڑھنے سے صرف ایک مرتبہ اُسے سمجھ کر پڑھنا بہت زیادہ بہتر ہے۔

میرا مشورہ ان بہنوں کو جو میری اس درخواست پر عمل کریں یہ ہے کہ وہ ایک کاپی بنا لیں۔ اور روزانہ اس میں درج کرتی رہیں کہ آج انہوں نے کتنا پڑھا اور اس میں کیا خاص خاص باتیں تھیں جنہیں خاص خاص باتیں لکھنا مشکل معلوم ہو وہ صرف یہی یادداشت رکھیں کہ انہوں نے کے رکوع پڑھے اس طرح کرنے سے ایک قسم کی پابندی کی عادت ہو جائے گی۔ اور یہ میرا دعویٰ ہے کہ جس بہن کے دل میں طلب حق کا تھوڑا سا جذبہ بھی موجود ہے اگر وہ ایک دفعہ پکا ارادہ کر کے کلام پاک کا بامعنی مطالعہ شروع کر دے تو پھر اُسے خود اتنی دلچسپی اور اس طرف کشش ہو جائے گی کہ خود ہی شوق اور توجہ سے پڑھے گی اور بغیر پڑھے چین نہ آئے گا۔

اگر ہم نے قرآن کو پڑھ کر سمجھنا شروع کر دیا تو پھر اس پر غور بھی کرنا ہوگا اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرنی ہوگی۔ اور اپنے بچوں کو بھی اُسے سمجھانا ہوگا اور اُن کے دل میں قرآن کی عظمت اور اس کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے یہ کام کر لیا تو اپنے سب سے بڑے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے ورنہ اس کا جواب ہمیں خدا کے سامنے دینا ہوگا۔ کہ کیوں ہم مسلمان اور اسلام کے نام لیوا ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود خود بھی قرآن اور مذہب کو سمجھنے کی کوشش نہ کی اور اپنے بچوں کو بھی اس سے بیگانہ رکھا۔ پوری نسل کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوگی۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۔۔۔ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۵ (ترجمہ: خدایا ہمیں نیک توفیق دے) ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو درگزر کر۔ ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈال جسے ہم سہار نہ سکیں ہمارے قصوروں سے درگزر کر اور ہمارے گناہوں کو بخش دے ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے تو ہی ہماری مدد کر۔

صالحہ عابد حسین

روسی بچے

دریائے والگا کے برفانی تودوں پر سے گزر کر اسکول کے چند بچے آ رہے ہیں۔ بازوؤں سے جزدان لٹکائے۔ نیکر اور بوٹ پہنے یہ کریملن کے چھوٹے چھوٹے باشندے خوب قہقہے لگا رہے ہیں۔ ماسکو کی خاموش دیواریں ان کے قہقہوں سے گونج اٹھتی ہیں۔ تیس میل دور جرمن فوجوں کی توپوں کی گرج بھی ان کے پرشور قہقہوں میں ڈوب جاتی ہے۔ لے لو یہ کیا! یکایک سب ایک لائن میں کھڑے ہو گئے۔ سامنے سے فوجی پریڈ کرتے آ رہے ہیں۔ لیفٹ رائیٹ، لیفٹ رائیٹ۔ بچوں کی لائن سے سب سے بڑے لڑکے نے بڑھ کر ان فوجیوں کو سلام کیا۔ ابھی ابھی جہاں ان معصوم چہروں پر مسرت اٹھکھیلیاں کر رہی تھی وہاں اب سنجیدگی اور متانت اڈہ جمائے بیٹھی ہے۔

یہ اپریل ۱۹۴۲ء کا زمانہ تھا جب جرمن فوجیں ماسکو سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر روسی قلعہ بندیوں سے سر پھوڑ رہی تھیں۔ مگر کریملن کے یہ ننھے ہونہار خوب جانتے ہیں کہ یہ جنگ ان کی جنگ ہے۔ اور اس میں انہیں اپنا پارٹ ادا کرنا ہوگا۔ اور یہ ان پر اچھی طرح روشن ہے کہ اب کھیل کود کا نہیں عمل کا زمانہ ہے۔ ننھے منے بچو! عمل کا۔ آؤ ذرا نزدیک آ جاؤ، تمہیں تمہارے بھائی بہنوں کے متعلق کچھ اور سناتی ہوں۔

ہاں! تو یہ بچے عمل کے میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ تم سمجھو گے کہ ان کے نازک کندھوں پر بندوق کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ جنگ میں شامل ہونے کی انہیں ممانعت ہے۔ ان کے کئی کام ہیں اور مختلف۔

بوائے اسکاؤٹ کے نام سے تو تم واقف ہو۔ بالکل اسی طرح روسی بچوں کی بھی ایک انجمن ہے جس کا نام ہے پاؤنیر کور۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کی کوئی وردی نہیں ہوتی۔ اور اس میں لڑکیاں بھی شامل ہو سکتی ہیں۔ جب اسکول بند ہو جاتے ہیں تو پاؤنیر کور کے بچوں کو ان کے علاقے بانٹ دیئے جاتے ہیں۔ "تمہیں یہاں کھیتوں کو پانی دینا ہوگا۔ یہاں گندم کاٹنے ہوں گے۔ ارے ہاں تم کو ان چھوٹے چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کرنی ہوگی۔" تم سوچو گے کہ بچوں کی دیکھ بھال میں کیا تعجب ہے۔ تم نہیں جانتے ہو کہ روس کو اس جنگ میں کن مصائب سے دوچار رہنا پڑا۔ مردوں نے میدان جنگ میں جگہ لی۔ عورتوں نے فیکٹریوں میں۔ اس میں شک نہیں کہ عورتوں اور بچوں نے بھی میدان جنگ میں بہادری کے جوہر دکھائے۔ لیکن بہت سے گھر ایسے تھے۔ جن کے مرد فوج میں ملازم تھے اور عورتیں فیکٹریوں میں۔ یہ عورتیں فیکٹری کو جاتی دفعہ اپنے ننھے بچوں کو نرسری میں چھوڑ جاتی ہیں۔ شام کو آتی دفعہ بچے لے آتی ہیں۔ دن بھر کی تھکی ہوئی ان عورتوں کو گھر کی دیکھ بھال، روٹی پکانے کی مصیبت اور دوسرے گھریلو کام خود ہی کرنے پڑتے ہیں۔ تم خود ہی اندازہ کر لو کہ کس قدر قربانی ہے روسی عورتوں کی اپنے وطن عزیز کی خاطر۔ یاد رکھو پیارے بچو! تمہارے یہاں نوکر چاکر کا سلسلہ کوئی نہیں۔ کیونکہ روس میں عام لوگوں کی [illegible]

تو یہ بچے ایسی بہادر عورتوں کے گھر میں چپکے سے گھس جاتے ہیں۔ لکڑی پھاڑ کر کئی ہفتوں کے لئے تیار رکھ دیتے ہیں۔ اندر اور باہر ہر کمرہ میں جھاڑو دے کر ترتیب سے سجا دیتے ہیں۔ یہ بچے بہت ہوشیار ہیں۔ کیا مجال نیت میں فرق آ جائے۔ علاوہ یہ روٹی اور سبزی بھی تیار رکھتے ہیں۔ تاکہ یہ تھکی ماندی عورت آرام و اطمینان سے کھا سکے۔ روسی عورت گھر پہنچتے ہی فوراً سمجھ جاتی ہے کہ ہو نہ ہو یہ کام پاؤنیر کور ہی کا ہے۔

ان بچوں کی ایک خفیہ انجمن بھی ہے۔ اس کا نام تیمور نامی لڑکے کے نام پر رکھا گیا ہے۔ تیمور ایک لڑکا تھا۔ بالکل تمہارے جیسا۔ لیکن بہت ذہین۔ تمہارے جیسا نہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کا دل کسی کی مصیبت دیکھ کر موم ہو جاتا تھا۔ اور تھا بھی اس قدر دلیر کہ کوئی کام کیسا ہی ہو پل بھر کا بھگت ہے ذرا سی دیر میں ختم کر دے گا۔ اس کے پاس ایک جادو کی چھڑی ہوتی تھی۔ مثلاً تمہیں چولہے کے لئے لکڑی درکار ہے۔ یہ لڑکا چھڑی ہلا دے گا اور کٹی ہوئی لکڑیوں کا دیکھتے ہی دیکھتے انبار لگ جائے گا۔

کچھ بچے ایسے بھی تھے جو جنگ کے ہیبت ناک شعلوں کی لپیٹ میں آ گئے۔ لیکن ان بچوں کے دل ذرا بھر نہیں ڈرے۔ اور کچھ ایک نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے جو قیامت تک اپنی مثال آپ ہوں گے

ان میں ایک لڑکا واسیا نامی خارکوف کے علاقہ میں رہتا تھا۔ نازی سپاہی آئے اور اس کے باپ کو قتل کر گئے۔ اور اس کی ماں کو اٹھا لے گئے۔ واسیا نے بھاگ کر گوریلا دستوں میں شمولیت اختیار کی۔ اور کئی ایک جرمنوں کو ٹھکانے لگایا۔ اور سنیئے گا۔ کرسکہ کے علاقہ میں ایک خوبصورت تالاب تھا۔ اور یہاں روسی بچے نہایا کرتے تھے۔ جرمنوں نے یہ تالاب ڈھونڈھ لیا۔ اور روسی بچوں کو باہر نکال کر خود نہانا شروع کیا۔ ان بچوں کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس تالاب کو شہر سے ایک ہی سڑک آتی تھی۔ ان بچوں نے سانجھ سویرے ہی گراموفون کے ریکارڈ کے کچھ ٹکڑے سڑک کے بیچوں بیچ رکھ دیئے۔ جرمنوں کی بدحواسی دیکھیے۔ وہ اسے ایک قسم کا بم سمجھے نزدیک سے دو تین مشین گنیں لے آئے۔ اور سامنے جھاڑی میں فائر کرنے لگے۔ انہیں خیال تھا کہ ان جھاڑیوں میں اکا دکا روسی دستے چھپے ہونگے۔ تالاب میں چھوٹے چھوٹے بچے ان کی بدحواسی پر خوب ہنستے اور جرمنوں کی سادہ لوحی کا خوب مذاق اڑاتے۔

گوریلا دستے کے ایک روسی لڑکے کو ایک شرارت سوجھی۔ وہ ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اور پتوں میں چھپ کر کوئل کی آواز نکالنے لگا نزدیک ہی کچھ جرمن افسر تھے۔ کوئل کی آواز سن کر یوں سمجھے کہ ان کی رسوائی ہوئی۔ فطرت باغبانی پھر بیدار ہوگئی اور وہ ایک ریکارڈنگ مشین لاکر کوئل کی آواز بھرنے لگے۔ نزدیک چھپے ہوئے روسی دستوں نے ان سب کو بڑی آسانی سے حراست میں لے لیا۔

روسی بچوں میں ایک چودہ سالہ روسی لڑکا نکولوف بہت مشہور ہے۔ اس کا ماں۔ باپ۔ بھائی۔ بہن سب جرمن نوجیوں کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ اور یہ بہادر لڑکا روسی گوریلا دستوں میں آ شامل ہوا۔ چند روسی نامہ نگاروں نے اس سے ملاقات کی۔ نکولوف نے بتایا کہ کس طرح اس نے تن تنہا جرمن لائنوں سے پیچھے چھ جرمن گھوڑ سوار سواروں کے گرفتار کئے۔

"بس کرو مسٹر، ہم کچھ نہیں سننا چاہتے"۔ روسی نامہ نگاروں نے کہا "سنو تو" نکولوف نے کہا۔ "میں نے اکیلے ہی ایک دفعہ چودہ جرمنوں کو سپرد خاک کیا۔ ایک دفعہ ایک مشین گن پر قبضہ بھی کیا۔ بتاؤں کس طرح؟ یوں گھاس میں رینگ کر میں جرمن مشین گن کے پاس پہنچا اور ایک دم اچھل کر دستی بم کا دھماکہ لگایا کہ چلانے والوں کے پرخچے اڑ گئے۔"

جنگی نامہ نگاروں نے اس کی طفلانہ گپوں پر زور سے قہقہہ لگایا۔ چند دنوں کے بعد اس کے کمانڈر سے اس لڑکے کی بابت پوچھا "یہ لڑکا نہایت خاموش کارکن ہے"۔ کمانڈر نے کہا۔

"ہائیں۔ خاموش" نامہ نگاروں نے کہا "ابھی چند دن ہوئے اس نے ہمیں الف لیلے کی قسم کی کئی کہانیاں سنائیں۔ میں نے یہ کیا۔ اور میں نے وہ کیا۔

"لیکن جو کچھ اس نے بتایا" کمانڈر نے کہا "وہ بالکل ٹھیک ہے۔ وہ صرف ریہرسل کر رہا تھا۔ کیونکہ بڑے جنرل کو آنا تھا اور اسے بہادری کا میڈل عطا فرمانا تھا۔ لڑکے کو اس نے کام ایک کاغذ پر لکھ کر دے دیئے اور کہا کہ جو کوئی تمہیں ملے اسے اپنے تمام کارہائے نمایاں سے آگاہ کرنا۔ تاکہ جنرل کی آمد پر تمہارا فطرتی شرمیلا پن کسی طرح بھی تمہاری کارگزاریوں میں رخنہ نہ ڈالے"۔ جنگی نامہ نگار دل ہی دل میں بہت نادم ہوئے۔

پڑھائی میں بھی یہ لڑکے کسی سے پیچھے نہیں۔ چھوٹی ہی عمر میں ریڈیو ہوائی جہاز۔ وائرلیس اور دوسری دقیق سے دقیق سائنس سے مکمل واقفیت حاصل کر لیتے ہیں۔ تم حیران ہوگے یہ سن کر کہ مشہور روسی لڑاکا ہوائی جہاز شٹارموک، ایک ۱۳ سالہ لڑکے کی اختراع بیان کی جا رہی ہے۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ جنگ میں پہلی گولی سچائی کے سینہ میں لگتی ہے کیونکہ حریف مقابل کئی دفعہ جھوٹ کی نشر و اشاعت کرتے ہیں۔ اور دوسری گولی بچوں کی تعلیم کے دل پر لگتی ہے یعنی حالات ہی کچھ ایسے ہو جاتے ہیں کہ ان معصوم بچوں کی تعلیم کی طرف بے توجہی برتی جاتی ہے لیکن روس میں ان کی طرف خاص طور پر توجہ کی جاتی ہے۔

روسی ڈکٹیٹر سٹالن کی دوربین نگاہوں نے دور سے گرد اڑتی دیکھ لی تھی۔ اس نے خاص انتظامات کر رکھے تھے تاکہ سچائی اور بچوں کی تعلیم کسی حالت میں کونہ میں نہ پڑے رہیں یعنی اس وقت جبکہ جرمن فوجیں سر پر آن پہنچی تھیں۔ اسکول برابر کام کرتے رہتے تھے۔

ان روسی بچوں میں بڑے ہو کر کوئی جنرل مارشلیف ہوگا اور کوئی گورکی۔

نرملا دیوی تیواڑی

شہادتِ صفائی

از نیپا — مورخہ ، فروری ۱۸۹۵ء

. . . بارایٹ لا کے نام

جناب عالی

میں اس خط میں اس کہانی کے مکمل واقعات قلم بند کرتا ہوں، جن کا ذکر میں نے گذشتہ خط میں کیا تھا۔ اس سے آپ کو تمام ضروری تفصیلات کا علم ہو جائے گا۔ جو میرے مقدمہ کے لئے لازمی ہیں۔

میرا نام پیری لوئی برانڈ ہے۔ میں گذشتہ دسمبر کو ۲۹ برس کا ہو گیا تھا۔ میں "لی آن" میں پیدا ہوا تھا۔ میری ماں بچپن میں فوت ہو گئی تھی۔ اور میرا باپ جو ایک معمولی دوکاندار تھا۔ میری ماں کے مرنے کے بعد فوت ہو گیا۔ میری شادی شدہ بڑی بہن "لی آن" میں رہتی ہے۔

میرے تعلقات اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ ۱۹ برس کی عمر میں بگڑ چکے تھے۔ میں مختلف فرموں میں بطور کلرک کام کرتا رہا۔ مگر میں درجہ کا کاہل تھا اور ہمیشہ دفتر دیر سے پہنچتا تھا۔ چنانچہ ۱۸۸۳ء سے لے کر ۱۸۸۵ء تک مجھے کوئی ملازمت نہ ملی۔ اور میں گھوڑ دوڑ میں بازیاں لگا کر، اخبارات بیچ کر، اور رسالے فروخت کر کے اپنا پیٹ پالتا رہا۔ پبلسٹی ایجنٹ مجھے کام دینا پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ میرے کپڑے بہت خستہ حالت میں ہوتے تھے۔ اور مجھے اندھیرے منہ اٹھنا پڑتا تھا۔

گھوڑ دوڑ کے سلسلہ میں میں نے دو لڑکوں ہنری بجولیس اور اور ان کی ساتھی اٹھارہ سالہ لڑکی سے واقفیت پیدا کی۔ لڑکی کا نام انہوں نے بلغ رکھا تھا۔ ہنری اور جولیس اردگرد کے مکانوں میں نقب لگایا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے بھی دو نقبوں میں شامل کر لیا۔ میں پھاٹک پر کھڑا چوکیداری کرتا رہا۔ اور سو قدم پرے سڑک کے موڑ پر بلغ کھڑی تھی۔ اور وہ سنتری کو ہنسی مذاق سے بہلا رہی تھی۔

ہنری اور جولیس نے میری خدمات کے عوض میں مجھے بہت تھوڑی رقم دی۔ چنانچہ میں نے اپنا کام الگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جولائی ۱۸۹۴ء سے میں ایک بوسیدہ سے ہوٹل میں قیام پذیر تھا۔ جو بازاری عورتوں اور غنڈوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

۱۸۹۴ء کا مارچ کا مہینہ بہت گرم اور خشک تھا۔ سہ پہر کو میں محلے کی دیکھ بھال اور پڑتال کے لئے دور نکل جاتا۔ اور بعض دفعہ اس قدر تھک جاتا کہ بجائے پیرس واپس آنے کے باہر کسی کھیت میں کسی جھاڑی میں سو جاتا۔

میں کوٹھیوں میں بھیک مانگنے جاتا تھا۔ لیکن اصل میں میرا مطلب ہوتا۔ مکان کے رہنے والوں کی تعداد معلوم کرنا۔ کیونکہ دن بھر پھرتا تھا۔ اس لئے مجھے شام تک بہت سی باسی روٹیاں، اور چاندی کے کئی ایک سکے مل جاتے۔ خوب پیٹ بھر کر کھاتا۔ اور جو کچھ بچ رہتا۔ وہ کتوں اور پرندوں کو دے دیتا۔

ایک سہ پہر کو . . . کے نزدیک ایک بڑھیا نے میرا بڑی اچھی طرح خیر مقدم کیا۔ وہ چھوٹے قد کی مضبوط عورت تھی۔ اور اس کا سر بالوں سے بالکل بے نیاز تھا۔ وہ خیراتی کاموں میں بہت دلچسپی لیتی تھی۔ مجھے بے روزگار سمجھ کر مجھ سے ہمدردی ظاہر کرتی۔ اس نے مجھے ایک ایسی سوسائٹی کا نام بتایا۔ جو بیکار لوگوں کو ملازمتیں ڈھونڈھ کر دینے کے لئے بنائی گئی تھی۔ وہ باورچی خانہ میں بیٹھی میرے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ اور اس کی ملازمہ اپنی مالکہ کی طرح مضبوط اور اس سے بھی چھوٹے قد کی، سبزیاں چھیلنے میں مشغول تھی۔ جب تک وہ خاتون باتیں کرتی رہی، میری آنکھیں باورچی خانہ کا جائزہ لیتی رہیں۔ دروازے کی کنڈی کوئی نہ تھی۔ باغیچہ کی دیوار بہت چھوٹی تھی۔ اور اردگرد کے مکانات غیر آباد تھے۔

میں نے فوراً عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تین بجے میں وہاں سے چل پڑا اور شام کے سات بجے کے قریب پیرس جا پہنچا۔ ہوٹل پہنچ کر میں سیدھا مالکہ کے پاس گیا۔ اور اس سے ایک موم بتی مانگی۔ اور اسے بتایا کہ میں سونے جا رہا ہوں۔

میں ۸½ بجے تک اپنے کمرہ میں رہا۔ میں نے اپنی میز کی دراز میں سے وہ دونوں ہتھیار نکالے۔ جو ہنری نے مجھے دیئے تھے اور جن کا استعمال ایک دن اس نے میرے کمرہ کے قفل پر کر کے دکھایا تھا۔

ٹھیک ۸½ بجے میں نیچے اتر گیا۔ مجھے علم تھا کہ مالکہ اور ملازم ہوٹل اس وقت کھانا کھانے کے کمروں میں گئے ہوں گے۔ اور اس طرح میں بے روک ٹوک باہر نکل جاؤں گا۔ میں نے اپنے جائے مقصود پیدل جانے

کا ہی ارادہ کیا تھا۔ مبادا کہ شرین پر مجھے کوئی پہچان لے لیکن اب میری صفائی کی شہادت مکمل ہو چکی تھی۔ اور دو گھنٹے پیدل چلنا مجھے مشکل معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے میں ۹ بجے کی ٹرین سے روانہ ہو گیا۔

میں ساڑھے دس بجے اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ نیچے کی منزل کی ایک کھڑکی میں روشنی آ رہی ہے۔ خادمہ ابھی تک باورچی خانہ میں تھی۔ اور مالکہ اپنی خوابگاہ میں۔ میں ٹہلتے ٹہلتے دور نکل گیا۔ واپسی پر میں نے دیکھا کہ مالکہ کی خوابگاہ ابھی تک روشن تھی۔ اور خادمہ کے کمرہ میں بھی بتی جل رہی تھی۔ میں چند لمحوں کے لئے پھر وہاں سے کھسک گیا۔ اور ساڑھے گیارہ بجے واپس آیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ مالکہ کچھ پڑھ رہی ہے۔ روشنی اس کے کمرہ کی کھڑکی سے چھن چھن کر آ رہی تھی۔ البتہ خادمہ کے کمرہ میں گھپ اندھیرا چھایا تھا۔ اسی طرح ساڑھے بارہ بج گئے۔ میری آنکھیں گھڑی پر جمی تھیں۔ کیا روشنی رات بھر یونہی رہے گی؟ اور میری زندگی اسی طرح غیر دلچسپ اور مفلسی کی۔

مجھے یقین ہو چلا تھا کہ روشنی رات بھر یوں ہی رہے گی۔ اور اب گھنٹے کو ایک بجاتے ہوئے سننے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور میری آنکھیں مکان پر لگی ہوئی تھیں کہ یکایک روشنی گل ہو گئی۔

میں نے دس منٹ اور انتظار کیا۔ بڑھیا کو سونے کا وقت دینا ضروری تھا۔ آخر کار میں دیوار پر چڑھا۔ اور وہاں سے اور آہستہ سے اتر کر باغ میں داخل ہو گیا۔

میرے بوسیدہ بوٹوں کے تلوں سے بالکل کوئی آواز نہ نکلی۔ میں سامنے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اور اپنے زنگ آلودہ اوزاروں سے قفل کھولنے لگا۔ دروازہ جلدی کھل گیا۔ اور میں چھوٹی سی گیلری میں داخل ہو گیا۔ جہاں سے سیڑھیاں دوسری منزل کو جاتی تھیں۔

میں نے اپنا کوٹ اور واسکٹ اتار ڈالی۔ پھر میں نے موم بتی کا وہ ٹکڑا جلایا۔ جو میں اپنی جیب میں ڈال لایا تھا۔ میں نے اپنے بائیں ہاتھ میں لیا۔ میرے دوسرے ہاتھ میں کھلا چاقو تھا۔

میں نے سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے کسی کی آواز سنی۔ یہ مالکہ اپنی خادمہ کو کہہ رہی تھی "جین کیا یہ تم ہو؟" میں نے جواب دیا "ہاں" میرا خیال تھا کہ اس طرح اس کی تسلی ہو جائے گی۔ اور وہ سو جائے گی۔ لیکن کیا وہ جین کے اتنی رات گئے نیچے جانے سے ڈر گئی تھی میں نے موم بتی گل کر دی۔ اور سیڑھیوں کا جنگلہ پکڑ کر ساکت کھڑا ہو گیا۔

یک لخت سیڑھیاں بقعۂ نور بن گئیں۔ اور بڑھیا اپنے کمرے کی دہلیز پر کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں شمع تھی۔ اور شب خوابی کا لباس پہنے تھی۔ میں ایک قدم آگے بڑھا۔ اور بغیر دیکھے وار کیا۔ بڑھیا زمین پر گر پڑی اور اس کے منہ سے دردناک چیخ نکلی۔ موم بتی اس کے ہاتھ سے گر کر بجھ گئی۔ میں ابھی موم بتی کا ٹکڑا اندھیرے میں ڈھونڈھ رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اور مدھم سی روشنی دوسری منزل کی سیڑھیوں پر ظاہر ہوئی۔ میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ بڑھیا کی خادمہ میری طرف آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا لیمپ تھا جس کی روشنی میرے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میرا چہرہ زرد ہو رہا ہے۔ اور پسینہ سے شرابور۔

خادمہ پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے مجھے یقیناً پہچان لیا تھا۔ اس وقت بھی اس کا خوش خلق چہرہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس نے لیمپ زمین پر رکھ دیا۔ میں نے چاقو سے اس پر وار کیا۔ اور وہ ایک آواز نکالے بغیر زمین پر گر پڑی۔ میں نے اس کا لیمپ اٹھا لیا۔ اور اس کے جسم پر سے پھلانگتے ہوئے مالکہ کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

کمرے میں ایک بکس پڑا تھا۔ میں نے اس کا تالا توڑ ڈالا۔ اس کی درازوں میں سے مجھے بہت سی نقدی ملی۔ کچھ زیورات بھی پڑے تھے۔ لیکن ان کو لے جانا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے میں نے نقدی پر اکتفا کی۔ اس وقت بڑھیا کراہی۔ میں نے اپنا چاقو کہاں رکھ دیا تھا۔ اسے ڈھونڈنے کے لئے میں نے ارد گرد نظر ڈالی۔ چھوٹی گول میز پر ایک خنجر پڑا تھا۔ جس کے خوبصورت دستے میں چمکتے ہوئے قیمتی پتھر جڑے تھے۔ میں نے اٹھا لیا۔ اور بڑھیا کے جگر میں گھونپ دیا۔

خنجر کا پھل میں نے قالیچہ پر رگڑ کر صاف کر لیا۔ اور اسے جیب میں ڈال لیا۔ میں آہستہ آہستہ سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا۔ نیچے اتر کر میں نے لیمپ بجھا دیا۔ اپنی واسکٹ اور کوٹ پہنا۔ اور گھر کا دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا۔

دھیمی دھیمی ہوا چل رہی تھی۔ سڑک ابھی تک سنسان پڑی تھی۔ میں دیوار پر چڑھا۔ اور اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ اس وقت ۲ بجے تھے۔ پہلی ٹرین پیرس کو سوا پانچ بجے جاتی تھی۔ دوسرا اسٹیشن چار میل پر تھا۔ میں نے وہاں سے ٹرین پکڑنے کا ارادہ کر لیا۔ اس طرح میں پولیس کو بھی دھوکا دے سکتا تھا۔

چلتے چلتے میری نظر اپنی پتلون پر پڑی، تو مجھے ایک چھوٹا سا خون کا دھبہ دکھائی دیا۔ کوٹ اور واسکٹ کے بٹن کھولے تو قمیص پر بھی خون کے دھبے نظر پڑے ۔ ۔ یہ کیا! ۔ ۔ لیکن مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہ کیا جا سکتا تھا۔ مالکہ ہوٹل نے مجھے اپنی آنکھوں سے سونے کے لئے کمرہ میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور اب ۔ ۔ ٹھیک نو بجے واپس ہوٹل پہنچ جاؤں گا۔ کوئی مجھے واپس آتے ہوئے نہ دیکھ سکے گا یہ وقت مالکہ کے بازار میں خرید و فروخت کے لئے جانے کا تھا۔ ۔ مرد اپنے کاموں کو جا چکے ہوں گے۔ اور عورتیں ابھی تک بچھونوں میں ہوں گی۔ مجھے یقین تھا۔ کہ مجھ پر شبہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ تھی، میرے دانت بج رہے تھے۔ یقیناً یہ سردی کی وجہ تھی! جیسے ہی میں نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا۔ تو میری انگلیاں خنجر کے دستہ کے ساتھ ٹکرائیں۔ وہ خنجر جس سے میں نے بڑھیا کو ختم کیا تھا۔ مجھے اس کی اچھی قیمت وصول نہ ہو سکے گی۔ اس لئے بہتر یہی تھا کہ اسے پھینک دیا جائے۔ اسٹیشن کے پاس ایک غیر آباد کنواں نظر آیا۔ اس میں خنجر پھینک دیا۔

میں نے حساب لگایا کہ مجھے اس رات کیا وصول ہوا؟ ۱۵۰۰ روپیہ! نقب زنوں سے علیحدگی نے میرے لئے کامیابی کا راستہ کھول دیا تھا۔ ۔ ۔ میرا دل اپنی کامیابی پر اس قدر مطمئن تھا کہ میں راستہ میں سو گیا جب آنکھ کھلی تو ساڑھے چھ بج چکے تھے منزل مقصود پر پہنچ کر سب سے پہلے میں نے ایک نان بائی کی دکان پر جا کر کچھ کھایا پیا۔ پھر میں نے ایک دکان سے اپنے لئے سلی سلائی قمیص خریدی۔ تاکہ خون آلودہ قمیص بدل سکوں۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے ایک ناول بھی خریدا تھا۔

میرا ارادہ دن بھر بچھونے پر لیٹنے اور آرام کرنے کا تھا۔ نقب لگانے اور قتل کرنے سے میرا مقصد یہی تھا کہ مجھے روزی کمانے کے لئے کسی قسم کی مشقت نہ کرنی پڑے۔ اور میں آرام سے زندگی گزار سکوں۔ لیکن اب جبکہ میرے پاس ایک چھوٹا سا خزانہ تھا۔ تو مجھے کفایت شعاری کا خیال آیا۔ اور دوسرے ہی دن نوکری ڈھونڈنے کا ارادہ کر لیا۔

ان ہی خیالات میں غرق، میں اپنے ہوٹل کے نزدیک جا پہنچا جو کچھ میں نے دیکھا اس نے میرے اوسان خطا کر دیئے۔ سڑک پہ آدمی ہوٹل کے سامنے کھڑے تھے۔ سپاہی بھی موجود تھے۔ طرح طرح کے خیالات بجلی کی سی سرعت سے میرے دماغ میں آنے لگے۔ غالباً ٹیلیفون کے ذریعہ ان کو اطلاع دی گئی ہو گی۔ اور اب وہ مجھے حراست میں لینے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ ۔ ۔ اب میں قانون کی زد سے نہ بچ سکوں گا۔ میں نے اپنے قدم پیچھے کی طرف موڑ دیئے اور بھاگنے کی ٹھانی۔ اتنے میں ایک پستہ قد آدمی جو براؤن سوٹ اور فلیٹ ہیٹ پہنے ہوئے تھا۔ میرے سامنے آ موجود ہوا۔ "کیا تمہارا نام پیری برانڈ ہے؟" اس نے دریافت کیا۔ میں خاموش کھڑا رہا۔ "میں تمہیں حراست میں لیتا ہوں" اس نے یہ کہتے ہوئے دو سپاہیوں کو اشارہ کیا جنہوں نے میرے بازو پکڑ لئے۔

وہ مجھے ہوٹل کے دروازہ پر لے گئے۔ پولیس نے ہجوم کو راستہ سے ہٹا دیا۔ میں لوگوں کے شور و غل میں داخل ہوا۔ وہ پولیس انسپکٹر تھا۔ جس نے مجھے گرفتار کیا تھا میں اس قدر حواس باختہ ہو رہا تھا کہ اب تک میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا تھا۔ وہ مجھے دوسری منزل پر لے گیا اور ایک کمرہ میں دھکیل دیا۔ ایک نوجوان عورت کی لاش زمین پر پڑی تھی۔ اس وقت میرے احساسات کیا تھے۔ میں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ میرے خیالات کی کھچڑی سی پک رہی تھی میں اپنے آپ کو خواب کی دنیا میں دیکھ رہا تھا۔ یہ لاش، وہ لاش تھی! یہ جرم میں نے سرزد نہ کیا تھا! میں حیران و پریشان کھڑا تھا۔ یک لخت میرے منہ سے نکلا "آپ نے مجھے کیوں گرفتار کیا ہے اور یہ عورت کون ہے؟"

ایک شخص جس کی لمبی سی ڈاڑھی تھی۔ کمرے میں کھڑا تھا۔ اس نے نئی قمیص کا پیکٹ میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور پھر میری تلاشی لی گئی۔ انہیں پندرہ سو کی رقم ملی۔ قمیص پر خون کے دھبے بھی موجود تھے۔ چنانچہ رپورٹ سپرنٹنڈنٹ کو اور مجھے حوالات میں پہنچا دیا گیا۔

مقدمہ کی کارروائی کے دوران میں مجھے اس جرم کی تفصیلات معلوم ہوئیں۔ آدھی رات کے وقت مالکہ ہوٹل نے دوسری منزل کے ایک کمرہ میں شور و غل کی آوازیں سنیں۔ پھر کوئی نیچے اترتا اور باہر نکلتا معلوم ہوا۔ چیخوں کی آوازیں سننے پر مالکہ نے ملازم کو اوپر بھیجا۔ تو اس نے دیکھا کہ ایک عورت کی لاش زمین پر پڑی ہے اور درازیں الٹی پلٹی پڑی ہیں۔

مالکہ ہوٹل نے مجھے اپنی آنکھوں سے کمرہ میں جاتے دیکھا تھا

بد قسمتی سے ہوٹل میں سب کو معلوم تھا کہ میں ہنری لقب نن کا دوست ہوں۔ چنانچہ پبلک کو یقین ہو گیا تھا کہ میں ہی اصل قاتل ہوں۔ اور میرا حلیہ پولیس والوں کو بتا دیا گیا تھا۔ اکثر اوقات خونی جائے قیام پر آتا ہے۔ اسی امید پر پولیس میرا انتظار ہوٹل کے دروازہ پر کر رہی تھی۔

مجسٹریٹ کے سامنے میں نے اقبالِ جرم سے انکار کیا لیکن وہ چیز جو میرے پاس سے برآمد ہوا۔ اور میری قمیص پر جو خون کے دھبے پائے گئے۔ وہ میرے خلاف زبردست ثبوت تھے۔ جب مجسٹریٹ نے پوچھا "اگر تم قتل کی رات کو ہوٹل میں نہ تھے تو کہاں تھے۔ ثابت کرو۔" تو پھر میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ میں اُسے کس طرح بتا سکتا تھا کہ اسی رات کو میں اسی وقت پیرس سے ۹ میل کے فاصلہ پر میں دو اور عورتوں کو قتل کر رہا تھا۔

وہ جرم جس کا مجرم میں ٹھیرایا جاتا تھا۔ اس کی پبلک نے کوئی خاص پرواہ نہ کی لیکن وہ جرم جس کا میں حقیقت میں مرتکب تھا۔ بہت ہی سنسنی خیز ثابت ہوا۔ مقتولہ عورت ایک مشہور و معروف بت ساز کی بیوہ تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا۔ کہ خادمہ جانبر ہو گئی تھی۔ اس نے ہوش میں آتے ہی میرا پورا پورا حلیہ بتا دیا تھا۔ اور پولیس نے میری تلاش میں دنیا کا کونہ کونہ چھان مارا تھا۔ ۔۔ سوائے جیل کے۔

میں عدالت میں پیش ہوا۔ اور کیونکہ میں صفائی کا کوئی گواہ پیش نہ کر سکا۔ اس لئے مجھے مجرم قرار دیا گیا۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا بھی کہ میں جرم کا اقبال کروں۔ لیکن پھر میں خاموش ہو رہا۔ میری خاموشی یا میرا بولنا مجھے ایک ہی راستہ پر لے جا سکتا تھا۔

میں یہ خط آپ کو دنیا کے بڑے جیل سے لکھ رہا ہوں۔ جہاں میں گیارہ برس سے قید ہوں۔ چال چلن اچھا ہونے کی وجہ سے مجھے کلرکی کا کام دیا گیا ہے۔ میں یہاں ناخوش نہیں ہوں۔ لیکن پھر بھی فرانس واپس لوٹنے کے لئے میرا دل بیتاب ہے۔ قانون بھی اب مجھے اس بات کا حق دلاتا ہے۔ اور میں اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ میں جس جرم کی سزا پا رہا ہوں۔ اس کا مجرم نہیں ہوں۔ اور میں قتل کی رات کو پیرس سے ۹ میل کے فاصلہ پر ایک اور قتل کر رہا تھا۔ خادمہ ابھی زندہ ہے۔ اور وہ مجھے شناخت کرے گی۔ اور خنجر کنوئیں سے اب بھی نکالا جا سکتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی بیگناہی کا ثبوت دے سکتا ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ کوئی راستہ میرے مقدمہ میں دیکھیں گے۔ اور مجھے بواپسی ڈاک اطلاع دیں گے۔ میں ہوں آپ کا خادم 'پیری لوئی براؤن' سنٹرل جیل نوبیلہ (ترجمہ) سید طفیل احمد

پیغامِ عمل

ہر شامِ غم ہے صبحِ منور لئے ہوئے
ہر دامنِ خزاں ہے گلِ تر لئے ہوئے

آ محفلِ عمل میں بصد شان و افتخار
ہر اک قدم پہ فتحِ سکندر لئے ہوئے

تا چند قصرِ ظلم چراغاں رہے گا اٹھ
ہر اک نفس میں تندیٔ صرصر لئے ہوئے

آ سر سے کارزار میں باندھے ہوئے کفن
عزمِ حسینؑ و جرأتِ حیدرؑ لئے ہوئے

تا چند یہ وبالِ یہ عہدِ ستم گری
اٹھ دل میں انتقام کا محشر لئے ہوئے

اٹھ قوم کی ہلاکتِ خونی سے قبل، اٹھ
عزمِ زوالِ عہدِ ستمگر لئے ہوئے

صفیہ شمیم ملیح آبادی

اُمید

وہ بچہ راج دلارا ہے جو ماں کی آنکھ کا تارا ہے
قدرت نے اس کو نکھارا ہے فطرت نے اس کو سنوارا ہے

وہ گود میں پل کر بڑھتا ہے یا اک سانچے میں ڈھلتا ہے
کس پیار سے ماں کو تکتا ہے جب گھٹنوں کے بل چلتا ہے

ہے باپ کا دل اس پر صدقے سو جان سے ماں اس پر واری
رہ رہ کے یہ آس لگاتے ہیں کب مکتب کی ہو تیاری

اُمید ہے یہ گھر والوں کو جس دم یہ جواں ہو جائے گا
کنبے میں عزت پائے گا ہر گھر کو یہ بنائے گا

وہ بے کس قابلِ عبرت ہے جو رنج اٹھائے غربت میں
ہو پیچھے قافلے والوں سے اور بھٹکے راہ مصیبت میں

رفتار بتاتی ہے اس کی اُمید سے تسکیں پائے گا
وہ شام کے ہوتے منزل پر گر پڑ کے پہنچ ہی جائے گا

گمراہ نہ ہوں بھولے بھٹکے، امید شعاعِ ماہ بنے
ہمت سے کانٹا پھول بنے ہر ذرہ چراغِ راہ بنے

اُمید سے ہیں زندہ ارماں اُمید سے دنیا قائم ہے
اُمید کی رنگا رنگی سے گلشن کا سراپا قائم ہے

اُمید ہے ایسی پھلواری جس میں نہ گزر ہو صرصر کا
اُمید ہے اک ایسا دریا جس میں ہے خزانہ گوہر کا

سے ٹکرا کر بھی چور چور ہو گا۔ جو پتھر آئینہ سے ٹکرائے تب بھی آئینہ ہی چور چور ہو گا۔ عقل جذبات کی غلام ہے۔ اور ہمیشہ رہے گی۔ دل اور عقل کی جنگ جب ہوئی، دل ہی کی جیت رہی۔ شاعری ان ہی جزئیات کی تکمیل ہے اس کے قصیدے درباری رنیا، ہمت و قدردانی کے لئے ہیں عیش و عشرت کا پھل، معاشرتی نقطۂ نظر سے امن و امان کے دور دورہ کا نچوڑ، مثنوی اس کی بڑی صبر آزما صنف ہے کئی دن لیتی ہے بعض وقت کئی سال ختم ہو جاتے ہیں۔ مثنوی مولانا روم کو فارسی زبان کا قرآن کہا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور شاعری کی معراج کیا ہو گی۔ غزل جو ہنگامے برپا کرتی ہے۔ اس کے اظہار کے لئے شاعر کی ہی زبان چاہئے۔ میرا تخیل عاجز و ناکارہ ہے۔

ایک اچھا شاعر خدائے سخن کہلاتا ہے۔ چنانچہ عام طور پر غالبؔ میر کے لئے یہ لقب مستعمل ہیں۔ کلام کا ظاہری پہلو الفاظ اور معنوی پہلو خیال ہوتا ہے۔ تخیل ایک ذہنی عمل کا پیام ہے۔ شاعر ایک فنکار ہوتا ہے۔ وہ اپنے تخیل کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ بلکہ الفاظ کی خوبصورت بندشوں میں اس کو جکڑ لیتا ہے۔ اس کے بول سننی خیز ہو جاتے ہیں جن کے سننے سے روح وجد کرنے لگتی ہے۔ سر جھومنے لگتا ہے۔ انسان پہ ایک سرور سا طاری ہو جاتا ہے

وہ شئے لطیف جس کو زندگی سے معنون کرتے ہیں، دولت و امارت کا دوسرا نام نہیں، بلکہ محبت اور صرف محبت ہے۔ شاعر اس لطیف و شریف جذبہ کی روحانی تعلیم دیتا ہے، ورنہ اگر یہ نہ ہو تو پھر سے

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

جو انقلاب شاعری برپا کرتی ہے، اس کی خبر صرف دل کو ہوتی ہے۔ روح جھومنے لگتی ہے۔ تصور میں دنیا رنگین و جاذب نظر بن جاتی ہے۔

غالب کے بعد اس جولانگاہ کا کوئی کھلاڑی نہ رہا۔ شاعری صرف جذبات کی نقالی رہ گئی۔ اقبال نے قدم بڑھائے۔ اس نے اپنی مستقل راہ سے بہت چھپے ہوئے سراغ پائے۔ عرفان کے راستہ پہ بے تکان ان کا سمند تخیل دوڑنے لگا۔ اور پھر اس اپنی منزل مقصود کو پہنچنے سے پہلے، اور بہت پہلے اس جہاں کا کارفرما ہی چل گیا۔ اقبال و حالی کے بتائے ہوئے راستے، نیز اکبر کی پگڈنڈیوں کی طرح بیل بیہ سیاہ "ادب" چلنے لگا۔ غالب کے دبستان کا خوف گرم اب ان کے سر کا سہرا ہو گیا۔ نیز غالب ہم سے بہت پہلے معاشرت کے اس ناسور کو دیکھ گیا ہے سے

دیوار بار منت مزدور سے ہے خم
اے خانماں خراب نہ احساں اٹھائیے

غالب ایک محسوس کرنے کی چیز ہے۔ محسوسات بتانے کے نہیں ہوتے۔ وہ اسرار حیات کا ترجمان ہے۔ غرض شاعری کیا ہے؟ اس کا جواب آسان نہیں۔ سینٹ آگسٹن نے اس کا جواب ایک دلفریب پیرایہ میں دیا ہے۔ وہ کہتا ہے: "اگر مجھ سے نہ پوچھو تو مجھے معلوم ہے، اور اگر پوچھو تو میں جانتا نہیں"۔ کارلائل کے نقطۂ خیال سے "شاعری ایک موسیقانہ خیال ہے"۔ شیلے کا نظریہ ہے کہ "یہ قوت متخیلہ کا انکشاف ہے"۔

شاعری درد جگر ہے۔ درد سر نہیں۔ یہ دلوں میں سوز پیدا کرتی ہے۔ یقین و عمل کی بے چینی سی ہم محسوس کرتے ہیں۔ شریف و اعلیٰ کردار ہیں اس کے مطالعہ سے ملتے ہیں۔ تخیل کو بلند پرواز بناتی ہے۔ اچھے نصب العین کی ترغیب دلاتی ہے۔ اور آگے چل کر یہ بتانا کہ حقیقت میں شاعری کیا ہے؟ اس کو پہلے تو سمجھا نہیں آیا۔ اور جو کچھ بھی اب تک سمجھ میں آیا، اس کو سمجھانا نہیں آیا۔

جہاں بانو

(بقیہ صفحہ ۲۲۴)

اور ہماری ہر حرکت پہ معبود حقیقی کی نظر ہے۔ ہمارے دلوں کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی وہ بخوبی جان رہا ہے۔ تو ہم کس طرح عبادت میں کوتاہی اور بے دلی کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔

دراصل یہ چند سطور لکھنے کا محرک کسی بہن کا استفسار ہے۔ موصوفہ کے لئے یہی نسخہ کافی ہے۔ کہ وہ خلوص نیت کے ساتھ قوت ارادی سے دل پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور یہ سوچ لیں کہ میں اس وقت خدا کے سامنے کھڑی ہوں۔ ہر لفظ اور ہر آیت کو پوری ادائیگی کے ساتھ توجہ سے پڑھنے کی کوشش کریں۔ یکسوئی تنہائی اور خاموشی میں چند روز یہ مشق کیجئے۔ قوت ارادی کے ذریعے دل پر قابو پا لینے کے بعد بیکار خیالات نماز میں ہرگز حائل نہ ہوں گے۔

سیدہ اشرف

جدید تعلیم یافتہ عورت

تمہید عورت کی جدید تعلیم و ترقی کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اتنا کہ اگر ان تمام مضامین کو یک جا جمع کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ اس سلسلہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ بدیں وجہ چند باتیں جو میرے ذہن و دماغ میں ہیں۔ ان کو پیش کرنا، میں سمجھتا ہوں کہ خالی از فائدہ نہیں۔

عورت کی ترقی ہندوستانی عورت جو جدید تعلیم کی طرف سرعت کے ساتھ قدم بڑھا رہی ہے، کیا ملک و قوم کے لئے ترقی کا ذریعہ بن سکتی ہے؟ اور کیا اس سے ازدواجی زندگی کی مسرتیں اور برکتیں حاصل کی جا سکتی ہیں؟ میری رائے میں یہ دونوں باتیں نصیب نہیں ہو سکتیں۔ مگر اس سے قبل کہ میں اپنی رائے کے اثبات میں کچھ لکھوں پہلے ترقی کا معیار اور ازدواجیات کا مفہوم متعین کر دینا چاہتا ہوں۔

ترقی کا معیار میرے نزدیک ترقی کا معیار خاندان و قوم کی خدمت اور اخلاق انسانی کو بلند کرنا ہے اور ازدواجیات کا مفہوم زن و شو کی رواداری، بچوں کی پرورش، اور گھر کا رکھ رکھاؤ ہے۔ اس کے بعد ہمیں غور کرنا چاہئے کہ کیا جدید تعلیم یافتہ عورت اس معیار پر پوری اتر رہی ہے؟ اس کا جواب بہت لوگ نفی میں دیں گے۔ اور بعض اثبات میں دیں گے۔ لیکن حقیقت سورج کی طرح روشن ہے۔ کہ ہماری عورت عام طور پر دونوں باتوں سے محروم ہے اور اس محرومی کا سبب اندھی تقلید ہے۔ یہ تقلید احساس کمتری کی بنیاد پر قائم ہے تعلیم سے میری مراد متوسط اور اعلیٰ تعلیم ہے۔

متوسط تعلیم کا نتیجہ متوسط درجہ کی تعلیم یافتہ عورت کم و بیش دس فیصدی ازدواجی زندگی میں کامیاب ہو گی۔ لیکن ترقی کے معیار سے بینا بلد ہے۔ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ عورت شاذ و نادر باتوں سے منزلوں دور ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے ذاتی مذہب میں عشقیات کو مذہبیات پر ترجیح دی جاتی ہے۔ حالانکہ ازدواجیات ہی انسانیت کو بلند ترین کرتا ہے۔

معاشرتی ترقی اس میں شک نہیں کہ معاشرتی ترقی میں

ہندوستان کے صاحب بہادر کی عورت یورپین عورت کو شرمندہ کرنے لگی ہے۔ اگر یقین نہیں آتا تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر دیکھ لیجئے ممکن ہے کہ ایک سطحی نظر رکھنے والا یہ کہہ دے کہ ابھی یہاں کی عورت کی ترقی کا ابتدا ہے۔ آیندہ چل کر یہ ٹھوس ترقی کی طرف بھی مائل ہو جائے گی۔ اس جواب سے اتنا تو معلوم ہی ہو جائے گا کہ صحیح معنوں میں ابھی عورت نے ترقی نہیں کی۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کی اس روک تھام میں ہمارے ہندوستانی صاحب بہادر کا ہاتھ ہے۔ جو نہیں چاہتا کہ اس کو اپنی تفریح طبع کے سوا کسی اور کام کا رکھے۔ آپ نے کٹھ پتلیوں کا تماشہ کبھی دیکھا ہو گا۔ ہمارا صاحب بہادر اپنی عورت کے ساتھ یہی کر رہا ہے اور غریب عورت اسی کو اپنی حقیقی آزادی و ترقی سمجھ کر خوش ہے اور مگن ہے۔ اس کو نہیں معلوم کہ اس کا صاحب اس کو اپنی تفریح اور صرف تفریح کا آلہ کار بنا رہا ہے۔

ہندوستانی صاحب بہادر تعلیم کا کورس کون تیار کرتا ہے؟ صاحب بہادر۔ پس جب صاحب اور میم صاحب کا کورس ایک ہی قسم کا ہو گا۔ تو کیا اس میں شک کی گنجائش ہے کہ عورت میں بھی مردانہ جذبات عود نہ کر آئیں گے؟ آپ عورت کو انجنیری اور ملٹری کی تعلیم عمومیت کے ساتھ کیوں نہیں دیتے صرف اس لئے کہ عورت نازک ہے۔ اور مرد کی طرح ان کاموں کو انجام نہیں دے سکتی۔ جب یہ صورت ہے تو پھر مردانہ کورس عورت کے لئے کیوں مفید سمجھ لیا گیا ہے۔

مخلوط تعلیم غیر فطری ہے یہ ظاہر ہے کہ عورت فی نفسہٖ فطرتاً کمزور، نازک مزاج و نفیس طبع پیدا ہوئی ہے اس واسطے اس کا کورس بھی ایسا ہو جو جمالیات سے متعلق ہو مخلوط تعلیم کا میں صرف اس لئے مخالف نہیں کہ اس میں نسوانیت کو ہر وقت خطرہ ہے بلکہ اس لئے کہ مرد و عورت کا ایک ہی قسم کا کورس نسوانی فطرت کے قطعاً خلاف ہے۔ لہٰذا شعبۂ تعلیم کے ذمہ دار حضرات اس نکتہ پر نظر ثانی کریں یعنی عورت کا کورس علاحدہ اس کی تعلیم کا انتظام

بالکل الگ ہو۔ اس کے تمام مدارس، تمام شفاخانے، اور تمام صنعت گاہیں جداگانہ ہوں، اور اس میں مرد کا کوئی دخل نہ ہو۔

ہندوستانی میم صاحب

ہندوستانی صاحب بہادر کو یہ نہیں معلوم کہ یورپ نے جب اپنی عورت کو میم صاحب بنایا تو اس نے انسانی سوسائٹی کی کتنی خوبیاں، اور کتنی قیود کو توڑ کر، اخلاق سوزی کے کتنے اور کیسے کیسے نظریئے پیش کئے جو عقل سے دور اور جذبات سے قریب تر تھے۔ اور جو انسانی بلندی کو پست سے پست ترین کرنے والے تھے۔ آج کے جدید تعلیم یافتہ کا منتہائے نظر اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کی عورت میم صاحب کہلائی جائے لیکن اس کو جاننا چاہیئے کہ میم صاحب بننے کے لئے کن کن صفات کی ضرورت ہے؟ اور اس لقب کو حاصل کرنے کے لئے قدم قدم اور انچ انچ پر کیسے کیسے جال بچھے اور کیسی کیسی خوبصورت کمندیں پڑی رہتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ عورت بھی مرد کی طرح آزاد ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ فطرت کے کسی عطیہ سے اسے محروم کر دیا جائے۔ لیکن آزادی ایک حد تک ہو سکتی ہے! کیا یہ ایشیائی تہذیب کے لئے کلنک کا ٹیکہ نہیں کہ ہندوستانی میم صاحب اپنے انتہائی بناؤ سنگھار کے ساتھ اپنی نازک گردنوں میں مختلف چیزوں کے خوانچے لٹکائے۔ تبسم خفی کے ساتھ خوانچے میں سے ایک چیز اٹھا کر، اور اپنے بے حیا صاحب بہادر پر غیر محسوس طور پر لعنت پڑھ کر غیر مردوں کے ہجوم میں اجنبیوں سے یہ نہیں کہتی پھرتی کہ "اس کو خرید لیجئے"۔

صاحب بہادر نمائشیں قائم کراتا ہے۔ اور میم صاحب مختلف قسم کی اشیاء کی دوکانیں قائم و آراستہ کر کے نمائش حسن کرتی ہیں پھر یہ سب کچھ آرٹ اور فن کے تحت نہیں ہوتا۔ بلکہ فریب فن کے ماتحت ذاتی مفاد کے لئے۔ باوجود اس کے عورت سمجھتی ہے کہ مجھ سے زیادہ آزاد کون ہے؟ لیکن جب اس کے درجہ کی کسی انگریز میم صاحب سے مقابلہ ہوتا ہے۔ تو ہندوستانی میم کو اونٹ اور پہاڑ کی مثال یاد آجاتی ہے۔ اور باوجود اس کے کہ ہندوستانی میم صاحب معاشری ترقی میں انگریزی میم صاحب سے ایک قدم آگے ہی ہے لیکن جب مقابلہ پر دونوں ہوتی ہیں، تو ایک طرف احساس کمتری، اور دوسری طرف احساس برتری کیوں ہوتا ہے؟ اس کا جواب ہندوستانی میم ہی دے سکتی ہے؟

یہاں تک زیادہ حصہ تو متوسط درجہ کی تعلیم یافتہ کے متعلق تھا مگر اب کچھ حال اعلیٰ تعلیم یافتہ عورت کا بھی سن لیجئے۔

اعلیٰ التعلیم کا نتیجہ

چند ایسی مثالیں نظر آئیں، جو ازدواجی زندگی کی قائل نہیں۔ یہ دستور ان کی دنیا میں پرانا ہو چکا۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر عورت مرد سے محبت نہ کرے تو کیا کسی جانور سے کرے جنسی محبت کا درجہ ازدواجی زندگی سے کہیں برتر و بالا ہے۔ اور قانون فطرت کے مطابق ہے فطرت نے مرد و عورت کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے۔ جوڑے سے مراد ایک مرد اور ایک عورت ہے، یہ جوڑا مستقل ہو یا غیر مستقل، اس جوڑے سے جو بچے ہوں گے صحیح معنی میں وہی آزاد ہوں گے۔ روس کی مثال موجود ہے۔ مذہب کے تحت جو دو بول پڑھا کر ایک مرد عورت کو پابند کر دیا جاتا ہے، ان کے بچے بھی غلامی کی زنجیروں میں پابند ہوتے ہیں، اور آزادی کو پسند نہیں کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ اس سیلاب کو روکنا بہت مشکل ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے ہو کر رہے گا۔ تاہم پروپیگنڈا اور پیہم اشاعت بڑے سے بڑے سیلاب کو اگر روک نہیں سکتا تو حد بندی کر کے پانی کے بہاؤ کا رخ بدل سکتا ہے۔ بریں بنا ایک بات پیش کر دینا۔ چاہتا ہوں۔ اگرچہ یہ بات بھی پرانی اور فرسودہ ہو چکی ہے، تاہم کافی ترمیم کے بعد پیش کرنا شاید نتیجہ خیز ثابت ہو۔

نصاب تعلیم الگ ہونا چاہیئے

پہلی بات تو یہ ہے کہ مرد و عورت کا کورس بالکل الگ الگ ہونا چاہیئے کیونکہ جب فطرت نے دونوں کی ساخت میں نمایاں فرق رکھا ہے تو لامحالہ دونوں کے کام بھی جداگانہ ہونے چاہئیں۔ ایسا کرنا عین فطرت انسانی کے مطابق، اور قانون فطرت کے موافق ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ یورپ کی شاہراہ ترقی سے ہندوستان کی شاہراہ الگ ہو جائے اور یہی اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ عورت چونکہ بذات خود کمزور، نازک طبع، نفیس مزاج پیدا ہوئی ہے، اور یہ مذہب سے جلد تر اور زیادہ تر متاثر ہونے والی طبیعت رکھتی ہے۔ (مذہب سے میری مراد موجودہ توہم پرستی نہیں ہے، بلکہ وہ جو آدمی کو انسان اور انسانیت کو بلند کرنے کا سبق دیتا ہے) پس اس کا تمام کورس جمالیات سے متعلق ہونا چاہیئے۔ اس کے تمام مدارس تمام شفاخانے، اور تمام صنعت گاہیں مرد سے بالکل الگ ہوں۔

اس سے قبل میں کسی مضمون میں زنانہ کورس کے متعلق لکھ چکا ہوں لیکن وہ اجمالی طور پر تھا۔ اور ذیل کا کورس کچھ وضاحت کے ساتھ درج کرتا ہوں۔ اس میں ترمیم کا ہر سمجھ دار کو ہر حق ہے، اس پر عملدرآمد کرنے کا، اگرچہ وقت کا کچھ حصہ نکل چکا ہے، تاہم ابھی کافی وقت ہے بشرطیکہ خداوندانِ نصاب تیار کنندگان اس پر کافی و فوری توجہ مبذول فرمالیں۔

ابتدائی تعلیم لڑکی کو ۱۰ سال کی عمر سے تعلیم دی جائے۔ اس شعبہ کی کتابیں، مبادیاتِ مذہب، اور ایشیائی تربیت سے متعلق ہوں۔ وہ کتابیں ہوں جو شرافتِ نفس، خودداری و خوداعتمادی پیدا کر سکیں، کشیدہ کاری، باغبانی، ڈرائنگ اور خانہ داری کا سلیقہ سکھایا جائے، رواداری کا سبق دیا جائے۔ اور موسیقی کے مبادیات پڑھائے جائیں۔ اس شعبہ کی مدت تعلیم چار سال رکھی جائے۔

ثانوی تعلیم اس شعبہ میں وہ کتابیں ہوں جو مساواتِ انسانی سے متعلق ہوں۔ وہ تاریخ ہو جو تعصب سے پاک ہو۔ فنِ کتابت، فنِ نقاشی، اور فنِ موسیقی سکھایا جائے، خانہ داری کے اصول، اور اقتصادیات پڑھایا جائے۔

چرخہ، ٹینس، بیڈمنٹن اور ہلکی قسم کی ورزش سکھائی جائے۔ نشانہ بازی اور مرہم پٹی کا کام بتایا جائے۔ اس شعبہ کی تعلیم کے لئے بھی چار سال ضروری ہیں۔

اعلیٰ تعلیم ڈاکٹری کی تعلیم کا صرف وہ حصہ پڑھایا جائے جو امراضِ نسوانی سے اور بچوں کی بیماریوں سے متعلق ہو۔ فلسفۂ نفسیات فلسفۂ اخلاقیات۔ کچھ حصہ ریاضی، اور دنیا کے جغرافیہ کا بتایا جائے۔ ٹیلی گراف، ٹیلی وژن، ٹیلی فون، ٹائپ اور پائلٹ کا کام سکھایا جائے۔ معلمی، اور خفیہ محکمہ کا درس دیا جائے۔ اس شعبہ کی تعلیم کی تکمیل کے لئے بھی چار سال ہونے چاہئیں۔

جنسی مساوات پس اگر عورت کے شعبۂ تعلیم کو مرد کی درسگاہوں سے الگ نہ کیا گیا۔ اور اس کو ایشیائی تربیت کے مخصوص اصول سے بے خبر رکھا گیا۔ تو ہندوستان کی عورتیں میں صحیح آزادی کا جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ صحیح آزادی کیا ہے یہ کہ جنسی احترام پیشِ نظر رکھتے ہوئے، دونوں کے اندر یہ جذبہ کارفرما ہو کہ جس طرح مرد وطن کی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح عورت گھر کی حفاظت کرے اور دونوں کی حفاظت کے درجے برابر کے سمجھے جائیں۔ جس طرح مرد کے دماغ میں یہ خیال ہے کہ میں بیوی بچوں کی پرورش کا ذمہ دار ہوں اور یہ پرورش میرا فرض ہے۔ اسی طرح عورت اپنے خاوند کے جذبات کی پرورش کو اپنا حق سمجھے۔ شوہر کی اطاعت کرنا بُرا فعل نہیں، گھر کا کام کاج کرنا معیوب نہیں۔ بشرطیکہ اطاعت کرنے کو لونڈی کا کام نہ سمجھا جائے جو حُسنِ سلوک کے جذبہ کے تحت ہو، اور خانہ داری کو ماتحتی نہیں بلکہ ملک کی حفاظت کے برابر سمجھا جائے۔ یعنی بچوں کی پرورش تربیت اور حفاظت یقیناً وطن کی حفاظت سے کم نہیں ہے۔ دونوں کو حاکم و محکومی کا جذبہ دماغوں سے نکال دینا چاہئے، اور مساوات کو اعلیٰ و برتر سمجھنا چاہئے کہ حاکم و محکومی کا خیال ہی انتقامی جذبہ پیدا کرتا ہے اور کرتا چلا جائے گا تاآنکہ ناگوار صورت پیدا نہ ہو جائے۔

عورت کی تربیت جدید تعلیم نے عورت پر اور اس کی نسائیت پر ہر طرف سے حملہ کر دیا ہے۔ اس کی نسوانی فطرت اس درجہ زخمی ہو چکی ہے کہ بظاہر اب اس سے جانبر ہونے کی امید نہیں ہے۔ مرد سے اس کا تعلق صرف جذباتی کھیل کی صورت میں ہے، اسی کو یہ محبت کہتی ہے۔ اس کو نہیں معلوم کہ یہ محبت جوانی کے مختصر وقفے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ اور بارہا اس سے پہلے مرد عورت کے دل و دماغ اور اس کی نفسیات کا مطالعہ نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی ظاہر دلکشی و رعنائی پر مرمٹتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے، کہ اس کو نسوانی عزت کی تعلیم نہیں دی جاتی۔

میری رائے میں ایشیائی تربیت کی اس درجہ ضرورت ہے جس درجہ تعلیم کی۔ اگر تعلیم کے ساتھ ساتھ یہاں کی تربیت نہ دی گئی تو وہ زمانہ سامنے ہوگا۔ جب یہ منزل بالکل ہٹی ہوئی نظر آئے گی۔ مخصوص ایشیائی تربیت کے ساتھ اگر مفید یورپین تربیت کے اجزا بھی شامل رہیں تو نتیجہ امید افزا ہوگا۔

مذہب جدید تعلیم یافتہ مرد ہو یا عورت، مذہب کا نام آتے ہی زہر خندہ ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ بیباک ہو کر کہتا ہے کہ مذہب سے زیادہ کوئی چیز لغو و بے بنیاد نہیں، یہ کہتے وقت اس کی نظر موجودہ مذاہب کے رویوں پر ہوتی ہے جو توہم پرستی کے مترادف ہے، جو یقیناً دینی و دنیاوی ترقی میں حائل ہے بلکہ جو سراسر سنجیدہ دماغوں کو بھی بغاوت پر آمادہ کرتی ہے۔

اگر اس گروہ کی نظر میں مذہب پیدا ہوتا یا ہو جاتے۔ تو یقیناً یہ مذہب سے کبھی منحرف و باغی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بانیانِ مذہب نے ہمیشہ آدم کی اولاد کو یہی سبق دیا ہے کہ نیک کام کرو۔ اور بُرے کاموں کو چھوڑ دو۔ ہمیشہ انہوں نے انسانیت کو بلند کرنے کا درس دیا ہے، یہاں تک کہ اگر ان کا وجود نہ ہوتا۔ تو آدمی کو انسان بننا نصیب نہ ہوتا۔ اور یہ یہ دنیا کا سب سے بڑا خونخوار جانور رہتا۔

اس پہ کہا جائے گا کہ آج سے زیادہ خونخواری دنیا کی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ پھر یہ کہ کیا اہلِ مذاہب نے انسانوں کے خون سے ہولی نہیں کھیلی؟ وہ کونسا مذہب ہے جس نے اپنی اشاعت کے لئے خون نہیں بہایا؟ یہ اعتراض لاجواب کر دینے والا تو نظر آتا ہے اور ہمیشہ مذہبی آدمی نے اس کا ایک ہی جواب دیا ہے کہ بانیانِ مذاہب کی جنگ اور ان کا خون بہانا اکثر صداقت پر مبنی تھا۔ اگرچہ اس جواب سے تسکین نہیں ہوتی۔ لیکن اول تو یہاں جنگ و جدال سے بحث نہیں۔ بلکہ انسانیت کو بلند کرنے سے بحث ہے۔ ایک انسان جو عام انسانوں سے مافوق ہو، اور اگر وہ انسانیت کے شرف کو دس طرح بتقاضا سے بالا و برتر کرتا ہو تو سمجھ لیجئے۔ کہ ایک طریقہ بتانے میں اس سے لغزش ہوئی ہے پس اس ایک طریقہ پر آپ بذاتِ خود عمل کریں۔ یہ کیا ہے کہ ایک طریقہ سے بددل ہو کر آپ مذاہب کے تمام طریقوں کو ٹھکرا دیں؟ یہاں یہ کہنا پڑے گا۔ اور کہہ دینا چاہئے کہ آپ محض نفس پرستی سے مغلوب ہو کر وہ عمل کر رہے ہیں۔ جس میں نہ صرف عورت کی ذلت و توہین ہے۔ بلکہ انسانیت کی کھلی ہوئی پستی اور شکست ہے۔

ایک ازدواجی مسئلہ ہی کو لے لیجئے۔ کہ اگر بانیانِ مذاہب ازدواجیات کا سبق نہ دیتے، تو پھر انسان میں اور بکرے، بھینسے اور بیل میں کیا فرق رہ جاتا۔ اور حیوان و انسان میں کیسے اور کیوں کر امتیاز کیا جاتا؟

امام اکبر آبادی

قوّتِ ارادی

ارادے کی قوت ایک ایسی زبردست چیز ہے جو انسان کے لئے ایک مشکل ترین امر کو آسان اور سہل انجام بنا کر اس سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت اور مقابلہ کی طاقت کا جذبہ عطا کرتی ہے۔ اس قوتِ ارادی کے زور سے بسا اوقات انسان زندگی کے میدان کی دشوار گزار اور اہم ترین گھاٹیوں کو عبور کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، جو اس اہم ترین جذبہ کو بروئے کار لانے یا اس کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ وہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے معاملات کو بھی سر نہیں کر سکتے۔ ان کے لئے ہر آسانی ایک مشکل بن جاتی ہے۔ ہر کام دشواری اور معمہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

بے شمار مثالیں اور واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ ارادے کی زبردست طاقت ہر مخالف قوت کو ہماری راہ سے کس طرح ہٹا دیتی ہے۔ اور ہمیں کامیابیوں سے ہم کنار کر دیتی ہے۔ اگر یہ اہم ترین جذبہ انسان میں نہ ہو تو زندگی میں قدم قدم پر ہزاروں اُلجھنیں۔ کھٹکے۔ دشواریاں۔ اور خوف ہمیں ہمیشہ ناکامی اور بربادی کے آگے سر جھکانے پر مجبور رکھیں۔

ایک عبادت ہی کو لیجئے۔ یہ مانا کہ یہ ایک فریضہ ہے جس کی ادائیگی ضروری اور لازمی ہے۔ لیکن اس میں بھی قوتِ ارادی کو بہت زیادہ دخل ہے۔ جب تک ہم ارادے کی پوری قوت کے ساتھ اس طرف متوجہ نہ ہوں۔ اس فرض سے بھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہم یہ پختہ ارادہ کر کے معبودِ حقیقی کے سامنے سر نہ جھکائیں کہ واقعی اس وقت ہم اس کے حضور میں حاضر ہیں۔ یہ مقدس فرض بھی پورا نہیں ہوتا۔ قوتِ ارادی کے زور سے خیالاتِ فاسدہ کو دل سے نکال دینا اور ذہن کو تمام آلائشوں سے پاک کر کے خلوصِ دل کے ساتھ روحانی کشش اور توجہ سے عبادت میں منہمک ہو جانا ہی عبادت کی شرط ہے۔ ورنہ دل میں ہزاروں تخیلات، ذہن میں فسادات اور دماغ میں سینکڑوں دنیاوی خیالات لئے جا نماز پر اُٹھ بیٹھ کر لینے سے عبادت کا مقصدِ حقیقی کسی طرح حل نہیں ہوتا۔ ارادے کی پوری قوت کے ساتھ ہم یہ جان لیں کہ واقعی اس وقت ہمیں خدا کے حضور میں حاضر ہونا ہے

(بقیہ ۲۲۰ پر)

دیگر اجناس

ان علاقوں کو چھوڑ کر جہاں کی خاص غذا چاول ہے ہمارے ملک کی کثیر آبادی کی خوراک کا جزوِ اعظم روٹی ہے۔ گیہوں، جَو، جوار وغیرہ مخصوص اجناس ہیں۔ جن کے آٹے کی روٹیاں پکتی ہیں۔ ان میں گیہوں سب سے افضل اور عمدہ جنس ہے۔ مختلف اعلیٰ و پُرتکلف اقسام کی لذیذ روٹیوں کے علاوہ معمولی روٹی اور چپاتی کے لئے بھی جو روزانہ کی چیزیں ہیں آردِ گندم ہی درکار رہتا ہے۔ شہروں میں غربا بھی گیہوں کی روٹی کھاتے ہیں۔ قصبات و دیہات کے تیز دار طبقوں میں گیہوں کا استعمال معمولی بات ہے۔ ان کے دسترخوانوں پر کبھی کبھار شوقیہ ہی کسی اور چیز کی روٹی دیکھنے میں آئے گی۔ جن لوگوں کی روزانہ خوراک میں گیہوں شامل نہیں ہے انہیں بھی اس کی ضرورت رہتی ہے۔ اور تقریبوں، دعوتوں اور تہواروں میں اس کی معقول مقدار صرف ہوتی ہے۔ گیہوں خوش ذائقہ مقوی اور صحت بخش چیز ہے۔ اس میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے اور اس وجہ سے بہ نسبت اور چیزوں کے اس کی قلیل مقدار جسمانی ضروریات کے لئے کفایت کرتی ہے۔ اس کے دانوں پر کوئی ایسا چھلکا نہیں رہتا جس کا نکالنا ضروری ہو۔ آٹا چھاننے سے قدرِ قلیل بھوسی نکلیگی۔ جسے نہ نکالا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حق یہ ہے کہ گیہوں کی خوبیوں کو اور کوئی جنس نہیں پہونچتی۔ اور یہی قوی سبب اس کے مقبولِ عام پسند اور رائج ہونے کی ہے۔

لیکن اس جنگ کے طفیل جس نے دنیا کو تہ و بالا کر رکھا ہے اور جس کے نتائج و اثر سے ہم بھی محفوظ نہیں۔ جب ہمارے ملک میں غلہ کی گرانی بڑھتے بڑھتے حد سے بڑھ گئی۔ اور گیہوں گراں ہوتے ہوتے بعض مقامات پر نایاب ہو گیا تو اس گندم خوری کی وہ منزل کٹھن تو یہ بھی۔ اکثر حضرات العمر بلکہ پشتہا پشت کے گندم خور خریداری کی استطاعت رکھنے کے باوجود مجبور ہو گئے۔ کہ ان اجناس پر قناعت کریں جن کو انہوں نے ہمیشہ ادنیٰ قسم کی چیز سمجھا اور کبھی چکھا تک نہ تھا۔ بلکہ بقول زاہدہ بیگم جن سے دست و دہان تک بھی آشنا نہ تھے۔ یعنی جو، جوار، باجرہ، مکئی وغیرہ۔ ایسے مواقع بھی کم ہی نصیب ہوتے کہ ان ادنیٰ چیزوں میں سے حسبِ پسند مناسبِ وقت اور مطابق موسم چیز انتخاب کر لیں بلکہ جس وقت جو شے بھی مل گئی وہی غنیمت معلوم ہوئی۔ یہ چیزیں جن کو دیگر اجناس کا نام دیا جاتا ہے ناپسند و نامطبوع بھی تھیں ناموافق بھی آئیں لیکن اشتہا بُری بلا ہے اور شکم پُری ناگزیر تھی۔ گیہوں کی دستیابی سے مایوس ہونے کے بعد دیگر اجناس ہی کھانی پڑیں مگر طبیعت بے رغبت، زبان شاکی، معدہ نالاں، آنتیں فریادی۔ نہ ان کی تاثیر و خواص کا علم نہ فوائد و نقائص سے واقفیت، نہ تیاری کے طریقوں سے آگاہی۔ حتیٰ کہ پکانے پکوانے کا ڈھنگ اور انداز بھی واجبی ہی واجبی تھا جس کا یہ پھل ملا کہ ان اجناس کے خالص یا ملے جلے آٹے کی روٹی ملازمات پکانے والوں نے بہت دقت سے پکائی بھی تو ٹھیک نہ پک سکی۔ اور کھانے والوں کو طرح طرح کی شکایتیں لاحق ہوئیں۔

ظاہر ہے کہ چند خاص حلقوں سے قطع نظر یہ مصیبت عام تھی لیکن بعض ہستیاں خاص و غیر معمولی طور پر متاثر و پریشان تھیں۔ انہیں میں بیگم ریاض کو بھی سمجھئے۔ واقعی اسے بے انتہا مشکلات کا سامنا ہوا۔ اور کیونکر نہ ہوتا ذرا سنئے۔ ایک روز میاں بیوی کسی تفریحی گفتگو میں مشغول تھے کہ ماما نے آکر باادب کہا "آ گئے" ریاض نے پوچھا "کون" ماما نے عرض کیا "جَو" ریاض نے جز بز ہو کر کہا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" ماما نے دریافت کیا "بھیج دوں پیسنے کو؟" زاہدہ نے جواب دیا "اور کیا کرو گی" پھر یہ کہہ کر "عجب بے اصلی کر دی ہے زمانے نے، کوئی مہمان آ جائے تو کیسی سبکی ہو" جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ شکیلہ چلی آ رہی ہے۔ میاں بیوی نے گھبرا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر سنبھل کر شکیلہ سے مخاطب ہوئے۔ سلام دعا سے فارغ ہو کر ریاض صاحب نے فرمایا شکیلہ بہن ہماری گزران آجکل جَو پر ہے شکیلہ نے کہا شکر کیجئے کہ لوگوں کو جَو بھی میسر نہیں آتے۔ دسترخوان بچھا شکیلہ غور سے روٹیوں کو دیکھنے لگی۔ زاہدہ نے کہا دیکھتی کیا ہو نگوڑی وہی جَو کی تو ہیں۔ شکیلہ نے کہا لیکن یہ سیاہ پتلی کی ٹکیہ جیسی کیوں ہیں۔ ماما بولی انگیٹھی پر سینکی گئی ہیں۔ ریاض نے زاہدہ سے کہا

اس وقت بازار سے چپاتیاں منگوا لیتیں۔ شکیلہ بولی۔ توبہ کیجئے بھائی وہ کہیں کھانے کے قابل ہوتی ہیں۔ ایک چپاتیاں کیا بازار کی ہر قسم کی روٹی کے آٹے میں لکڑی کا برادہ پسا ہوا ملا رہتا ہے۔

کھانا شروع ہوا۔ روٹیاں حلق میں اٹکنے لگیں۔ زاہدہ کہنے لگی اُف یہ کیسے کھائی جا سکتی ہیں انہیں تو جانور بھی نہ کھائیں۔" ریاض نے کہا اگر ہم تو دو روز سے یہی کھا رہے ہیں۔ شاید عادی ہو جائیں۔ زاہدہ بولی، خاک عادی ہو جائیں گے۔ عادی ہونا کوئی ہنسی نہیں۔ یہی لیل و نہار رہے تو زندگی کے لالے پڑ جائیں گے۔ دیکھو تو بچی کا منہ سرخ ہو گیا۔ شکیلہ نے کہا ماما ذرا سنو کیا تم نے آٹے کو اچھی طرح چھانا نہیں بجائے ماما کے ریاض نے جواب دیا۔ "ہمارے یہاں آٹا چھانا نہیں جاتا۔" شکیلہ نے پوچھا کیوں؟ زاہدہ بولی کیوں کیا ہمیشہ کتابوں میں پڑھا ڈاکٹروں سے سنا کہ بغیر چھانا ہوا آٹا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ تم نے بھی اکثر کہا کہ آٹے کو چھاننا نہ چاہیئے۔ شکیلہ نے کہا "ارے بھائی وہ گیہوں کے آٹے کی نسبت آپ نے پڑھا سُنا اور میں نے کہا تھا یا جَو کے آٹے کے لئے۔" زاہدہ نے کہا جَو اور گیہوں کے آٹے کی تشریح تو کسی نے کی نہیں ہم یہی سمجھے کہ آٹا تو آٹا خواہ کسی چیز کا ہو۔ شکیلہ یہ کہہ کر کہ کمال کیا آپ نے ماما سے مخاطب ہوئی اور کہا کیوں جی یہی ایسی ہی روٹیاں کھا لیتی ہو تم بھی۔ ماما مبہم سا اشارہ کر کے خاموش ہو گئی۔ مزید استفسار پر معلوم ہوا کہ یہ روٹیاں تو جتنی بچتیں بھائی کی گائے کو دے دی جاتی تھیں۔ بقیہ ماما اپنے اور دوسرے ملازموں کے لئے آٹا چھان کر پکاتی ہے اور آج بھی پکایا ہے۔ وہ روٹیاں منگائی گئیں تو اچھی خاصی سفید چکنی تھیں۔ ریاض اور شکیلہ ہنسنے لگے۔ زاہدہ کو نہایت طیش آیا۔ اور بے طرح ماما پر برس پڑی۔ شکیلہ نے بھی کہا۔ ماما یہ تم نے واقعی بہت برا کیا۔ ...... یہ تو جانتی نہ تھیں۔ ماما روکھی ہو کر کہنے لگی۔ مانتی بھی تو نہیں۔ نہ چھڑوائیں نہ (زاہدہ بیچ میں چیخ اٹھی۔ کم بخت مجھے کیا خبر کہ چھڑنا کیا بلا ہے۔ اور کیسے چھڑے جاتے ہیں) آٹا چھنوائیں۔ حکم دیا کہ آٹا کم نہ ہونے پائے۔ جب کہا چھلکے نکلتے ہیں تو کہہ دیا مت چھانو۔ ایک بار بھرے (مٹے) کا آٹا بند ہو گئیں کہ چپاتیاں پکا دُ۔ کہیں اس کی چپاتیاں بنتی ہیں بیگم صاحب ہ گرمیاں آگئیں اور یہی اصرار کہ یہ جو کھائے جاؤ۔ وہ تو یا جو ملنا بند ہو گیا ورنہ خون تھوکنے لگتے۔ ہاں شروع میں جب گیہوں نہ تھے تو روٹی کی جگہ آلو چاول کر دیئے۔ زاہدہ نے کہا اچھا بس اب موقوف کرو یہ بکواس۔ آلو بچوں نے پسند کئے تھے اور ڈاکٹر نے کہہ دیا تھا کہ نشاستہ زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ روٹی کا بدل ہو سکتا ہے۔ شکیلہ نے پوچھا پھر کیا ہوا تو زاہدہ نے بتایا کہ چند روز تو کچھ نہ معلوم ہوا پھر بہت نقصان کیا۔ سب کو پیچش ہو گئی۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد شکیلہ واپس جانے کو تیار ہوئی۔ زاہدہ نے رخصت کرتے ہوئے کہا لکھ کر بھیج دینا ضرور۔ ...... ہنستی کیا ہو ...... کیا مطلب ہے کہ میں اسی طرح بھگتا کروں۔

شکیلہ نے جو کچھ بہ تعمیلِ ارشاد لکھا اُس کا خلاصہ یہ تھا کہ جَو کے نام سے گھبرانے اور اس کے استعمال کے خیال سے لرزنے کی ضرورت نہیں اگر غذائیت و ذائقہ اور بعض دیگر اوصاف کے لحاظ سے وہ گیہوں سے کم تر لیکن بے مزہ شے ہے۔ جَو گیہوں کے بجائے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جَو کی تاثیر سردی مائل معتدل اور تسکین دہ خون اور معدہ کی حدت و سوزش کو رفع کرتا اور مزاج کو اعتدال پر رکھتا ہے۔ وہ تمام سال قابلِ استعمال رہتا ہے۔ جَو کی چپاتیاں بھی پک سکتی ہیں۔ اور پکتی ہیں۔ وہ گیہوں کی چپاتیوں کے مانند لذیذ تو نہیں البتہ بوقتِ ضرورت بے کھٹکے کھائی جا سکتی ہیں۔ یہ چپاتیاں پتلے بیلن ہی سے پکتی ہیں جس قدر بڑھانا ہو بڑھا کر بیلنے پر سے اُٹھائے اور ہلکے ہلکے دو تین تھپکیاں لگا کر توے پر ڈال دیں۔ چونکہ اس آٹے میں لوچ کم ہوتا ہے اگر ہاتھ ہی سے پکائی اور زیادہ تھپکیاں لگائی جائیں تو چپاتیاں پھٹ جائیں گی۔ آٹا زیادہ نرم نہ گوندھا جائے بیلا تنا ہو کہ پکانے میں کنارے نہ پھٹیں اور گوندھ کر جلد پکا لیا جائے دیر تک رکھنے سے خراب ہو جاتا ہے۔ خمیر کرنا ہو تو اور بات ہے۔

جَو کے دانوں پر چھلکے ہوتے ہیں اور یہی چھلکے دانوں کے دونوں سروں پر تنکوں کی مانند نکلے رہتے ہیں جنہیں اُتارنے کی غرض سے جَو کو چھڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان اطراف میں تو اوکھلی موسل سے چھڑنے کا رواج ہے۔ بغیر چھڑے ہوئے جَو کے آٹے کو چھاننے سے کچھ چھلکے نکل جاتے ہیں لیکن کچھ پس کر آٹے میں مل جاتے ہیں جس سے آٹا کھردرا سا لگتا ہے۔ اور کھائیے تو ایک پھانس سی منہ اور حلق میں چبھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ آنتوں کے لئے بھی یہ چھلکے مضر ہیں اور یہی اکثر مختلف تکالیف مثلاً بدہضمی، مروڑ وغیرہ کا سبب ہوتے اور جَو کو ناحق

بنام کرتے ہیں۔ جو کو جتنا چھڑا اور چھلکوں کو صاف کر کے پیسا جائے گا آٹا اتنا ہی عمدہ ہوگا۔ اور چپاتیاں ہوں یا گداز روٹیاں بے نقص مزے دار اور زود ہضم ہوں گی اگر چھڑنے کا انتظام نہ ہوسکے تو آٹے کو خوب سا چھان کر جہاں تک ممکن ہو چھلکے دُور کر دئے جائیں زیادہ خشک موسم میں جَو کو خفیف سی نمی پہنچا کر پیسنا بہتر ہے کہ چھلکے نم ہونے کی وجہ سے بجائے ٹوٹنے کے چھل کر علیحدہ ہو جائیں گے اور آٹا ایک حد تک اُن کی آمیزش سے پاک رہے گا۔

دَلیا یوں بنتا ہے کہ جَو کو پندرہ منٹ تک بھگو کر بغیر شکست کئے اس قدر چھڑا جائے کہ چھلکا بالکل نہ رہے۔ اور گیہوں سے مشابہ نیلاہٹ لئے ہوئے صاف دانے نکل آئیں تو انہیں اچھی طرح سکھایا (اس سے آش جو بھی بنتا ہے) اور دَلیا بنوا لیا جائے۔ اور جب چاہے اس کی حسب ضرورت مقدار تگنے پانی میں پہلے تیز پھر نرم آنچ پر ڈیڑھ گھنٹہ پکا کر بشمولیت شکر اور دودھ نوش کیجئے۔ نہایت لطیف عمدہ غذا اور گرمیوں کا مخصوص تحفہ ہے۔ اکثر امراض میں دوا اور غذا دونوں کا فائدہ دیتا ہے۔ گیہوں اور جَو کے مخلوط آٹے کی بھی چپاتیاں پکتی ہیں۔ گیہوں جس قدر زیادہ ہوگا چپاتیاں اچھی ہوں گی جَو کے آٹے میں چنے یا مٹر کا آٹا شامل ہو تو اُس کی چپاتیاں نہیں بنتیں البتہ گداز روٹیاں پکتی ہیں۔ جن کے پکانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ توے پر سے اُتار کر چولھے میں ایک جانب کسی چیز کے سہارے کھڑی کر کے لَو کی آنچ سے دونوں طرف سے سینک لی جائیں۔ انگاروں پر سینکنا ہو تو اُبھار رکھ کر سینکیں۔ انگیٹھیوں پر سینکنے میں خیال رہے کہ شعلے نہ اُٹھ رہے ہوں۔ ورنہ روٹیاں اندر کچی اور اوپر جھلسی ہوئی ہوں گی۔

بیسنی چنے کی بیسنی روٹیاں اور اسی قسم کے مخلوط آٹے کی روٹی بھی خستہ مزے دار لیکن نفاخ اور دیر ہضم ہوتی ہیں۔ اور نازک مزاج لوگوں کو جو اُن کے کھانے کے عادی نہیں روزانہ استعمال سے احتیاط کی ضرورت ہے۔ کبھی کبھار کھانے کا مضائقہ نہیں۔ پودینہ اور سفید زیرہ ان کا مصلح ہے۔ دو حصہ گیہوں یا جَو اور ایک حصہ چنے کے آٹے کا الفرادہ اکثر رائج ہے۔

معمولی بیسنی روٹیاں ترکاریوں کے علاوہ گرمیوں میں دہی یا چھاچھ، برسات میں سرکہ اور پیاز جاڑوں میں تازے گھی سے کھانا مفید سمجھا جاتا ہے۔ تکلف کرنی چاہے تو آدھ سیر خالص بیسن میں آدھ پاؤ یا ایک چھٹانک گھی دو چمچی سفید زیرہ۔ بقدر ذائقہ نمک شامل کر کے گوندھ لیجئے پھر خواہ توے پر پکا کر سینک لیجئے خواہ چھوٹی چھوٹی ٹکیاں یا نمک پارے سے بنا کر تل لیجئے خستہ خوش ذائقہ چیز ہوگی۔

باجرا جوار فصل خریف کی پیداوار میں وسط نومبر سے مارچ تک اُن کا وقت ہے۔ یعنی انہیں ایام میں وہ اصلی حالت میں قابل استعمال رہتی ہیں۔ پھر اُن میں خشکی زیادہ آجاتی ہے۔ اور اچھا سا مزہ بھی باقی نہیں رہتا۔ ان کو بھی ممکن ہو تو چھڑا لیا جائے۔ ان کے دانوں پر چھلکے تو نہیں البتہ نیچے کی طرف آنکھ کے پاس پتلی پپڑی سی چپکی رہتی ہے۔ جس کا نکل جانا بہ سبب اُس کے سخت ہونے کے بہتر ہے۔ باجرا اور جوار کے آٹے کو زیادہ دنوں تک نہیں رکھا جاسکتا ان اطراف میں وہ تین روز تک ٹھیک رہتا ہے۔ اس کے بعد لوچ بھی زائل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور تلخی بھی آجاتی ہے۔ ان چیزوں کے آٹے گوندھے نہیں جاتے۔ بلکہ ہتھیلیوں سے تھوڑا تھوڑا مسل کر روٹیاں پکائی جاتی ہیں۔ لوچ بڑھانے کی خاطر ان میں گیہوں یا جَو کا آٹا ملایا جاسکتا ہے۔ ذرا تیز گرم پانی ڈال کر مسلنے سے بھی لوچ بڑھ جاتا ہے۔ خالص باجرے کی روٹیاں گرم و خشک قلیل الغذا لیکن زود ہضم ہوتی ہیں۔ بسبب خشک ہونے کے اُن کے ساتھ سالن بافراط اور زیادہ چکنائی کا چاہیئے۔ یہ ٹیا اُڑد کی دال اور ساگ سے لے کر ہر قسم کی ترکاری قلیے قیمے کے علاوہ دودھ اور گھی سے بھی عجب لذت بخشتی ہیں اور کھانے والے کو خوش کر دیتی ہیں بشرطیکہ وہ خود پسند کی جائیں۔ وہ بارد بلغمی مزاج لوگوں کو مفید بھی ہوتی ہیں۔ بغرض اصلاح باجرے کے آٹے میں جوار اور مکئی کا آٹا ملایا جاسکتا ہے۔ ہاں باجرہ سادہ یا میٹھا چاولوں کی طرح بھی پکتا ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ اول بھگو کر ہلکی چوٹ سے خوب چھڑا لیا جائے کہ بالکل صاف ہو جائے پھر تھوڑی دیر سکھا کر اور کچھ اور چھڑا کر اور پھٹک کر اگر ایک سیر ہو تو ایسے پتیلے میں جس میں دو سیر چاول پکتے ہوں رکھ کر اس قدر پانی (جیسا پکانا ہو تو ڈیوڑھی شکر کا شیرہ ڈال کر) جتنے میں دو سیر چاول گلیں چڑھا دیا۔ ابتدا میں تیز پھر معتدل آنچ پر [illegible]

[ابتدائی حصہ ناخواندہ]ڈال کر پکنے دیا جائے۔ وقتاً فوقتاً [ناخواندہ]سے چلاتے رہنا ضروری ہے۔ تاکہ پیندے میں نہ لگ جائے۔ تیار ہو جائے اُتار لیجئے۔ سرد ہونے پر کھیر کی مانند جم جائے گا اور جب دسترخوان پر آئے گا تو خوش خوروں سے اپنی معیت کے لئے عمدہ پکا ہوا دودھ طلب کرے گا۔

جوار بادی اور ثقیل کہی جاتی ہے اکثر ایسے لوگوں کو جن کا مزاج گرم اور ہاضمہ قوی ہو موافق آتی ہے۔ بہ نسبت باجرے کے اس میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے۔

مکئی باعتبار خواص و تاثیر جوار سے بہتر ہے۔ روٹیاں اس کی مزہ میں اچھی رہتی اور نقصان کم کرتی ہیں۔

ان اجناس میں سے کسی کی نسبت قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسے مفید کسے غیر مفید کسے مضر ہوں گی۔ جس چیز کے کھانے کی عادت نہ ہو وہ ذائقہ ناپسند ہونے کے علاوہ طبیعت آسانی سے اسے قبول نہیں کرتی۔ خواہ وہ کیسی ہی عمدہ اور بہتر ہو مثلاً دیگر اجناس کے کھانے والے گیہوں بمشکل ہضم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا خلافِ طبیعت اشیاء کی عادت رفتہ رفتہ ڈالی جائے۔ اور خلافِ عادت چیزیں یہاں ان کی تاثیر و خواص اور اپنے مزاج و صحت کو ملحوظ رکھ کر استعمال کی جائیں۔ یعنی تجربہ احتیاط کے ساتھ اور [ناخواندہ] احتیاط اعتدال کے ساتھ۔

بنی فاطمہ

نورجہاںؔ[1] شکارگاہ میں

تھا جہانگیر اک دن مانڈو[2] میں مصروفِ نشاط — ہو رہی تھی ہر طرف سے بارشِ صد انبساط
عرض کی آ کر ندیموں نے کہ اے شاہوں کے شاہ — آپ کی ڈیوڑھی کے دربان انجم و خورشید و ماہ
آج جنگل میں نظر آئے ہیں ایسے چار شیر — غیر ممکن ہے کہ کر لے ہر شکاری ان کو زیر
ہیں قوی ہیکل وہ چاروں اور نہایت خشمگیں — چلئے عالی جاہ، قصہ کیجئے آج ان کا پاک

یہ نوید جاں فزا سن کر شہِ عالی وقار
ساتھ میں لے کر حرم کو چل دئے بہرِ شکار

جب وہاں پہنچے تو دیکھے شیر بپھرائے ہوئے — لپکے شاہنشاہ کی جانب وہ غرّاتے ہوئے
کس قدر پُر ہول تھی جنگل میں شیروں کی لکار — ہاتھیوں کے جسم سے بھی تھا نمایاں اضطرار
عرض کی نورِ جہاں نے حکمِ عالی ہو اگر — چاہتا ہے جی نشانہ میں انہیں حکمِ قدر
ہو گیا تھا اُس کا ہاتھی گو کہ یکسر بے قرار — تھا مگر اپنے نشانہ پر بھی اُس کو اعتبار

جام اِک پی کر کہا سلطان نے یوں ہی سہی
اک تماشا ہی تو ہے دیکھیں چلو یہ بھی سہی

حکم ملتے ہی اُٹھالی ہاتھ میں اپنی تفنگ — شیر اک پہلی ہی گولی میں گر ا بے درنگ
دوسری گولی چلائی پھر نشانہ تاک کر — غیر ممکن تھا وہ بچ کر بھاگ جاتا بے فرر
گر گئے دو شیر تو پھر دوسرے بپھرا گئے — تھی اجل نزدیک شاید اس لئے گرما گئے
حملہ آور وہ ہوئے تو اور اِک گولی چلی — ہو کے زخمی جب وہ اُچھلے دوسری گولی پڑی

جان کب تک رکھتے آخر وہ بھی ٹھنڈے ہو گئے
دیکھنے والے تھے جتنے آفریں کہنے لگے

مہرباں ہو کر کہا سلطانِ عالیجاہ نے — مرحبا صد مرحبا ہم آج بے حد خوش ہوئے
یہ نشانہ ہر کس و ناکس سے ممکن ہی نہیں — ہمسرِ سلطان نشانہ بازی میں بھی ہو گئیں
تم نے کُل چھ گولیوں میں مار ڈالے شیر چار — آج تک دیکھا نہ تھا ہم نے کبھی ایسا شکار
ہیرے کی دو پہنچیاں[3] آج از رو لطف و کرم — اس نشانے کے صلے میں تو عطا کرتے ہیں ہم

اور نچھاور کر اشرفی کی نچھاور اک ہزار
کیونکہ تھا مسرور آج ہندوستاں کا تاجدار

وقار واثقی

---

[1] ماخوذ از تزک جہانگیری [2] مالوے کا دار السلطنت [3] قیمت ایک لاکھ روپے۔

مسز اندو مراٹھے

مسز اندو مراٹھے پونا کالج کی پرانی گریجویٹ اور مشہور نقاش خاتون ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے ابراہیم لنکن کی ایک بڑی سی آئل پینٹنگ تیار کی ہے اور اختتامِ جنگ کے بعد ہندوستان آکر اس کو پونہ ویمن یونیورسٹی میں آویزاں کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

وہ کہتی ہیں کہ "میں امریکہ آنے سے بہت پہلے سے ہی ابراہیم لنکن کی مداح تھی اور ہر موقع پر انہوں نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی رنگین نظر نواز ساڑھی میں نیویارک کے مختلف نگار خانوں میں نظر آتی ہیں۔ اور اکثر اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی واٹر کلر اور آئل پینٹنگ کی نمائش کرتی ہیں۔ ان کے خیال میں لنکن کے آئیڈیل سے ہر شخص روشناس ہو چکا ہے۔ بلکہ ان کا خیال ہے کہ اس کے چہرے کی شکنیں اور جھریاں اس کے مستحکم ارادوں اور مبہم بات ان تخیلات کی آئینہ دار ہیں۔ جس نے ایک بار اس کی شبیہ پر نظر ڈالی یہ بات اس کے دل میں نقش ہو گئی کہ اس میں ایک روحانی کشش موجود ہے جسے صرف مشرقی محسوسات قبول کر سکتے ہیں۔ اور ہم یہ قبول نہیں کر سکتے کہ وہ مر بت چکا ہے۔ اس کا انسانیت نواز دل زندہ ہے اور اس کی ہمدردانہ آواز اپنی کشمکش میں غیر مرئی طور پر ساحر نوازی کر رہی ہے۔

جس نوعِ انسان کی خدمت اور مساوات کی جنگ میں اس نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں ان کا بیان امریکی خواتین بڑی عزت سے کرتی ہیں۔ لہذا میں اسی کی تصویر کو عورتوں کی یونیورسٹی میں نذر کروں گی۔"

لنکن کی تصویر کے سلسلہ میں وہ اور بھی کئی نامور اور مقتدر ہستیوں کی تصویریں بنا رہی ہیں۔ وہ ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور کی پینٹنگ مسز پرل بک کو پیش کریں گی جنہوں نے نوبل پرائز حاصل کیا ہے۔ اور مشرقی معاشرت پر کئی گراں قدر مشہور ناول شائع کرا چکی ہیں۔

گاندھی جی کی ایک مسکراتی ہوئی تصویر ڈاکٹر جان ہینس ہومز کمیونٹی چرچ نیویارک کی خدمت میں پیش کریں گی۔ اور مسز یاٹ کی تصویر مسٹر لِن یوٹانگ چینی مصنف کو جو نیویارک میں مقیم ہے اس نے حال ہی میں مشرقی ممالک کی سیاحت کی ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو کی شبیہ انڈیا لیگ کی نذر کریں گی۔ فی الحال وہ جیمز ڈی، واشنگٹن کی پینٹنگ کر رہی ہیں۔ یہ جنوبی امریکہ کا بہت ہی عالی جبشی (نیگرو) عالم تھا۔ اس تصویر کو وہ پال روبسن مشہور گانے والے کو دیں گی۔

مسز مراٹھے ہندوستانی قدیم روایات کی بھی نقاشی کرتی رہتی ہیں۔ ان کی ۱۸ ویں صدی کی واٹر کلر قلت "مشرقی حسن و تخیل کی روایات کی حامل ہے۔ اس کے بالمقابل نیویارک کے فضائے آسمانی کا ایک حسین و دلکش منظر ہے۔ جو کنکٹ کٹ کے ایک گاؤں میں سمندر کے کنارے کے سین کے ساتھ پینٹ کیا گیا تھا۔

جب سے وہ امریکہ گئی ہیں وہاں فنِ نقاشی کی مزید تحصیل میں بھی مصروف ہیں۔ چنانچہ نیویارک یونیورسٹی سے روزمرہ کے چلتے پھرتے واقعات کو فنِ نقاشی میں بڑے سلیقہ سے پیش کرنے کی قابلیت حاصل کی ہے۔ کیونکہ ریاستہائے متحدہ نے اس فن میں سوائے فرانس کے اور تمام ممالک پر سبقت حاصل کر لی ہے۔ اندرونی آرائش۔ دستکاری کے بہترین نقشے۔ اسٹیج کے نمونے اور دیگر فنکارانہ اصول کے ماتحت معاشرتی اور روزمرہ کے واقعات کی رنگین تصویریں نو واردوں کے لئے بیحد دیدہ زیب ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ اس درسگاہ میں حتی الامکان بہت سیکھنے کا ارادہ رکھتی ہوں اور سیکھ رہی ہوں۔ کیونکہ خصوصیت سے فنِ لطیف کا گہرا نقش صرف دلوں ہی پر ہوتا ہے بلکہ گھروں میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ اور وہ امید کرتی ہیں کہ جب وہ اپنے وطن کو واپس ہوں گی تو گھر گھر پرچار کریں گی۔ اور ایک اسکول قائم کریں گی۔ جہاں تمام خانہ داری کے کاموں کے علاوہ خانگی آرائش اور سجاوٹ کی بھی تعلیم دی جائے گی۔

ہندوستان کی عورتوں میں روز بروز آزادی کی تحریک ترقی کر رہی ہے۔ اور اب وہ گھروں ہی میں بیٹھے کا ر بیٹھنے کے بجائے

ٹیچرز۔ نرسیں۔ اور ڈاکٹری کا پیشہ اختیار کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ اس جنگ عالمگیر نے انہیں اور بھی زیادہ مستعد کر دیا ہے اور اب بڑی تعداد میں ہندوستانی عورتیں جنگی تیاریوں میں حصّہ لے رہی ہیں۔ مگر ابتک کسی کاروبار میں وہ کامیابی سے حصّہ لینے کی ہمت نہ کر سکیں۔ یا خاص طور سے کسی شعبہ کو ان میں مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ چنانچہ دفتروں میں یہ نظر نہیں آتی ہیں۔ مگر وہ دن دور نہیں کہ دفتروں میں بھی ہندوستانی عورتیں حکمراں نظر آئیں گی۔ ہندوستان میں اس قدر سرعت سے تبدیلیاں ہو رہی ہیں کہ جنگ کے بعد اُن کی سرگرمیوں پر ہمیں خود حیرت ہوگی۔

مسز مراٹھے جدید امریکن فن لطیفہ کی دلدادہ ہیں۔ حالانکہ خود اس کی اہمیت دریافت کیجئے اور اس کو مستحسن قرار دینے میں انہیں کافی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ بڑے بڑے وقفے تک نیو یارک کی پکچر گیلریوں میں مصروف نظر آتی ہیں۔ اور اب اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ ماڈرن آرٹ اور اورنٹیل آرٹ (مشرقی فن لطیفہ) میں بڑی حد تک مناسبت ہے۔ رنگ روغن اور نفیس خطوط مشرقی مصوروں کی روح کو تازہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے یہاں بلا فرق تو یہ ہے کہ فن کو ذاتیات سے ملوث نہیں کیا جائے۔ بلکہ مسلسل تہذیب و انسانیت کی ترقی قرار دی جائے۔ حتّٰی کہ فن کار اپنا نام بھی اپنے شاہکار میں نہ ظاہر کریں۔ بلکہ تصویر کی شان اور اس کی اہمیت سے پتہ لگ جائے کہ مصوّر ان خیالات کا حامل تھا۔ تاکہ درجہ بدرجہ اور پشت در پشت اس کا اثر ظاہر ہوتا جائے کہ تخیلات کی کرشمہ کاریاں ایسی بوقلمونیاں دکھا سکتی ہیں۔ لیکن دراصل یہ بہت دلچسپ معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں فنِ مصوّری اب بالکل جدید طرز و رنگ اختیار کر چکا ہے۔ جنگی جد و جہد اور آلاتِ حرب کی مصوری بھی فن کارانہ پیمانہ پر کی جا رہی ہے۔ بامبرز جیپ۔ ٹینک اور ہر طرح کے ہتھیاروں کی تصویریں مصوّر ایسی پُر اسرار چابکدستی سے اُتارنے لگے ہیں۔ گویا مصوری میں بھی انجنیرنگ اور مشینیں لگ گئی ہیں۔ چونکہ دو پشت سے انسان زیادہ تر ہوائی طاقت سے متاثر ہو رہا ہے۔ اس لئے مصوّر کے قلم بھی اسی تخیلات کی علمبرداری میں مصروف ہیں۔ ہندوستانی مصوروں کے لئے یہ حقیقت ضرور عجیب ہوگی۔ کیونکہ وہ سالہا سال سے یکسانیت کا طوفان باندھے ہوئے ہیں۔

مسز مراٹھے کے والد مسٹر ایچ۔ ایل۔ لاوا لے نے ہندوستان میں فنِ مصوری کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے ماں باپ ناسک بمبئی میں رہتے تھے۔ یہ بمبئی میں پیدا ہوئیں۔ اور جب پونا ہائی اسکول میں اُستانی تھیں اُس وقت مسٹر ایس کے مراٹھے کسی کاروباری مہم سے ہندوستان واپس آئے تھے۔ یہاں ان کی پہلی ملاقات ہوئی اس کے بعد شادی ہوئی۔ اور وہ ۱۹۳۵ء میں شوہر کے ساتھ نیو یارک چلی گئیں۔ مراٹھے بھی ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے ۲۰ سال سے نیو یارک میں تھے۔ اور یہاں کے عظیم الشان تجارتی فرم سوگانی اینڈ کمپنی کے پریسیڈنٹ ہیں۔ پیتل اور کانسے کے منقش برتن۔ ریشم اور دوسری ہندوستانی آرٹ کو فروغ دینے اور اس میں شہرت دوامی بخشنے کا ان کے جذبہ ہے۔ مسز مراٹھے ہمیشہ ہندوستانی لباس اور زیورات زیب تن کرتی ہیں۔ حالانکہ روزمرہ کی رہائش بالکل امریکنوں کی سی ہے۔ اپنے گھر کی آرائش اور جنگی کاموں سے ان کو بڑی دلچسپی ہے۔ وہ مصوّری کے ساتھ شاعری بھی کرتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زبان میں بہت نظمیں لکھی ہیں جن کو لڑائی کے بعد ہندوستان آنے پر مجموعہ کی صورت میں شائع کرنے کا ان کا ارادہ ہے۔ جب کبھی ان کے گھر میں دو چار ہندوستانی دوست آجاتے ہیں تو وہ انہیں اپنے ہندوستانی گانوں سے محظوظ کرتی ہیں۔

ان کی تصاویر ہندوستان کی نمائشوں میں بھی دکھائی جا چکی ہیں۔ امریکہ کی نمائش کو جو حال میں نیو یارک میں ہوئی انہوں نے ترتیب دیا تھا۔ اس کی بڑی تعریفیں ہوئیں اور لوگوں نے بڑی قدر دانی کی نگاہ سے دیکھا۔

جمیلہ بیگم۔ کلکتہ

پُرانے خطوط

تاج محل ہوٹل ــــــ بمبئی

پیاری نسترن! ایک ہفتہ سے تمہیں میرا خط نہ ملا ہوگا۔ میں عمداً بھی اب دیر سے لکھتی ہوں اس لئے کہ تم خیر سے بیاہی گئیں۔ نیا گھر، دلچسپ زندگی کا آغاز، میرے خطوط کی پہلی سی تمنا نہ رہی ہوگی۔ بہت دن تک روزانہ لکھا اب ہفتہ وار لکھا کروں گی۔ پہلے تم بے شغل تھیں اب دلچسپ مشاغل میں مصروف ہو۔ اچھا سفر نامہ مختصر سنو۔

ہم لوگ گھر سے چلکر تیسرے دن یہاں پہنچے۔ پہلے کلابہ میں ایک دوست کے ہاں دو روز ٹھیرے۔ پھر تاج میں آگئے۔ بہت ہی پُرفضا مقام ہے۔ سمندر کے کنارے جہاں جہاں رُکتے ہیں کمرے میں بیٹھے بیٹھے صرف کھڑکی کھول کر بہت اچھی سیر ہو جاتی ہے۔ شام کو اول تو یہیں کافی دلچسپیاں ہیں۔ مختلف کھیل ڈانس پھر ڈنر تاہم کبھی کبھی ان مشغلوں سے اُکتاکر ہم باہر چلے جاتے ہیں۔ شام کی واک کے لئے یہاں بہت ہی دلفریب مقامات ہیں۔ علاوہ بوری بندر، چوپاٹی کے اور کئی پارکس باغ ایسے ہیں جہاں پہنچکر واپس آنے کو جی نہیں چاہتا۔

بھلا ہماری طرف یہ چیزیں کہاں؟ اول تو پردہ اور پردہ کی وہ شدت کہ مستورات کا ایسے مقامات تک جانا محال۔ عیب۔ بلکہ گناہ۔ اور پھر اس قدر دلچسپیاں، دلفریبیاں اُدھر کب میسر؟ یہاں آکر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے رہنے والوں یا آکر بسنے والوں کے لئے دُنیا کا کوئی غم و فکر و پریشانی پیدا ہی نہیں ہوئی۔ کم مائیگی اور افلاس کی جو گھٹا ہمارے دیس پر چھائی رہتی ہے اس کا یہاں پتہ نہیں۔ سب خوش حال، سب بے فکر۔ دلچسپیوں، خوش فعلیوں میں مصروف ہیں۔ ہر قوم، ہر مذہب کی خواتین ہر جگہ چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ لباس نہایت اعلیٰ۔ بھڑکیلا۔ ہمارا خیال تھا کہ صرف پارسی لیڈیز ہی اچھے کپڑے پہننا جانتی ہیں۔ مگر نہیں یہاں سب ہی فیشن ایبل قیمتی لباس میں نظر آتی ہیں۔ سیر، سینما، پارٹیاں، جلسے، تماشے یہ ان لوگوں کی زندگی ہے۔ ہر شام کو ہر سیرگاہ میں حسینانِ جہان کا مجمع ہوتا ہے۔

ہم کو یہ حالات دیکھ کر جس قدر خوشی ہوتی ہے اس سے زیادہ یہ یہ سوچ کر رنج ہوتا ہے کہ ہماری طرف کی مسلم خواتین ان تمام دلچسپیوں سے محروم ہیں۔ جس کی مختلف وجوہ ہیں۔ مردوں کی تنگ دلی۔ پردہ۔ جہالت اور پھر افلاس۔ خصوصاً جس وقت پھر پھرا کر ہم دونوں ڈنر کی میز پر جاتے ہیں تو عجیب طرح دل بے چین ہوتا ہے کہ کسی طرح تم بھی ہوتیں۔ وہ میرا پردہ نہیں کرا سکتے۔ بُرقعہ ساتھ نہیں لایا گیا۔ سب کچھ اچھی طرح دیکھتی ہوں۔ اور پھر اپنی حالت سے مقابلہ کرکے افسوس ہوتا ہے۔ ان خواتین میں تعلیم ہے آزادی ہے۔ مردوں کی نظروں میں ان کی عزت ہے۔ ہر جگہ عورت مرد کے پہلو بہ پہلو دکھائی دیتی ہے۔

میری سسرال میں بھی سخت پردے کی پابندی ہے مگر میرے شوہر اس کے خلاف ہیں۔ ہماری اکثر اس پر بحث ہوا کرتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عورت کو پردے میں رکھنا مردوں کی تنگ دلی ہے۔ وہ ان بیچاریوں کو جاندار ذی حس انسان بھی خیال نہیں کرتے۔ جو مثل گائے بھینس کے باندھے رکھتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ گائے بھینسوں کو بھی چراگاہ بھیجا جاتا ہے۔ جہاں وہ تازہ ہوا کھلا میدان سبزہ زار پاکر خوش ہو جاتی ہیں۔ آہ ہماری خواتین بے حد مقید ہیں۔ ان بیچاریوں کو باغوں، پارکوں، دریاؤں، سمندر کے کناروں سے کیا مطلب۔ وہ خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتیں۔ میرے شوہر بہت کوشش کر رہے ہیں کہ اُن کے خاندان میں پردہ کی شدت کم ہو جائے۔

نسترن پیاری! رات ایک جہاز پر دعوت تھی۔ ایسے جہاز پر جو کئی دن سے یہاں ٹھیرا ہوا ہے۔ وہاں میرے صاحب کا ایک عرب دوست ہے۔ جہاز کی ملازمت ہے۔ بیوی بھی ہمراہ ہے۔ جدہ کے رہنے والے ہیں۔ بہت حسین بیوی ہے۔ ابھی ابھی شادی کرکے لایا ہے۔ کئی اور ہندی دوستوں کو بھی بُلایا تھا جن میں ایک مسلمان خاتون میری پہلی واقف تھیں مگر پابند پردہ۔ شوہر کے حکم سے یا خوشی کے خیال سے ڈنر پر آ تو گئیں مگر بیچاری سے ایک دم بے جھجک نہ ہوا گیا۔ ہم دونوں کے قریب اُن کی کرسی تھی۔ وہ سیاہ چمکیلا قیمتی بُرقعہ

پہنے تھیں چہرے پر سیاہ جالی دار نقاب تھا۔ ملاقات تو ہوئی نہ سکی جو میں بات کرتی۔ ذرا دیر سے آئیں اور کھانے میں شریک ہوگئیں۔ خوب چھری کانٹا چلا رہی تھیں۔ سیاہ آستین سے گوری گوری نازک انگلیوں میں انگوٹھیاں چمک رہی تھیں۔ ان کے ہاتھ چھری کانٹا اٹھاتے بہت ہی اچھے معلوم ہو رہے تھے کئی لوگ ان کی طرف حیرت سے دیکھ رہے تھے کئی ہنس رہے تھے۔ مگر آفریں ہے ان کی ہمت پر اپنے مشہور مذہبی پردہ کی پابندی ہو تو ایسی ہو پرواہ نہ کی کسی کے ہنسنے کی۔ اپنے پرانے اسلامی طریقہ کا لحاظ رکھا۔ کاش انگوٹھیاں بھی نہ پہنتیں۔ ان کی خوب صورت انگلیوں پر سب کی نظریں تھیں۔ ہم سب خواتین ان سے بات کرنے کی متمنی تھیں۔ مگر موقع نہ ملا۔ کھانے کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں آئے کافی آئی مگر وہ جوڑا غائب تھا۔ بہت جلدی چلے گئے۔ اسی وقت کی ٹرین سے جانا تھا بریلی۔ تم نہیں سمجھ سکی ہوگی کہ وہ کون تھیں۔ نیر! وہ ہماری بچپن کی سہیلی رضیہ تھی۔ مگر اب یہ حالت ہے۔ کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ ایسے مجمع میں بمبئی میں برقعہ میں آنا کیسے پسند کیا گیا ہے لیکن اپنی ایشیائی تہذیبی رسم کی شان دکھا گئیں۔ انہیں کا چرچا رہا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ رضیہ تھیں۔ پہلے پتہ لگتا تو میں نقاب ہی میں ان سے بات کرتی۔ کتنا بڑا خط لکھ دیا۔ اب خدا حافظ۔ اپنے دولہا کو سلام کہنا۔ تمہاری شہرخ آرا

تاج ——— بمبئی۔

پیاری نیر! ابھی ابھی تمہارا خط ملا۔ میں باہر جانے کو تھی۔ تنہائی میں دل پریشان تھا۔ وہ آج صبح سے دفتر کے کام میں مصروف ہیں۔ ہمیں بڑودہ یہاں سے روانہ ہو جانا ہے ان کو کام ختم کرنا ہے شام کے سات بج رہے ہیں اور اسی وقت برابر کے کمرے میں ناچ ہو رہا ہے۔ ایک ہندو جوڑا کلکتہ کا جو ٹیگور کے خاندان سے ہے۔ ہمارے پاس کے کمرے میں قیام پذیر ہے۔ چائے کے بعد، کھانے کے بعد ہر وقت ناچتے رہتے ہیں۔ اس وقت دو تین اور دوست آگئے ہیں سب کھڑے ہو گئے۔ برآمدے تک آجاتے ہیں۔ مگر میں بیزار ہوں اس زندگی سے۔ ہر وقت یہی ہوتا ہے۔ کسی وقت بھی کوئی اپنے فرائض اور خدا کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ میں نے یہاں کسی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ ہوٹل میں حالانکہ ہر عمر کے مسلمان مرد اور خواتین فروکش ہیں۔ سن رسیدہ صاحبان بھی ابھی تک انہیں مشاغل میں گرفتار ہیں۔ لو میں کیا کیا لکھ گئی۔ بتانا تو یہ تھا کہ میں آج کل سخت پریشان تھی۔ وہ گھر پر نہ تھے۔ برابر سے ناچ دکھا دے رہا تھا جس سے تنگ آگئی ہوں ارادہ کیا کہ نیچے کی منزل سے مسز لونشر والا جی کو لے کر ذرا سمندر تک ٹہل آؤں کہ تمہارا خط مل گیا۔ اب کون جائے جی اپنی نیر کو خط لکھیں گے۔

اچھا تو تمہارے دولہا نے میرا خط پڑھ کر پردے کی برائی پر اعتراض کیا۔ بجا ہے۔ ایک مسلمان کو ایسا ہی چاہیئے۔ میں ان کی ممنون ہوں۔ کبھی تو ملیں گے جب وقت ہمارے ہاتھ آجائے اس وقت ان کو ٹھیک کر لیا جائے گا۔ ان سے کہو صاحبزادے پردے کی مخالف نہیں ہوں۔ یہاں کے حالات لکھ دئے ہیں۔ وہ آئیں تب بھی ایسا ہی کریں۔ اللہ انہیں توفیق دے کہ تمہیں قید میں رکھیں۔ ابھی تم پردہ کرتی ہو لیکن میرے شوہر کے سامنے آنا پڑے گا۔ اور تمہارے دولہا سے پردہ کروں گی کیونکہ وہ پردہ کو پسند کرتے ہیں ٹھیک ہے نا۔ نیر! میں نے اتنا لکھا تھا کہ وہ آگئے۔ صبح سے گئے تھے۔ میں خود پریشان تھی۔ خط رکھ دیا۔ ان کو چائے منگا کر پلوائی پھر وہ مجھ کو لے کر ٹہلنے چلے گئے۔ دن بھر کے کام سے تھکے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ سمندر کے کنارے پہنچے پھر ٹہلے اس وقت چند دوست ملے وقت اچھا گزرا۔ ۸ بجے واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ وہ تو آرام میں ہیں اور میں یہ خط پورا کر رہی ہوں کہ صبح کی ڈاک سے نکل جائے۔

ہاں صبح ہی ہم کو ایک پک نک پر "جوہو" جانا ہے۔ سمندر کنارے بہت ہی پر فضا مقام ہے۔ وہاں ایک دوست نے بلایا ہے ان کی شادی نہیں ہوئی اپنی بہن اور چند دیگر خواتین کو لے جائیں ورنہ میں نہ جاتی۔ کئی دن سے کہہ رہے تھے۔ میں رضامند نہ ہوتی تھی کالج سے انہوں نے اپنی بہن کو چھٹی دلوا کر بلا لیا ہے۔ اگلے خط میں پک نک کا حال لکھوں گی۔ تمہارے دولہا بھائی خط لکھتا دیکھ کر تمہیں سلام لکھنے کو کہہ گئے ہیں۔ لو وہ منٹوں میں سو گئے۔ ابھی باتیں کر رہے تھے۔ ایسی بچوں کی سی نیند ہے۔ تمہارے میاں کو سلام۔

تمہاری شہرخ آرا

خدیجہ سجاد حمید

ایک خط

عزیزہ بہن قمر جہاں۔ السلام علیکم۔ تمہارا خط کئی دن سے آیا رکھا ہے جواب میں تاخیر ہوئی کیونکہ تم نے ایک ایسے مضمون کو چھیڑ دیا ہے جو لڑکے اور لڑکیوں میں وبا کی طرح پھیلا ہوا ہے تمہارے خط کا مدلل جواب دینا ایک حد تک میرے لئے ناممکن ہے کیونکہ ایسا نازک موضوع ہے۔ جس پر بحیثیت ایک عورت بحث کرنا میرے لئے مناسب نہیں، ہاں جس حد تک مجھ سے ممکن ہوگا جواب دوں گی۔ اس اُمید پہ کہ میری حقیر کوشش تمہارے خیالات میں تبدیلی پیدا کر دے۔ تم لکھتی ہو "دنیا والوں کی نظریں سطحی چیزوں کے دیکھنے کی عادی ہیں ان کی سمجھ اس حد تک محدود ہے کہ وہ نہیں سمجھتے کہ ایک نوجوان مرد و عورت ہر قسم کی خواہش سے الگ ہو کر بھی مل سکتے ہیں۔ یہ بات ان کی سمجھ سے بعید ہے کہ وہ دونوں بھی محبت کر سکتے ہیں، وہ محبت جو ایک بہن کو بھائی سے ہوتی ہے۔ لیکن ان کی نظر میں محبت گناہ و معصیت کے سوا کچھ نہیں" دنیا تو جو کچھ کہتی ہے ٹھیک ہے جو صدیوں کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ محبت ہے کیا؟ "فطری خواہش جو بقائے نسل کے لئے ہر ذی روح میں ودیعت کی گئی ہے۔" اور وہ اپنی جگہ پر کوئی بُری چیز بھی نہیں ہے۔ لیکن متمدن زندگی کے لئے اس کی تنظیم و تحدید لازمی تھی طبعی خصلت کی بنا پر ایک مرد بہت سی عورتوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اسی طرح ایک عورت کئی مردوں کو پسند کرتی ہے۔ لیکن مختلف رسم اور مذہبی قوانین کے ذریعہ اس فطری خواہش پر پابندیاں قائم کی گئیں جو تمدن کی ترقی کے ساتھ زیادہ مضبوط ہوتی گئیں اگر ایسا نہ ہوتا تو انسانی سوسائٹی طرح طرح کے مفادات میں مبتلا ہو جاتی۔ تم متعجب ہوگی کہ علمائے علم النفس نے انکشاف کیا ہے کہ شیر خوار بچوں میں بھی یہ خواہش موجود ہوتی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ لڑکے کو ماں سے زیادہ محبت اسی کشش کا نتیجہ ہے۔ جو فریق مخالف سے قدرتی طور پر ہوتی ہے البتہ ان تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ شریف ہے۔ اس کی مقصد زندگی صرف یہ نہیں ہے کہ فطری خواہشات کو پورا کرے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ حیوانی خصوصیات کو جس حد تک ممکن ہو ترک کرے چنانچہ انسان نے تمدن کے ساتھ ساتھ ہی ایسے مقدس رشتے بنائے جن سے ازدواج کا خیال بھی بہیمیت سمجھا جاتا ہے۔ علمائے علم النفس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عورت و مرد کے درمیان ایک قدرتی کشش ہے اور نہ صرف انسان بلکہ یہ چیز تمام انواع ذی حیات میں مشترک ہے۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور کتاب کیمیائے سعادت میں جس میں مذہبی مسائل بہت تفصیل سے درج ہیں فرماتے ہیں۔ "یہ بات ناممکن ہے کہ مرد غیر عورت کو دیکھے اور اپنے نفس کو بچا سکے۔ اس لئے مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ غیر عورت پر نظر ڈالے یا اُس کے لباس کو دیکھے۔ یا اُس کے زیور کی جھنکار سنے۔ اسی طرح کسی عورت کو بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مرد کو دیکھے کیونکہ جس طرح مرد کے دل میں خواہش ہے اسی طرح عورت کے دل میں بھی ہے"

ہماری بہت سی خواہشات و احساسات ایسے ہیں جو شعور میں آتے ہیں۔ لیکن بعض ایسی ہیں جو لاشعوری ہیں۔ ابتدائے جوانی میں نوجوانوں میں مبہم خواہشات پیدا ہونے لگتی ہیں۔ وہ کچھ چاہتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے۔ اُن کو اپنی زندگی میں تنہائی سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ جس کی تلافی سینما دیکھنے اور غزلیں پڑھنے دیکھنے، موسیقی سے لگاؤ، عشقیہ افسانوں کا مطالعہ، رنگین عبارت میں لمبے لمبے خط لکھنے سے ہوتی ہے۔ اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو حقیقت سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔ سینما دیکھنے والا اور افسانے پڑھنے والا خود نہیں جانتا کہ اس کے محرکات کیا ہیں۔ مگر اپنے ذہن میں اپنے محبوب کا تصور رکھتے ہیں اور اگر حسب منشا موقع مل جائے تو وہ ہیرو یا محبوب کی جگہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور تمام تخیلات کا مالک ہو جاتا ہے۔ اجتماع میں اسے پاک خیال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بظاہر اس محبت کا مقصد محبوب کا خوش کرنا اور اس کے دیدار کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ معلوم ہو رہا ہے
(محض معصومانہ)

ہندوں میں بہن آپ کی خیال لیکن کچھ ... کے ہاتھ سے بچ سکتی ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ اس کے بعد کیا کرے گی لیکن ... کے پھر ... سمجھتی ہے ... یہی کہ ...

عورت کے [illegible] اس قسم کی خواہشات کا پیدا نہ ہونا بھی ایک جبلت کے ماتحت ہے جس کو تمدن نے اور پیچیدہ کر دیا ہے۔ مذہب اسلام جو ایک فطری مذہب ہے اور جس کا ہر حکم انسانی فطرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے اندر حکمت پنہاں رکھتا ہے۔ مرد عورت کے میل جول سے احتراز کرتا ہے۔ اگرچہ ضرورت کے وقت عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن اس طرح کہ زیب و زینت کا اظہار نہ ہو سکے اور پسندیدہ یہی ہے کہ عورتیں گھروں کے اندر ہی رہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں امہات المومنین کو جو ہدایات دی گئی ہیں وہ تمام عورتوں کے لئے ایک سبق ہیں کیونکہ امہات المومنین وہ ہیں جن کا تقدس مسلمہ ہے۔ یہ معمولی عورتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اُمت محمدی کی مائیں ہیں جن سے پیغمبر خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مومنوں کا نکاح حرام تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اے پیغمبر کی بیبیو! اپنے گھر میں ہی بیٹھی رہو۔ اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ خدا چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دور کر دے اور خوب پاک صاف رکھے۔"

دوسری جگہ فرماتا ہے "اے نبی کی بیبیو! جب غیر محرم سے بات کرو تو نرم آواز میں مت کیا کرو کیونکہ جس کے دل میں بیماری ہے اُس کا حوصلہ بڑھے گا اور مناسب بات کیا کرو۔" یہ تو تم سمجھ گئی ہو گی کہ اس حکم کے بعد امہات المومنین پردہ کرنے لگی تھیں۔ لیکن اکثر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کسی ضرورت سے آتے، تو اُس وقت امہات المومنین کو جواب دینا پڑتا تھا۔ اسی کے لئے مسلمانوں کو یہ ہدایت ہوئی۔ "اے مسلمانو! نبی کی بیبیوں سے جب کوئی چیز مانگو تو پردہ کی اوٹ سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دل صاف رکھے گا۔"

پیاری بہن تم ہی سوچو۔ امہات المومنین اور صحابہ جن کے جنتی ہونے کی اللہ تعالیٰ بشارت دے چکا ہے۔ ان کے دل کی صفائی کے لئے تو اللہ تعالیٰ پردہ کی اوٹ چاہتا ہے۔ لیکن ہم گنہگار انسان جن کا دل گناہ کی گندگیوں سے لبریز ہے اُن کے لئے تم سمجھتی ہو کہ نوجوان مرد و عورت کو میل جول کا موقع دینا چاہئے کیونکہ ایک دوسرے سے محبت شریفانہ بھی جاری رکھ سکتے ہیں۔ جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر بغیر کسی محرم ہونے کی موجودگی کے کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے۔" اس پر بعض اصحاب نے دریافت کیا کہ کیا دیور بھی بھاوج کے پاس نہیں جا سکتا۔ ارشاد ہوا "دیور تو بھاوج کے لئے موت ہے۔"

بتاؤ تمہارے خیالات کس حد تک درست ہیں۔ کچھ نہیں یہ مغربی تہذیب کا ایک فریب ہے جس نے ہم سب کو مبتلا کر رکھا ہے جہاں انسانیت کے نام پر زندگی محبت کے پردہ میں عداوت رحم اور ہمدردی کا ڈھنڈورہ پیٹ کر ستم کیا جاتا ہے۔ جہاں انسان زیادہ سے زیادہ تعیش کرنا چاہتا ہے اور تعیش کی نئی نئی راہیں نکالتا ہے اگرچہ یہ سب انسانیت کے نام پر ہوتا ہے۔ لیکن در اصل انسانیت کے پردہ میں حیوانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور یہ سب مغرب کا سیلاب ہم سب کو بہائے لئے جا رہا ہے۔

گناہ اگر سمجھ کر کیا جائے۔ تو ایسا شخص قابل رحم نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کر رہا ہے۔ اس کے متعلق خود خوب سمجھتا ہے۔ لیکن حالت اس وقت قابل رحم ہوتی ہے۔ جب فریب میں مبتلا ہو کر آگ کو پانی اور مٹی کو سونا سمجھ لیا جائے۔

عزیز بہن! عورت مرد کی نفسیات کا اگر مطالعہ کرو گی تو تمہیں فیصلہ کرنا پڑے گا کہ عورت و مرد میں ایسی کوئی پاک محبت نہیں ہو سکتی ہے، جس کا تعلق جنسیت سے نہ ہو۔ اگرچہ یورپ میں عورتیں اور مرد زندگی کے ہر شعبہ میں دوش بدوش ہیں۔ لیکن انگریز مصنفین نے بھی اس چیز کو ثابت کیا ہے عورتوں سے دوستی ہونا ممکن نہیں ہے۔

اگر ہمارے یہاں بھی ایسی آزادی دے دی جائے کہ نوجوان مرد و عورت آپس میں بے تکلف ملاقات کرنے لگیں تو وہی نتیجہ ہوگا جو یورپ میں نظر آ رہا ہے۔

اب میں مصر کے ایک جید عالم کی کتاب مسلمہ میں سے ایک اقتباس پیش کر کے اپنا خط ختم کرتی ہوں "اے سیدہ! تم اپنی شرافت کی حفاظت کرو۔ اپنی آبرو کی حفاظت رکھو اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور اگر ضرورت نہ ہو تو گھر سے باہر نہ نکلو تبرج سے پرہیز کرو کیونکہ تم میں ایک ایسی خواہش لی ہوئی ہے جو عفت کو [illegible] یاد رکھو انسان کی طبیعت محض حیوانی ہے اور عفت [illegible]"

تمہاری بہن — ذکیہ — اختر

مختار کے کرتوت

نواب سجاد حسین اپنے پرتکلف ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھے تھے کہ اُن کا مختار کاظم حسین عرف کجن میاں کمرے میں داخل ہوا اور صاحب سلامت کر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا

سجاد حسین: کہو کجن مقدمے کا کیا حشر ہوا؟ تم تو وکیل صاحب کے یہاں جانا ہی بھول گئے ہو گے؟"

کجن: "نہیں بھیا صاحب۔ خدا کی قسم میں وقت مقررہ سے پہلے ہی ان کے یہاں پہنچ گیا تھا۔"

سجاد حسین: "پھر کیا ہوا؟ انہیں مقدمے کو بخوبی سمجھا دیا؟"

کجن: بھیا صاحب کچھ نہ پوچھئے۔ وہ بڑی سرد مہری سے پیش آئے۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ جب تک ان کی مٹھی گرم نہ کر دی جائیگی وہ ابھی توجہ نہ دیں گے۔"

سجاد حسین: "ویسے اُن کے تو بہت پرانے مراسم تھے۔ مجھ کو یہ بات سن کر سخت ملال ہوا۔"

کجن: "ارے صاحب یہ پیشہ ہی ایسا ہے۔ بھیا صاحب مجھ کو بھی اس وقت بہت برا معلوم ہوا۔ کچھ مفت تو کام کرانا نہیں ہے یہاں تو خدا کے فضل سے مفت خوروں پر سینکڑوں اٹھ جاتے ہیں۔ انہوں نے سمجھا کیا ہے؟"

سجاد حسین: "خیر ان باتوں سے مطلب ہی کیا ہے۔ جو کچھ مناسب ہو دے دے کر اپنا کام نکالو۔ اب پھر کب تک جاؤ گے؟"

کجن: "کل اتوار چھٹی کا دن ہے۔ انشاءاللہ کل ہی جاؤں گا اور کسی طرح بھی ہوگا اپنا کام پورا کرا کے ان کا پیچھا چھوڑوں گا۔ اس کے بعد اس نے دھیرے سے کہا کہ حسب الحکم آپ کے دو سو روپیہ اُن کی نذر بھی کر دوں گا۔ کیوں بھیا صاحب ٹھیک ہے نا؟"

سجاد حسین: "ہاں ہاں تم خود سب باتیں سمجھتے ہو۔ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں وکیل صاحب کے کان میں یہ بھی ڈال دینا کہ بروقت کامیابی مقدمہ علاوہ محنتانے کے شکرانہ بھی دیا جائے گا۔" کجن: "بھیا صاحب دلی خواہش ہے کہ ہاتھ میں [illegible] روپیہ اٹھ جائے۔ لیکن [illegible] کا مقدمہ [illegible] ہو جائے [illegible]

کجن: "بھیا صاحب انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس کا مقدمہ ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

سجاد حسین: "دیکھو میاں سب خدا کے ہاتھ ہے۔"

کجن: "آج سول لائن میں ڈسن صاحب کی کوٹھی پر ایک بڑا نیلام ہوگا۔ کیا آپ نہیں چلیں گے؟ بھیا صاحب وہاں ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کو دیکھ کر آپ کا دل لٹو ہو جائے گا۔"

سجاد حسین: "بھئی نیلام میں جا کر پھر طبیعت نہیں مانتی مفت میں بیٹھے بٹھائے چار پانچ سو روپیہ کا خون ہو جاتا ہے۔"

کجن: "بھیا خدا کی قسم یہ بات تو میں نے آپ ہی میں دیکھی کہ جس چیز پر آپ نے بولی بولی۔ پھر کیا مجال کہ اس کو کوئی اور لے جائے۔ اور رئیس کے معنی بھی تو یہی ہیں۔" آخر کجن نے نواب صاحب کو چلنے پر آمادہ کر ہی لیا۔

سجاد حسین: "اچھا صاحب کھانا تو کھا لیں۔" کجن زنانے مکان کی ڈیوڑھی پر پہنچا۔ اور ماما کو پکار کر کہا۔ "نواب صاحب ایک نہایت ضروری کام سے جانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ رحیم بخش کے ہاتھ جو کچھ بنا ہو جلدی بھیج دو۔"

ظہورن (ماما): "یہ صاحب آ کا ہے حکومت ہی چھانٹتا رہتا ہے نواب صاحب کو گھر سے دربار میں جانا ہوتا ہے۔ بہکا کر ادھر ادھر لیجاتا ہے!"

کلثوم بیگم (زوجہ نواب سجاد حسین): "ایسے ہی مختار تو رئیسوں کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔" کچھ دیر بعد انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا "میں نے سنا ہے کہ کسی مہاجن نے دعویٰ بھی تو کر دیا ہے۔ دیکھو کیا نصیب میں لکھا ہے؟"

ظہورن: "خدا جانتا ہے کہ ہمارے نواب صاحب بڑے بھولے بھالے رئیس ہیں۔ کسی نے نہ معلوم کیا سمجھا بجھا کر کچھ لکھا پڑھا ہوگا۔ اب دعویٰ کر دیا۔ خدا کرے اس پر بجلی گرے اس کا قلم ٹوٹے۔"

کلثوم بیگم: "ماما اپنی مرضی مگر نواب [illegible] کے یہاں کیسا [illegible]

پہنچا سا پسینہ آ گیا۔

ظہورن: نہیں نہیں بیگم صاحب آپ اس قدر ہراساں نہ ہوں، اللہ سب اچھا ہی اچھا کرے گا۔ اتنے میں کھن نے پھر ندے سے آواز دی جو کچھ بھی کھانا تیار ہے جلد بھجوا دو۔ مفت میں دیر ہو رہی ہے۔

کلثوم بیگم: بھئی، جاؤ جو کچھ کچا پکا بن گیا ہو بھیج دو۔ جان کھا جائے گا۔

ظہورن نے طشت میں رکابیاں چن دیں اور رحیم بخش کے ہاتھ کھانا بھجوا دیا۔ نواب صاحب اور کھن نے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ گاڑی لگائے جانے کا حکم کھن نے پہلے ہی دے دیا تھا۔ اس نے جلدی جلدی چند لقمے کھائے اور منہ ہاتھ دھو کر دو تین ڈبیاں سگرٹ کی رکھیں۔ اور خاصدان ہاتھ میں لے کر گاڑی پر جا بیٹھا۔

سجاد حسین نے کہا: میں تو آج کوئی چیز بھی نہ خریدوں گا، ہاں اگر کوئی ایسی ہی بے نظیر چیز نظر پڑی، تو چنداں مضائقہ نہیں ہے۔"

کھن: جب وہاں کی چیزیں نظر سے گذریں گی، بھیّا صاحب آپ کا دل بے اختیار ہو جائے گا۔"

سجاد حسین نے مذاق سے مسکراتے ہوئے کہا: "وہ چیزیں ہاتھ کہاں آتی ہیں۔"

کھن: بھیّا صاحب، "آپ کی صورت ایسی ہے کہ اگر ایک دفعہ جو بھی دیکھ لے تو شیدا ہو رہ جائے۔"

سجاد حسین: "تمہارے ایسے جس کے مصاحب ہوں اس کا ذکر ہی کیا ہے!" ان دونوں میں ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی تھیں کہ گاڑی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ نواب صاحب اور کھن میاں اس کمرے میں پہنچے۔ جہاں نیلام ہو رہا تھا۔ نواب آغا مرزا (نواب سجاد حسین کے ایک قدیم دوست) نے کہا: "نواب صاحب آداب عرض کرتا ہوں" اور پھر انہوں نے اپنے ایک دوسرے دوست کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "لیجئے نواب سجاد حسین صاحب آ گئے۔ چلو اب یہاں شیرازہ منتشر ہے۔ کس کی مجال ہے جو کسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔" نواب سجاد حسین نے جواب میں کہا: "تسلیمات عرض ہے۔ نواب مرزا صاحب بجا ارشاد۔ کہیں یار لوگ ترسے کسے بیٹھے ہیں۔ اس پر [illegible]

یہ شکایت بجا ہے کہ [illegible] نواب صاحب کو پسند آ جائے اس کو اٹھا کر صاحب تک لے ہی نہیں سکتے۔ مرزا صاحب نے کہا۔ مختار صاحب ذرا دھیرے دھیرے بولئے۔ جو آپ نے فرمایا اگر کوئی انگریز سن لیتا۔ تو آپ کی قدر دانیت معلوم ہو جاتی۔

کھن: خدا کی قسم ایک بار تو پٹ جاتا۔ پھر چاہے کچھ بھی ہوتا۔

اس بات چیت کے تھوڑی دیر بعد ایک کنٹر کا نیلام شروع ہوا۔ یہ نہایت خوبصورت شیشے کا طرح طرح کا کنٹر تھا۔ اس کے پیندے میں ایک چھوٹا سا باجا اس طرح لگا تھا کہ چابی دینے پر جب کنٹر اٹھاؤ تو اس میں سے نہایت دلکش ترانے نکلتے تھے۔ میز پر رکھنے سے وہ خاموش ہو جاتا تھا۔

کھن: نواب صاحب یہ کنٹر تو آپ کے لئے ہی مخصوص ہے۔

اس پر جلدی جلدی بولیاں ہونے لگیں۔ مس ولیم کو یہ کنٹر بہت مرغوب تھا۔ اس نے ایک سو پانچ روپیہ تک اس کی بولی بولی، لیکن نواب صاحب نے ایک سو دس روپیہ بول کر اس کو لے لیا۔ کچھ دیر بعد کھن میاں مس ولیم کے پاس سے ہو کر نکلے۔ وہ کھڑی ایک دوسری لیڈی سے باتیں کر رہی تھی۔ میاں کھن وہیں ٹھیر گئے۔ مس ولیم کو اس کی یہ بات ناگوار خاطر ہوئی۔ وہ کھن کی طرف ترش روئی سے دیکھنے لگی۔ کھن نے اسے اپنی طرف مخاطب بنا کر کہا۔ میم صاحب معاف کیجئے گا۔ میں نے وہ کنٹر لے لیا۔ اگر پسند خاطر ہو تو ابھی لا کر حاضر کروں۔ مس ولیم نے کہا: ہاں وہ مجھ کو بہت پسند تھا۔ اسی وجہ سے میں نے اس کی اصلی قیمت سے پانچ روپیہ زائد تک بولے۔ ایسے کنٹر کی قیمت ایک سو روپیہ ہے۔"

کھن اٹھ کے پھر نواب صاحب کے پاس آیا۔ اور ان کے کان میں کہنے لگا۔ مس ولیم جو اس کنٹر پر بولی بول رہی تھیں۔ مجھ کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ تمہارے نواب صاحب اگر مہربانی کر کے یہ کنٹر مجھ کو دے دیں، تو میں بہت ممنون ہوں گی اور [illegible] ایک سو دس روپیہ کے نوٹ بھی مجھ کو دے سکیں۔ نواب سجاد حسین نے کہا: "نہیں روپیہ کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن یہ کنٹر مجھ کو خود بہت پسند ہے۔" اس پر کھن نے کہا اس لئے تو میں نے بھی کہا تھا کہ ایسے کنٹر سادہ سادہ ستر ستر روپیہ میں آتے ہیں۔ سرکار بھیّا ہم [illegible] کیوں نہ منگوا لیں [illegible] نہ معلوم کس کس کام [illegible] آ جائے گا۔

گیا۔ سیاں مقابل اس سے کہ نواب صاحب اس بات کا کچھ جواب دیں کنٹر ہاتھ میں اٹھالیا اور ولیم کی طرف بہت تیزی کے ساتھ بڑھا اور اس کے حوالہ کر دیا۔ مس ولیم نے اپنے خوبصورت ہینڈ بیگ سے ایک سو دس روپیہ کے نوٹ نکالے اور گجن کی طرف ہاتھ بڑھا کر دینا چاہے۔ اس پر گجن بولا خدا کی قسم یہ کمال کرتی ہیں۔ یہ کون سی ایسی رقم ہے جس کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ آپ بطور میری نشانی کے اپنے پاس رکھئے گا۔ مس ولیم نے تھینکس کہہ کر کنٹر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور ایک کرنل سے جو پاس کھڑا تھا باتیں کرنے لگی۔ دو گھنٹے کے اندر اندر نواب صاحب نے تین سو بیاسی روپیہ کی چیزیں خریدیں جس میں سے نصف سے زیادہ بعد میں دوستوں کی نذر ہو گئیں۔ نواب صاحب معہ اپنے صاحب کے گھر روانہ ہوئے گرمی کی شدت سے وہ بہت پریشان تھے۔ گجن راستے ہی میں اپنے گھر کے پاس اتر گیا اور چلتے ہوئے ان چیزوں میں سے جو نیلام میں خریدی گئی تھیں، دو تین چیزیں اپنی پسند کی بغیر نواب صاحب کی اجازت حاصل کئے ہوئے لیتا گیا۔ غرضکہ غریب نواب صاحب کے ہاتھ صرف تین اشیاء رہ گئیں، جو کسی کو بھی پسند نہ تھیں۔ لیکن نواب صاحب ان باتوں سے نہایت ہی درجہ خوش ہوتے تھے۔ اس کے دوسرے روز گجن وکیل صاحب کے یہاں پہنچا۔ وہ اپنے آفس میں موجود تھے اور صاحب سلامت کر کے ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ٹھاکر شیو نرائن سنگھ وکیل نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا کہئے مختار صاحب آپ کے مزاج تو اچھے ہیں؟ وکیل صاحب نے کہا۔ "آپ کاغذات متعلق مقدمہ اپنے ہمراہ لائے ہیں؟ گجن نے کہا۔ "جی ہاں۔ لیکن قبل اس کے آپ کاغذات ملاحظہ فرمائیں، میں مقدمہ کا مختصر حال زبانی کہوں نہ عرض کروں۔ وکیل صاحب نے کہا ہاں فرمائیے"

گجن۔ آپ لالہ جنسی دھر رستوگی کو تو جانتے ہوں گے، نواب صاحب اپنے والد صاحب کی حیات ہی میں ان سے لین دین رکھتے تھے۔ آپ نے پہلے تو نواب صاحب کو پرونوٹوں پر روپیہ دیا۔ مگر سانٹھ ہزار روپیہ کا پرونوٹ تحریر کرا لیتا تھا۔ پھر اس پر سود در سود روپیہ سیکڑہ ماہوار۔ مختصر یہ کہ دو تین برس میں اس نے اٹھارہ ہزار روپیہ کی رقم اپنے بہی کھاتے میں نواب صاحب کے نام نکلوا دی۔ اور ایک مرتبہ جلسے میں نواب صاحب کو ساتھ لے گیا۔ میں بھی نواب صاحب کے ساتھ تھا۔ پہلے تو نواب صاحب کو ایک طوائف کے کمرے میں لے گیا اور وہاں ان کو خوب شراب پلا کر پھر جلسے میں لا بٹھایا۔ نواب صاحب نے گانا بہت پسند کیا۔ اور جنسی دھر کو بلا کر کہا کہ میری طرف سے اس طوائف کو سو روپیہ دے دو، کچھ دیر بعد وہ نواب صاحب کو دوسرے کمرے میں لے گیا۔ اور ان سے کہا میرے منیب جی نے دو تین دن ہوئے آپ کا حساب چھانٹا تھا۔ آپ کے نام قریب اٹھارہ ہزار روپیہ کے کھاتے کی رو سے نکلتے ہیں منیب جی نے کئی بار مجھے مجبور کر کے کہا کہ نواب صاحب سے دستاویز لکھوالی جائے۔ یہ منیب جی میرے پتا جی کے وقت کے ہیں۔ کوٹھی میں سب کام انہی کی مرضی سے ہوتا ہے۔ مجھے تو آپ سے کوئی عذر نہیں۔ لیکن میں اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں دیکھتا۔ ان کی بات بھی رہ جائے گی۔ نواب صاحب نے کہا مجھے سردست کچھ روپیہ کی ضرورت ہے یہ رقم بھی اس میں شامل کر کے دستاویز مکمل کرا لو، میں دستخط کر دوں گا۔ اس نے دو ہزار کے نوٹ لا کر نواب صاحب کے حوالے کئے۔ اور ہم لوگ پھر جلسے والے کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ اس کے دو گھنٹے کے اندر ہی اندر ابھی جلسہ برخاست نہیں ہوا تھا۔ اس نے نواب صاحب سے آ کر دھیرے سے کہا۔ سرکار دستاویز تیار ہے۔ نواب صاحب اور میں ایک دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ اس نے قلم دوات سامنے رکھ کر دستاویز آپ کے ہاتھ میں دے دی۔ نواب صاحب نے بغیر پڑھے دستاویز پر دستخط کر دیئے۔ اس نے مجھ سے حاشیہ کی گواہی کے لئے کہا۔ نواب صاحب کے کہنے پر میں نے بھی دستخط کر دیئے۔ گذشتہ ماہ کی تیرہ تاریخ کو اس نے کچھ کم پچاس ہزار روپیہ کا دعوے نواب صاحب پر دائر کر دیا جس کی اس مہینے کی بکیس تاریخ کو پیشی ہے۔ وکیل صاحب نے پوچھا اس معاملہ کو کتنا عرصہ ہوا ہوگا؟ گجن نے جواب دیا میرے خیال سے کوئی سات آٹھ برس ہوئے ہوں گے چھ سال تو بڑے نواب صاحب کے انتقال کو ہوئے ہیں۔ وکیل صاحب نے دوسرا سوال کیا کہ اتنا روپیہ کیسے ہو گیا؟

گجن نے کہا جناب عالی دستاویز میں سود کی شرح ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ ماہوار کی تھی۔ میرے خیال میں یہ دستاویز قطعی ناجائز ہے۔ کیونکہ نوابزادہ کو حالت نشہ میں لکھائی گئی تھی۔ دوسرے ہم لوگوں میں کوئی نواب صاحب اس وقت اس کے ملک [illegible] تھے کہ بڑے نواب [illegible]

وکیل صاحب۔ آپ [illegible]

کہیں [illegible] اس میں کوئی بات غلط تو نہیں ہے؟
کجن: اس میں سرمو فرق نہیں۔ میں کوئی بات آپ سے غلط عرض کروں گا۔

وکیل: اس دستاویز کی رجسٹری تو نہیں ہوئی ہے؟
کجن: نہیں صاحب اس نے دو ہی تین دن بعد اس کی رجسٹری کرا لی تھی۔ بھتیا صاحب اس روز بہت پریشان تھے!

وکیل: کیا دنیا میں اندھیر ہونے لگا ہے۔ دیکھو میں قانون دیکھوں گا۔ تم کاغذات میز پر رکھ جاؤ۔ کل شام کو پھر تھوڑی دیر کے لئے تکلیف کیجئے گا!

کجن: ہاں ہاں۔ یہ تو میں پہلے ہی سمجھتا تھا۔ مجھ سے غلطی ہوئی جو میں نے عرض کیا۔ اس کے بعد اس نے دھیرے سے کہا کہ میرا بھی خیال رکھئے گا۔ ہم لوگوں کا یہی سہارا ہے۔ ورنہ اتنا لمبا خرچ کہاں سے چلے! یہ کہتا ہوا آداب عرض کر کے رخصت ہوا۔ وہاں سے کجن سیدھا نواب صاحب کی مجلس پر پہنچا۔ نواب صاحب زنانے مکان میں تھے اس نے مجلس سر پر اٹھا لی۔ ڈیوڑھی سے پکار کر کہا۔ نواب صاحب کو جلدی بھیجو۔ ایک بڑا ضروری کام ہے نواب صاحب اندر ہی سے دریافت کرتے نکلے کہ کیا معاملہ ہے۔ خیریت تو ہے؟

کجن: آداب عرض کرتا ہوں۔ خداوند لائیے اس وقت کچھ مٹھائی کھلوائیے۔ نواب صاحب نے گھبراہٹ سے کہا۔ ارے بھئی کچھ کہو گے بھی پہیلیاں کیوں بجھواتے ہو مجھ کو خفقان ہوتا ہے۔ جو بات ہے صاف صاف کیوں نہیں کہتے؟ کجن نے کہا بھتیا صاحب مبارک ہو۔ آپ کے مقدمے میں فتح ہو گئی! میں نے جا کر وکیل صاحب کے سامنے دو سو روپیہ کے نوٹ رکھ دیئے۔ اب کیا تھا ان کی باچھیں کھل گئیں۔ میں نے کہا یہ تو آپ کو مقدمہ سمجھنے کے متعلق دیا جاتا ہے۔ پیشی کے روز آپ کا پورا محنتانہ لے کر حاضر ہوں گا۔ اور مقدمے کی کامیابی پر شکرانہ بھی نذر کیا جائے گا۔ خدا کی قسم دو گھنٹے سے زیادہ بڑی موٹی قانون کی کتابیں الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ اس وقت کے قانون کے دیکھنے سے جہاں تک پتہ چلتا ہے۔ تمہارے نواب صاحب کو مقدمے میں ضرور کامیابی ہوگی۔ بھیا صاحب اس وقت جو خوشی مجھ کو ہے۔ ویسی کبھی زندگی میں کبھی بھی نہیں ہوئی تھی!

نواب صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا کجن تمہارے منہ میں گھی شکر خدا کارساز ہے۔ اور انہوں نے پانچ روپیہ کی مٹھائی منگا کر کجن کو دینا چاہی۔ کجن نے منہ بنا کر کہا۔ واہ بھتیا صاحب اس سے کیا ہوگا؟ میں یہاں تو کھانے سے رہا۔ گھر لے جاؤں گا۔ گھر والے بھی کیا کہیں گے کہ نواب صاحب کے یہاں سے اتنے کی مٹھائی آئی ہے۔ جب کہ شیخی بگھارا کرتے تھے کہ ہمارے نواب صاحب ایسے اور ویسے۔ نواب صاحب نے میز کے خانہ سے دو اشرفیاں نکال کر کجن کے منہ کی سلور کہا اس کی مٹھائی تم خود منگوا لینا۔ اس پر کجن نے پُر از مسرت لہجے میں کہا خدا کی قسم میرے نواب تم حاتم ہو۔ میں تو آصف الدولہ بہادر کی ملازمت بھی نہ کرتا۔ لیکن آپ کی تابعداری سے مرتے دم تک منہ نہ موڑوں گا۔

بیس تاریخ کی شام کو کجن نے نواب صاحب سے کہا۔ کل مقدمے کی پیشی ہے۔ تین سو روپیہ وکیل صاحب کو دے دینے چاہئیں کہ وہ کوئی بات اٹھا نہ رکھیں۔ نواب صاحب نے کہا ہاں ہاں ٹھیک ہے، میں بھی کل وکیل صاحب کے یہاں تمہارے ہمراہ چلوں گا۔ تم یہیں آ جانا۔ اس پر کجن بولا نہیں بھتیا صاحب آپ کا وہاں جانا کسی طرح مناسب نہیں۔ کہیں آپ کے ایسے رئیس وکیلوں کے یہاں جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔ اس میں آپ کی سُبکی ہے۔ رئیسوں کے یہاں کارندے کس لئے ہوا کرتے ہیں؟

کجن اکیس تاریخ کو صبح ٹھاکر شیو نراین سنگھ وکیل کے یہاں پہنچا۔ اور مقدمے کی تاریخ ان کو یاد دلائی۔ وکیل صاحب نے کہا ہم نے مقدمے کو پورے طور سے تیار کر لیا ہے۔ تم ٹھیک دس بجے کچہری آ جانا۔ کجن نے سو روپیہ وکیل صاحب کے نذر کئے۔ اس میں سے دس روپیہ وکیل صاحب نے کجن کو پان کھانے کے لئے دیئے۔ بنسی دھر رستوگی کی طرف سے منشی امتیاز علی وکیل پیروکار تھے مقدمہ میں چار پانچ گھنٹے تک بحث ہوتی رہی۔ آخر شش تاریخ پیشی بڑھ گئی۔ اس مقدمے کے دوران میں نواب صاحب کی ساکھ میں فرق آ گیا تھا انہوں نے بیسیوں جگہ سے روپیہ دستاویزوں پر لے رکھا تھا۔ ان سب کا آئے دن تقاضا ہونے لگا۔ دو تین نے تو دعوے بھی دائر کر دیئے۔ نواب صاحب کا گھر سے باہر نکلنا جانا بہت کم ہو گیا تھا۔ ورنہ زیادہ تر شب کو اپنے مصاحبوں کے ہمراہ فنش پر نکلا کرتے تھے۔ آپ کے احباب نے مشورہ دیا کہ دو چھوٹے مواضع فروخت کر کے ان سب کا حساب چکتا کر دیا جائے۔ [illegible] کا کیجر

اور ہزاروں روپیے کے جواہرات تو پہلے ہی تلف ہو چکے تھے گاؤں کے فروخت کرنے پر چند قرضداروں کو روپیہ ادا کیا گیا باقی سب اللے تللوں میں اڑ گیا۔ اپنے گذرے ہوئے وقت کا اثر نواب صاحب کے دل پر کچھ ہی دیر کے لئے ہوتا تھا۔ جہاں آپ کے یار دوست خاص کر ان کا مختار آتا۔ وہ سب باتیں بھول جاتے۔ محفلِ رقص سرود پھر گرم ہو جاتی اور شراب ناب کا دور چلنے لگتا تھا۔ نواب صاحب جب بھی بھولے بھٹکے زنان خانے میں جاتے تو زمانے بھر کے افکار ان کو گھیرتے تھے۔ کلثوم بیگم اس خیال سے کہ وہ خود پریشان ہیں کوئی ایسی بات نہ کرتیں کہ ان کے شیشۂ دل کو ٹھیس لگے۔ اور جس طرح ہو سکتا تھا ان کی صفائی اور آمد و خرچ کو قائم رکھنے کی کوشش کرتیں۔

ایک سال کے اندر اندر منشی لال رستوگی کے مقدمہ کی ڈگری ہو گئی۔ ہاں چار ہزار اور کچھ سو روپیہ سود میں گھٹا دیا گیا تھا۔ لیکن اسی رقم کے لگ بھگ مقدمہ کی پیروی میں کبن صاحب کی مہربانی سے اٹھ چکا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ منحوس دن بھی سر پر آ پہنچا کہ نواب صاحب کا معافی والا گاؤں بھی نیلام پر چڑھ گیا۔ اور اٹھاسٹھ ہزار میں نیلام ہو گیا۔

اس گاؤں کو اگر نواب صاحب اطمینان سے فروخت کرتے ایک لاکھ روپیے سے کم اس کی قیمت نہ آتی۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ اب بھی سجاد حسین صاحب کی آنکھیں نہ کھلیں۔ اور منشی دھر رستوگی کا روپیہ دے کر جو سرمایہ رہ بھی سال بھر کے اندر اندر رنگ رلیوں کی نذر ہو گیا۔ اب نواب صاحب کی حالت نے نہایت مکروہ صورت پکڑ لی۔ دوست احباب جو کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا فخر سمجھتے تھے کنارہ کشی اختیار کی۔ کبن دوسرے نوابوں کے یہاں بحال ملازمت آنے جانے لگے۔ وہ ایک جگہ بیٹھے پر کہ تم نواب سجاد حسین صاحب کے یہاں سے کیوں تعلق رہے ہو، انہوں نے کہا کہ ایک سال سے زائد ہوا کہ نواب صاحب کے یہاں سے ایک حبہ تنخواہ نہیں ملا [illegible] کبن کے یہاں اور [illegible] کہاں تک کوئی [illegible] سکتا ہے۔ [illegible] تو اس کے پیچھے کیوں اپنا گھر دے رہے [illegible] میں سے صرف ایک ملازم علی جان [illegible] کے نواب صاحب

کے دروازے کو نہ چھوڑتا۔ نواب صاحب آٹھوں پہر کبن [illegible] کاموں کے لئے دوڑا کرتے تھے۔ وہ سب کام خوشی خوشی کرتا۔ لیکن جب نواب صاحب کبن کو بلانے کے لئے بھیجتے وہ بڑبڑاتے نکلتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ ایک مرتبہ وہ کبن کے مکان پر گیا اور مختار صاحب مختار صاحب کہہ کر آواز دی۔ تو مکان کے اندر سے خود کبن نے [illegible] کر جواب دیا کون ہے جس نے گھر سر پر اٹھا لیا ہے۔ مختار صاحب گھر میں نہیں ہیں باہر کسی ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں۔ نواب صاحب کی حالت روز بروز خراب سے ابتر ہوتی جاتی تھی۔ ان کے اصطبل میں جہاں [illegible] جانور گھوڑے کھڑے کھایا کرتے تھے۔ اب صرف ایک ہی گھوڑا تھا۔ نواب صاحب کو بہت ہی عزیز تھا اور ایک ڈاگ کارٹ کی گاڑی باقی رہ گئی تھی۔ یہ گاڑی گھوڑا بھی نیلام پر چڑھا اور پانچ سو ساٹھ روپیہ میں نیلام ہو گیا۔ نواب صاحب کو جتنا قلق تھا وہ شاید اپنے گاؤں کی علیحدگی سے بھی نہ ہوا ہوگا۔ وہ اسی شب کو بعد دس بجے اپنے دوست صادق نواب آغا مرزا صاحب کے گھر پہنچے فوراً بدیدہ ہو کر ان سے وہ رقم طلب کی۔ ہم عابد حسین وکیل نے متعلق خریداری گاڑی گھوڑا نواب صاحب ادا کی تھی کہ اس رقم کو دے کر اپنا گھوڑا گاڑی واپس لے لیں۔ عابد حسین وکیل نے جو پانچ سو ساٹھ روپیہ نواب صاحب نے اپنے گھوڑے گاڑی کی واپسی کے لئے بھیجے تھے رکھ لئے۔ اور جب نواب صاحب نے اپنا گاڑی گھوڑا طلب کیا کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے آدمی کو ٹال دیا۔

سب سے زیادہ افسوسناک واقعہ جو نواب سجاد حسین کی زندگی میں گذرا وہ یہ تھا کہ منشی دھر رستوگی سے جب کبھی نواب صاحب کی ملاقات ہوتی۔ اس نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ جب بھی آپ میری ڈگری کا روپیہ ادا کر دیں گے میں آپ کا گاؤں آپ کے حوالے کر دوں گا۔ اس پر نواب صاحب نے نہایت خجالت کے ساتھ اپنی بیوی کلثوم بیگم کو اس بات کے لئے راضی کر لیا کہ جو گاؤں ان کے خسر صاحب نے ان کے نام کر دیا تھا۔ وہ اس کو علیحدہ کر دیں۔ کلثوم بیگم علیحدگی اور خوشی سے [illegible] ہو گئیں۔ رستوگی کو انتہائی قلق جو تھا وہ اس بات کا تھا کہ ان کو عدالت پڑھنا [illegible] کے کاغذ پر دستخط کرنا پڑے۔ مگر خوش اشائیں ہزار روپیہ میں [illegible] نواب صاحب نے روپیہ ہو لیں جب تک [illegible] روپیہ کے لئے ایک [illegible] جانے [illegible]

محفلِ میلاد میں

ایک جگہ محفل میلاد منعقد تھی۔ سب سے پہلے ایک مقررہ حضرت پر تشریف لائیں اور فرمایا کہ اس سے پیشتر کہ میں ذکر مبارک شروع کروں یہ بتلا دینا چاہتی ہوں کہ میلاد کا مقصد کیا ہے اور یہ کب اور کیوں منایا جاتا ہے اور اس کا رواج کس طرح ہوا۔ یہ ماہ ربیع الاول میں ہمارے نبی برحق کا یوم ولادت ہے منایا جاتا ہے۔ یوم ولادت خوشی کا دن ہے اور اس دن عید منائی جاتی ہے۔ بعض معترضین کہتے ہیں کہ کیا تمہارے رسولؐ نعوذباللہ ہر سال مر کر جی اٹھا کرتے ہیں اور تم نعوذباللہ انہیں ہر سال زندہ کر دیتے ہو۔ انہیں میرا یہ جواب ہے کہ اس کا منایا جانا سال اور مہینہ دن کی تخصیص پر منحصر نہیں ہے جیسے کہ اس ایک مثال سے واضح ہے کہ "ایک وقت رسول اکرمؐ کے حضور میں دو لڑکیاں دف بجا بجا کر گا رہی تھیں اور آپؐ ان کے درمیان چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے اور حضورؐ کے آگے پاس ادب کا لحاظ نہ رکھنے پر ان لڑکیوں پر خفا ہونے لگے۔ حضورؐ نے یہ سن کر جاگتے ہو کیا فرمایا؟ حضرت صدیقؓ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: "اے صدیقؓ انہیں کچھ مت کہو آج عید کا دن ہے سب لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ انہیں بھی خوش ہو لینے دو"۔ اس چھوٹی سی مثال سے معلوم ہو گیا کہ وہ دن عید کا نہ تھا۔ مگر حضورؐ نے انہیں خوشی منانے سے منع نہ فرمایا اسی طرح عید میلاد کے منانے کے لئے بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ ربیع الاول میں ہی منایا جائے۔ معترضین کہتے ہیں کہ ہر سال منائے جانے کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ کیا اگر تمہارا کوئی عزیز ترین ہو تو تم اس کی یاد کو زندہ نہ رکھو گے۔ بڑے بڑے سائنسدان، سیاستدان، جن کی ہمارے دلوں میں کچھ بھی وقعت ہے ہم ہر سال ان کی یاد کو اپنے دلوں میں تازہ رکھنے کے لئے جلسوں کی صورت میں اس کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ مسلمانوں کی عزیز ترین ہستی ہے جس کی یاد کو وہ ہر سال تازہ کرتے۔ اور اس طرح کے اظہار سے اپنے جوش عقیدت کا ثبوت دیتے ہیں۔"

میں نے یہ تقریر سنی [illegible] مثال [illegible] الجھن سی ہو گئی بھی موقع فرما رہی تھیں کہ حضورؐ [illegible] فداہ نے فرمایا "آج عید کا دن ہے انہیں خوش ہو لینے دو" پھر فرماتی ہیں "وہ دن حالانکہ عید کا نہ تھا!" اس تضاد کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہ آئی۔

میلاد النبیؐ منائے جانے کا رواج کہاں سے شروع ہوا کب ہوا اور کس نے کیا۔ تاریخ اور تفاسیر خاموش ہیں مگر حقیقت ہے کہ ہندوستان میں مدت سے منایا جا رہا ہے۔ اور اس جوش عقیدت کے ساتھ کہ جس کی کوئی مثال اب ڈھونڈھنے سے نہیں ملتی۔ پہلے کے لوگوں میں مذہبی جوش اور حضور صلعم سے اس قدر عقیدت تھی کہ وہ ہر سال اس ماہ مبارک کی بارہویں کو بڑے اہتمام سے یوم ولادت منایا کرتے تھے۔ رات بھر قصیدہ خوانی ہوتی۔ حاضرین کی چائے کافی وغیرہ سے خاطر مدارات ہوتی۔ ساری رات کھانے پکتے اور ساری رات محفل ہوتی ہوتی۔ صبح چار پانچ کے قریب سلام کے بعد محفل برخاست ہوتی اور غربا کو کھانا کھلایا جاتا۔ اور وہ جگہ جہاں محفل میلاد منعقد ہوتی پھولوں سے آراستہ کی جاتی۔ اور خوشبویات سے مہکائی جاتی تھی۔ اب وہ جوش عقیدت کافور ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے ساتھ میں بہت سی بدتمیزیاں بھی ہوتی تھیں۔ مثلاً ادھر ذکر رسول ہو رہا تھا، ادھر پان، حقہ، سگریٹ کے دور چلتے۔ نوجوانوں میں ہنسی مذاق اور ٹھٹھے ہوتے رہتے تھے۔ اور ادھر قصیدہ خوان حضرات گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنے پھیپھڑوں کی ورزش میں ہلکان ہوتے۔ اور گانے کی کوشش فرماتے تھے۔ اس زمانے میں ایسے کلام کو بہت مقبولیت حاصل تھی جس میں حضور صلعم کو ایک معشوق کا درجہ دیا جاتا تھا۔ چند درد مند اور صاحب فہم و فراست حضرات یہ دیکھ کر تڑپ اٹھے اس کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ ان حضرات میں علامہ راشد الخیری اور مولوی ممتاز علی صاحب مرحوم پیش پیش تھے۔ اصلاحی تحریکات تحریرات تو ہر ملک میں مقبول ہوتی ہیں اور محفلیں مجلسہ اصلاحی اختیار کر گئیں۔ جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ میں ان خیالوں [illegible] کہوں پہلی ایسا [illegible] سے رہی تھی کہ

کی اس آواز نے مجھے دوبارہ اپنی طرف متوجہ کر لیا۔" لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب سلام پڑھا جاتا ہے تو تعظیم کے لیے کیوں اٹھا جاتا ہے یہ شرک و بدعت ہے، میں پوچھتی ہوں کیا ہمارا کوئی بزرگ یا لیڈر آ جائے جس کی ہمارے دلوں میں قدر و وقعت ہے تو ہم اس کی تعظیم کے لیے نہیں کھڑے ہو جاتے پھر اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ یہ سب لغو خیال ہے میرے نزدیک نہ یہ شرک ہے نہ بدعت اور لوگ یہی کہتے ہیں کہ ہمارا یہ جوش عقیدت اور یہ مقدس یاد صرف آتش بازی اور تقریروں تک ہی محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ ورنہ بس یہی تو ہماری قوم کی جہالت اور بدنصیبی ہے کہ سب اپنی نکتہ چینیوں اور اعتراضوں سے دوسروں کو برا خیال کرتے ہیں۔ ان میں اتفاق نہیں۔ اسی نااتفاقی کا باعث ہے کہ ہماری قوم قعر مذلت میں گر رہی ہے۔ اب ایک پردہ کو ہی لیجئے۔ اس پر کوئی متفق نہیں۔ کوئی پردے کا حامی ہے۔ کوئی اس میں سو طرح کی خامیاں نکالتا ہے۔ کوئی پردے کے لیے برقع کافی اور ضروری سمجھتا ہے کوئی غیر ضروری۔ کیا اسلام میں برقعہ کا حکم ہے؟ اور ہمارے ملک میں برقع کہاں سے آیا؟ کیا آپ کو معلوم ہے۔ یہ ایران کا اختراع ہے اور وہیں سے ہندوستان میں آیا۔ اور جس طرح ہندوستان نے غیر قوموں اور غیر ملکوں کی بہت سی باتیں اختیار کر لیں۔ اسی طرح ہندوستان میں برقع بھی رواج پا گیا۔ ورنہ نہ اس کا حکم نہ خدا نے دیا نہ رسول نے۔ اس سے مذہب کو کوئی واسطہ نہیں۔ مذہب تمہیں برقعہ کا حکم نہیں دیتا۔ پھر تم کیوں اس کو جبراً اختیار کر رہے ہو۔ قرآن میں پردے کے متعلق صرف اس قدر احکام صادر ہوئے ہیں کہ

"اپنے جسم کی ستر پوشی کر لیا کرو۔ اس کے علاوہ جسم کے وہ حصے جو مجبوراً کھلے رہتے ہیں مثلاً چہرہ یا ہاتھ وغیرہ۔ اس کے ہونے پر تم پر کوئی گناہ نہیں"۔ دوسرا حکم ہے کہ "اے مرد و عورت تو اپنی نگاہ نیچی رکھو"۔ پس یہ ہے وہ پردہ، جس کو ہماری سوسائٹی نے اس قدر سنگین بنا کر ہم عورتوں کے حقوق سلب کر لیے۔ اور ہمیں سختی کے ساتھ پردہ میں مقید کر کے زندگی کے ہر شعبہ سیاست معیشت، تعلیم و تجارت ادب سائنس فلسفہ کے دروازے ہم پر بند کر دیئے۔ پردہ ان چیزوں میں حائل نہیں ہو سکتا ہمارے رسول مقبول نے سب مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ علم کہیں سے بھی حاصل ہو۔ اس کا حاصل کرنا ہر مرد و عورت کا فرض ہے اور برقع میں یہ ناممکن ہے"

مقررہ [illegible] کے [illegible] معلوم ہو کہ [illegible]

دماغ پراگندہ ہو گیا اور میں چونک پڑی کہ یہ کیا۔ ابھی تو میلاد النبی پر اظہار خیال کیا جا رہا تھا۔ میلاد کے انعقاد پر تقریر ہو رہی تھی، اس کے درمیان پردہ کہاں سے آ گیا؟ میرے تسلسل خیال کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور میں پریشانی کے عالم میں یہ سمجھنے سے قاصر ہو گئی کہ یہ محفل میلاد ہے یا کوئی سوشل جلسہ جہاں معاشرتی خامیوں پر اظہار خیال کیا جا رہا ہے۔ بہرحال میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ جب قرآن میں پردے کے متعلق یہ صریح حکم آیا ہے کہ "سوائے ہاتھوں اور چہرے کے جو ضرورتاً اور مجبوراً کھلے رہتے ہیں۔ اپنے جسم کو چادر سے ڈھانپ لیا کرو اور اپنی زینتوں کو چھپایا کرو"۔ وہ کون سا طریقہ ہے جس سے ہم احکام الٰہی کی بجا آوری کے ساتھ زندگی کے ہر شعبہ میں حصہ لے سکتے ہیں وہ چادر ہے جس کا کھلا حکم آ چکا ہے۔ جس سے ہم اپنے جسم اور زینتوں کو چھپا کر ضرورت پر عمل قدم اٹھا سکتے اور ہر شعبہ زندگی میں بلا ٹوک حصہ لے سکتے ہیں۔ چادر چونکہ بغیر سلا کپڑا ہے۔ اس کو جسم سے لپیٹ کر جسم ڈھانکنا پڑتا ہے۔ اور جو چادر اوڑھتے ہیں انہیں اس بات کا بخوبی تجربہ ہے کہ یہ معمولی سے معمولی کاموں میں بھی کس قدر تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔ بار بار اس کو سمیٹ کر سنبھالے رکھنا کس قدر دشوار ہوتا ہے۔ اور بغیر چادر کے ہم باہر نکلنے رہے۔ اور اس کے استعمال کے ساتھ آزادی کے ساتھ ہاتھ پاؤں ہلانے سے مجبور تھے۔ صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ بغیر چادر کے ستر پوشی کے حکم کے ساتھ عملی دنیا میں قدم اٹھائیں۔ مگر یہاں بات یہ ہے کہ اگر قرآن شریف میں صرف ستر پوشی کا حکم آتا تو اس کے لیے ایسا لباس کافی اور موزوں تھا جو سارے جسم کو سوائے چہرے اور ہاتھوں کے ڈھانک لے۔ مگر یہاں اس لباس کو ناکافی سمجھا گیا اور اس پر کھلا ہوا اور صریح حکم یہ آیا کہ وہ "جب باہر نکلے لگو تو چادر سے اپنے جسم کو ڈھانک لیا کرو اور چادر اپنے سینوں پر کر بُکّل مار لیا کرو"۔ اگر اس کی ضرورت نہ ہوتی تو ستر پوشی کا حکم بس تھا۔ چادر کا حکم نہ آتا مگر یہ ضروری سمجھی گئی۔ اور [illegible] اس کا حکم آ چکا۔ ایسی صورت میں یہ لازمی اور ضروری ہو گیا کہ اس کے لئے کوئی آسان ترکیب نکالی جائے جس سے ان احکام کی [illegible] میں سہولت ہو۔ اور انسانی عقل نے برقع کا اختراع کیا [illegible] ایران کی اختراع ہو یا ہندوستان کی [illegible]

[illegible]

زندگی میں حصہ لینا جائز سمجھتے ہیں۔ یہ بتائیں کہ وہ کس طرح کے پردے کے ساتھ حصہ لے۔ سوائے برقعہ کے موزوں تر اور کوئی اور بھی چیز ہے؟ جو برقعہ کو غیر ضروری سمجھے اور اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں اس کا حکم نہیں آیا وہ یہ سمجھ لیں کہ چونکہ چادر کا استعمال آسان اور عام فہم تھا اس لئے اس کا ذکر آگیا۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ برقعہ کا حکم نہ ہمیں خدا نے دیا ہے نہ اس کے رسول نے۔ تو شاید خدا کو چاہئے تھا کہ برقعہ کا حکم ہی کی شکل کے ساتھ دیتا۔ بہرحال اس نے چادر کا حکم دیا اور انسانی عقل نے اس کو اپنی سہولت کی بنا پر زیادہ آرام دہ بنا لیا۔ اور حکم الٰہی تو برقرار رکھا۔ برقعہ نے چادر کی جگہ لے لی۔ مگر آج تک میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی اور شاید کبھی نہ آسکے گی کہ برقعہ کو غیر ضروری سمجھنے والے کس پردہ کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک وہ کونسا ایسا اصلاحی طریقہ ہے جس سے وہ اپنے دعوے کو برقرار رکھتے ہیں کہ "خدا نے پردہ کے ساتھ عورت کو ہر شعبۂ زندگی میں حصہ لینا گناہ قرار نہیں دیا ہے"! میرے خیالات کا سلسلہ یہیں تک پہنچا تھا کہ مقررہ کی تقریر کے ان الفاظ نے اس سلسلہ کو قطع کر دیا۔

"خدا فرماتا ہے۔ تم مردوں کا لباس ہو اور وہ تمہارا لباس ہیں۔ لہٰذا آجکل لوگ لباس پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ خدا نے ہمارے لباس کے لئے سوائے ستر پوشی کے اور کوئی حکم جاری نہ فرمایا" ایں یہ کیا؟ فرطِ حیرت سے میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ موصوفہ ایک جست میں کہاں سے کہاں پہنچ گئیں۔ پردہ اور لباس سے موصوفہ کا مطلب کہیں یہ نہ ہو کہ تم مردوں کا لباس اور مرد تمہارا لباس پہن سکتے ہیں۔ لباس انسانی پوشش اور زینت کی چیز ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ تم مردوں کے لئے زینت ہو اور وہ تمہارے لئے باعثِ عزت ہیں جو معاشرت کی ایک بہت بڑی خامی کے تدارک اور اپنی آسائشوں کو غیر مردوں پر ظاہر نہ کرنے کے ضمن میں اشارۃً بیان ہوئی ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ تم صرف اپنے مردوں کے لئے ہو۔ اور تمہارے مرد صرف تمہارے لئے۔ اس لئے لباس سے تشبیہ دی گئی ہے کہ ہمارا لباس کوئی اور نہیں پہنتا۔ اور پہننا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس انسانی کمزوری اور اس کو محفوظ رہنے کے حکم اور اس کی تشبیہ کیا ہو سکتی ہے۔ میرا تذبذب اور انتشار بڑھنے لگا۔ اس انجمن میں تقریر کا بقیہ حصہ نہ سن سکی اور جلسہ ختم ہو کر محفل برخاست بھی ہو گئی۔ تعلیم نسواں کی انتہا ہوتی ترقی کے دور میں ایک قابل تعلیم یافتہ مقررہ کی زبانی اس قدر بے ربط اور متضاد پہلو لئے ہوئے تقریر پر غور کرتی اور اس کے باوجود عام کم علمی کا افسوس کرتی ہوئی گھر لوٹ آئی۔

ب۔ س۔ آنسہ ابراہیم۔ بنگلور

صفحہ ۲۳۹ کا باقی

لیکن شومئ قسمت سے صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ روپیہ کا انتظام نہ ہو سکا۔ بلکہ اس بینک نے جس میں نواب صاحب کا اٹھائیس ہزار روپیہ جمع تھا دیوالہ نکال دیا۔ اب نواب صاحب کی حالت پاگلوں جیسی ہو گئی۔ چالیس بیالیس سال کی عمر میں بوڑھے نظر آنے لگے۔ اُن کے جو شک سے بال تھے کافور ہو گئے۔ منہ پر بجائے رونق کے اُداسی برسنے لگی۔ اس حالت میں کون ان کی دستگیری کرتا؟ زنان خانے میں جانے کی ان کی ہمت نہ پڑتی۔ ہاں آٹھویں دسویں کلثوم بیگم خود ان کی بیٹھک میں لمحہ دو لمحہ کے لئے آجایا کرتی تھیں۔ بیگم صاحبہ کے پاس جو بچا کھچا زیور تھا وہ بھی بازار گھاٹ اترا۔

آخر وہ جب بالکل تنگ آگئیں نہایت ہی سراسیمگی کی حالت میں اپنے میکے چلی گئیں۔ اب اتنی بڑی محلسرا میں صرف دو اشخاص رہ گئے۔ ایک تو نواب سجاد حسین اور دوسرا ان کا پرانا ملازم علی عباس۔ نواب صاحب کی تندرستی اس قدر خراب ہو گئی کہ وہ اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہو گئے تھے۔ اس پر ذیابیطس سے پیٹھ میں پھوڑا نکل آیا۔ جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔

دیاکشن گنجور۔ لکھنؤ

منظر کی خوبصورتی

صبح آتی ہے تو ہم شام کو کہتے ہیں جمیل
شام آتی ہے تو یاد آتے ہیں انوارِ سحر
حسن کا جلوہ ہے مقصود تو اے صاحبِ فہم
ہو نہ زنجیریٔ شام اور نہ گرفتارِ سحر

عبدالعزیز فطرت صدیقی

شادی اور جہیز

جوان لڑکے جب کبھی اپنی شادی کی بات چیت سنتے ہیں تو وہ جس قدر خوش ہوتے ہیں۔ اس کو وہ یا ان کا رفیق ہی بتا سکتا ہے مگر لڑکیاں بھی بغیر خوش ہوئے نہیں رہتیں۔ گو وہ اپنی اس خوشی کا اظہار نہیں کرتیں۔ مگر ان کی حرکات و سکنات ۔ ۔ چپکے چپکے خود اپنے جہیز کی تیاری، جوڑوں کا سینا، سلانا، سلمہ ستارے کے کام میں مصروفیت اور تکیہ کے غلاف و میز پوش کاڑھنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ خوش ہیں۔ ان کی خوشی کی اصلی وجہ آزادی ہوتی ہے کنوارپنے میں انہیں دیدہ زیب جوڑے کون زیب تن کرنے دیتا ہے جھومر، جھمکے، بالی، کرن پھول نیکلس ہر وقت والدہ کے قبضہ میں رہتے ہیں۔ انہیں صرف نیا ٹھاٹ کہنا ملتا ہے۔ تیل پھلیل پھول کو روزانہ کون استعمال کرنے دیتا ہے۔ عطر، سرمہ، مستی اس زمانہ میں کون لگاتا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ ہر ایک اس کی زبان پر قفل لگا ملتا ہے بھلا وہ بچاری کیوں نہ خوش ہو۔ اب اس کو ہر چیز کی آزادی ہوگی۔ وہ خود مختار ہوگی۔ اور کوئی اس پہ حرف دھرنے والا نہ ہوگا۔

وہی لوگ جو کنوارپنے میں اسے بچاری بھر کم کپڑے نہ پہننے دیتے تھے۔ اب خود پہنائیں گے۔ بالی جھومر کرن پھول وغیرہ سے لادیں گے۔ (خواہ قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے) تیل پھلیل اور پھلیل میں بسائیں گے۔ اور عطر سرمہ اور لالی بھی لگائیں گے امیروں کو تو یہ سب مناسب ہے اللہ نے انہیں دیا ہے، جو چاہیں خرچ کریں مگر افسوس تو یہ ہے کہ غریب اور اوسط درجہ کے لوگ بھی ان کی ریس میں مرے جاتے ہیں۔ اور محض دکھانے کے واسطے جھوٹی واہ واہ کے لئے بنئے کے اس شکنجہ میں جکڑ جاتے ہیں جس سے نکلنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ذرا سوچئے ایسی شادی خانہ آبادی ہے یا خانہ بربادی۔

جہیز کے جوڑے ایسے بھاری بھاری دیئے جائیں گے جو سوائے شادی بیاہ کے، روزمرہ پہننے کے قابل۔ ہوں۔ ہمیشہ بکسوں میں تہہ کئے رکھے رہیں۔ اور ان کا مصالحہ سال بہ سال ماند ہوتا رہے میری خالہ صاحبہ کے جہیز میں آیا اسی قسم کے کچھ کپڑے سوائے دو چار کے جو انہوں نے بعض موقعوں پر استعمال کئے سب کے سب بالکل اسی طرح بکس میں تہہ کئے ہوئے رکھے ہیں۔ ہر سال جب دھوپ دینے کے واسطے باہر نکالے جاتے ہیں ہم کو بھی ان کی زیارت کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہر سال ان کی رنگت اڑتی جاتی ہے بتایئے اس سے کیا حاصل؟

برتن ایسے اور اتنے دیئے جائیں گے کہ مرادآباد کی کسی ایک دکان کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائے۔ دنیا بھر کا کھڑاگ جمع کیا جائے گا۔ خواہ وہ کام کا ہو یا نہ ہو۔

یہ وہ چیزیں ہیں۔ جو آپ اپنی لڑکی کو جہیز میں دیتی ہیں یا دینے کا ارادہ رکھتی ہیں اور ہمیشہ یہی کہتی ہیں کہ جتنا بھاری جہیز ہوگا اتنا ہی نام ہوگا۔ ذرا سوچئے جہیز کا کیا مطلب ہے۔ آنحضرت نے حضرت فاطمہ زہرا رضی کو جہیز میں کیا دیا تھا۔ جہیز ضرور دیجئے مگر وہی جو آئندہ کام آئے۔ جہیز کا مطلب ہے وہ چیزیں جو الگ گھر کرنے میں کام آئیں نہ کہ بچھے گی ہوئی ٹپاریاں، بیس بیس۔ چالیس چالیس سیر کی دیگیں یا سیکڑوں بھاری کپڑے۔ پانچ پانچ سنگر مشینیں، پچاسیوں سینیاں اور سینکڑوں برتن اور اسی قسم کی اور ہزاروں چیزیں صرف دو ادمیوں دولھا اور دولھن کے الگ گھر کے لئے کہاں تک مناسب ہیں۔

جوڑے دیجئے مگر روزمرہ کے استعمال کے۔ آپ نے سینکڑوں بھاری جوڑے دیئے تو کس کام کے سال کے پہننے کو برسوں چاہئیں۔ جب تک رنگ اڑ جائے گا۔ مصالحہ غائب ہو جائے گا اور کپڑے گل جائیں گے۔

برتن دیجئے مگر ضرورت کے لائق ورنہ ان میں زنگ لگ جائے گا۔ قلعی جاتی رہے گی۔ اور وہ کسی کام کے نہ رہیں گے۔

جتنا آپ کا مقدور ہو اپنی چہیتی لڑکی کو زیور دیجئے مگر حیثیت سے زیادہ نہیں کہیں مقروض نہ ہونا پڑ جائے۔ اور اگر خدا نے دیا ہے تو نقد روپیہ جتنا چاہئے دیجئے۔ جائیداد دیجئے۔ جو ہمیشہ کام آئے۔ آپ کی بیٹی کو بھی سہارا ہو۔ اور آئندہ نسل بھی فائدہ اٹھائے۔ کتابیں دیجئے جس سے وہ علم حاصل کرے۔ جو اس کے کام آئے۔

کشور جہاں حیدری

اپنے وطن پر دلہن کی آخری نظر

آہ اے میرے وطن پیارے وطن پاک وطن ۔ آہ اے میرے سکونِ دلِ صد چاک وطن
دیدہ و دل سے لگائی ہوں تری خاک وطن
ہے کہ خوابیدہ تری خاک میں صد نقش و نگار ۔ اے کہ غلطیدہ ترے رنگ میں ہے رنگِ بہار

جھولے باغوں میں جو ڈالے گئے برساتوں میں ۔ سلونی گاتی رہی ہوں میں تری راتوں میں
کاٹ دی رات بھی سکھیوں سے کبھی باتوں میں
آنکھ کھولی تو تری مست فضا میں میں نے ۔ سانس جب لی ہے تو تیری ہی ہوا میں میں نے

تیرے گوشوں میں کبھی دھوم مچاتی تھی میں ۔ تیرے مہتاب کی کرنوں سے نہاتی تھی میں
تیرے ہی پھولوں سے بالوں کو سجاتی تھی میں
میرے اماں کے تیرے خس و خاشاک میں ہیں ۔ ہڈیاں اپنے بزرگوں کی تری خاک میں ہیں

تیری ہی آب و ہوا میں میں ہوئی پل کے جواں ۔ تری سرسبزیاں ہیں گوشۂ دل میں پنہاں
اے وطن ہے تری الفت مری رگ رگ میں نہاں
آہ کیا ٹھہرے جاتی ہوں چھڑائی تجھ سے ۔ اے وطن ہوتی ہے اب آج جدائی تجھ سے

جھیل اور ندیاں یہ دشت و چمن کیا کہنا ۔ باغ میں یہ گلِ لالہ کی پھبن کیا کہنا
اے وطن میرے وطن پیارے وطن کیا کہنا
چھوٹ کر تجھ سے یہ الفت کہاں پاؤں گی ۔ میں جدائی میں تری خون ہی برساؤں گی

تجھ سے اے پیارے وطن دور نہ جانا ہوتا ۔ تیرے گہوارۂ دل ہی میں اپنا ٹھکانا ہوتا
عمر بھر کاش لڑکپن کا زمانہ ہوتا
کبھی ہوتی نہ میں کمبخت جواں ہی اے کاش ۔ اس جدائی سے تڑاتی نہ کلیجہ یہ خراش

اے وطن میرے وطن تک نشاں جاتی ہوں ۔ مجھ کو خود بھی نہیں معلوم کہاں جاتی ہوں
جس جگہ جان نہ پہچان وہاں جاتی ہوں
[illegible] میں تری سرحد سے نکل کر جاؤں ۔ اے وطن اس سے تو بہتر ہے کہ میں مر جاؤں

ابو البیان ناز ش ۔ پرتاب گڑھی

مستقبل کی آواز

تری طرف نگہِ خاص و عام ہے کہ نہیں؟
کہیں جہان میں تیرا مقام ہے کہ نہیں۔
تری بقا کا کہیں اہتمام ہے کہ نہیں؟
تجھے نصیب حیاتِ دوام ہے کہ نہیں
ترے سکوت میں کوئی پیام ہے کہ نہیں؟
نفس میں سوزِ نظر میں کلام ہے کہ نہیں
خزاں رسیدہ گلستاں پہ غنچہ [illegible]؟
لطافتِ گلِ نسریں سے کام ہے کہ نہیں
قدم قدم پہ بہاروں کو دیکھتا کیا ہے؟
نفس نفس ترا آتش بجام ہے کہ نہیں
بتا بتا ترے حاکم ہیں دہر میں کتنے؟
سمجھ سمجھ تری ہستی غلام ہے کہ نہیں
سکوتِ شب میں ستاروں کو دیکھنے والے
ستارہ تجھ سے کوئی ہم کلام ہے کہ نہیں
تو کیا ہے کون ہے کس نور کا ترشح ہے؟
کچھ اپنی ذات کا بھی احترام ہے کہ نہیں
ترے پیام میں ہے انقلاب تو لیکن
ترا پیام خدا کا کلام ہے کہ نہیں
بساطِ ارض پہ شطرنج کھیلنے والے
خیالِ گردشِ ہر صبح و شام ہے کہ نہیں
زمین پر تو ہے تیرا قدم قدم پہ وقار
فلک پہ بھی کہیں تیرا مقام ہے کہ نہیں

ظرف قریشی بھنڈارہ وی ناگپور

خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

نارنجی رخسار۔ انگلستان کی ایک امیرزادی جس کی عمر سو سال کی ہوئی تین درجن سنگترے روز کھا لیتی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ اُس کے رخسار نارنجی رنگ کے تھے اور صحت اُس کی اس قدر اچھی تھی کہ عمر بھی اس کی لمبی ہو گئی۔ بات یہ ہے کہ سنگترہ کا براہِ راست اثر جگر پر ہوتا ہے۔ کوئی اور غذا اس معاملہ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جگر پر اثر کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جلد رنگین ہو جاتی ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ گاجر اور سنگترہ جلد کا رنگ نکھار دیتے ہیں۔ اور صحت درست ہو جانے کی وجہ سے بال بھی چمک دار ہو جاتے ہیں۔ ایک دو سنگترے روز کھانے چاہئیں۔ تین درجن ایک دم سے شروع نہیں کرنے چاہئیں۔ جب تم سو برس کی عمر تک پہنچو گی سنگتروں کی تعداد بھی بڑھ جائے گی۔

گردن کی ورزش۔ جسم میں سب سے زیادہ نگہداشت گردن کی کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ حصہ نظر آتا رہتا ہے اور سب سے پہلے اسی میں عمر کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ کی گردن زیادہ چھوٹی یا زیادہ پتلی ہے یا اس کی کھال ڈھیلی پڑ گئی ہے۔ یا اس میں جھریاں پیدا ہو جائیں۔ یا یہ بھدی معلوم ہونے لگے تو آپ کا جسم تمام کی وجہ سے کیسا ہی عمدہ کیوں نہ ہو گردن کی خرابی کی وجہ سے ساری خوبی خاک میں مل جائے گی۔ ایک ورزش ایسی ہے جس سے گلے اور گردن کے سارے نقائص دور ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے خطوط میں تسلسل پیدا ہو جاتا ہے۔ سیدھی کھڑی ہو جاؤ کولھوں پر ہاتھ رکھ لو۔ سر ایک طرف سے دوسری طرف آہستہ آہستہ جہاں تک بیجایا جا سکے لے جاؤ۔ جیسے کندھے پر سے نظر کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے کندھے کی طرف کرو۔ صبح اور رات کے وقت یہ حرکت ۵ دفعہ کرو۔ اس طریقہ سے گردن بالکل درست ہو جائے گی۔ دوہری ٹھوڑی بننے لگے گی۔ نہ جبڑوں کے پاس کا پٹھا ڈھیلا ہو کے چہرہ کے اس حصہ کو بدنما کرنے لگے گا۔ اچھی سی کریم گردن میں ملو۔ اس کا اثر جلد محسوس ہو گا۔ مندرجہ بالا ورزش اور کریم کی مالش گردن کے لئے بے حد مفید ہیں۔ جس کی گردن موٹی ہو جائے اور اسے پتلی کرنے کی خواہش ہو پہلے گرم پانی کا سینک کریں۔ اس کے بعد کریم کی خوب مالش کریں۔ یہ عمل ورزش کے بعد ہونا چاہئے۔ گلے پر بالائی رُخ مالش کرنا بیحد عمدہ ہے خواہ گردن موٹی نہ ہو۔ اس سے خون گردش کرتا ہے۔ اور ورزش کے ساتھ یہ مالش پٹھوں میں چستی پیدا کرتی ہے۔

مسوڑھوں کی مالش۔ انسان کے جسم میں کونسی ایسی چیز ہے، جو دوسری چیزوں کے مقابلہ میں یہ کہہ کے نظر انداز کر دی جائے کہ اس کی طرف توجہ اس کے بعد کی جائے گی۔ دانت خراب ہوں یا ہلنے لگیں یا گر جائیں۔ چہرہ کتنا ہی بے مثل ہو اس کی وجہ سے ماند پڑ جائے گا۔ پھر کیوں نہ ان کی طرف توجہ برقرار رکھی جائے۔ دانتوں کے قائم رکھنے کے لئے، مسوڑھوں کا تندرست ہونا ضروری ہے اور اس کے لئے ان پر برش یا مسواک کرتے رہنا نہایت ضروری ہے۔ بہت کم دانت آپ کو اچھی حالت میں نظر آئیں گے۔ جب تک نعمت آدمی کے قبضہ میں رہتی ہے، وہ اس کی قدر نہیں کرتا۔ جب وہ ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ اُس وقت اس کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ کیکر کی مسواک کا سرا چاب کر ملائم کر لیا جائے کہ اس کے ریشے نرم برش جیسے ہو جائیں یا درمیانہ درجہ کا سخت برش مسوڑھوں پر آگے اور پیچھے خوب ملنا چاہئے۔ دن میں ایک مرتبہ تو ضرور اس کی مالش کریں۔ اگر ایک دفعہ سے زیادہ کر سکیں تو کیا ہی اچھی بات ہے۔ اگر برش استعمال کیا جائے تو ملتے وقت اس کو نمک کے پانی میں بار بار ڈبوتے رہنا چاہئے۔ آدھے گلاس پانی میں چمچہ بھر معمولی نمک گھول لینا کافی ہے استعمال کے بعد اسے دھو کے کسی تولیہ پر زور زور سے مل کر خشک کر لینا چاہئے۔ اگر مسوڑے دُکھتے ہوں تو نرم برش استعمال کریں اور گو بھی ہلکی رکھی جائے مالش مسوڑھوں کے لئے جادو کا اثر رکھتی ہے۔ دانتوں کو صاف رکھنے سے پائیریا بھی نہیں ہونے پاتا۔ جب آدمی بناوٹی دانت لگواتا ہے۔ تو انہیں دن میں کئی دفعہ دھونا پڑتا ہے۔ ورنہ وہ سڑ جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اصلی دانتوں کو ہم دن میں ایک دفعہ بھی نہیں دھوتے۔ اگر انہیں صاف رکھا کرتے تو مصنوعی دانتوں کی زحمت نہ اُٹھانی پڑتی۔ ایسے دانت

اصلی دانتوں کا کام نہیں دیتے۔ چیز کے مزہ میں بھی فرق آجاتا ہے

حصول دلکشی ۔ مغربی تقلید کی شدت بہت بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ پوڈر وغیرہ لگانے کا شوق ہر طرف چھایا ہوا ہے جنہیں بناوٹ کی ضرورت ہے۔ وہ پاؤڈر وغیرہ لگائیں تو مضائقہ نہ تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے نمک روپ اچھا دیا ہے وہ اس قدرتی حلیہ کی قدر نہیں کرتیں اپنے حسن میں کمی محسوس کئے جاتی ہیں۔ جب تک کہ وہ لوازمات حسن استعمال نہ کریں۔ مگر سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ پوڈر وغیرہ لگانا اختیار کر لیا۔ مگر سلیقہ اور طریقہ نہ سیکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کرتا ہے کہ اچھا خاصہ چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ پان کی سرخی کی بجائے لپ سٹک یا لال کھا جانا پکار پکار کے بناوٹ کو ظاہر کرتا ہے۔ اب یہ اچھا یا برا رواج پڑ گیا ہے۔ تو اس کے طریقے سیکھنے چاہئیں پوڈر سے کر خسار دل بہر گز نا ان کی جلد کو خراب کرتا ہے۔ ان میں جھریاں اور لکیریں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ پوڈر کا پھر کر بجائے خود جلد کو خراب کرتا ہے۔ اس کی صفائی تو ہو نہیں سکتی۔ جلد سے مس ہونے کی وجہ سے اس کے اثرات اس میں آ جاتے ہیں اور اکٹھے ہوتے رہتے ہیں اور جلد کو نقصان پہنچانے لگتے ہیں۔ اس لئے بہتر کی ادن استعمال کرنی چاہئے۔ وہ دھل بھی خوب جاتی ہیں اس کا پھر کسا بنا لیں۔ اسے پوڈر میں ڈبوئیں اور سارے چہرے پر ہلکے ہلکے تھپک دیں۔ زائد پوڈر جھڑ جائے گا۔ اور باقی آپس میں مل کے ہموار ہو جائے گا۔

دو پوڈر کے ڈبے لیں ایک بالکل سفید ہو دوسرا گہرا نیچرل (Natural) یا جھلسا ہوا زرد (Sun S.) (burn) جو آپ کو پسند ہو خرید یں۔ طریق معمول پر غائب ہونے والی کریم Vanishing Cream لگانے کے بعد سفید پوڈر کی تہہ جمائیں۔ اگر آپ کو سرخی روژ Rouge کا شوق ہے اس رخسار پر ہلکی ہلکی لگا دیں۔ اس کے بعد دوسرا پوڈر ہلکا ہلکا تمام چہرہ اور گردن پر لگائیں۔ آخر میں چہرہ سنوار برش Complexion Brush نرمی سے پھیر دیں۔ اگر ایسا برش نہ ہو تو اپنی انگلیاں ملائمت سے اس طرح پھیریں گویا تیتری کے پر رخساروں کو چھو رہے ہیں۔ اس طریقہ سے چہرہ پر اصلی شکل کا روپ آجاتا ہے۔ اور تصنع نہیں ٹپکتا۔

مصرفوں کی ورزش ۔ باہیں اٹھائیں اور انہیں اس طرح موڑیں کہ ہاتھوں کی انگلیاں گردن پر پل جائیں۔ اب کہنیوں کو جھکائیں، اور جس قدر قریب لے جائی جاسکیں بدن کی طرف لے جائیں۔ حتیٰ کہ ہاتھ کا رخ گردن پر اوپر کو ہو جائے۔ اس وقت آپ کو سینہ پھیلتا اور کندھے کی پچھلی چوڑی ہڈیاں ایک دوسرے کی طرف پیچھے کو دبتی معلوم ہوں اب بانہوں کو اوپر ان کی سابقہ حالت پر لے آئیں۔ بانہوں کو جھکاتے وقت اندر کو گہرا سانس لیں۔ اور انہیں اٹھاتے وقت آہستہ آہستہ سانس باہر نکالیں۔

جو لوگ زیادہ بیٹھے رہتے ہیں ان کے کندھے کسی قدر گول ہو جاتے ہیں۔ ان کا علاج صرف یہ ہے کہ روزانہ مفصلہ ذیل ورزشیں کر لیا کریں۔ فرش پر اس طرح بیٹھیں کہ گویا آپ کشتی میں چپو چلا رہی ہیں ایڑیاں زمین سے لگ جائیں۔ گھٹنے اوپر کو قدرے اٹھے ہوئے ہوں پاؤں میں رسی ڈال کر دونوں ہاتھوں سے اس طرح پکڑ لیں کہ بانہیں گھٹنوں سے اٹھی ہوئی تن جائیں۔ اب آگے جھکی ہوئی کمر آہستہ آہستہ سیدھی کریں اور سر خوب پیچھے کو ہو جائے۔ اس وقت بانہوں کو پاؤں سے کر باہر پھیلائیں اس طرح کہ کندھوں کی سیدھ میں ہو جائیں۔ یہ طریقہ کو باہر نکالتا ہے اور کندھوں کی ہڈیاں پیچھے کو دبار بنا ہے اگر کندھے کی چپنیاں زیادہ باہر کو نکلی ہوئی ہوں۔ اس کے لئے مفید ورزش کہ دیوار سے ایک فٹ کے فاصلہ پر کھڑی ہو کر دونوں ہاتھ دیوار پر ہاتھ کندھوں کی سیدھ میں دیوار پر تن جائیں۔ آگے کی طرف جسم کہ جیسے دیوار سے تقریباً لگنے لگے۔ اب بانہوں کو سخت کر کے جسم کو پیچھے کی طرف دھکیلیں۔ کمر سیدھی اور سر اونچا رکھیں۔ یہ ورزش روزانہ دس دفعہ آپ کو جلد نمایاں فرق معلوم ہونے لگیگا۔

خانگی ٹوٹکے ۔ خوراک کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ تازہ میوے خوب کھایا کریں۔ خاصہ فاصلہ قائم کر کے ٹھنڈا پانی کافی مقدار میں پیئیں اور نمکین پانی صبح پی لیا کریں مٹھائیوں چیزی سے بچیں۔ تازہ جس قدر ممکن ہو ورزش کرتے رہیں کیل مہاسے نمودار نہ ہونے پائیں ہاتھوں پر سیب کے داغ پڑ جائیں تو سیب کی کتر ہاتھوں پر خوب ملیں۔ پھر ہاتھ دھو ڈالیں۔

محمد ظفر

سیر بین

خیالات کی بنیاد - کسی کتاب کے تصنیف کرنے سے پہلے مختلف مصنفوں کی مختلف کیفیت ہوا کرتی ہے۔ مولانا شرر جب بھوکے ہوتے تھے یعنی ان کے پاس خرچ کو کچھ نہ رہتا۔ تو دن میں لیمپ جلا کر اندھیرے کمرے میں چلے جاتے اور ۱۶ صفحوں کا ایک جزو لکھ کر باہر آ جاتے۔ وہ چھپ جاتا اور خریداروں کے پاس بذریعہ وی پی پہنچ جاتا۔ پنڈت سرشار اودھ اخبار میں فسانۂ آزاد سلسلہ وار لکھتے تھے۔ آخر وقت تک مطبع سے تقاضا آتا رہتا۔ اخبار کی کاپیاں لکھی جا چکی ہیں۔ صرف آپ کا صفحہ باقی ہے۔ پھر آدمی آتا کہ کاپیاں پتھر پر جم چکی ہیں۔ پھر اطلاع آتی کہ سب کاپیاں چھپ چکی ہیں۔ آخر وقت پر پنڈت جی ایک ساغر گلرنگ چڑھا جاتے اور محرر سے پوچھتے کہ پچھلی قسط کہاں تک پہنچی ہے قلم برداشتہ اپنے روزمرہ کے مقررہ صفحات لکھ کر قاصد کے حوالے کر دیتے۔ انگریزی کا مشہور شاعر بائرن جب کچھ نہ لکھ سکتا۔ اپنی بانسری نرم نرم بجانا شروع کر دیتا۔ اسی اثناء میں خیال صاحب تشریف لے آتے۔ وہ بانسری رکھ کے اسے سپرد قلم کر دیتا۔ لانگ فیلو کو صبح شام کی سیر کے وقت تخیل کی مدد ملتی۔ اس کی بہترین نظمیں انہیں دونوں اوقات کی ہیں۔ براؤننگ دری پر پاؤں پھیلائے جاتا۔ جس کی رگڑ سے اس کی ہر دری میں بڑے بڑے سوراخ ہو جاتے۔ سیرن کرافورڈ اپنے پرانے قلم ہی سے اپنی تصنیف کا ایک ایک لفظ خود لکھتا۔ والٹیر کئی پنسل چھیل چھیل کے باریک نوکدار کر لیتا۔ اور ان سے لکھتا رہتا۔ ایک مصنف آدھی رات تک کورا رہتا۔ بارہ بجتے ہی اپنے گھر میں جا کر موٹر گاڑی نکالتا اور ساری رات شہر سے باہر سڑکوں پر پھرتا رہتا۔ صبح تک دماغ میں ناول کا مضمون جم جاتا موٹر بند کرتے ہی کاغذ پر قلم چلنے لگتا۔

بعض پرندے - بیا پرندوں میں اچھا جولاہا ثابت ہوا ہے۔ اس چڑیا کے گھونسلے لمبے لمبے جھاڑیوں اور جھاڑ دار درختوں میں لٹکتے نظر آیا کرتے ہیں۔ ایک جھاڑی میں کئی کئی گھونسلے ہوتے ہیں گویا بیا بھی بستی میں رہنا پسند کرتا ہے۔ ایک پرندہ دو تین گھونسلے بناتا ہے۔ نر گھونسلہ تیار کرتا ہے۔ مادہ اسے دیکھ کر پسند کر لیتی ہے۔ اسے سجانا اس کا کام ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ اس میں انڈے سے کر سینے بیٹھ جاتی ہے۔ اس عرصہ میں میاں بیٔے دوسرا گھونسلہ تیار کرتے ہیں جس کے ختم ہونے پر ایک امیدوار مادہ معائنہ کر کے پسند کر لیتی ہے اور اس میں گویا کرایہ دار کے طور پر رہنے لگتی ہے اور وہ اسے سجا کے انڈے دے دیتی ہے اور ان پر بیٹھ جاتی ہے۔ اس جنس میں یہ نئی رعیت بیٔے کی دوسری بیوی ہوتی ہے۔ اور نئے گھونسلوں میں اسی طرح اس بیٔے کی اور کئی مادائیں بن کے رہنے سہنے لگتی ہیں۔ بالالفاظ دیگر یہ پرندہ کئی کئی بیویاں رکھنے والا ہے۔ یورپ میں ایک دلدلی مقامات کا پرندہ سنائپ ہے جو سارے براعظم میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے برعکس اس کی مادہ کے کئی کئی نر ہوتے ہیں۔ نر کے مقابلہ میں مادہ زیادہ خوبصورت اور چمکیلے رنگ کی ہوتی ہے۔ اس کا قد بھی نر سے بڑا ہوتا ہے۔ وہ دوسری مادأوں سے کنوارے نر کے لئے لڑتی ہے جب وہ گھر بنا چکتی ہے اس میں انڈے دے دیتی ہے۔ انہیں سینے کے لئے نر کو گھونسلہ میں چھوڑ جاتی ہے۔ وہ بچے نکل آنے پر ان کی پرورش کرتا ہے۔ انڈوں پر نر کو بٹھا کے وہ دوسرے شوہر کی تلاش میں نکل جاتی ہے۔ اس طرح وہ تین چار بے خبر کنواروں کو خانگی دھندوں میں پھانس دیتی ہے۔ یہی حال بسٹرڈ گول کا ہے۔ جو صورت میں شتر سے ملتا ہے۔ یہ بھی یورپ ہی کا پرندہ ہے۔

چیز کی عادت لوگوں کو بعض چیزوں کی ایسی عادت ہو جاتی ہے کہ اگر وہ نہ ملیں تو ان سے کوئی کام ہی نہیں ہو سکتا۔ ہمارے ملک میں دو کروڑ پان چبانے والے ہیں۔ دیکھا جائے تو پان ایک معمولی پتہ ہے۔ جس پر ذرا سا کتھا چونہ لگا کر کتری ہوئی چھالیا کے ساتھ منہ میں رکھ لیتے ہیں اور چباتے رہتے ہیں۔ بہت سے چھالیا کے ساتھ تمباکو بھی ڈال لیتے ہیں۔ اسے چبا کر طبیعت میں تازگی آ جاتی ہے کھانے کے بعد اس کا استعمال ہاضمہ کو مدد دیتا ہے۔ موجودہ جنگ سے پہلے پان کھانا زیادہ گراں نہ تھا۔ مگر چھالیا کے علاقہ پر جاپان کا عارضی قبضہ ہو جانے سے عمدہ چھالیا آنی بند ہو گئی۔ وہ دو روپیہ کی پانچ سیر ملا کرتی تھی۔ اب وہ ناپید ہو چکی ہے۔ ہندوستان میں پیدا ہونے والی چھالیا گھٹیا ہوتی ہے۔ مگر یہاں بھی آٹھ روپیہ سیر تک بک رہی ہے۔ ریلوں کی آمدورفت کم ہو جانے سے گیا

ایک پان بکتا رہا ہے۔ ورنہ ایک پیسے کے آٹھ آٹھ پان بکا کرتے تھے۔ کتھا پانچ چھ روپیہ سیر ہو گیا اور چونا سا نہیں ملتا۔ مگر اس گرانی کے باوجود عادت بدستور قائم ہے لوگ کھا رہے ہیں۔ سپاہی حالت مبتلائی تو اس پر اس قدر جان دیتے ہیں کہ وہ اپنی روزمرہ کی غذا چاول چھوڑ سکتے ہیں مگر پان چھوڑنا کسی طرح گوارا نہیں کرتے۔ عادت کی چیزوں میں چائے، شراب، افیم، بھنگ، کوکین وغیرہ آتی ہیں۔ ممکن ہے یہ چیزیں ایک خاص مقدار تک ملک کی آب و ہوا کی مناسبت سے نقصان نہ کرتی ہوں۔ مگر ان کے استعمال میں سب سے زیادہ خطرہ یہ رہتا ہے کہ روزمرہ کے استعمال سے اثر کم ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے اس اثر کو حاصل کرنے کے لئے تعداد بڑھانی جاتی ہے جو زیادہ ہی ہوتی چلی جاتی ہے یہی سب سے بڑی خرابی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسی چیزوں کو مطلق استعمال نہ کیا جائے۔ کسی چیز کی عادت ڈالنی ہی نہیں چاہئے۔ دودھ پینے کی عادت بھی اسی طرح مبتلا ہو سکتی ہے ایسی چیز بھی کبھی ہو عادت ہو جانے سے مصیبت بن جاتی ہے۔

شادی کا بیڑا جزیرہ بورنیو جو آج کل جاپان کے قبضہ میں ہے اب وحشی نہیں رہا۔ پہلے وہاں لڑکا جس لڑکی کو پسند کرتا تھا اُٹھا لے جاتا تھا۔ وہ اس کی بیوی ہو جاتی تھی۔ شادی کی وہاں یہی رسم تھی۔ اب تو یہ دستور ہے کہ لڑکی کا باپ اپنی حیثیت کے مطابق اس کی قیمت مانگتا ہے۔ اگر امیدوار اسی وقت قیمت دیدے تو شادی ہو جاتی ہے ورنہ جس قدر رقم اس کے پاس ہوتی ہے وہ لڑکی کے باپ کے حوالے کر دیتا ہے، اور باقی رقم کے پوری ہونے تک اس کی خدمت میں رہ کر اس کی مزدوری کرتا رہتا ہے جب رقم پوری ہو جاتی ہے شادی کر دی جاتی ہے لڑکی کی قیمت اس کی خوبیوں اور خاندانی وجاہت کے لحاظ سے کم و بیش ہوتی ہے۔ آسودہ حال والدین میں سے پچاس تک مویشی مانگ لیتے ہیں بعض حالات میں اس کی قیمت پندرہ بیس روپیہ تک گری ہوئی ہوتی ہے لڑکے کی وجاہت کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ اگر وہ آسودہ گھر کا بچہ ہے تو اسے قیمت بھی بعض دفعہ بہت زیادہ دینی پڑتی ہے۔ لیکن عام طور سے قیمت مقرر کرنے میں اعتدال سے کام لیا جاتا ہے۔

لڑکی اس سودے کو اپنی توہین سمجھ کر بعض دفعہ ناپسند کرتی ہے مگر رواج سے مجبور ہے۔ عام طور سے وہ اس رسم کو اچھا سمجھتی ہے۔ کیونکہ کچھ رقم شروع میں ادا ہو جانے کے بعد باقی کے بدلے خدمت کرنے کی وجہ سے دونوں کو ایک دوسرے کی عادات و خصائل کا پتہ لگ جاتا ہے پھر جو لڑکی کو اپنی پسند یا ناپسند بھی کو چھپا اٹھانا ہے۔ وہاں اس چیز کو قسمت کا لکھا سمجھا جاتا ہے کہ آدمی کچھ ہی کرے ہوتا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے شادی کی رسم اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ عزیز و اقارب جمع ہو جاتے ہیں۔ لڑکا لڑکی پاس بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ ایک پان کے دو برابر ٹکڑے کاٹے جاتے ہیں کی دائی کرتی ہے مجمع میں نہایت خاموشی طاری ہوتی ہے۔ اشارہ پاتے ہی دونوں پان اٹھا کے چبانے لگتے ہیں۔ دائی زور زور سے کچھ منتر پڑھے جاتی ہے اور خوب چیختی رہتی ہے۔ اور دونوں کا سر ایک دوسرے سے ٹکرا دیا جاتا ہے بس سمجھئے شادی ہو گئی۔ اس کے بعد دھوم دھام سے دعوت ہوتی ہے۔

پھلجھڑیاں ۱۹۳۹ء میں ہٹلر کی سالگرہ کے موقع پر سٹالین نے نمک کی ایک بڑی بوری تحفہ کے طور پر بھیجی۔ جس پر لکھا تھا کہ روس کے پاس نمک کے دانوں جتنے ہوائی جہاز ہیں۔ ہٹلر نے جواب میں لکھا کہ اس کے پاس ایک بڑا گھوڑا رگورنگ سے مراد) ہے، جو سالا نمک ایک ہی دن میں کھا سکتا ہے۔ گوئرنگ کے سپرد جرمنی کی ہوائی طاقت ہے۔

سرکاری زمین پر قبضہ رکھنے کے بدلے میں سرکار کو کرایہ کے علاوہ ایک رقم دی جاتی تھی جس کو رائلٹی کہتے تھے۔ کان کا مالک کان کھودنے کے بدلے میں ایک خاص رقم دیتا تھا۔ بعد میں ایجادوں اور کتابوں پر رائلٹی دی جانے لگی۔ یعنی موجد اور مصنف اپنے نفع پر ایک خاص رقم بحساب فی سینکڑہ دینے لگے۔ کیونکہ یہ ایک ٹھیکہ ہو گیا کہ کوئی اور اس ایجاد یا کتاب سے فائدہ نہ اٹھا سکتا تھا۔ اب یہ نام رواج تو پاتا رہا۔ جو رقم موجد یا مصنف کو نفع کے ایک حصہ کی ملا کرتی ہے اسے رائلٹی کہا جانے لگا۔

جرمنی نے مغرب میں جو سد سکندری سیگ فریڈ کے نام سے قائم کی اس کی تعمیر ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۸ء تک رہی۔ یہ سوئٹزرلینڈ کی سرحد سے شروع لکسمبرگ، بلجیم، ہالینڈ کی سرحدوں کے برابر ہوتی ہوئی دریائے رائن کے دہانہ تک چلی گئی ہے۔ یہ تین میل تک چوڑی ہے۔ اور میں میل کے اندر تک حفاظت کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ سد کی بنیاد ہے۔ دیوار درخت وغیرہ خوب اُگے ہوئے ہیں۔ جن سے بہت چھپاؤ رہتا ہے۔

ایٹم بم کی پھٹنے کی اصلی بلندی ۲۲ سو فٹ ہے اور اس کی رفتار چار سو میل تک ہے۔

لنکا میں ایک سب سے بڑی عمر کی عورت اگست کے مہینہ میں مری ہے جس کی عمر ۱۱۵ سال کی تھی جو نکیٹا ہیل نامی گاؤں میں رہتی تھی اس کا نام پنچی نیہا تھا۔

سیدہ کی بیٹی

حضرت زینب کبریٰ کی مفصل، مکمل اور جامع سوانح عمری جو علامہ راشد الخیری صاحب کی کئی سال کی تحقیق، تلاش اور محنت و جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ حالاتِ زندگی وصول کر کے اس ناول کے ہیرو [illegible] جس نے اسلام کے [illegible] پیارے بھائی پر حسین جیسے قربان کرنے کے بعد بھی ایسی تکلیفیں اٹھائیں کہ ان واقعات کے خیال سے قلب انسانی تھرا جاتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ بزرگوں کے تعلیم، تربیت، ماحول اور صحبت کا انسان کی طبیعت پر کس قدر گہرا اثر پڑتا ہے۔ "سیدہ کی بیٹی" بتائے گی کہ اسلام کس کو کہتے ہیں۔ انسانیت کیا چیز ہے۔ بنیادی تعلقات کا مطلب کیا ہے۔ شوہر کی رضامندی، بچوں کی تربیت، ماں باپ کی خدمت اور بہن بھائیوں کی محبت کیا معنی رکھتی ہے۔ اسلامی تاریخ سے واقفیت ہونے کے علاوہ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا کے حقیقی اسباب کیا تھے اور کربلا کے بعد کیا ہوا۔ دشتِ کربلا کا حال کس قدر درد انگیز ہے۔ اس کے متعلق یہی کہنا کافی ہے کہ مصنف "وداعِ راشد" کے قلم سے یہ واقعات ادا ہوئے ہیں۔ ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بغیر آنسو بہائے یہ واقعات پڑھ یا سن سکے۔

شیعہ سنی دونوں فرقوں میں پسندیدہ نظروں سے دیکھی جاتی ہے۔ پہلا ایڈیشن چند ماہ میں ختم ہو گیا۔ اب دوبارہ چھپی ہے۔ قیمت [illegible] قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) تین روپیہ ([illegible])

عصمت کی کہانی

دین دنیا کی رائے "مولانا راشد الخیری ہندوستان کے پہلے مدیر اور ایڈیٹر ہیں جنہوں نے اس چیز کی کوشش کی ہو کہ ہندوستان کو اپنے مشہور نسوانی رسالہ عصمت کی تاریخ سے باخبر کر دیں۔

ہندوستان میں کسی اخبار یا رسالہ کا جاری کرنا اور پھر اسے قائم رکھنا اور چلانا کتنا دشوار کام ہے جس کا عام لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مولانا راشد الخیری نے رسالہ عصمت کی اٹھائیس سالہ زندگی پر کچھ ایسی نقاب کشائی کر دی ہے کہ علمی اداروں کیلئے ہندوستان کی [illegible] زندگی کا [illegible]

[illegible] اندازہ ہو سکتا ہے۔ [illegible] مشہور رسالہ کو زندہ رکھنے کے لئے مولانا راشد الخیری مرحوم نے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں۔ [illegible] کے باوجود [illegible]

[illegible]

محترمہ آمنہ نازلی زادیب فاضل

کے

مختصر ڈراموں کا مجموعہ

دوشالہ

شگفتگی، سنجیدہ ظرافت، طنز، طبع، ہنسی اور مذاق میں اصلاحِ معاشرت اور اصلاحِ اخلاق سے متعلق دل میں گدگدی اور کلیجہ میں اثر کرنے والی باتیں

بڑے اور بچے، شہری اور دیہاتی، اعلیٰ تہذیب یافتہ اور جاہل، ہر عمر اور ہر حیثیت اور ہر ماحول کے شخص کی بے ساختہ [illegible] اور کرداروں کا نام مجسمہ ہوا اعلیٰ [illegible] اور [illegible]

یہ ہیں چند خصوصیات محترمہ آمنہ نازلی کے ان مختصر ڈراموں کی جو اردو رسائل میں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں اور اب کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔

چند ڈراموں کے عنوانات یہ ہیں:-

دوشالہ، رمان، شوہر کی شادی، [illegible]، بھابی، آنا، استانی جی، روشن خیال دلہن وغیرہ

کاغذ بہترین سفید، لکھائی چھپائی اعلیٰ، جلد [illegible]

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ([illegible])

وداعِ راشد

حیاتِ راشد کا آخری باب

حضرت علامہ راشد الخیری کی علالت، وفات کے حالات [illegible] اور قابلِ تقلید کا تذکرہ۔

مولانا عبد الماجد دریا بادی کی رائے: "وداعِ راشد" [illegible] کے بعد [illegible] آخری دنوں کی ساری تفصیلات [illegible] آجانے کے بعد کون ایسا سنگدل ہے جس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نہ بہہ جائیں گے ۱۹ اردو [illegible] کی بادشاہ کی کتاب زندگی [illegible] چاہئے تھا کہ وہ [illegible] حسبِ دے جائیں۔

[illegible]

[illegible]

خوبصورتی کی جادو ... [illegible]

مختلف قسم کے ... [illegible] ... مضامین ... [illegible]

[illegible] ... اشتہاری دواؤں پر ... [illegible]

... ڈاکٹروں حکیموں اور ویدوں کی طرف رجوع کرنے سے پہلے

سنگھار خانہ

کا مطالعہ کیجئے جس میں تندرست رہنے اور جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے اور ... [illegible] ... کے متعلق بے انتہا قیمتی اور مفید ترکیبیں اور نسخے ... [illegible] ... درج کئے گئے ہیں۔ باب اول کے مضامین کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔ ۱۔ خوبصورتی بڑھانے کے راز (۲) خوبصورتی حسن کے نسخے (۳) ... [illegible] ... (۴) ... [illegible] ... (۵) کام کاج کے بعد ... (۶) ... [illegible] ... (۷) ... [illegible] ... (۸) رنگ نکھارنے والی ... (۹) ... حسن کی حفاظت (۱۰) ... [illegible] ... (۱۱) ... چہرہ پر حسن کی چمک (۱۲) ... حسن بڑھانے کا ... (۱۳) کس رنگ پر کس رنگ کا لباس زیب دیتا ہے (۱۴) ... [illegible] ... (۱۵) سانولے رنگ کی خوشنمائی (۱۶) ... [illegible] ... (۱۷) سنگھار کی تکمیل (۱۸) ... غسل ... [illegible]

... [illegible] ... یہ صرف ایک باب کی فہرست ہے ... [illegible] ... جسم کے مختلف حصے ... [illegible] ... صحت ... [illegible] ... ہر باب کے تحت ... [illegible]

زیادہ سے زیادہ ... [illegible] ... اور بالکل درست ترکیبیں اور ... [illegible] ... مثال کے طور پر باب سوم جسم کے مختلف حصوں کی مختصر فہرست دیتے ہیں (۱) ... [illegible] ... (۲) ... [illegible] ... (۳) ... [illegible] ... (۴) ... [illegible] ... (۵) ... [illegible] ... (۶) ... (۷) چہرہ خوشنما بنانے کے نسخے ... [illegible] ... (۹) ... [illegible] ... (۱۰) ... (۱۱) چہرہ ... [illegible] ... (۱۲) ... [illegible] ... (۱۳) ... [illegible] ... (۱۴) ... [illegible] ... (۱۵) ... [illegible] ... (۱۶) ... ٹھوڑی ... (۱۷) ... [illegible]

... بال ، دانت ، خراب دانت ، دانتوں کی مضبوطی ... [illegible] ... ناک ، کان ... [illegible] ... ہاتھ ، پاؤں ... جسم کو خوشنما بنانے کے ... [illegible] ... ترکیبیں ہیں ... [illegible] ... سنگھار خانہ ... [illegible]

[illegible]

... کی بے مثل کتاب

زچہ خانہ

ہندوستان میں ہر سال لاکھوں عورتیں ... زچگی کے سلسلہ میں ضائع ہو رہی ہیں ... [illegible] ... اس کتاب ... ہندوستانی زبانوں میں ... [illegible] ... پورا پورا فائدہ پہنچا سکے کپتان صاحب ... [illegible] ... ہندوستان میں ہزاروں عورتوں نے زچگی کے زمانے سے پہلے اور بعد میں فائدہ اٹھایا ہے۔ کپتان صاحب ... [illegible] ... خشک عنوانوں پر اس قدر عام فہم اور دلکش پیرایہ میں اپنے خیالات فرمائے ہیں کہ معمولی قابلیت کی خواتین بھی ... [illegible] ... پوری طرح فائدہ اٹھا سکتی ... کپتان صاحب نے ... [illegible] ... روشنی اور دلسوزی کے ساتھ ... [illegible] ... زچہ سے متعلق کوئی بات چھوڑی ہی نہیں گئی ... [illegible] ... ہدایات اور مشورے دئے ہیں وہ سب تمام ہندوستانی معاشرت ... [illegible] ... رکھ کر جن سے ہندوستانی عورتیں ہر وقت کے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

حاملہ و زچہ

دونوں حصوں میں ۲۴ فوٹو بلاک کی تصاویر ... [illegible] ... صرف کثیر کے بعد خاص طور پر اس کتاب کے لئے لی گئی ہیں ... [illegible] ... بہت صاف اور واضح ہیں۔ دونوں حصوں کی قیمت چار روپئے علاوہ محصول ہے ہندوستان کی کسی زبان میں ... [illegible] ... مصنف کی قابلیت سے لکھی ہوئی اتنی مفید اور کارآمد اس قدر جامع اور مفصل مکمل کتاب ہندوستانی عورتوں کے لئے آج تک شائع نہیں ہوئی ... [illegible] ... اس کتاب کی موجودگی ضروریات میں ... [illegible] ... ہے جس ... [illegible] ... کی قیمت دونوں حصے چار روپے (للعہ)

تندرستی ہزار نعمت

مشہور ... [illegible] ... کے نہایت مفید مضامین ... [illegible] ... قائم رکھنے کے چند اصول ... [illegible] ... امریکہ ... [illegible]

پھول پھلواری

پھولوں کی کاشت ... [illegible] ... کی ... [illegible] ... ہندوستانی ... [illegible] ... کے متعلق ... [illegible] ... ۱۴ ... [illegible]

مجسمہ

ہندوستان کی بہترین ناول نگار خاتون کا بہترین ناول جس کی پہلی قسط عصمت میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔ اب کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے یہ ایک خود سر کا دار خیال نا واقف نازش اعلیٰ تعلیم یافتہ مغرب زدہ لڑکی کی ناکام محبت کا عبرت انگیز قصہ اور ایک نیک خصلت قوم پرست دولتمند بیرسٹر کی شادی سے پہلے اور شادی کے بعد کی نہایت ہی دلآویز داستان ہے۔ اس ناول میں مختلف طبقوں اور مختلف عادات و خصائل کے بڑے بڑے آدمیوں کے حالات بیان کئے گئے اور اونچے طبقہ کے لیکن نئی تہذیب کی دلدادہ خواتین کی معاشرت دکھائی گئی ہے۔ واقعات کی دلچسپی طرز بیان کی دلکشی کتاب شروع کرکے ختم کرنے پر ہی مجبور کرتی ہے۔ ناول میں ۳۰ باب ہیں لیکن ایک باب بھی تو ایسا نہیں کہ طبیعت کہیں اکتا جائے۔ واقعی صرف دلچسپ ہی نہیں ہیں دردانگیز بھی ہیں اور سبق آموز بھی۔ مصنفہ نے ناول کا بیشتر حصہ اپنی طویل علالت کے زمانہ میں لکھا مگر حق یہ ہے کہ خوب لکھا اور بہت خوب لکھا۔ سفید چکنا کاغذ کم و بیش دو سو صفحے۔ قیمت ۱۲/

جال باز

محترمہ نفیس بنت سجاد حیدر صاحبہ کا اصلاحی معاشرتی ناول۔ جس میں ایک معزز و اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کے حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ زبیدہ نے اپنے منگیتر کے لئے کیا کیا قربانیاں کیں مسٹر قمر ایک کم حیثیت مغربی لڑکی کے ہاتھوں کس طرح اپنی پُرمسرت زندگی تباہ کرتا اور ایک سچا دوست تمام مشکلات کس طرح حل کرتا ہے۔ یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ آپ عش عش کریں گے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ)

دودھ کی قیمت

منشی پریم چند ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں میں سے تھے۔ دودھ کی قیمت منشی جی کے بہترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔ دودھ کی قیمت میں اپنے ناظرین سے۔ اور کئی افسانے آپ کے سب خاص طور پر خواتین کے لئے منشی جی آنجہانی نے لکھے تھے عنوانات یہ ہیں۔ (۱) دودھ کی قیمت (۲) کسم (۳) اکسیر (۴) [illegible] گاہ (۵) سکر [illegible] (۶) ریاست کا دیوان (۷) وفا کا دیوتا (۸) دو بھائی (۹) ملاوٹ نگاہ۔ ان عنوانات میں بظاہر جاذبیت اور کشش نہیں کوئی سا افسانہ اس مجموعہ کا پڑھئے ناممکن ہی نہیں کہ منشی جی آنجہانی کی سحر نگاری کے آپ قائل نہ ہو جائیں۔ اصلاح اخلاق۔ اصلاح معاشرت اور جذبات نگاری کے لحاظ سے یہ افسانے اردو کے بہترین افسانوں میں سے ہیں جن میں دیہاتیوں اور شہریوں کی پُرمسرت اور دردناک زندگی کا نقشہ کھینچا ہے ہر افسانے میں ایک پیام ہے شرافت اور انسانیت کا اور افسانہ لٹریچر میں اضافہ ہے۔ قیمت دو روپیہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ کاغذ چکنا سفید لکھائی چھپائی عمدہ صفحات پونے دو سو صفحے قیمت [illegible]

روحانی شادی

یہ اصلاحی ڈرامہ بہت ہی مکالمہ تحریر کرنے کے اعتبار سے کامیاب اور نہایت سبق آموز ہے۔ دلچسپ اور دلآویز مذاق اور کمال لطف بھی۔ اصلاح معاشرت پر اتنے پُراثر اور بلند پایہ مختصر مکالمے کم نکلیں گے۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸)

صنعت و حرفت

خواتین اور کم استطاعت لوگوں کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پیشے پر اور اسے وہ صنعت حرفت سے مکمل معرفت ہوتا ہے ہمراہ ایک تحفہ کم بہا [illegible] کے یہ ہدایت کئی سال کی محنت کے بعد انقلاب نصفیہ کا ملک اعلیٰ بی بی عبدالرحیم صاحب حیدرآبادی نے ایک ایک چیز کا تجربہ کرکے تعلیم کتاب تیار فرمائی ہے جس میں ایک ایک چیز کے کئی کئی قسم کے تیار کرنے کی نہایت صحیح اور آزمودہ نسخے درج کئے گئے ہیں۔ صابن سازی۔ کوری کے سامان۔ رنگ و روغن۔ دانتوں کے لئے منجن کریم اور چہرہ کے پاؤڈر۔ لپ لین۔ خالص خوشبو تیل اور عطر خضاب جلد نشیبہ کو جوڑنے کے مسالے سیمنٹ وغیرہ۔ بُوٹ پالش کریم۔ اور پالش۔ شربت چٹنی اور مربے۔ الکحل تجارت [illegible]
[illegible]

مختصر افسانوں کے مجموعے اور ناول

فیروزہ ایک مختصر [illegible] کا افسانہ تھم۔ شرافت، حماد الدلیلیو
[illegible] بھی [illegible] سے معلوم ہوگا کہ [illegible]
ایک شریف [illegible] سے سوتیلا کی دوسری عورت سے کیا کر دیتی ہے
لالچ سے کیا [illegible] کے قابل ہوں [illegible] احسان فراموش ہمیں
کلی [illegible] کے ساتھ [illegible] ایک سبق آموز قصہ
جو [illegible] کا مقابلہ کرکے عورت کی تعلیم سلیقہ شعاری کو
[illegible] اور قوم خدمت انجام دے سکتی ہے
[illegible] کی تصنیف ہے۔ قیمت ۱۲ار

دولت پر قربانیاں [illegible] اور [illegible] کی اس
[illegible] کر [illegible] میں شادی کرنے سے
[illegible] کے لحاظ سے [illegible]
کے لحاظ سے [illegible] اور اخلاق و خیالات [illegible] شادی
کرنے سے دردناک نتائج۔ اور دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا
عبرتناک نتائج۔ اور دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرتناک
انجام۔ دراصل یہ [illegible] سلسلے کے پانچ بہترین افسانے خواتین ہی کے لئے
لکھے گئے ہیں۔ ہندوستان میں لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور
دولت کی [illegible] پر قربان کی جا رہی ہیں۔ یہ درد انگیز افسانے ہر مسلمان کی
نظر سے گزرنے چاہئیں جس کی نگاہ میں مذہب مقدس کی حقیقی عظمت
اور جس کے دل میں [illegible] کا سچا درد ہے۔ مرتبہ محترمہ آمنہ نازلی۔
تین دفعہ [illegible] قیمت بارہ آنے (۱۲)

غیرت کی پتلی محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل سابق اڈیٹر
[illegible] کا لکھا ہوا ایک سبق آموز
دلچسپ قصہ جس میں مختلف الخیال عورتوں
کے حالات ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ اولوالعزمی اور ہمت سے عورت
کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے اور دولت کے لالچ میں اور چھوٹی حیثیت
کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا نتائج ہوتے ہیں۔ قصہ نہایت دلآویز، مگر
بہت ہی موثر اور [illegible] ہے دوسری دفعہ چھپا ہے۔ قیمت آٹھ آنے (۸)

چار رخ عصمت کی مشہور انشاپرداز محترمہ انیس فاطمہ بنت [illegible]
مرحوم کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہے جس میں چار عورتوں
کی عبرت انگیز اور سبق آموز [illegible] ہے۔ چاروں کہانیاں اچھی ہیں ان
میں مغربی تہذیب کی اندھا دھند تقلید، صاف مختریوں کی صحبت، نکاح
کی پابندیوں کے نہایت دردناک نتائج دکھائے گئے ہیں۔ کتاب مختصر
لیکن جو نتیجے اس سے نکلتے ہیں وہ نہایت اہم ہیں۔ قیمت ۶ر

آفتاب زندگی اس دلچسپ قصہ میں ایک [illegible] کے حالات دلنشین پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اور نفع
اور نقصان [illegible] ایک [illegible] عورت کیا [illegible] ایک
نیک عورت کے [illegible] اٹھانی پڑیں ان
کہانیاں درد [illegible]
[illegible]

شباب [illegible]

[illegible] ورق کا نام [illegible] سے افسانہ [illegible] کی مشکل
و [illegible] پڑھنے اور گرہ میں باندھنے کے قابل ہیں [illegible]
باتوں پر بحث کی گئی ہے (۱) انتخاب شوہر (۲) حقوق شوہر (۳) [illegible]
[illegible] سسرال والوں کا برتاؤ (۵) خوشنودی شوہر [illegible]
(۷) بچوں کی تربیت (۸) [illegible] کے تعلقات وغیرہ وغیرہ زبان شستہ
عبارت عام فہم لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ چکنا۔ قیمت

دامن باغبان ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں میں [illegible]
ڈاکٹر [illegible] صاحب [illegible] کی تحریر میں یہ ہے کہ
[illegible] مضمون کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں [illegible]
نگاری اور واقعات نویسی میں ڈاکٹر صاحب کو کمال حاصل ہے اور زبان [illegible]
[illegible] عام فہم لکھتے ہیں۔ ہر شخص معمولی استعداد رکھنے والے بھی آپ کی تحریروں سے فائدہ
اٹھا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے متعدد مختصر افسانے مختلف رسائل میں شائع ہو کر مقبول
ہو چکے ہیں۔ ان افسانوں میں سے سات بہترین افسانے منتخب کرکے یہ مجموعہ شائع
کیا گیا ہے۔ (۱) نصیبن کا بیاہ۔ ایک غریب آرہ کش کی لڑکی کی شادی
ایک دولتمند سے کس طرح جبر سے کی جاتی ہے (۲) خدا کا باغی۔ ایک شخص
پھر کس طرح راہ راست پر آجاتا ہے (۳) بخار کا تعویذ۔ ایک بڑے
آدمی کی خود غرضی نفس پروری اور ایک چھوٹے آدمی کی جرأت، ایثار اور
انسانی ہمدردی (۴) نیا آدمی۔ ایک فقیر کس طرح ایک دولتمند اور
کامیاب انسان بن جاتا ہے (۵) سکون قلب۔ ایک شادی کو حقیقی مسرت کس
طرح حاصل ہوئی (۶) حسرت نصیب مزدور۔ ایک دولتمند [illegible] کی
[illegible] خاطر بے مثل قربانیاں۔ ایک خوددار انسان کی دردبھری کہانی۔ (۷)
حفاظت کا فرشتہ۔ شاہ جی کے کرتوت اور عفت مآب خاتون کی جانبازانہ
یہ افسانے دلچسپ ہیں اور بے حد دلچسپ مگر بڑی خوبی یہ ہے کہ انسانوں سے
جرأت، ہمت، بہادری، ایثار، محنت، صداقت، اولوالعزمی، استقامت کے
جذبات پیدا ہوتے ہیں اور کامیاب زندگی گزارنے کا راز انسان کو معلوم
ہو جاتا ہے۔ ایک ہی افسانہ پڑھنے سے کتاب کی قیمت وصول ہو جاتی ہے
دوسرا اڈیشن۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ)

شہید وفا تم نے دنیا کے سامنے محبت اور وفا کا جو دردناک نمونہ پیش کیا ہے
شہید وفا میں پڑھئے دل لرز جائیگا آنکھیں پرنم ہو جائیں گی۔
اور ایک بہادر لڑکی کی تصویر آپ کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گی ہندوستان
کی مشہور افسانہ نگار محترمہ [illegible] صاحبہ کا یہ مشہور افسانہ ہے جس کے ساتھ
موصوفہ کے آٹھ اور دلچسپ افسانے بھی آپ کی دلچسپی کے لئے شامل کئے گئے ہیں
عنوانات یہ ہیں (۱) بیٹے کی تمنا (۲) نکاح کا افسوس (۳)
[illegible] کی سرگذشت (۴) سیاہ نقاب پوش (۵)
تصویر عبرت (۶) بجلی کا راز (۷) اچھوری کی دعوت
(۸) [illegible]۔ یہ محض افسانے نہیں، حیات انسانی کی
[illegible] کی تصویریں ہیں۔ سب افسانے [illegible] اور [illegible]
[illegible] اثر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ایک روپیہ چار آنے

حضرت علامہ راشد الخیری کی معرکۃ الآرا تصانیف

حیاتِ صالحہ

علامہ مغفور کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال [ا]فسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک [لڑ]کی کی زندگی کے تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشقِ زار ہے بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائے گی کہ جاہل سوتیلی [ما]ں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک لوگ کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ قصے کے ضمن [میں] آج سے نصف صدی پہلے کے گھرانوں کی معاشرت، رسم و رواج ہر نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ زبان قلعۂ معلی [کی] دھلی ہوئی۔ واقعات اس قدر موثر کہ کلیجہ کے پار ہو جاتے ہیں۔ قیمت عمر

نوحۂ زندگی

[illegible] نکاحِ ثانی کیا [illegible] پہنچا دیا باغ باغ ہے وہ پتھر ماں جس نے نو مہینے پیٹ میں رکھا اور پندرہ برس تک پرورش کیا۔ بے گناہ بچی کو دیکھ کر نکاحِ ثانی کے جرم میں کیسی کیسی مصیبتیں جھیل رہی ہے نہال نہال ہے۔ نوحۂ زندگی میں آپ ایک ایسا قبرستان دیکھیں گے جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی بیوی کی غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو ساتھ لئے گہری نیند سو رہی ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جسے پڑھ کر کتنے ہی لوگوں نے بیواؤں سے نکاح کئے اور جن خاندانوں میں بیوہ کا نکاح گناہ سمجھا جاتا تھا ان میں کتنی ہی بیواؤں کے نکاح شرع کے مطابق ہوئے۔ کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کا ایک ایک لفظ دل کے پار ہو جاتا ہے۔ مصورِ غم کی مشہور و مقبول تصنیف ہے اور نو دفعہ چھپ چکی ہے۔

قیمت چودہ آنے

منازل السائرہ

علامہ راشد الخیری کی بہت مشہور تصنیف ہے جو اردو کے چوٹی کے اصلاحی ناولوں میں شمار ہوتی ہے۔ ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے حالات نہایت ہی دلاویز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ واقعات اس [قدر] دلچسپ ہیں کہ کتاب ہاتھ سے بغیر ختم کئے چھوڑی نہیں جا سکتی۔ زبان قلعۂ معلی کی ٹکسالی کوثر سے دھلی ہوئی۔ بڑے بڑے نقادوں نے اس کا مطالعہ کر کے [مصن]ف کی نادرہ نگاری کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔ منازل السائرہ اردو کی ایک غیر فانی تصنیف ہے جو اپنے رنگ میں بے مثل اور بے نظیر رہے گی۔ [مدر]سوں کی اعلیٰ جماعتوں کے نصاب میں شامل ہے۔ حال میں اس کا جدید ایڈیشن نہایت اہتمام سے شائع ہوا ہے۔ قیمت دو روپے بارہ آنے

ماہِ عجم

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے عہد میں سلطنتِ ایران پر قابو پانے کے لئے مسلمانوں کے بے مثل جنگی کارنامے [میدانِ] [illegible] ایرانیوں کا سرفروشانہ مذہبی جوش ایرانیوں کا [illegible] وطن پر قربان ہونا۔ اسلام اور نصرانیت کی لڑائیاں کفر و ایمان [کے] معرکے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ولولہ انگیز جانبازیاں۔ محبت کے [نک]ات لطیف کی حقیقت [illegible] کے تاریخی ناولوں میں بہت ممتاز [illegible] قیمت صرف [illegible] روپے (۶)

قطراتِ اشک

آنسوؤں کی بادشاہ حضرت علامہ راشد الخیری کی افسانہ نگاری کے دورِ اول کے بہترین نمونے۔ وہ مضامین جو تحریر عصمت، تمدن، کہکشاں وغیرہ میں شائع ہو کر شہرتِ دوام حاصل کر چکے ہیں [illegible] معصومیت، حسن ساون کی [illegible] مظلوم کی فریاد [illegible] چھیلا جنازہ [illegible] یاد وغیرہ وہ مضامین اور افسانے ہیں جنہوں نے [illegible] کو جادو نگار مصنف کی تحریر کا قائل کر دیا۔ قیمت صرف [illegible]

[illegible]

حضرت علامہ مرحوم کا وہ معرکۃ الآرا [illegible]

[illegible] خوبصورت بنانا چاہتی ہیں تو

پری کا صابن

روزانہ استعمال کیا کریں یہ صابن حسن و خوبصورتی کا خزانہ ہے اس سے چہرے کے داغ دھبے اور مہاسوں کا دشمن ہے اس کی سکتی ہوئی خوشبو دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہے۔ فی بکس تین ٹکیہ ایک روپیہ

مون سنو کریم

واقعی آپ کا چہرہ مثل چودھویں رات کے چاند کے موافق چمکتا رہے گی۔ اس کی مست کر دینے والی بھینی بھینی خوشبو دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہے اندر سے جلد کو سفید نکالتی ہے۔ فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ (عہر)

پتہ حکیم محمد یعقوب خاں دواخانہ نورتن فرحتخانہ دہلی

ضرورت ہے

ایک ۳۵ سالہ تجارت پیشہ قریشی خاندان حنفی المذہب شخص کے لئے جس کی ماہوار آمدنی دو ڈھائی سو روپیہ ہے۔ پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے۔ ایک نیک وضع نیک سیرت خوش اخلاق تندرست پابند پردہ امور خانہ داری سے واقف۔ سلیقہ شعار بیوی کی ضرورت ہے۔ شریف بیوہ کو ترجیح دی جائے گی۔ خواہ غریب خاندان ہو۔ تمام حالات مجھ کو بلا کم و کاست لکھنے چاہئیں وطن سیالکوٹ پنجاب ہے لیکن موجودہ کاروبار الہ آباد میں ہے۔ جو بشرط ضرورت دوسری جگہ بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

قاضی مقبول احمد سید کمپنی [illegible] تاجر چرم نمبر ۱۰ چوک الہ آباد

ضرورت رشتہ

ایک شریف اعلیٰ خاندان کی تعلیم یافتہ صاحب جائداد مسلمان لڑکی کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ جو کسی شریف عالی نسب مغل پٹھان یا سید خاندان سے ہو۔ عمر تیس سال سے کم نہ ہو۔ کسی اعلیٰ عہدہ پر مامور ہو یا اعلیٰ پروفیشن تعلیمی میڈیکل یا انجینئرنگ پراونشل یا امپیریل سروس میں ہو یا ایسا ہی اعلیٰ گریڈ رکھتا ہو۔ مالی حالت اچھی ہونا چاہئے۔ کم از کم پانچ صد روپیہ ماہوار سے کم نہ ہو۔ مفصل معلومات پہلے ہی خط میں دے دیجئے

پتہ

الف ب معرفت مینیجر عصمت دہلی

ضرورت ہے

ایک شریف پردہ دار پنجابی گھرانے کے لئے جو کہ بمبئی میں مستقل طور پر مقیم ہے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اُستانی کی ضرورت ہے جو کہ تین چار بچوں کو تعلیم و تربیت دے سکے بچے انگریزی سکول میں دوسری تیسری اور چوتھی جماعتوں میں پڑھتے ہیں اور ان کی عمر تقریباً آٹھ سے چودہ برس تک کی ہے ایسی خاتون کو جو پڑھانے کے علاوہ انتظام خانہ داری بطور گورنس (Governess) کے اعلیٰ طور پر کر سکتی ہو ترجیح دی جائے گی۔

اُستانی کے علاوہ ایک اعلیٰ قسم کے دیسی یا انگریزی کھانے پکانے والی عورت کی بھی ضرورت ہے [illegible]

پوسٹ بکس [illegible] بمبئی نمبر ۱

[illegible]

[illegible]

... [illegible] ... مختصر مضامین بیان کی گئی ہے ...

[illegible] ... مرتب شبنم ... ٹرسٹ ... گلگشت

[illegible] ... مضامین ... کا بیان ہے ...

[illegible]

قید خانہ ... [illegible] ... حال ہی میں ...

... [illegible] ... کی خصوصیت اور ضرورت کو ... کی کوشش کی ہے ... میں شک نہیں کہ ... قیمتی اضافہ ہے۔

جدید انسان کہاں تک ترقی کر چکا ہے اور اس کے رجحانات کس حد تک جا رہے ... [illegible] ... کا کام نہیں، البتہ ... آسانی ... سے ... قسم کے انسانوں سے عبارت ہے "قید خانہ" ان کی ... [illegible]

[illegible]

بزم عصمت

[illegible] ... عصمت ... [illegible]

... [illegible] ...

کے جب عصمت ... [illegible] ... میں ... رہنے کے ...

یا مضامین کے بارے میں کوئی بات ... [illegible]

... ہے۔

نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع عام عرض ہے کہ ... [illegible]

... عصمت کے ... سال سے ... [illegible]

حضرت ... [illegible] ... تاریخ ۱۲ رمضان المبارک ... [illegible]

... [illegible] ... ہوئے

بنت ... [illegible]

دلی مسرت سے ... بہنوں کو خوشخبری سناتی ہوں کہ ... [illegible]

بھائی ... [illegible] ...

کی دختر ... [illegible] ...

اس ... [illegible] ...

... [illegible] ... اس خوشی میں ... [illegible] ...

... ارسال کرتی ہوں۔

زینب ... [illegible]

بہت افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ میری ... [illegible]

نے ... [illegible] ...

کیا۔ ... [illegible] ...

... [illegible] ...

... [illegible] ... ہوں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] معلوم ہو [illegible]

[illegible] ہے ! [illegible] بہت پسند آیا

[illegible] کر آفرین کہہ دیا" یہ لکھا

[illegible] ۱۲ ۶۳

محمد سلیک حسین خاں الہ آباد

[illegible] کی شادی ہونے والی ہے اب یہاں اگنے لگے ہیں [illegible] ہیں کہ کوئی مشفق بھائی یا بہن براہِ مہربانی [illegible] نسخہ تحریر کریں۔

خریدار ۶۶۳ [illegible] عباس

میری والدہ محترمہ کے ماتھے پر وسط سے بال سے کالے [illegible] ہیں۔ جو وہ مہندی خضاب لگانے سے زیادہ کالے [illegible] بہت دوائیاں استعمال کیں مگر فائدہ نہ ہوا۔ اس لئے [illegible] کوئی مشفق بہن کوئی ایسی دوا یا آزمودہ نسخہ لکھیں جس سے [illegible] ہو جائیں۔

خریداری نمبر ۶۴۹۰

مشفق بہنوں کو یہ معلوم ہو کر مسرت ہوگی کہ میری بھانجی [illegible] نے اس سال پرائیویٹ صرف ایک سال پڑھ کر میٹرک [illegible] میری تین بھتیجیاں عزیزہ ساجدہ و اسعد سلطانہ نے بی [illegible] صاحبہ اسعد سلطانہ نے آئی اے اور عزیزی نجمہ [illegible] سلطانہ نے بی آئی اے کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس [illegible] صاحبہ اسعد کلکتہ یونیورسٹی کے تمام مسلمانوں میں [illegible] کے لئے اسکالرشپ بھی ملا ہے۔ اور اب یہ [illegible] پڑھ رہی ہیں۔

جمیلہ بیگم

[illegible] کتابوں کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی بہن ! [illegible] ان کے لئے ٹکٹ چاہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ان کو تمام [illegible]

[illegible]

[illegible] اس رسالہ کی کہانی [illegible]

سے حلوہ بنانے کی ترکیب [illegible]

[illegible] نہیں بتا سکتی [illegible]

پسند نہیں کرتی، بلکہ [illegible]

خالص زہر دیا گیا ہو کہ [illegible] کس طرح [illegible]

بہن میری اس معاملہ میں مدد فرمائیں گی تو پیشگی شکریہ [illegible]

ڈی۔ایم۔بیگم۔ بریلی

اگست کے عصمت میں بہن رشیدہ شیریں قاضی صاحبہ نے دبلے ہونے کے لئے سوجی کے حلوے میں سونٹھ ڈال کر کھانے کو لکھا ہے کیا یہ سوجی کا حلوہ کسی خاص ترکیب سے تیار کرنا [illegible] ہے۔ سوجی کا حلوہ گھی اور شکر ڈالنے سے تو [illegible] کو [illegible] چاہئے۔ اس لئے کہ وہ تو جسم کو موٹا کرتا ہے۔ براہ کرم ذرا تفصیل سے لکھیں۔

(۲) اگر کسی بہن کو ریشمی کپڑے پر پختہ سیاہ رنگ رنگنے کی ترکیب معلوم ہو تو عصمت میں چھپوا کر ممنون فرمائیں۔

ا - ا خریداری نمبر ۴۸۹۰

اگر کسی بہن کو عمدہ گل قند بنانے کی ترکیب معلوم ہو تو رسالہ میں شائع فرما دیں۔ خریدار نمبر ۱۴۳

محترمہ ایم سلطان صاحبہ (ڈیرہ) نے زکام چھینکیں اور آنکھوں کی کھجلی کے لئے دوا دریافت کی ہے [illegible] خدمت میں میں اپنا ایک آزمودہ نسخہ تحریر کرتی ہوں۔ [illegible] صبح نہار منہ، دو ماشہ پاؤڈر (آدھے اُبلے ہوئے) [illegible] کھلائیں اور کھانے کے بعد ایک کپ دودھ پلا دیں۔ جب تک فائدہ نہ ہو اس عمل کو جاری رکھیں۔ اس قسم کے نزلے میں [illegible] بھی مبتلا ہو گئے تھے لیکن اس نسخے سے [illegible] بالکل اچھے ہو گئے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] سال [illegible]

[illegible]

[illegible] گئی [illegible]

[illegible] ہوائی [illegible]

[illegible] جنرل [illegible] میں

[illegible] میں

[illegible]

[illegible] کے ساتھ تھا ۔ اس کے بعد [illegible]

[illegible]

[illegible] سے

[illegible] کے ہاتھ [illegible]

[illegible] ۔ [illegible]

[illegible] جرمنی تک آ گیا ۔ انگریزوں اور امریکنوں نے ساحل فرانس

پر قبضہ [illegible] جرمنی کی ساتویں فوج [illegible] کی لڑائی میں سب کی

سب تباہ ہو گئی ۔ اس بری طرح فرانس میں پسپائی ہوئی کہ وہ اپنی [illegible]

[illegible] اب بلجیم ، فرانس ان کے ہاتھ سے نکل گئے ۔ ہالینڈ میں

[illegible] ہو گئی ہے ۔ اتحادی [illegible] سے گزر کر [illegible]

[illegible] ایک ہوائی جہاز ہوائی حملہ کا مقابلہ نہیں کر [illegible] صرف ۲۰۰

[illegible] کا حال [illegible] ہے ۔ رومانیہ ، بلغاریہ نکل گئے اور

[illegible] بیکار ہو گئے [illegible]

[illegible] ۔ اب جرمنی اپنے حدود میں [illegible]

[illegible]

[illegible] اس سال جرمنی کا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اٹلی سے [illegible] جرمنی [illegible]

ہیں تو قریب [illegible] فرانس [illegible]

[illegible]

[illegible] جنگ کے [illegible]

اتحادیوں نے ایک [illegible]

فتح ہو گیا ۔ [illegible] کے علاقے [illegible]

[illegible]

[illegible] قریب [illegible]

[illegible] جرمنوں نے [illegible]

[illegible]

ہاتھ آنے کے لیے [illegible] زبردست حملہ جاری ہے [illegible]

قریب میں ، اتحادیوں کے ہاتھ آ جائیں گے [illegible]

سے جرمنوں پر حملہ کیا [illegible]

میں ایسے [illegible] اعلان [illegible] اتحادیوں [illegible]

کی گئی ہے کہ جنگ تو اس طرح [illegible]

لگ جائے ۔ [illegible]

اور نئی قسم کے ہتھیار [illegible]

جرمنی سے [illegible] اخباروں میں [illegible]

ہے ۔ جرمنوں کو [illegible] لینا چاہیے کہ اب [illegible]

[illegible] ہو گئی ہے ۔ [illegible]

جن کی تفصیل یہ ہے [illegible]

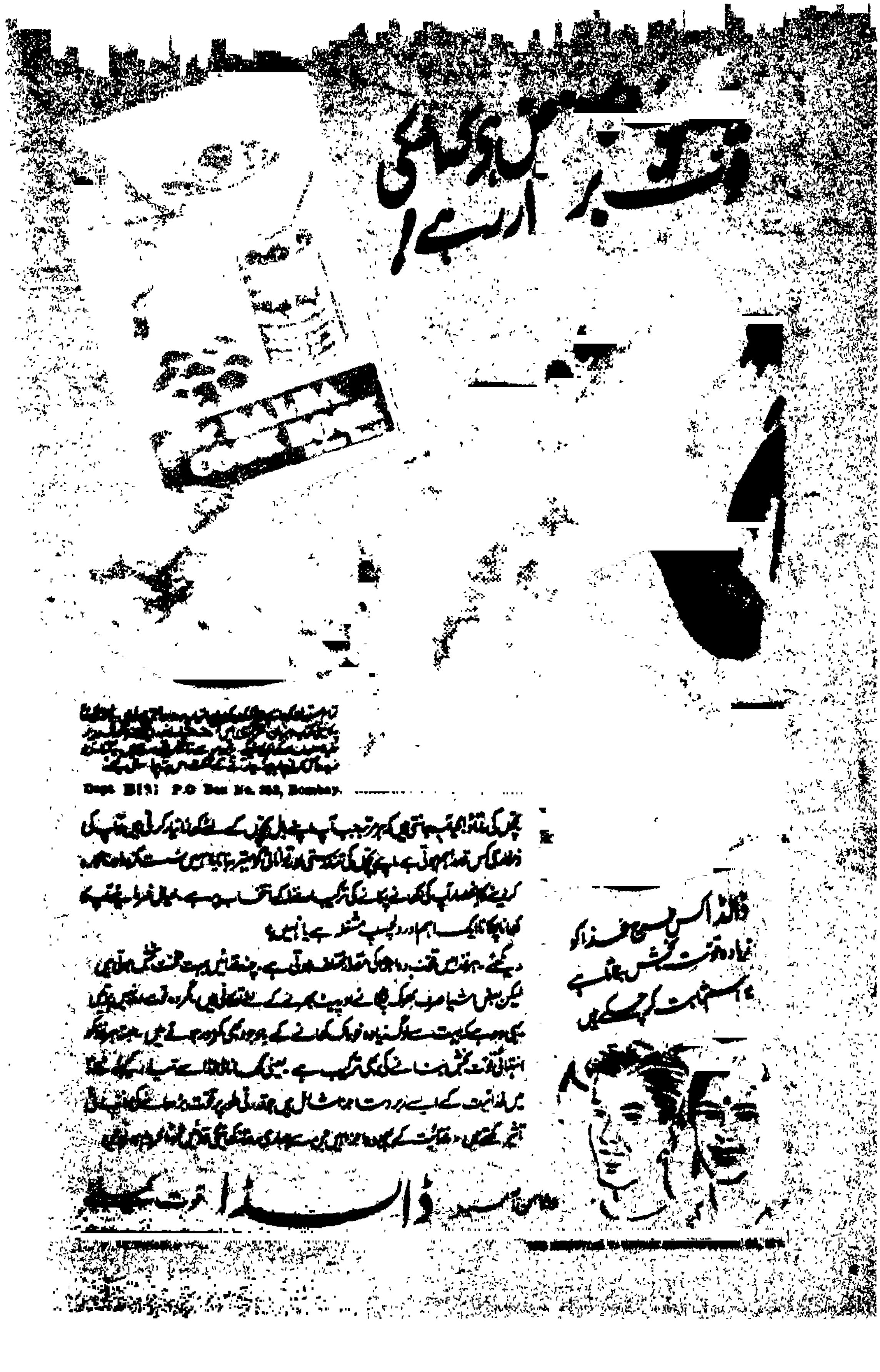
جرمنی اب اپنی حدود میں آخری جنگ کرنا چاہتی ہے [illegible]

میں [illegible] کے باعث [illegible]

نے [illegible] جرمنوں کے خلاف [illegible]

[illegible]

[illegible]


ڈالڈا
Bombay.

[illegible]

[illegible] ایشیا میں جنگ

[illegible]

[illegible] ایک بھی ہوائی

جہاز [illegible] کی مدد کے قریب

[illegible] تحت علاقے کی [illegible]

[illegible] شکست کے [illegible]

[illegible] نہیں [illegible] ہے

[illegible] روس نے نئی [illegible] جاری [illegible]

[illegible] خواہش ظاہر [illegible]

[illegible] بعد بھی رہا تھا

[illegible] یونان میں بھی جرمن

پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ [illegible] جنگ [illegible] سالار

[illegible] مقابلہ کر رہا ہے مگر اتحادی یہاں بھی بڑھ رہے ہیں [illegible]

[illegible] تک ختم نہیں ہو گی

نہیں [illegible] ہے۔

جاپان سے جنگ

[illegible] سے خالی کرانے [illegible] کے بعد [illegible] زمین خالی ہو جانے کا [illegible] شبہ [illegible] برما کے اتحادیوں کے قبضے میں آ جانے [illegible] جب [illegible] اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا کیونکہ [illegible] کی ملاقات ہوئی۔ گو یہ پہلی ملاقات کے مقابلے میں مختصر تھی مگر اس میں جو [illegible] ہوئے نہایت اہم ہیں۔ پہلے جرمنی کے خاتمے پر جاپان کا فیصلہ کا ارادہ تھا۔ مگر اب [illegible] ساتھ ہی ساتھ جاپان سے بھی [illegible] ایک ساتھ ہوں گے [illegible] شروع کر دیئے ہیں۔ [illegible] جاپان پر حملے کرے گا۔ [illegible] کریں گی۔ جاپان [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تارکین کی ہجرت

[illegible]

[illegible]

سال [illegible]

[illegible]

[illegible] نہیں ہے [illegible]

[illegible] سال [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کر سکے گے۔

[illegible] کے متعلق [illegible]

حکومت ہند نے اس [illegible] کو ایک [illegible]

کی اجازت دی ہے [illegible] سال [illegible]

[illegible]

[illegible] سال [illegible]

[illegible] میں [illegible] شامل ہے۔

[illegible] کی [illegible]

ہے کہ حکومت [illegible] نے ایک [illegible]

[illegible] دے دی تھی۔

جنگ ختم ہونے پر تیسرے درجے کے مسافروں کے آرام [illegible] پر حکومت سات سال کے [illegible] خرچ کرے گی [illegible] اور [illegible] کے جائیں گے [illegible] جائیں گے۔ [illegible] مسافر خانے آرام دہ [illegible] کے [illegible] بنائے جائیں گے [illegible] لگائے جائیں گے [illegible] تیسرے درجے کے مسافروں کے بیٹھنے کی جگہ [illegible] جائیں گی۔ [illegible]

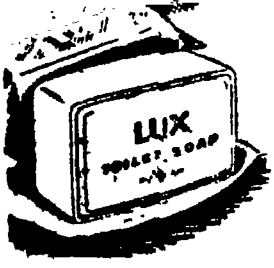
[illegible]

[illegible]

فلم سٹاروں کی طرح اپنی جلد کی حفاظت کیجئے



آزوری



آزوری کا یہ روزمرہ کا معمول ہے جس سے اسکے بدن کی جلد ہمیشہ ملائم اور بے داغ رہتی ہے۔ وہ لکس ٹائلیٹ صابن استعمال کرتی ہے اور اسکی صاف کرنیوالی جھاگ کو اپنی جلد پر بار بار تھپکتی ہے۔ اسکے بعد صاف پانی سے جھاگ کو دھو ڈالتی ہے۔ اسکا کہنا ہے "میری جلد کی خوبصورتی برقرار رکھنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔" اکثر ہندوستانی فلم سٹار اپنی خوبصورتی کا علاج اسی طریقہ سے کرتی ہیں

لکس ٹائلیٹ صابن

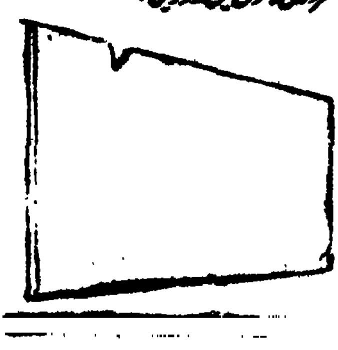
آپ کیا پیش کریں گے؟



کیونکہ آج کل ریلوں کا نظام اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ عام ضرورت کی اشیاء کی پابندی سے بہتر تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ تفریح کے لئے پہلے کی طرح آمد و رفت کی سہولتیں نہیں فراہم کر سکتیں۔

چونکہ ریل کا سفر ہر کسی کی اپنی ضروریات ہی حاصل کرنے والی باتیں ساتھ ساتھ نہیں ہو سکتیں مگر ظاہر ہے کہ ہر ایک کو کپڑے، ایندھن اور دوسری ضروریات زندگی کا پہنچانا ان کو سیر سے زیادہ ضروری ہے۔ آپ ملک کے کسی علاقے میں گئے ہوں

تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہزاروں من اناج سے لدی ہوئی مال گاڑیاں ہر ایک علاقوں میں گزرتی ہیں کہ جن کی بہت قیمتی ہے، ملک کی زندگی کا دارومدار ہی ان مال گاڑیوں پر ہوتا ہے۔ حقیقت ہے کہ سفر کی ضرورت نہایت ضروری نہیں ہے چنانچہ خوراک کی گاڑیوں نے مسافر گاڑیوں کی جگہ لی ہے یہی وجہ ہے کہ ریلوں میں بیحد بھیڑ ہوتی ہے اسی وجہ سے آپ کو چاہئے کہ جب تک بہت ضروری نہ ہو سفر نہ کریں اور ریلوے کے زیادہ ضروری کاموں میں مدد دیں۔



سفر کم

ریلوے بورڈ نے شائع کیا


آپ ایسا نہیں ہونے دیں گے

کتابوں کا قحط

(پچھلے صفحہ ۲۹۶ پڑھ لیجیے)

افسانے

کتاب	مصنف	قیمت
کلیاں	عصمت چغتائی	[illegible]
نغمے کی موت	کرشن چندر	[illegible]
نئے غلاف	〃	[illegible]
مدوجزر	شفیق الرحمٰن	[illegible]
شگوفے	〃	[illegible]
قفس	اشک	[illegible]
ناسور	〃	[illegible]
جھلکیاں	یوسف بخاری	[illegible]
سہاگن	ایم اسلم	[illegible]
شام و سحر	〃	[illegible]
رقاصہ	〃	[illegible]
گنہگار	〃	[illegible]
واردات	پریم چند	[illegible]
آخری تحفہ	〃	[illegible]
لاشوں کا شہر	مسز عبد القادر	[illegible]
صدائے جرس	〃	[illegible]
پریم کی چوڑیاں	ڈاکٹر اعظم کریوی	[illegible]
تلخ و شیریں	صلاح الدین	[illegible]
سات تارے	سات افسانہ نگار	[illegible]
دل کی باتیں	کاظم علی	[illegible]
اصنام خیالی	جلیل قدوائی	[illegible]
سیر و گل		[illegible]
باغی لڑکی	شفیق بانو	[illegible]
خاموش محبت	ٹیگور	[illegible]
قربانی	ابو الکلام آزاد	[illegible]
عروسِ ادب	عباس حسین ظریف	[illegible]
دفینے	[illegible]	[illegible]
خاموش [illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

مزاحیہ اور پُرلطف کتابیں

کتاب	مصنف	قیمت
تعلیم زدہ بیوی	فضل حق قریشی	[illegible]
بھائی جان		[illegible]
گدھوں میں بیداری	ابو تمیم	[illegible]
ہنسانے والے فسانے	〃	[illegible]
رنگین لطائف	〃	[illegible]
واردات لاہور	〃	[illegible]
موج کوثر	کوثر چاندپوری	[illegible]
شیخ چلی	〃	[illegible]
دلہن کچھیں	مقرب	[illegible]
شیش محل	شوکت تھانوی	[illegible]
سناٹی شتاٹی	〃	[illegible]
قلقہ	حاجی لق لق	[illegible]
مقالاتِ لق لق	〃	[illegible]
کیلے کا چھلکا	سندباد جہازی	[illegible]
دیکھے جائے گا	عظیم بیگ چغتائی	[illegible]
پطرس کے مضامین	پ۔ ش۔ بخاری	[illegible]
گلابی اردو	ملا رموزی	[illegible]
ہوائی قلعے	کرشن چندر	[illegible]
آبِ حیات کے لطیفے	مولانا آزاد	[illegible]
طنزیات (مکمل)	ماچھوری	[illegible]
دو ڈاکٹر	سندباد جہازی	۱۲/

نیز ساقی بکڈپو اور عصمت بکڈپو کی کل کتابیں ہم سے منگا لیجیے

دستیاب کا پتہ
خاتون کتاب گھر
اردو بازار دہلی

غزلوں اور نظموں کے مجموعے

کتاب	شاعر	قیمت
شعلۂ طور	جگر مراد آبادی	[illegible]
دیوانِ جگر	〃	[illegible]
بانگِ درا	اقبال	[illegible]
بالِ جبریل	〃	[illegible]
نقش و نگار	جوش	[illegible]
فکر و نشاط	〃	[illegible]
شعرستان	اختر شیرانی	[illegible]
قوس قزح	بلقیس جمال	[illegible]
سلاسل	جاں نثار اختر	[illegible]
نغمۂ نور	بہزاد لکھنوی	[illegible]
چراغِ طور	〃	[illegible]
کیف و سرور	〃	[illegible]
معراجِ طور	〃	[illegible]
موجِ نور	〃	[illegible]
بیانِ حضور		[illegible]
زندان	یوسف ظفر	[illegible]
مشعلِ راہ	نخشب	[illegible]
ترانہ	یگانہ چنگیزی	[illegible]
دیوانِ غالب مجلد	غالب	[illegible]
شباب و انقلاب	نہال	[illegible]

آپ کے نام نہایت ضروری خط

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ "شیفور" لیبوراٹیریز (دریا گنج دہلی) نے بڑے بڑے حکیموں کے مجربات جو سینہ بسینہ چلے آتے تھے۔ لگاتار کوششوں کے بعد اور زر کثیر خرچ کرکے حاصل کئے ہیں۔ اور اب ان نسخوں کے مطابق جن سے ہزاروں مریض شفا پا چکے ہیں اس دواخانے نے ایسی ایسی نایاب دوائیں تیار کی ہیں جو اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق اور ہندوستانی مزاجوں کے بالکل موافق ہیں۔

ذیل میں ان چند یونانی دواؤں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ ان میں اجزا خالص۔ بہترین اور صحیح تناسب میں استعمال کئے گئے ہیں اور انہیں نہایت ہوشیار دواسازوں نے بڑی احتیاط اور حفظان صحت کے اصول پر تیار کیا گیا ہے آپ کو جس دوا کی ضرورت ہو بلا تاخیر ان کا آرڈر بھیج دیجئے تاکہ فوراً تعمیل کی جاسکے۔

طفلین

یہ عرق بچوں کی تندرستی کا محافظ ہے۔ سبز رنگ کے دستوں، پیچش، نزلہ، زکام، رسوکھے مسان، آنکھیں دکھنے اور دانت نکلنے کی تکلیفوں سے بچاتا ہے۔ بچوں کو طاقتور بنانے کے لئے لاجواب ہے۔ بچوں والے گھروں میں اس کی ایک شیشی ہر وقت رہنی چاہیے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ آٹھ آنے۔

طحالین

تلی کی تمام بیماریوں مثلاً تلی کے بڑھ جانے۔ تلی کے ورم تلی کی کمزوری بخار اور ریت کے لئے بے حد مفید اور آزمودہ ہے

آج ہی منگا لیجئے

قیمت فی شیشی دو روپیہ۔ (عہ)

بواسیرول

خونی بواسیر کے لئے اکسیر اور تیر بہدف دوا ہے۔ چند ہی خوراکوں میں خون بند کر دیتی ہے۔ پرانے مریضوں کو اس کے استعمال کی خاص طور پر دعوت دی جاتی ہے۔

قیمت ایک روپیہ بارہ آنے (عہ)

اشتہازا

بھوک بڑھانے۔ معدے کا فعل درست کرنے، نفخ، ریاح کو کھولنے اور ریاحی درد شکم کے لئے یونانی طب کا بے مثال تحفہ! نہایت خوش ذائقہ اور زود اثر ہے اس سے عمدہ چورن ملنا محال ہے۔

قیمت ایک روپیہ چھ آنے (عہ)

محصول بذمہ خریدار۔ کئی دوائیں ایک ساتھ منگانے سے کفایت رہے گی

ملنے کا پتہ

"شیفور" (نزد پٹودی ہاؤس) دریا گنج دہلی

حضرت علامہ راشد الخیری کے مضامین کے متفرق مجموعے

- **سودہ مشرق** — مغربی تہذیب کے زہر آلود اثر سے خواتین کو محفوظ رکھنے کے لیے نہایت موثر مضامین ۱۲/
- **نگری میں تعلیل** — عورتوں کو سگھڑ و ہنرمند، کفایت شعار اور منتظم بنانے کے لیے۔ ۱۰/
- **مسلمانوں کے حقوق** — حقوق نسواں کی حمایت میں درد و اثر میں ڈوبے ہوئے مضامین۔ عہ
- **نالۂ زار** — عورتوں کی مظلومیت کا مرقع، ان کے مصائب آلام کی درد انگیز داستان ۱۲/
- **بلبل بیمار** — لڑکیوں کی تربیت اور تعلیم اور بے بہا خیالات۔ ۱۲/
- **ساجن موہنی** — تسخیر شوہر کا راز۔ میاں بیوی کے تعلقات کی خوشگواری کا نسخہ۔ ۸/
- **شادی کا انتخاب** — اولاد کی شادی کے وقت کیا باتیں ضرور دیکھنی چاہئیں۔ ۱۲/
- **زیب ہستی** — مسلمان گھرانے اندر ہی اندر کس طرح کھوکھلے ہو رہے ہیں۔ ۷/
- **بیگم کی آخری** — اور دوسرے مضامین جنہیں پڑھکر لڑکیاں کنوارپنے کی قدر کریں گی۔ ۵/
- **گلستان مغرب** — خواتین کے مطلب کے چند بہترین انگریزی مضامین کے عام فہم ترجمے۔
- **بکھری ہوئی پتیاں** — مختلف موضوعوں پر متفرق مضامین کا دلکش مجموعہ۔

تصانیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

- **جمال ہمنشین** — فلسفیانہ و شاعرانہ مضامین مع دیباچہ علامہ راشد الخیری مرحوم۔ عہ
- **گلستان خاتون** — زنانہ لٹریچر کے بلند پایہ غیر فانی افسانوں کا حسین مجموعہ آرٹ کاغذ بار سوم ۱۲/
- **بیگم وفا** — ایک دلآویز سبق آموز نتیجہ خیز افسانہ بار چہارم ۸/
- **بچھڑی بیٹی** — ایک مختصر افسانہ جسے پڑھ کر مرحومہ کے کمال افسانہ نگاری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے بار چہارم

تصانیف محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ

- **نجمہ** — مصنفہ کا بہترین ناول جس کے صرف ایک اعلان پر پانچ سو درخواستیں آگئی تھیں
- **جاں باز** — مصنفہ کا بہت مشہور اخلاقی اصلاحی ناول حد درجہ دلچسپ

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

- **مشیر نسواں یا زہرہ** — ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس سے لڑکیوں کو بہت سی مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں
- **سرگذشت ہاجرہ** — دلچسپ سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اصلاحی اخلاقی جواہرات کا ذخیرہ
- **تحریر النساء** — مستورات کے لیے جدید طرز پر خطوط جن میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں
- **موہنی** — اخلاقی معاشرتی افسانہ جس میں ایرانی معاشرت پر بھی دلچسپ معلومات ہیں

تصانیف محترمہ طلعتین بیگم (و۔ا) صاحبہ

- **خانہ داری کے تجربات** — گھرداری کے متعلق بے بہا مشورے پھوہڑوں کو سگھڑ بنانے کے لیے
- **مفید نسواں** — خانہ داری کے تجربات کا دوسرا حصہ۔ تندرستی بیماری باورچی خانہ کے متعلق قیمتی مضامین ۱۲/

تصانیف محترمہ حجاب امتیاز علی

- **ادب زریں** — چھوٹے چھوٹے لطیف مضامین۔ طرز بیان حد درجہ دلآویز ۱۲/
- **لذت موت** — شاعرانہ خیالات۔ تخیل کی بلندی۔ عبارت کی رنگینی۔ ہر مضمون رومیں ڈوبا ہوا ۱۰/

دیگر تصانیف محترمہ آمنہ نازلی ادیب فاضل

- **دولت پر قربانیاں** — روپیہ کے لالچ میں تعلیم یافتہ روشن خیال لڑکیوں کی شادیوں کے عبرتناک نتائج ۱۲/
- **تاریخی لطیفے** — دنیا کے نامور مصنفوں شاعروں بادشاہوں شہزادیوں کی بذلہ سنجی حاضر جوابی کے نمونے ۱۲/
- **ہنسی کی باتیں** — عامیانہ اور بازاری لطیفے نہیں۔ مہذب ظرافت کی کتاب بار سوم ۸/
- **عقل کی باتیں** — بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں ادیبوں فلاسفروں کے زریں اقوال ۱۲/

تصانیف محترمہ سرور جہاں رعنا بی۔ اے

- **پھول پھلواری** — پھولوں کی کاشت۔ اور باغیچہ کی نگہداشت۔ موسموں اور بیجوں کا حال ۱۲/
- **شہزادی نیلوفر** — دلچسپ کہانیاں۔ چھوٹے بچوں اور بچیوں کے مطلب کی نہایت دلچسپ

تصانیف منشی پریم چند

- **دودھ کی قیمت** — منشی جی کی زندگی کے آخری ۵ سال کے بہترین افسانے
- **روحانی شادی** — دلچسپ اور نتیجہ خیز عبرتناک اور تفریحی ڈرامہ

تصانیف مولانا رازق الخیری

- **سیدہ کی بیٹی** — حضرت زینب کبریٰ کی مفصل سوانح عمری کربلا کا درد انگیز حال
- **وداع راشد** — حضرت علامہ راشد الخیری کا کلام اور بہترین ذاتی اوصاف از مختلف نسائی ہستیوں کے نام
- **عصمت کی کہانی** — مشہور رسالہ عصمت کی پچاس سالہ زندگی کی کہانی افسانے سے زیادہ دلچسپ

تصانیف مولوی عبد اللطیف صاحب الخیری

- **بچوں کی تربیت** — پھول سے بچوں کی پرورش اور تربیت پر عام فہم زبان میں بے نظیر مشورے
- **حلیمہ** — ایک نیک لڑکی کی زندگی کے سبق آموز حالات دلچسپ پیرایہ میں

تالیفات سید رضا احمد صاحب جعفری

- **دلی کی دستکاری** — کار چوب و زرکت کے کام کی ماہر ہو کر عورتیں کس طرح مالی پریشانی دور کر سکتی ہیں
- **لکڑی کا باریک کام** — یعنی فریٹ ورک۔ یہ کام سیکھ کر معقول آمدنی کی صورت نکل سکتی ہے

تصنیفات مولانا سیماب اکبرآبادی

- **زنانہ بستہ** — بچوں کے لیے دس مفید کتابیں بہت آسان زبان میں بار چہارم
- **آفتاب زندگی** — ایک لڑکی کے کنوارپنے کے دلچسپ اور سبق آموز حالات
- **شباب زندگی** — آفتاب زندگی کا دوسرا حصہ شادی کے بعد اسی عورت کے حالات

صاحبزادہ ولی احمد خاں صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی

- **مختصر دنیا** — بالشتیوں کی دنیا میں ایک سیاح جا نکلا تھے بالشتیے دیکھنے گئے۔ بار دوم
- **انشائے سلمیٰ** — لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کے لیے پسندیدہ کتاب
- **اچھوتا سفر** — ایک مہاراجہ کے سفر انگلستان کے نہایت ہی دلچسپ حالات نصف صدی پہلے کے

علمی و ادبی تصانیف

- **دیہاتی گیت** — ڈاکٹر اعظم کریوی نے بڑی محنت سے دیہاتی گیت جمع کر کے ان کا مطلب بیان کیا ہے
- **خیابان نسواں** — مولوی نصیر الدین ہاشمی کے دلچسپ پیرایہ میں عورتوں کے لیے مفید مضامین مشرقی تو افادی
- **دامن باغباں** — ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کے مختصر افسانے دلآویز پیرایہ میں
- **پردہ و تعلیم** — ہندوستان کے دو مشہور ادیبوں کے خیالات۔ اپنی نوعیت کی ایک ہی کتاب ہے
- **خواتین اندلس** — سپین میں مسلمانوں کے عہد میں کیسی کیسی مدبر بذلہ سنج قابل خواتین گذری تھیں
- **افسانۂ حرم** — دس کہانیاں لڑکیوں کے لیے جن سے اچھی اچھی باتیں معلوم ہوں گی
- **مثنوی عائشہ صدیقہ** — ام المومنین کے منظوم حالات زندگی بیحد موثر از جناب وفا داتی

بچوں اور بچیوں کے لیے مزیدار کتابیں

- **جاپانی کہانیاں** — مسز فضل جاپان گئی تھیں وہاں سے بچوں کے لیے پسندیدہ تحفہ لائی ہیں
- **بچوں کی دنیا** — روسی مصنف ٹالسٹائی نے بچوں کے لیے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سب سے اچھی کہانیاں
- **مزیدار کہانیاں** — واقعی ایسے مزے کی کہ ننھے بچے لطف لے کر بار بار پڑھیں۔ باتصویر

زنانہ نظمیں

- **شمع خاموش** — مرحومہ سنجو بیگم لکھنوی کی درد انگیز موثر نظموں کا مجموعہ مرتبہ مولانا صادق الخیری
- **آئینہ جمال** — دور حاضرہ کی مشہور شاعرہ محترمہ ملقیس جمال بریلوی کی ۱۲ نظموں کا مجموعہ ۱۲/

عورتوں کی خاص کتب

- **زچہ خانہ** — از کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب۔ ہندوستانی عورتوں کے لیے اس سے بہتر کتاب اردو زبان میں کوئی کتاب نہیں چھپی باتصویر ہے۔ دو حصے ہیں۔ حاملہ کا، زچہ کا، ہر دو کا۔ ۱۲/ ۱۰/
- **سنگھار خانہ** — عورتوں کے لیے سنگھار و آرائش اور خوبصورتی کے قابل قدر مشورے۔

نامور افسانہ نگار خواتین کے افسانے اور ناول

- **انوری بیگم** — از مسز خدیو جنگ مرحومہ۔ زنانہ لٹریچر کا مشہور و مقبول بلند پایہ ناول بار سوم ۱۲/
- **غیرت کی پتلی** — از محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل۔ تین مختلف الخیال عورتوں کا افسانہ ۱۱/
- **شہید وفا** — محترمہ امت الوحی کے ۹ دلچسپ مختصر افسانے بار دوم ۸/
- **چار رُخ** — چار عورتوں کی آپ بیتی از محترمہ انیس فاطمہ ۱۰/
- **فیروزہ** — از محترمہ جمیلہ بیگم۔ ایک دولت مند یتیم لڑکی کا دردناک مگر نتیجہ خیز افسانہ ۱۲/

نہایت کارآمد کتابیں

- **صنعت و حرفت** — از محترمہ امتہ الحفیظ۔ مختلف چیزیں بنانے کی تجربہ شدہ ترکیبیں۔ مفلسی دور کرنے کا علاج تجارت کر کے کس طرح مالی حالت اچھی بنائی جا سکتی ہے
- **تندرستی ہزار نعمت** — از محترمہ زہرا۔ یعنی صحت قائم رکھنے کے اصول یورپ امریکہ کے شاہ
- **کپڑے کی چھپائی** — سائنٹفک طریقوں سے کپڑے کس طرح چھاپنے چاہئیں رنگوں کے متعلق معلومات
- **آئینہ موٹر** — موٹر کی مشینری سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اردو میں سب سے بہتر کتاب

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف

تاریخی و سیرت

[illegible] مشہور و مستند [illegible] کی بہترین کتاب۔
[illegible] شائع ہو کر [illegible] دردناک تمام تر [illegible] سوانح۔
[illegible] رسول حضرت [illegible] عرب کی [illegible] مفصل۔
[illegible] بادشاہ [illegible] کی [illegible] کی جھلک۔ باتصویر۔
[illegible] حضرت [illegible] کے آنسو۔
[illegible] خاتون کے [illegible] رشید کے عہد تک قتل کے حالات
[illegible] صدی [illegible] بہترین [illegible] کی پُر درد کہانیاں۔
[illegible] کے بہ شکل [illegible] شہزادی کی یادیں باتصویر۔
[illegible] مضامین باتصویر [illegible] افسانے سے زیادہ دلچسپی ہے۔

اصلاحی معاشرتی ناول

[illegible] بہترین اخلاقی و اصولی سبق آموز ناول۔
[illegible] کی پیدائش سے موت تک کے واقعات نہایت دلچسپ و دلآویز
[illegible] کی پیدائش سے شادی تک کے حالات نہایت مؤثر پیرایہ میں [illegible] ہے۔
[illegible] کی شادی سے موت تک کے سبق آموز واقعات اور دلچسپی ہے۔
[illegible] کی موت کے بعد کے حالات [illegible] کے سلسلہ میں بہترین تصنیف ہے۔
[illegible] کے متعلق [illegible] معرکۃ الآرا تصنیف۔
[illegible] رسوم شرک و بدعت وغیرہ دور کرنے کے لیے نہایت دلچسپ [illegible] اصلاحی ناول۔
[illegible] مفصل [illegible] دوسری [illegible]
[illegible] کی نہایت کامیاب [illegible] کا [illegible]

اصلاحی معاشرتی افسانے

[illegible] ساتھ [illegible] دلی [illegible] کا انجام
[illegible] نتائج۔
[illegible] کا نکاح والدین نے سوچ سمجھ کر نہ کیا۔
[illegible] جس کا نکاح والدین نے سوچا سمجھ کر نہ کیا۔
[illegible] کے ہاتھوں بیٹے کا قتل۔
[illegible] کے نکاح ثانی کو بے سود ثابت کیا ہے۔
[illegible] سبق آموز اور نتیجہ خیز۔
[illegible] کے [illegible] جاتے ہیں۔
[illegible] شہزادیوں کی [illegible] آپ بیتیاں باتصویر۔
[illegible] کر مرے [illegible] کوئی نعمت نہیں۔
[illegible] افسانہ صبر ناک اور سبق آموز۔
[illegible] افسانہ شائع نہیں ہوا [illegible]
[illegible] لڑکیوں کا نہایت دلچسپ افسانہ۔
[illegible] دولت کے نشے میں کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔
[illegible] کی بدولت بڑی بڑی مصیبتیں اٹھاتی ہے۔
[illegible] خاتون کی کہانی اسی کی زبانی۔
[illegible] کا خاکہ۔

مختصر افسانوں کے مجموعے

[illegible] افسانوں کا مشہور [illegible] مجموعہ۔
[illegible] کے بہترین [illegible] افسانے۔

[illegible] مدارس [illegible] داخل [illegible] کا [illegible] ہے۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] | [illegible]

[illegible] | [illegible] دلی کی [illegible]
[illegible] | [illegible]
خدائی راج | [illegible] سے [illegible] آخری [illegible]
نسوانی زندگی | [illegible]
گوہر مقصود | [illegible] تلاش [illegible] دلچسپ [illegible]
گلدستہ عید | [illegible] افسانوں کا مجموعہ [illegible] بہترین [illegible]
گرداب حیات | [illegible] اصلاح [illegible] سبق آموز [illegible]
بساط حیات | [illegible] کے متعلق [illegible] سبق آموز [illegible] افسانے
حور اور انسان | [illegible] پہلے [illegible]
نشیب و فراز | [illegible] زندگی کا [illegible] بیان [illegible]

مذہبی افسانے

نانی عشو | یہ افسانے جو [illegible] بہت مشہور کتاب ہے۔
ولایتی نمی | بی تمی نے پڑھا [illegible]
[illegible] | [illegible]

نظموں کے مجموعے

رود بقفس | [illegible] کا مشہور مجموعہ [illegible]
گرفتار قفس | اس مجموعہ میں بہت سی نظمیں [illegible] دوسرا حصہ ہے۔

مذہبی مضامین

احکام نسواں | عورتوں کے متعلق قرآن مجید کے احکام [illegible]
محسن حقیقی | سرور کائنات [illegible] زندگی کے متعلق [illegible] میلاد کے [illegible]
دعائیں | [illegible] نظم و نثر کی دعائیں
قرآنی قصے | [illegible] پیغمبروں کے حالات جن کا قرآن [illegible] ذکر ہے۔
زیور اسلام | خواتین کے لیے نہایت مؤثر اور دلچسپ مذہبی مضامین۔

ادب لطیف

قلب حزیں | چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین [illegible] پاکیزہ شاعری [illegible]
لڑکیوں کی انشا | خط و کتابت سکھانے کی بہترین کتاب [illegible]
سسکی ہوئی بیاں | دلی کی ٹکسالی زبان [illegible] ایک [illegible]

سیاسی، سماجی، سیاسی مضامین

شب مغرب | [illegible] مسلمانوں [illegible]
یادگار تمدن | حقوق نسواں کی حمایت [illegible] مضامین۔
عالم نسواں | [illegible]
ساعت ہند | [illegible]

اسلامی تاریخی ناول

ماہ عجم | [illegible]
عروس کربلا | [illegible]
یاسمین شام | [illegible]
محبوبہ خداوند | [illegible]
تیغ کمال | [illegible]
[illegible] | [illegible]
آفتاب دمشق | [illegible]
شاہین اور دراج | [illegible]
[illegible] | [illegible]

[illegible]

یادگار حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم و مغفور و محترمہ بیگم راشد الخیری مرحومہ

قائم شدہ

عصمت

شریف ہندوستانی بیٹیوں کے لئے

پاکیزہ خیالات، علمی ادبی مضامین اور مفید ہدایات کا ذخیرہ

ایڈیٹر محمد رازق الخیری

رسالہ عصمت

سینتیسواں سال	نومبر ۱۹۴۴ سنہ عیسوی	جلد ۷۳ نمبر ۵

فہرست مضامین

چندہ سالانہ عصمت (مع محصول ڈاک) پانچ روپیہ۔ بذریعہ وی پی سوا پانچ روپیہ۔ ممالک غیر سے دس شلنگ
چندہ سالانہ تمدن افراد سے دس روپیہ رؤسا سے پچیس روپیہ والیان ریاست سے [illegible]

باہتمام راشد الخیری ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر [illegible] دفتر عصمت [illegible] دہلی سے شائع ہوا

مضمون نگاری کے قواعد

عصمتی بہنیں

مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے پہلے ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہئے تاکہ ان کا وقت اور محنت بیکار نہ جائے۔ (۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے نظر ثانی بمناسب ترمیم واصلاح واضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں (۲) ایڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے (۳) طویل مضامین کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے جگہ نکل سکے لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں اس لئے مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون مختصر لکھیں اور کم از کم الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کریں (۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیا جائے (۵) عصمت کے لئے وہ مضامین ارسال کئے جائیں جو صرف عصمت کے لئے لکھے جائیں۔ وہ مضمون ہرگز نہ بھیجا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جا چکا ہو (۶) مضامین کے لئے پرانے پامال عنوانات جن پر بار بار عصمت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں نئے نئے موضوعوں پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان، ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں (۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا بہت خیال رکھنا چاہئے جو مضامین ذاتیات سے متعلق ہوتے ہیں یا جن سے کسی فرقہ یا کسی شخص کی دل آزاری ہو سکتی ہے مسترد کر دیئے جاتے ہیں (۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہئے رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے۔ فارسی، عربی، انگریزی، ہندی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہے (۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت بحق عصمت محفوظ ہوتا ہے (۱۰) ٹکٹ آنے پر ناقابل اشاعت مضمون واپس کیا جا سکتا ہے (۱۱) عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں کئی سو روپیہ کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے۔ کم استطاعت مضمون نگار خواتین کو معاوضہ بھی دیتا ہے غیر مسلم خواتین کے مضامین خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔ جو خواتین و حضرات ان قواعد کی پابندی نہیں کرتے ان کے مضامین ناقابل اشاعت ہوتے ہیں۔

ایڈیٹر

ان قواعد کی ضرور پابندی کریں

ورنہ

ہم اُن کی شکایت کے ذمہ دار نہ ہوں گے

(۱) عصمت ہمیشہ پابندی وقت سے ۳۰ تاریخ کو شائع ہو کر دوسری تیسری تاریخ تک ہندوستان کے تمام خریداروں کو پہنچ جاتا ہے۔ اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ڈاک خانہ کی غلطی سے وقت مقررہ پر پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد کارڈ لکھ کر نمبر خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگا لیں اب چونکہ رسالہ صرف ضرورت کے مطابق چھپایا جاتا ہے۔ اس لئے اگر پرچہ نہ ملنے کی **فوراً اطلاع نہ دی گئی تو پھر کسی قیمت پر نہ مل سکے گا۔** (۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام کا تبادلہ ہو جائے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دے دیجئے۔ کئی کئی ماہ بعد پتہ بدلوانا دفتر کو سخت نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا۔ حالانکہ تمام خریداروں کو ۳۰ تاریخ کو رسالہ بھیج دیا جاتا ہے۔ لہٰذا **پتہ تبدیل ہوتے ہی دفتر کو فوراً اطلاع دے دیں** (۳) جب کبھی خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اگر آپ کو خریداری نمبر یاد نہ ہو یا آپ نے نوٹ نہ کیا ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ بھیج کر دفتر سے معلوم کیجئے۔ کیونکہ بغیر خریداری نمبر کے آپ کے خط کی تعمیل فوراً نہ ہو سکے گی۔ (۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا تین پیسہ کا ٹکٹ بھیجئے (۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ ضرور درج فرمایئے (۶) خریداروں کے چندہ کی میعاد یا اختتام کی اطلاع ایک ماہ پہلے دے دی جاتی ہے۔ اگر کسی بہن کو خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کر دیں۔ اور اگر پرچہ بدستور جاری رکھنا ہے یا (?) منی آرڈر کے ذریعہ آئندہ سال کا چندہ بھیج دیں یا انکاری اطلاع یا چندہ نہ آنے پر وی پی بھیجا جاتا ہے۔ وی پی واپس آنے پر نام فہرست خریداروں سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

منیجر

ڈائن ماں

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

ایک مسلمان عورت کی حیثیت مسلمان مرد کے موجودہ دور میں یہ حق رکھتی ہے کہ ہر ذی ہوش اس کا ہم نوا ہو۔ واقعات نے مجبور کیا ہے۔ کہ ہر وہ مسلمان جس کی آنکھ میں انصاف کا سرمہ اور دل میں انصاف کی روشنی موجود ہے۔ فرقۂ نسواں کی تکالیف اور مصائب پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ اور صرف اس لئے کہ اس کے اعضاء طاقتور ہیں کوے کی طرح چڑیا کے بچوں کا نوالہ نہ بنائے۔ یہ صحیح ہے کہ طاقت حق رکھتی ہے کہ کمزوروں کو فنا کر دے۔ مگر ایمان ضمیر کی کسوٹی پر لعنت کا طوق پہنا کر ٹھکرا دیتا ہے۔ اسی اصول کے تحت مجروحینِ جنگ قابلِ ہمدردی ہوں گے۔ ورنہ طاقت کا سوال ان کے برخلاف قطعی فیصلہ کرے گا۔ اور یہی ہے۔ مذہب اسلام کا وہ زریں فیصلہ جس پر غور کرنے کے بعد غاصب سے غاصب، اور سنگ دل سے سنگ دل انسانی ہستی بھی زبان سے نہیں تو دل میں، کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی وقت، اور کسی نہ کسی طرح ایمان لائے گی۔ اور ضرور لائے گی۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ عورت کا ہر فعل جائز ہو یا ناجائز، اچھا ہو یا برا، قابلِ ستائش سمجھا جائے۔ وہ عورت ہے معصوم نہیں۔ اور اس کی غفلت اور خودسری نے کچھ کم آفت برپا نہیں کی، اور اس حالت میں وہ انتہائی مصیبت میں ہمدردی کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ کنبہ برادری محلہ عزیز شبیہ کی مصیبت پر لاکھ سر پھوڑیں مگر ان کی یہ توقع کہ ہم بھی ان کی طرح اس کو بے گناہ سمجھیں،

درست نہیں، وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ رات کے [illegible] ہرن کے بچے کا پانوں کے واسطے تن تنہا باہر بھیجنا مناسب نہیں۔ اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ ڈاکوؤں کا یہ گروہ جو ایرانیوں کے نام سے مشہور ہے، چاروں طرف ستم ڈھا رہا ہے۔ ان کی عورتیں مردمار، ان کے مرد جفا شعار، ان کے بچے خدائی خوار یہ وہ سنگ دل لوگ ہیں کہ اچھے اچھے طاقتور ان کے نام سے تھرا رہے ہیں۔ ان حالات میں۔ شبیہ کے ہوا خواہ یا طرفدار مجبوری معذوری، قسمت تقدیر، جس کی چاہیں گردن پکڑیں، مگر ہمارا منہ نہ کوئی کیل سکتا ہے، نہ کوئی ہماری رائے بدل سکتا ہے۔ ہم تو کہیں گے، اور کھلم کھلا کہ شبیہ نے اودھیں کو جان بوجھ کر کنوئیں میں دھکا دیا۔ چولہے میں جلتی بھٹی میں جھونکا۔ بلکہ اس سے بھی بدتر کوئی اذیت ہو سکتی تھی۔ تو اس کے پہنچانے میں کسر نہ کی۔ "ڈائن ماں" بھی زیادہ سے زیادہ اتنا کرتی کہ چند لمحہ کی اذیت پہنچا کر کلیجہ کھا لیتی۔ اس کمبخت ماں نے تو وہ کیا جو شاید دشمن بھی نہ کرے گا۔ اگرچہ صبر تو نہیں آتا مگر اس کے سوا اور کیا کہیں۔ ماں نے بچے کو عمر بھر کے واسطے قید با مشقت کی سزا دی، اب شبیہ والے کتنی ہی باتیں بنائیں مگر کوئی معقول انسان ایسی لڑکی کے ساتھ واقعات سن کر ہمدردی نہیں کر سکتا۔ وہ ایک دن پہلے سن چکی تھی کہ دو بچے کھیلتے کھیلتے غائب ہو گئے۔ بھنگن نے اس سے آکر صاف طور پر کہا کہ "ہشیاری کا زمانہ ہے کم بخت ایرانی دن دھاڑے آنکھوں ہی آنکھوں میں

[illegible]

آیا ... [illegible] ... نہ لیا
تجویز کیا کہ کچھ ہفتہ چلا، تین دن سے ٹنڈے کا نام لینا پڑا
ہوا ہے۔

اِن خبروں کے سننے کے بعد بھی اگر شبیہ نے رات کے وقت محض اپنے پانوں کے واسطے یہ اچھی طرح جان کر کہ گھر پر کوئی مرد نہیں ہے۔ اُن رئیس کو بھیجا۔ تو اب یہ فیصلہ سننے والے ہی بہتر کریں گے کہ وہ کس قسم کی ماں تھی۔

(۱)

حسینی کچھ ایسی بڑی تحصیل تو نہ تھی مگر چونکہ ریل وہاں سے گذر جاتی تھی۔ اس لئے آبادی بھی خاصی تھی۔ دن کے دو بجے تھے کہ ایرانی خانہ بدوشوں کا قافلہ پہنچا۔ اُن کی طاقت کا اندازہ تو اسی سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے تیسرے درجے سے اول درجے تک راستہ میں کسی مسافر کو نہ بیٹھنے دیا۔ پولیس اور ریل کا عملہ لاکھ سر پٹکتا رہا۔ مگر ان کے سامنے ایک پیش نہ گئی۔ ٹکٹ ایک کے پاس نہ تھا مگر اُن سے دام وصول کرنا آسان کام نہ تھا۔ اسٹیشن پہ اُترے تو کس کی اجازت اور کیسا پوچھنا گچھنا، پلیٹ فارم سے لیکے مال گودام تک وہی وہ تھے۔ زمین اس گھر دھان سے پٹی پڑی تھی منہ سے حقے بجا رہے اور چولھے سلگا رہے تھے۔ مرد اور عورتیں عام طور پر تو نہیں۔ مگر اکثر گلے میں چمڑے کا ایک ایک تھیلہ ڈالے ہوئے ہاتھوں میں چاقو، نادعلی، گلے کے روپیہ لئے بھولے بھالے لوگوں کو لوٹتے پھرتے تھے۔ حقیقتاً یہ روپے وغیرہ سب جھوٹے تھے۔ وہ خود تیار کر لیتے تھے اور ایران کا ضرب کا اورنگ زیب کا اور شاہجہاں کے عہد کا کہہ کر دنیا کو دیتے ہیں، اُن کے واسطے یہ تقریب کا ایک سلسلہ ہے کہ اسی بہانے سے وہ بات چیت شروع کر دیں، جہاں کسی بدنصیب نے قیمت پوچھی اور جال میں پھنسا۔ دو پیسے کی چیز کے اُنہوں نے چار پانچ روپیہ بتائے، اور پوچھنے والے کی مجال نہیں کہ خاموش

[illegible] ... گئے

حسینی کے اسٹیشن ... [illegible] ... کر
لرز گئی، ہوگی تلاش بعد مرتے دم ... [illegible] ... بسنے والے کی دکان پہ آئی، اور سوا پانچ آنے کے بھی بیسے ... کی ٹھوکر کھا گئی۔ انگلیوں سے بجاتی تھی، ہاتھ سے منہ پیٹتی تھی، اور منہ پھاڑ چلا کر کوڑیاں اُڑاتی تھی۔ کھا چکی تو ایک پیسہ قیمت دے دی۔ دکاندار نے دام مانگے تو چار پانچ گھڑکیاں دے کر آگے بڑھ گئی۔ ایک راستہ چلتے گنوار کو ایک قفل دکھایا۔ مشکل سے چار پانچ آنے کا ہوگا۔ اس نے قیمت پوچھی۔ کہنے لگی "ساڑھے چار روپے" گنوار آگے بڑھا فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ "چلا کہاں، ہمارے ملک میں قیمت پوچھنا، اور خود قیمت نہ لگانا بہت بڑی گالی ہے۔ تو چاہے ایک ہی روپیہ لگا مگر لگا ضرور کہ ہم پہ گالی نہ چڑھے"

غرض اس بُری طرح ڈرایا کہ بیچارے کے منہ سے ایک روپیہ نکل گیا۔ اب کیا تھا روپیہ لے لیا۔ اور وہ قفل حوالے کیا۔ جو وہیں کھڑے کھڑے بگڑ بھی گیا۔ اسٹیشن پر ایک اور سماں بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ گاڑی میں ایک بڈھا بنیا معمولی پگڑی اور میلی دھوتی باندھے بیٹھا تھا۔ ایرانی عورت اس کی ٹھوڑی پکڑے ہوئے تھی۔ اور تھپڑ مار رہی تھی۔ لوگ جمع ہو گئے۔ پوچھا کیا ہے؟ کہتی کیا ہے۔ "میرا تھیلا اس کی گٹھری میں سے نکلا ہے۔ میں اس کو پولیس میں لے جاتی ہوں"

دانت پیس پیس کر کہتی تھی۔ اور بیچارے بڈھے کے تھپڑ اور گھونسے مارتی جاتی تھی۔ بمشکل تمام چار پانچ روپے لے کر پیچھا چھوڑا۔

ضرورت ہے کہ ان خانہ بدوش عورتوں کے حالات پر نظر ڈال کر دیکھا جائے کہ ہندوستان کی مسلمان عورت اور اس ایرانی عورت میں فرق ہے یا نہیں ہے، اور ہے تو کیا ہے، اور کیوں ہے ان چند سطروں کے پڑھنے سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ فرق معمولی نہیں۔ آسمان اور زمین کا ہے۔ ہندوستان میں عام طور پر ایک

[illegible]

[illegible] حالت میں اس عورت کا اعتقاد نہیں کر سکتی سوال یہ رہتا ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ جہالت اس کے بعد معاشرت اور اس کے بعد بے پردگی۔

اگر اس کی وجہ صرف جہالت رکھی جائے۔ تو ہمارے ہاں جاہل طبقہ بھی ان کی برابری نہیں کر سکتا۔ اور اگر بے پردگی سمجھیں تو ہمارا طبقہ اور جاہل اقوام بھی ان کی ٹکر نہیں کھا سکتیں اس لئے بڑا دخل اس تغیر میں معاشرت کو ہوگا کیونکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان کے لڑکے اور لڑکیاں جس قدر زیادہ شریر بدمعاش اور بے ایمان ہوں اسی قدر قابل تعریف ہیں۔

(۲)

ادریس، آٹھ برس کا بچہ ماں کے پاؤں کے واسطے رات کے وقت ان سنگ دل انسانوں کے پاس سے جاتا ہوا گزرا تو ایسا شکار یہ ظالم کیسے چھوڑ بیٹھتے جھٹ پکڑ لیا، بچہ کی رنگت زرد ہوگئی، مگر وہ کیا پرواہ کر سکتے تھے۔ رات بھر پاؤں میں رسی باندھ کر درخت کے نیچے سلائے رکھا۔ اور کہہ دیا کہ "آواز نکالی، یا اُف کی تو جان سے مار ڈالیں گے" دو چار تھپڑ بھی خوب کس کر لگا دیے۔ اور فجر سے پہلے قافلہ احمد آباد روانہ ہوگیا۔ ادریس دھان پان، نازو نعم کا بچہ دونوں میاں بیوی کی صورت سے، جن کے اس وقت قبضہ میں تھا۔ بید کی طرح کانپ رہا تھا۔ ان کی دونوں لڑکیاں اور ایک آٹھ برس کا لڑکا فرعون سے کم نہ تھے۔ جو اٹھتے جوتی اور بیٹھتے لات مار رہے تھے۔ صبح چار بجے کا اٹھا ہوا۔ ادریس رات کے بارہ ساڑھے گیارہ بجے سوتا۔ دن بھر حقے بھرتا۔ پاؤں دباتا تاگو ملتا۔ بچہ بہلاتا۔ اور کھانے کو صرف ایک موٹی ٹکیہ اور دو چار کنکریاں نون کی مل جاتیں۔ اس آٹھ سال کے عرصے میں شاید ہی بھولے بسرے ایک آدھ تھپڑ اس نے ماں کا کھایا ہو۔ ورنہ ایک ایک منٹ پر اس نے ماں باپ کو ناک چنے

[illegible]

(۳)

ادریس کے لوٹنے کا انتظار گھڑی آدھ گھڑی تک تو بدنصیب ماں کرتی رہی، مگر جب انتظار کرتے کرتے آنکھیں پتھرا گئیں، تو دل تڑپنے لگا۔ مگر گھر میں کوئی مرد نہ تھا۔ گیارہ بجے رات کے کس کی بکری کون ڈالے دانہ گھاس۔ بھائی پڑوسی تمام اٹھے، اور دو چار جگہ پوچھ پاچھ چلے آئے۔ کہیں نہیں۔ سب رات جس طرح گزری، وہ تو ماں ہی کا دل جانتا ہے۔ صبح چار ہی بجے سے اٹھ کر باپ کے ہاں پہنچی۔ جب تک لوگ بھاگ آئیں قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ یہ تو اُسے بھی اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ بچہ ایرانیوں کی بھینٹ چڑھا۔ مگر کر کیا سکتی تھی۔ شوہر کو اطلاع دی۔ وہ آیا۔ دونوں میاں بیوی چھ مہینے تک مارے مارے پھرے۔ مگر پتہ نہ چلا۔ تین سال ماں باپ کو روتے پیٹتے۔ اور ادریس کے قید و مصیبت میں بسر ہوئے۔ ایک روز جب ایرانی عورت نے اس جرم پر کہ حقہ سلگا نہ تھا بھری ہوئی چلم اس طرح منہ پر مار دی، کہ تمام منہ سوج گیا۔ تو آدھی رات کے وقت وہاں سے بھاگا۔ مگر تقدیر کا ایسا ہیٹا تھا کہ ساتھ ہی ایرانی مرد کی بھی آنکھ کھل گئی۔ اور وہ بھی پیچھے لپکا۔ اور تھوڑی دیر میں پکڑ کر لے آیا۔ اُلٹا درخت سے لٹکا دیا۔ ادریس درخت سے لٹکا ہوا تھا۔ اور یہ لوگ نیچے سے اس کے رونے، اور بلکنے پر قہقہے لگا رہے تھے۔

افسوس اس کے بعد کا حال مفصل نہیں۔ صرف اس قدر معلوم ہو سکا کہ اسی قسم کی اذیتوں سے ادریس ایک دن دنیا سے رخصت ہوا۔ بدنصیب ماں باپ موت سے بدتر ہے۔ مگر ہم کو یہ کہنے میں تامل نہیں کہ یہ مصیبت اس کے اپنے ہاتھوں لائی ہوئی ہے +

عصمت [illegible] ۱۹۲۱ء

خاتونِ اکرم مرحومہ کے افسانے

اگرچہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خاتونِ اکرم جنت مکانی اردو کی سب سے پہلی افسانہ نویس خاتون ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ مجدد تھیں کیونکہ سب سے پہلے انہوں نے محسوس کیا کہ عورتوں اور مردوں کے افسانوں میں فرق ہونا چاہیے۔ چنانچہ ایک نقاد نے ان کے افسانوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ کتنا صحیح کہا ہے "ان کے افسانے مردوں اور عورتوں کے افسانوں اور طرزِ تحریر کے درمیان ایک حد ہیں۔" گویا انہوں نے اپنے اس احساس کو عملی جامہ بھی پہنایا۔

خاتونِ اکرم نے اپنے افسانوں کے ذریعے مسخ شدہ ہندوستانی اسلامی معاشرت و سوسائٹی کی اصلاح کرنی چاہی۔ ان کے افسانوں میں آپ کو ایک حساس اور ہمدرد نسوانی دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوگا اور اس قسم کے افسانوں کی افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے؟

خاتونِ اکرم جنت مکانی کے افسانوں میں آپ کو نفسیاتی تجزیے بھی ملیں گے اور آپ گہرے طنزیہ جملے بھی پائیں گی اور کہیں کہیں آپ محسوس کریں گی کہ وہ صنفِ نازک ہونے کے باوجود پورے سماجی نظام کے خلاف بغاوت کر رہی ہیں۔ وہ معاشرتی نظام کو بدل دینا چاہتی ہیں۔ وہ معاشرت کی دکھتی ہوئی رگ پر انگلی رکھ دیتی ہیں جس سے سماج کراہ اٹھتا ہے۔

ہندوستان میں صنفِ نازک کی حالت جتنی ابتر اور بدتر ہے اُسے بیان کرنے کی حاجت نہیں اور مرحومہ اُسی بے زبان طبقے کی ترجمان تھیں۔ اس لئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے افسانے دردناک ہیں۔

ہندوستان میں حزنیہ افسانوں کے موجد مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری تھے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ حزنیہ افسانوں کو اختتام تک بھی انہوں نے پہنچایا۔ اُن کے افسانے پڑھئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فضا سسکیاں لے لے کر رو رہی ہے۔ اُردو میں جن صاحبانِ طرز کا تتبع دشوار اور محال سمجھا جاتا ہے۔ اُن میں مصورِ درد علامہ راشد الخیری مرحوم کا بھی شمار ہوتا ہے۔ مگر خاتونِ اکرم کے افسانوں میں وہی دردناک زبان اور اسلوبِ بیان بڑی حد تک موجود ہے جو حضرت مصورِ درد کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔

خاتونِ اکرم کے افسانے واقعات سے بہت قریب ہیں یا بالفاظِ دیگر ناممکن العمل باتوں سے اتنے ہی دور۔ ان کے تمام افسانے نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔ اور خواتین کو درسِ بیداری و عمل دیتے ہیں۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ خاتونِ اکرم بہترین افسانہ نگار ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین [illegible] بھی تھیں۔

پلاٹ اور کیرکٹر پر افسانہ کی کامیابی کا بڑی حد تک دارومدار ہے۔ اگرچہ اب چند افسانے ایسے لکھے گئے ہیں جن میں کوئی پلاٹ نہیں ہے لیکن وہ اردو ادب کے بہترین افسانوں میں سے کہے جا سکتے ہیں مثلاً کرشن چندر کے دونوں افسانے "دو فرلانگ لمبی سڑک" اور "ان داتا" اس کے شاہکار ہیں۔ قرۃ العین کا افسانہ "دریچے سے" احمد ندیم قاسمی کا افسانہ "طلوع و غروب" حسن عسکری کا افسانہ "چائے کی پیالی" اسی قسم کے افسانے ہیں جن میں کوئی پلاٹ نہیں لیکن خاتونِ اکرم کے زمانہ میں ناممکن سمجھا جاتا تھا کہ بغیر پلاٹ کے کوئی افسانہ لکھا جائے۔ اس لئے ان کے افسانوں کے پلاٹ بھی اچھے ہوتے ہیں۔ اور کردار بھی اور ہماری معاشرت کے صحیح ترجمان ہوتے ہیں۔ مختصر الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ دونوں خوبیاں مرحومہ کے افسانوں میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ ان کے افسانوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ اپنے افسانوں کے پلاٹ اور کردار صرف محلوں ہی میں نہیں۔ بلکہ جھونپڑوں میں بھی تلاش کرتی ہیں۔

گلستانِ خاتون جو خاتونِ اکرم کے افسانوں کا مجموعہ ہے اس کے پہلے ہی افسانہ "شہیدِ وفا" کو لے لیجئے۔ دیکھئے اس جملہ میں معاشرت کا کس درجہ تمسخر اڑا کر عورت کی خاص صفت "ایثار و بے زبانی" کی طرف اشارا کیا ہے۔ "یہ لڑکیاں تھوڑی ہیں کہ جہاں چاہو رخصت کر دو۔ راضی برضا رہیں گی۔ وہ لڑکا تھا کہیں چلا گیا۔" اس افسانے میں خاتونِ اکرم نے یہ ثابت کیا ہے کہ بلا رضامندی کی شادیاں ساس بہو کے تعلقات کو کس طرح ناخوشگوار بناتی ہیں۔

مرحومہ کا آخری افسانہ "دوسری شادی" ہے جس میں تمام فنی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نقاش

تمنائے عشق اس کا شاہکار رہتا ہے۔ یہ افسانہ خالص ذہنی مزاح کا [illegible] امتزاج ہے۔

ہمارے مزاح نویس کا سوائے مزاح کے کوئی مقصد نہیں ہوتا لیکن مرحومہ اس افسانہ میں بھی مقصد کو لے کر چلی ہیں یعنی "کبھی [illegible] مذاق تباہیت"

ایک اچھے افسانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ابتدا دلکش ہو تاکہ قاری کے ذہن توجہ کو کھینچ سکے۔

"نو بجے رات کو پائیں باغ میں نیلے آسمان، روشن ستاروں اور چمکدار چاند کی صاف ستھری چاندنی میں زرینہ کبھی اپنی مہتابی پر بیٹھتی، کبھی اٹھ کر اپنے پرفضا باغ کی روشوں پر ٹہلنے لگتی کسی پھول کو توڑ کر بستر پر پھینک دیتی، کسی کو توڑ کر جوڑے میں لگا لیتی، کسی کی پتیاں نوچ نوچ کر الگ کر دیتی۔ ڈالیوں کو زور شور سے ہلا دیتی۔ کلیوں کو چھوتی۔ اور انگلیوں سے دبا کر انہیں زبردستی کھلانا چاہتی۔"

دیکھئے کتنی حسین ابتدا ہے۔ کتنا پیارا نفسیاتی تجزیہ ہے فطری مناظر اور حسین نظاروں میں کھو کر انسان "زرینہ" کی طرح غیر شعوری حرکات کرنے لگتا ہے۔ "مہتابی" کے لفظ کا کتنا دلکش استعمال ہے۔ "مہتابی" چاند کے چمکنے کی جگہ کو کہتے ہیں، بستر کو مہتابی سے تشبیہ دے کر زرینہ کے حسن کی طرف کتنا خوبصورت اشارہ کیا ہے کہ اردو افسانوں میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

ایک انگریز نقاد نے افسانے کی ابتدا کے متعلق کہا ہے کہ یا تو افسانے کی ابتدا میں کردار پر یک بیک روشنی پھینکی جائے جیسے اندھیرے میں برقی روشنی جلا دی جائے یا افسانے کو اس کے آخر سے شروع کیا جائے۔ چنانچہ اس افسانے میں خاتون اکرم مرحومہ نے یک بیک اپنے کردار پر روشنی ڈال کر اپنی اعلیٰ فن کاری کا ثبوت دیا ہے۔

منظر نگاری کا مذاق اتنا شستہ ہے کہ روح لطیف ہو جاتی ہے۔ لاہور یا دہلی کے ایک متوسط خاندان کی دو خوش مذاق لڑکیوں کی تصویر نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔

اختتام بھی فطری ہے۔ افسانہ میں پلاٹ نہیں بلکہ تھیم ہے۔ [illegible] نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا ہے کہ "تھیم افسانہ کا [illegible] کر دیتا ہے" میں یہ عرض کروں گی کہ [illegible] سے متفاوت ہے کہ زندگی کے بہت سے مسائل [illegible] چنانچہ خاتون اکرم کے اس افسانے سے ہم تیزی کے ساتھ نہیں گزر سکتے۔ بلکہ یہ تھیم ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

افسانہ نگار کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ ہمارے [illegible] کو اپنے کردار کے وجود میں تحلیل کر دے۔ اور یہ افسانہ اس شرط کو پورا کرتا ہے۔ جب تحصیلدار صاحب اپنے آخری الفاظ کہہ چکے ہیں۔ تو ہمارے محبت کے تار ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور بقول [illegible] "مسرت کا سب سے بڑا جوہر بھی یہ ہے"

مرغ کی کہانی، آرزوؤں پر قربانی اور بالائی آمدنی [illegible] قطعاً غیر فانی افسانے ہیں۔ اگر آپ کو خاتون اکرم کے افسانوں کے معیار کو پرکھنا ہے تو "گلستانِ خاتون" پڑھئے۔ راشد الخیری صاحب کا دیباچہ اور کتاب پر رائیں اس کتاب کی خوبی کو دوچند کر دیتی ہیں۔

حمیرا خاتون۔ کانپور

(بقیہ صفحہ ۲۵۶)

تو ان کے منہ میں بھی پانی بھر آیا۔ وہ بھی برقعہ گھر پر رکھ کے [illegible] چڑھا میدان میں آگئیں۔ اور پھر تو اللہ دے اور بندہ لے کا مضمون ہو گیا۔

باپ نے بیٹی کو، اور بھائی نے بہن کو عوام سے روشناس کرانا شروع کیا۔ پردہ سے کیا باہر آئیں کہ آنکھ کا پردہ بھی اٹھ گیا۔ چودہ طبق روشن ہو گئے۔ صدارتیں فرمائیں۔ تقریریں جھاڑیں۔ جیل تشریف لے گئیں۔ مشاعرے منعقد فرمائے۔ ریڈیو پر قبضہ کیا۔ اسمبلی اور کاؤنسل پر دھاوا بولا۔ حقوق حقوق کا شور مچ گیا۔ اس ہنگامہ میں عفت اور پردہ [illegible] کا تخیل ایسا غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

کیا یہ ہمارے مردوں ہی کی غلطی کا خمیازہ نہیں ہے کہ آج ایک مشرقی خاتون کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ وہ ایک دن میں کتنے مردوں سے شیک ہینڈ کرتی ہے۔ کتنوں کے ساتھ تفریح کرتی ہے کتنوں سے کیسی باتیں کرتی ہے۔ کتنے عنوان [illegible] گفتگو میں [illegible] کہاتی ہے جس پر نسائیت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔

کنیز فاطمہ کاوش ایم اے

ہم اور وہ

پردہ کا اصل مفہوم پس پشت ڈال کر ہندوستانی مسلمانوں نے اس سے جو ناجائز فائدہ حاصل کئے وہ حیطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ عورت کو بے زبان بکری کی طرح کبھی تو مذہب کی تلوار دکھا کر خوف زدہ کیا گیا کبھی سماج کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ غرض نت نئے اور انوکھے انداز سے گھر کی چار دیواری میں مقید رکھ کر من مانی کی۔ علم کی دولت سے اس لئے بہرہ اندوز نہ ہونے دیا کہ وہ غریب ناقص العقل اور ناتراشیدہ العقل ٹھہرائی جا چکی تھی۔

آپ ارباب رقص و سرود میں غرق ہو گئے، جام و مینا سے یاراں کا ٹھٹھا کبھی ادھر آ نکا کبھی ادھر جا نکا۔ گھر میں پہنچے تو دیدہ دھو یا دھایا۔ ویسے ہی پارسا جیسے پیدا ہوئے تھے۔ نبوت۔ امامت۔ بزرگی خلافت سب اپنی جنس کے لئے مخصوص کر لی۔ عورت جس نے تمام عمر عبادت میں کاٹ دی ہو۔ کبھی ان کے نزدیک جنت کیا جنت کی چوکیدار بھی نہ قرار پا سکی۔ اور یہ قوالیاں سننے اور مریدوں کا حرام مال کھانے۔ دنیا کو دھوکا دینے اور فریب دینے کے بعد بھی جنت کے ٹھیکیدار بن کر وہاں کا ٹکٹ اپنی معرفت مختلف خدمات جسمانی و مالی کے عوض دیتے رہے۔ ان کی پارسائی میں صدہا بار معصیت سے ٹکرانے کے بعد بھی بال نہ آیا۔ اور اگر کسی غریب عورت نے جائز طور پر شادی کی خواہش اپنے پسندیدہ شخص سے کر دی تو وہ عورت سو قتنی اور گردن زدنی قرار دی گئی۔

خود طرح طرح سے بناؤ سنگار کیا۔ مرد سے عورت بننے کے کارن دنیا جہان کے پاپڑ بیلے مگر عورت گھر ہی میں مقید رکھی گئی۔ جہاں اس غریب نے میلے کچیلے پھٹے پرانے کپڑے پہنے۔ میاں کے کھانا کھانے کے بعد بچا کھچا زہر مار کیا۔ صبح اٹھتے ہی چولھے میں جھکی تو رات تک اس سے نجات نہ مل سکی۔ مگر اس کے ہر ایثار، ہر قربانی کو اس کا فرض بتایا گیا۔ اس کے لئے مغفرت کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ وہ ہمیشہ مرد کے پیر کی جوتی رہی۔ جب چاہا اور جتنی بار چاہا پرانی کو اتارا اور نئی کو پہنا۔

تعلیم سے بے خبر رکھ کر عورت کو اس کی اصلیت۔ اس کے مرتبہ، اس کی اہمیت ہی سے بے خبر رکھا۔ جو کچھ معمولی سا بھی سلوک اس کے ساتھ کیا اس اللہ کی بندی نے اسی کو غنیمت جانا، اپنی قسمت پر ناز کیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کے ذہن میں اس کے ناقص العقل ہونے کا فلسفہ اب ایسا آ گیا کہ وہ غریب خود کو بھی ناقص العقل ہی خیال کرنے لگی۔

اس عمل سے آج مسلم قوم کو جو نقصانات ہوئے ابھی اسی کے ماتم سے فرصت نہ ملی تھی کہ دبی چیونٹی نے بھی کاٹا۔ اور اس زور سے کاٹا کہ خیلۓ ذکور پر زلزلہ آ گیا۔ بڑے بڑے سورماؤں کی مونچھیں مونڈ کے دھر دیں۔ بڑے بڑے طرّہ باز خاں کی ناکیں جڑ سے کاٹ دیں۔ حکومت بدلی۔ بیرونی اثرات داخل ہوئے۔ یورپ کی عورت۔ جس پر ابھی تک مشرقیت خنداں اور انگشت بدنداں تھی۔ اپنا اور اپنے زخمی شدہ وقار کا بدلہ لینے کی خاطر کمر کس کر اتر آئی۔ شفا خانے کھولے۔ جہاں مستقل رہائش کا انتظام کیا گیا۔ بیبیاں علاج کرانے جانے لگیں۔ جہاں جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ روحانی علاج بھی فرمایا گیا۔ کچھ تو عیسائیت کی تبلیغ ہوئی۔ کچھ وضع قطع پر خیال آرائیاں ہوئیں۔ غرض کہ ۶۰ فی صدی کامیابی ہوئی۔ کچھ جو اپنے مردوں کی بدعت سے پریشان تھیں، عیسائی ہو کر میم صاحب بن گئیں۔ جو نہ بن سکیں باپ بھائی کی لاج سامنے آئی۔ انہوں نے پیٹ پالنے کی خاطر تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔

پھر مردوں کی ذہنیت۔ ہمت افزا ہوئی۔ مغربی لباس پر جان دینے والے یہ نہ سمجھے کہ وہ چاہتا کیا ہے۔ آخر کلو، منی، ننھی، بٹو لا۔ مس کالون، مس میری، مس بیبی۔ اور مس ہزارڈ بنیں۔ اور تعلیم پا کر تصنع آمیز گفتگو کرتی جسم کے مخصوص حصوں کو عریاں کئے جب ان کی محفل میں آئیں تو وہ خاص یورپین لڑکیاں بنتے چڑھتے نہ دیکھ کر انہی دیسی میموں پر سو جان سے فدا ہوئے۔ کہاں کا خاندان اور کیسا حسب۔ کہاں کی عصمت سب سے آنکھیں موند کر شادی فرمالی۔ اور محفلوں، کلبوں اور جلسوں میں وہی وہ نظر آنے لگے۔ دوسروں نے جب جس گلو کو گوز سے ملتے اور ساتھ کھانا کھاتے دیکھا۔ (باقی صفحہ ۲۷۵ کالم ۲ پر)

سارجنٹ رپورٹ

جنوری ۱۹۴۴ء میں گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے ایک تعلیمی رپورٹ چھپی جو سارجنٹ رپورٹ کہلاتی ہے۔ اس میں بعد از جنگ تعلیمی پروگرام کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

ہندوستان تعلیم کے بارے میں دنیا کے ہر متمدن ملک سے پیچھے ہے۔ ویسے تو سیاسی اور زراعتی حیثیت سے بھی ہندوستان کی حالت بہت ہی خراب ہے لیکن تعلیمی حالت تو نہایت ہی ابتر ہے۔ نہ صرف بہت کم افراد کو تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے بلکہ تعلیم کا طریقہ نصب العین، نصاب اور نتائج سب کے سب قابل اعتراض اور اصلاح کے محتاج ہیں۔

سارجنٹ رپورٹ ہندوستان کی تعلیمی حالت کا پورا جائزہ لیتی ہے اور آئندہ کے لئے تجاویز پیش کرتی ہے۔ جو رکاوٹیں درپیش ہیں یا درپیش آسکتی ہیں۔ ان کی طرف سے یکسر بے پروائی نہیں کی گئی بلکہ ان کے سدباب کی تجویز پیش کی جاتی ہے۔ اس رپورٹ کی تجاویز سے بہتر تجاویز بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن اگر ان کی ہی تجاویز پر عمل درآمد ہو تو ہندوستان کی تعلیمی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے ہندوستان بھر میں ابتدائی جبریہ تعلیم کی تجویز ہے۔ اب تک صرف چند اضلاع میں ابتدائی تعلیم جبریہ ہے اور وہ بھی نام نہاد طور پر کیسی کو اس حکم کے نافذ کرنے کا خیال نہیں ہوگا لہٰذا جو اس پر عمل نہیں کرتے ان سے بھی کچھ کہا سنا نہیں جاتا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابتدائی تعلیم جبریہ طور سے ہندوستان میں کہیں بھی رائج ہے۔ اور نہ اس کے رائج ہو سکنے کا کوئی انتظام ہے۔ لوگوں کو اپنے بچوں کو اسکول بھیجنے پر اس وقت ہی مجبور کیا جا سکتا ہے۔ جب ان کی مالی حالت اتنی گری ہوئی نہ ہو کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی دو چار پیسے کی کمائی بھی ان کے لئے اہمیت رکھتی ہو۔ ہندوستان میں کثیر تعداد بلکہ بیشتر لوگوں کی حالت اس قدر خراب ہے کہ چودہ برس تک بچوں کو مفت تعلیم بھی دلانے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ لیکن چونکہ ملک کی اقتصادی حالت کی بہتری کی تجاویز تعلیمی زمرے میں نہیں اس لئے اس رپورٹ میں سوائے اس کے کہ ابتدائی جبریہ تعلیم کے اجرا کی پہلی شرط والدین کی مالی حالت کی بہتری ہے اور کچھ نہیں کیا گیا ہے۔

دوسری لازمی شرط ان کی کامیابی کے لئے یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم مفت ہونی چاہئے۔ ابتدائی تعلیم کا جدید طریقہ جو کہ Basic education یا بنیادی تعلیم کہلاتا ہے کہ بچوں کو صنعت و حرفت کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے اور بعد میں بھی تعلیم ان کے آئندہ کاروبار کی بنیاد بن جاتی ہے۔ اس طرح کی تعلیم سے بچوں کے دماغ پر زیادہ زور نہیں پڑتا اور وہ ہنسی خوشی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں۔

جبریہ تعلیم کی عمر اس کمیٹی نے چھ سے چودہ سال تک تجویز کی ہے اور اس دوران کی تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ابتدائی تعلیم ۶ سے ۱۱ سال تک۔ ابتدائی بنیادی تعلیمی اسکولوں میں دی جائے گی۔ اور ثانوی تعلیم ثانوی بنیادی اسکولوں میں ۱۱ سے ۱۴ تک یعنی ابتدائی تعلیم کی مدت ۵ سال اور ثانوی تعلیم کی مدت تین سال رکھی گئی ہے۔

یہ تو عام جبریہ تعلیم ہوئی لیکن ان بچوں کے لئے جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں اور بھی آگے تعلیم کا انتظام ہوگا۔ یہ مدارس اعلیٰ تعلیمی مدارس کہلائیں گے اور ان میں ۱۱ سے ۱۷ سال تک کے بچوں کو تعلیم دی جائے گی یعنی ابتدائی بنیادی مدرسے کی تعلیم کے بعد وہ بچے جو خاص طور پر ذہین یا محنتی معلوم ہوتے ہوں۔ وہ ثانوی بنیادی مدرسہ کے بدلے اعلیٰ مدرسے میں بھیجے جائیں گے۔ چونکہ انتخاب صرف ذہانت اور لیاقت کی بنا پر ہوگا اس میں بے حد احتیاط برتنا پڑے گی۔

انتخاب کا طریقہ یہ تجویز ہوا ہے کہ ہر ابتدائی اسکول کا ہیڈ ماسٹر اپنے اسکول کے ان طلبا کے نام انسپکٹر آف اسکولز کے آگے پیش کرے گا جو اس کے نزدیک اعلیٰ تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ انسپکٹر تمام اسکولوں کی پیش کردہ فہرست کو دیکھ کر فیصلہ کرے گا کہ ہر ایک اسکول سے کافی تعداد طلبا کی پیش کی گئی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد ان تمام طلبا کے لئے ایک جداگانہ امتحان ہوگا جس میں کامیابی اعلیٰ تعلیمی اسکول میں داخلہ کی شرط ہوگی۔ چونکہ یہ تعلیم بھی مفت دی جائے گی اس لئے تمام طلبا کے لئے ضروری نہیں کہ سکالرشپ والے ہوں۔ علاوہ والدین جو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دینے کے خواہشمند ہوں مگر اسکول کی طرف سے ان کے بچے

نام پیش نہیں کئے گئے۔ ان کی تعلیم کا پورا خرچ اٹھا کر انہیں اعلیٰ تعلیمی مدارس میں بھیج سکیں گے، بشرطیکہ منتخب طلبا کے لینے کے بعد جگہ باقی رہے لیکن وہ اس بات کا ذمہ لیں کہ اسکول میں داخل کرنے کے بعد تعلیم ختم کئے بغیر وہ بچوں کو نہیں اٹھائیں گے

اعلیٰ تعلیمی مدارس دو قسم کے ہوں گے۔ ایک صنعتی تعلیم کے لئے اور ایک ادبی تعلیم کے لئے۔ ان کے نصاب میں بہت زیادہ فرق نہیں ہوگا یعنی یہ نہیں ہوگا کہ صنعتی شعبہ میں ادبی تعلیم قطعی نہ ہو یا ادبی شعبہ میں سائنس وغیرہ بالکل ہی نہ پڑھائی جائے۔ ادبی حصہ میں سائنس اور صنعتی حصہ میں ادب لازمی مضمون ہوں گے۔ صرف ایک میں صنعت اور دوسرے میں ادب کی طرف زیادہ زور دیا جائے گا۔

یہ اعلیٰ تعلیمی مدارس موجودہ ہائی اسکولوں سے اس طرح سے مختلف ہوں گے کہ ان کا مقصد طلبا کو صرف یونیورسٹی کے لئے تیار کرنا نہیں ہوگا۔ بلکہ جو تعلیم نہیں دی جائے گی۔ وہ بطور خود مکمل ہوگی اور اس بات کو مدنظر رکھ کر دی جائے گی کہ اس کی تکمیل کے بعد طلبا کی کثیر تعداد سیدھی کام پر لگ جانے کے قابل ہو جائے۔ اعلیٰ تعلیم بھی مادری زبان میں دی جائے گی۔ اور انگریزی صرف دوسری زبان کے طور پر پڑھائی جائے گی۔

ان تمام تجاویز میں لڑکیوں کی تعلیم بھی شامل ہے اور ان میں سوائے ثانوی اور اعلیٰ اسکولوں میں۔ نصاب میں امور خانہ داری۔ سلائی۔ پکانا وغیرہ کے شامل ہونے کے اور کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہے ابتدائی بنیادی مدرسے غالباً لڑکے لڑکیوں کے لئے یا کم از کم ایک ہی عمارت میں ہوں گے ٹیچر ابتدائی جماعتوں کی سب عورتیں ہوں گی۔

ہندوستان میں اسکولوں کی نسبت یونیورسٹیاں زیادہ ہیں یعنی جتنی یونیورسٹیاں ہندوستان میں ہیں اس کے حساب سے اتنے اسکول نہیں ہیں۔ لیکن آبادی کے لحاظ سے ہندوستان میں دوسرے ہر ملک کی نسبت یونیورسٹیوں کی تعداد کم ہے یعنی جتنے لڑکے لڑکیاں اسکول سے پڑھ کر نکلتے ہیں۔ ان کا ایک بڑا حصہ یونیورسٹی جاتا ہے۔ لیکن خود اسکول میں داخلہ کی تعداد بہت ہی کم ہے اور اس طرح اگرچہ نسبتاً یونیورسٹی والوں کی تعداد زیادہ ہے مگر حقیقتاً بہت کم ہے۔ اور ان میں سے ایسوں کی تعداد جو صحیح معنوں میں یونیورسٹی کی تعلیم سے فائدہ حاصل کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ بہت ہی کم۔

تعلیم کا طریقہ بھی بہت ہی ناقص ہے تمام تر زور امتحان پر دیا جاتا ہے۔ طلبا کی ذہانت، جدت طبعی اور تحقیقی اہلیت کو بڑھانے کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔ ٹیوٹوریل سسٹم سے استاد کا شاگردوں کو جداگانہ طور سے تعلیم دینا۔ بحث مباحثہ اور گفتگو کے ذریعہ ان کے رجحانات کا پتہ لگانے کا ہندوستانی یونیورسٹی میں سرے سے دستور ہی نہیں۔

کم تنخواہ اور زیادہ کام کی وجہ سے پروفیسر بد دل ہیں اور اپنے مضمون سے انہیں وہ دلچسپی نہیں، جو طلبا میں شوق پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔

یونیورسٹی کی تعلیم کی مدت بھی کم ہے۔ انٹرمیڈیٹ کے دو سال جو درحقیقت یونیورسٹی میں شامل نہیں۔ نکال کر صرف دو سال رہ جاتے ہیں جو کسی مضمون کی تحصیل کے لئے ناکافی ہیں۔ کم از کم تین سال کی مدت ہونی چاہیئے۔

یونیورسٹی کے ریسرچ کے شعبہ کو خاص اہمیت ہونی چاہیئے۔

ان باتوں کے لئے یونیورسٹی کی مالی حالت کا بہتر ہونا ضروری ہے اور یہ صرف سرکاری امداد سے ہو سکتی ہے۔ اور اس رپورٹ کی تجویز ہے کہ یونیورسٹیوں کو ابھی سے بہت کافی مالی امداد گورنمنٹ سے ملنی چاہیئے۔

یونیورسٹی کی اعلیٰ ادبی تعلیم کے علاوہ آگے چل کر ہندوستان میں اعلیٰ صنعتی تعلیم کی بھی ضرورت ہوگی۔ جو جو صنعتیں جنگ کے زمانے میں شروع ہوئی ہیں۔ ان کو قائم رکھنے اور ترقی دینے کے لئے ٹرینڈ آدمیوں کی ضرورت ہوگی۔ اب تک یہ ضرورت باہر کے لوگوں سے پوری کی جاتی تھی۔ لیکن یہ کس قدر افسوس کی بات ہے اور جلد سے جلد اس کا رواج ہونا چاہیئے۔

صنعتی تعلیم کے لئے اس رپورٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ صنعتی تعلیم کے لئے ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ مدارس ہونے چاہئیں۔ ابتدائی اور ثانوی مدارس میں ملازمت سے پہلے لیکن اعلیٰ صنعتی مدرسوں میں ملازمت سے پہلے اور بعد بھی تعلیم کا انتظام یہ ہونا چاہیئے۔

صنعتی تعلیم کے مختلف کورس ہوں گے۔ دو سالہ کورس۔ چھ سالہ کورس۔ ۳ سالہ ڈپلوما وغیرہ۔ اور یہ طلبا کی اہلیت اور رجحان پر منحصر ہوگا کہ وہ کس کورس کے لئے تیاری کرنا پسند کریں۔ پورے وقت کے کورس کے علاوہ متعدد کورس ہونے چاہئیں جن کے لئے طلبا کام کرتے ہوئے بھی تیاری کر سکیں۔

ملک سے جہالت کو ایک دم دور کرنے کے لئے صرف بچوں کے لئے جبریہ تعلیم کافی نہیں۔ بلکہ بڑوں کی تعلیم کا بھی انتظام کرنا ہوگا۔ اس کے

مختلف قسم کی کلاسیں بڑے طلبا اور دوسرے ایسے لوگوں کی مدد کی ضرورت ہوگی جو معاشرتی اصلاح میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ پہلے تو صرف لوگوں کو حروف شناس بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ بعد میں ان لوگوں کے لئے جو کہ اسکول کے بعد تعلیم جاری رکھنا چاہیں انتظام کیا جائیگا۔

تعلیم بالغان کے لئے ریڈیو سینما وغیرہ بہت کارآمد ہوں گے جگہ جگہ لائبریریاں قائم کرنے کی ضرورت ہوگی۔ کارخانوں کے مالکوں کو اپنے ملازموں کی تعلیم کے لئے ذمہ دار ہونا پڑے گا اور زمینداروں کو ان کے گاؤں کے رہنے والوں کے لئے۔

جن لوگوں کو تعلیم بالغان سے دلچسپی ہو ان کو چاہئے وہ کسی کام میں بھی لگے ہوں، تعلیم دینے کے طریقے سکھا کر ان سے تعلیم بالغان میں مدد لی جائے گی۔ غرض جہالت کو ملک سے دور کرنے کے لئے بہت بڑے پیمانہ پر انتظام کرنے کی تجویز یہ رپورٹ پیش کرتی ہے۔

اس رپورٹ کے ہر ایک باب میں اس بات پر خاص طور سے متوجہ کیا گیا ہے کہ تعلیم کو تمام ملک میں پھیلانے کے لئے سب سے پہلے تعلیم دینے والوں یعنی استاد اور استانیوں کی ضرورت ہوگی اور اس وقت ہندوستان میں اتنے ٹرینڈ استاد بھی نہیں کہ پورے ایک صوبہ میں مکمل طور سے تعلیم دینے کا انتظام ہو سکے۔ اس لئے قبل اس کے کہ تعلیم کا یہ نیا طریقہ شروع ہو سکے ٹیچروں کی تیاری کی ضرورت ہے۔

اس وقت ہندوستان میں ٹیچروں کی حیثیت ان کی تنخواہ ان کا مستقبل اتنا خراب ہے کہ کوئی مرد یا عورت بخوشی ٹیچر بننا پسند نہیں کرتا۔ جیسے لوگوں کی تعلیمی صیغہ کو ضرورت ہے وہ صرف اس وقت تعلیم کو اپنا روٹی کمانے کا ذریعہ بنائیں گے۔ جب کہ کام کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے۔ گورنمنٹ تعلیم دینے والوں کے لئے معقول تنخواہ پنشن اور وہ دوسری سہولتیں مہیا کرے گی۔ جو دوسرے کام کرنے والوں کو میسر ہیں۔

ٹیچروں کی تنخواہ ہی میں گورنمنٹ کو بہت بڑی رقم صرف کرنی پڑے گی۔ اس کے لئے اسکولوں کی عمارت۔ طلباء کے وظیفے ان کی صحت کی دیکھ بھال وغیرہ میں بھی بہت کچھ خرچ ہوگا۔ سارجنٹ رپورٹ میں کل اخراجات کا تخمینہ ۳۱۳ کروڑ روپیہ ہے۔ اس میں میڈیکل اخراجات بھی شامل ہیں۔

تمام متمدن ملکوں میں اسکول کے دوران میں بچوں کی صحت کی دیکھ بھال سرکار کی طرف سے ہوتی ہے۔ نئے تعلیمی انتظام میں ہندوستان میں بھی اس کو رائج کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ ہر ایک بچے کا اسکول میں داخلہ کے وقت اور پھر ثانوی اسکول میں داخلہ کے وقت ڈاکٹری معائنہ کرایا جائے گا۔ تاکہ اگر کچھ نقص ہو تو شروع ہی سے اس کا سدباب کیا جائے۔ اور سرکاری پیسہ ایسوں کی تعلیم پر برباد نہ ہو جو آگے چل کر اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ ٹیچر ہر بچے کا جس کی صحت کی طرف سے اطمینان نہ ہو۔ ڈاکٹر سے معائنہ کروائے گی۔ اور علاج ڈاکٹر بتائے وہ خاص ہسپتالوں میں کرایا جائے گا۔

جو بچے ذہنی یا جسمانی طور سے معذور ہیں ان کے لئے تعلیم کا خاص انتظام بھی سارجنٹ رپورٹ کے خاکے میں شامل ہے۔ جن بچوں کے گھر کا کھانا قابل اطمینان نہیں۔ ان کو سرکاری طرف سے کھانا اور دودھ کا ملنا۔ بہت سے بچوں کی صحت کی درستی کا باعث ہو جائے گا۔

لیکن اس رپورٹ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نہ صرف روپیہ کی ضرورت ہے۔ بلکہ اور بھی بہت سی مشکلات در پیش ہیں۔ اگر جنگ کے بعد گورنمنٹ ایک دم سے سارا روپیہ دینے کو تیار بھی ہو جائے تو بھی یہ پورا خاکہ چالیس برس سے پہلے تکمیل کو نہیں پہنچے گا۔

کس طرح اور کن مدارج میں اس خاکہ کی تکمیل کی جائے گی یہ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن خیال ہے کہ پہلے پانچ سال ٹیچروں کے ٹرینڈ کرنے۔ پروپیگنڈا۔ اور خاکے تیار کرنے میں صرف کئے جائیں گے۔ اس کے بعد ۵-۵ سال کے خاکے بنائے جائیں گے اور مختلف صوبوں کے ایک ایک حصہ پر ان کو عمل میں لایا جائے گا۔

اس خاکے کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بہت وقت چاہئے۔ ممکن ہے کہ کسی قدر تبدیلی کر کے اس کو بیک وقت مکمل طور سے ملک میں رائج کیا جا سکے۔ اور اس قدر وقت درکار نہ ہو۔ جتنا کہ اس کی موجودہ صورت میں ہے۔

اس رپورٹ میں ابتدائی تعلیم سے آگے کی تعلیم کے انتظام کا خاکہ بھی شامل ہے۔ لیکن اس کا فی الحال ہندوستان میں رائج ہونا اکثر لوگوں کے خیال میں بہت مشکل ہے۔ اور اس کی شمولیت خواہ مخواہ اخراجات میں اضافہ کر کے خاکے کی تکمیل میں دیر کرتی ہے۔ اسی طرح جب کہ ابتدائی تعلیم جبریہ جاری ہوگی تو تعلیم بالغان پر روپیہ صرف کرنا بعضوں کے نزدیک فضول ہے۔

ایک اور خلل یہ ہے کہ چونکہ ابھی تک ہندوستان کی آیندہ حکومت کی تشکیل نہیں ہوئی۔ یہ فیصلہ کرنا ممکن نہیں کہ تعلیمی اخراجات اور خاکے صوبوں میں منقسم ہوں گے یا مرکزی حکومت کے ماتحت رہیں گے۔

ان کوتاہیوں کے باوجود سارجنٹ رپورٹ ایک نہایت ہی مکمل اور کارآمد خاکہ ہے۔ اسے بڑی محنت اور احتیاط سے مرتب کیا گیا ہے۔ عملی دشواریوں اور مالی مشکلات سے قطع نظر نہیں کیا گیا بلکہ ہر ہر قدم پر اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ کس کس طرح اور کیوں کر ان پر فتح پائی جائے۔

بعد از جنگ معاشرتی تعمیر میں تعلیم کا سب سے بڑا حصہ ہونا چاہیے کیونکہ کسی قوم کی ترقی کا دارومدار اسی پر ہے۔ امید ہے کہ ذمہ دار اشخاص اس کی پوری اہمیت کو اور ہندوستان کی موجودہ تعلیمی کمی انتہائی کمزوری، خرابی اور نقائص کو محسوس کریں گے۔ اور جلد سے جلد ایک نیا نظامِ تعلیم ہندوستان میں جاری ہو جائے گا۔

شائستہ اختر سہروردی

غلامی

اے غلامی، اے خودی کی موت تجھ پر لعنتیں — اے حمیت سوز آتش، تجھ پہ صد ہا لعنتیں
چھین لیتی ہے تُو حق و راستی کی قوتیں — جرأتِ اخلاقِ فاضل کی مقدس ہمتیں

میٹ دیتی ہے تُو انساں کی وہ فطری خوبیاں — زندگی پاتی ہے جس سے رفعت و رنگینیاں
فہم کی باریک بینی، رائے کی بے باکیاں — ذہن کی آزادیاں اور روح کی بیداریاں

چاپلوسی، بُزدلی، مکر و حسد تیرا مآل — نقص میں تبدیل کر دیتی ہے انسانی کمال
خشک ہو جاتے ہیں جذباتِ مسرت کے نہال — مضمحل جلوہ قوائے دانش و فکر و خیال

تیرے عطیے ہیں جمود و پستی و افسردگی — تُو گھٹا دیتی ہے قوموں کا وقارِ زندگی
لوٹتی ہے مال و عزت راحت و آسودگی — اور سکھاتی ہے انھیں غیروں کی بیجا بندگی

آسماں آزاد ہے، رنگیں فضا آزاد ہے — چاندنی آزاد ہے، اُودی گھٹا آزاد ہے
وادیاں آزاد ہیں، بہتی ہوا آزاد ہے — زمزمہ آزاد ہے، آہ و بکا آزاد ہے

آبجو آزاد ہے، کوہ متیں آزاد ہے — ہر شجر آزاد ہے، دستِ حسیں آزاد ہے
ننھے ننھے گھونسلوں کا ہر مکیں آزاد ہے — یا الٰہی صرف انساں کیوں نہیں آزاد ہے؟

خورشید آرا بیگم خورشید

لباس (بقیہ صفحہ ۲۸۲) کالم اول

باورچی خانے میں وہ نہیں جاتیں۔ بچوں کو وہ ہاتھ نہیں لگاتیں۔ پھر انہیں وقت کی تنگی کی کیوں شکایت ہے؟" میں نے کہا۔

"نانی اماں! چھوڑیے بھی ان باتوں کو، میں فرشی پیجامے پہنوں گی۔ مجھے ان کا کاٹنا، سینا، سکھا دیجیے!"

خوش ہو گئیں۔ بولیں "بٹیا ان پیجاموں کی کاٹ اور سلائی میں دو باتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ایک تو نوک اور دوسری جھونک۔ پائنچوں کے اتار چڑھاؤ میں انہی سے خوبصورتی پیدا کی جاتی ہے۔ تم کپڑا منگاؤ میں تمہیں کاٹنا چھانٹنا اور کلیاں جوڑنا سکھا دوں گی"

میں نے کہا "ایک اپنا پیجامہ مجھے دے دیجیے نا" کہنے لگیں "جو پسند آئے لے لو!"

میں بولی "نمائش میں بھیجوں گی" نانی اماں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ کہنے لگیں "بھلا لگے تمہاری صورت کو، آج تو نانی اماں کا پیجامہ نمائش میں بھیجو گی اور کل خود نانی اماں کو عجائب گھر کے کٹہرے میں بند کرنے کی تجویز کرو گی" اور وہ ...

واہ! واقعی واللہ ایسی ہی ہوتی ہے کہ ہم تو انہیں دل اور آنکھوں میں جگہ دیں اور وہ کہیں نے کٹے نانی کی ٹانگ

صفیہ نقوی

لباس

آج جبکہ ہر طرف سے یہ صدائیں آرہی ہیں کہ "بڑھیا اپنے برتن دوتن اٹھا پرانی دیوار گرتی ہے اور نئی دیوار اٹھتی ہے۔" پرانی دیوار کا ماتم کرنا نقار خانے میں طوطی کی آواز سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پرانی دیواریں گرا کر جو نئی دیواریں اٹھائی گئیں ان کی بنیادیں اس قدر کمزور تھیں کہ نقش بر آب کی طرح بنتی بگڑتی رہیں۔ چنانچہ گرائی ہوئی دیواروں کے اینٹ گارے سے پرانی بنیادوں پر نئی دیواریں اٹھائی جانے لگیں۔ نئے رنگ روغن سے لیپ پوت کر کے انوکھے نام رکھے گئے اور انہیں نئی تہذیب کی ایجاد کا لقب عطا ہوا۔

کسی دور کی تہذیب کا اندازہ عموماً لباس اور طرز رہائش سے لگایا جاتا ہے۔ معاشرتی اور اقتصادی سکون یا اضطرار کی یہی دو چیزیں آئینہ دار خیال کی جاتی ہیں۔ جہاں تک کپڑوں کا تعلق ہے میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے پرانے لباس گزرے ہوئے زمانے کی خوشحالی فارغ البالی ذوق لطیف اور نازک خیالیوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حیات کی کشمکش سے عورتیں بے نیاز تھیں۔ اور ان کی دنیا گھر کی چار دیواری میں محدود تھی۔ ان کی ساری توجہ کپڑے، زیور اور کھانوں کی ایجادوں پر تھی۔ اس حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آرٹ کی تخلیق آرام و سکون کے لمحات میں ہوا کرتی ہے۔ زمانہ قبل از تاریخ میں بال بچوں کی غذا فراہم کرنے میں لوگوں کا بڑا وقت صرف ہو جایا کرتا تھا۔ تھوڑا بہت فرصت کا وقت جو ہوتا اس میں لوگ دل بہلانے کی خاطر لکڑی اور پتھر پر نقش و نگار بنایا کرتے اور اس طرح فن نقاشی کی ایجاد ہوئی۔ لوگ اپنے خیالات تصویروں کے ذریعہ ظاہر کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ لکھنے کا فن ایجاد ہوا۔ اور پھر چھپائی کے طریقے معلوم کئے گئے۔ دنیا کی ترقی کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انسان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اسے زیادہ سے زیادہ فرصت کے لمحات مل سکیں چنانچہ فارغ البالی کے ساتھ ساتھ آرٹ میں ترقی ہوتی گئی۔ البتہ آرٹ کا تخیل مختلف زمانوں میں جدا جدا تھا۔ مثلاً آجکل برہنگی کو آرٹ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اب سے کچھ عرصہ پہلے جسم کو مختلف اسلوب سے ڈھکنے اور سجانے کا نام آرٹ تھا۔

میری ایک رشتہ کی نانی ہیں۔ وہ آج کل کے لباس کے متعلق مجھ سے کہنے لگیں کہ "صاحب! آج کل کی لڑکیوں کے دیدے ہوائی ہو رہے ہیں۔ یار دوستوں کے ساتھ گلچھرے اڑانے، کالج اسکول میں اے، بی، سی، ڈی پڑھنے اور سینما تھیٹر دیکھنے سے انہیں فرصت ہی کہاں جو کچھ وقت بیٹھ کر سینا پرونا کریں۔ دو دھجیاں پھاڑیں اور مشین سے جوڑ کر پہن لیں۔ لیجئے صاحب کرتی بن گئی چھ گز کپڑا اجاڑ کر کفن کی طرح لپیٹ لیا ساری ہو گئی۔ تین انچ اونچی ایڑی کا جوتا پہن کر مردوں کے کندھے سے کندھا ملا لیا، لچکتی مٹکتی۔ ڈگمگاتی مرد کے شانے کا سہارا لئے ہوئے ٹپ ٹپ کرتی چلیں۔ سر جھاڑ منہ پہاڑ، بالوں سے بیزار، چوٹی غائب۔ بھویں نچی، لنڈھی منڈی، کالی صورت اور لال ہونٹ جیسے کوے کی چونچ میں انار کا دانہ۔ نہ جانے موئی کیوں میموں کی نقل کرنے پر مری جاتی ہیں۔" میں نے کہا "نانی اماں آج کل لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں کہ آپ کی طرح کپڑوں کی گوٹہ کناری میں اپنی آنکھیں پھوڑیں۔ عورتوں کو بھی حق ہے کہ وہ مردوں کے دوش بدوش چل کر اللہ کے بندوں کی سیوا کریں۔ اور قوم اور سماج کے سدھار میں حصہ لیں"۔ کہنے لگیں "جا بھی، کل کی چھوکری مجھے پڑھاتی ہے۔ ارے بیٹی قوم گھر کے اندر بنتی ہے۔ اور قوم کی بنانے والی مائیں ہوا کرتی ہیں جب عورتیں گھر سے نکل گئیں تو بچوں کی کیا خاک تعلیم ہوگی" میں نے نانی اماں کا لکچر بند کرنے کی خاطر ان کے کپڑوں کی تعریف کرنی شروع کر دی۔ پھر کیا تھا پھول گئیں۔ توشہ خانے میں لے گئیں۔ صندوق کھولا اور لگیں ایک ایک کپڑا دکھانے۔ میں سچ کہتی ہوں کہ ان کے طرح طرح کے تشلو دیکھ کر میں تو پھڑک اٹھی۔ پشت پر کمانیاں۔ کرتوں اور جھالر مچھلیاں اس صفائی سے سلی ہوئی تھیں کہ بنت کا دھوکا ہوتا تھا گلے اور آستینوں پر گنگا جمنی کام ایسا تھا کہ جی چاہتا تھا دیکھا کریں۔

نانی اماں کہنے لگیں۔ "بیٹا تشلو کے دیکھ چکیں، یہ پیلے دیکھو یہ سب میرے ہاتھ کے سلے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ہاتھ کی سلائی اور اس قدر صفائی کہ مشین سے بھی ممکن نہ ہو۔ بارہ بارہ سولہ سولہ کلیوں کے فرشی پائجامے

آدھا آدھا گز چوڑی گوٹیں۔ کسی پر ٹپلے کی گوٹ چڑھی تھی۔ تو کسی پر لونگی اور کسی پر گھوڑی یا مکڑی کی۔ چار پانچ رنگ کی ریشمی ترتیب یا اطلس کی دھجیوں کو اس صفائی سے مناسب رنگوں کے ساتھ ملایا تھا کہ ٹانکے کہیں سے دکھائی نہ دیتے تھے۔ پھر اس پر کارچوبی کام نے گوٹوں کو اور بھی نظر زیب بنا دیا تھا۔ میں نے تعریفوں کے پل باندھ دیئے تو نانی اماں نے میرا صندوق کھول کر اپنے دو پٹے دکھائے۔ میں کیا بیان کروں۔ جالی کے دوپٹوں پر آنچل پلو کا کام سونے چاندی کے باریک تاروں سے ایسا بنا ہوا تھا کہ نگاہ نہیں ٹھیرتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ چاندی سونے کے ڈلے رکھے ہیں۔ بیل کریب کے دوپٹوں پر جالی کے آنچل اور ان پر پھول پتیاں اس سلیقہ کے ساتھ کڑھی تھیں کہ شکن یا جھول کہیں نام کو بھی نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے کسی نے گوندے سے چپکا دیئے ہوں۔ میں نے کہا "نانی اماں اتنے بھاری بھاری جوڑے پہن کر دوبھر ہی ہو جاتا ہوگا۔ کہنے لگیں تم اپنا اونچی ایڑی کا جوتا پہن کر ڈیڑھ بالشت چوڑے حاشیہ کی ساڑھی باندھو۔ اور میں اپنا فرشی پیجامہ پہنتی ہوں۔ پھر دیکھیں کون زیادہ آزادی سے چل پھر سکتا ہے بی" میں ہنسنے لگی۔ نانی اماں بولیں۔ "بیٹی! ہم لوگ، شادی بیاہ، دعوت مہمانداری میں بھی بھاری جوڑے پہنے پہنے تمام کام کرتے تھے۔ البتہ ہماری نشست پلنگوں، تختوں پر ہوتی ہے۔ اور تم لوگ اللہ رکھے صوفے کرسی پر بیٹھنے لگی ہو۔ ہم پاؤں سمیٹ کر بیٹھنے کے عادی ہیں۔ تم پاؤں پھیلا کر بیٹھنا پسند کرتی ہو ہم اپنا لباس پہن کر آزادی سے بیٹھ لیٹ سکتے ہیں۔ تمہیں اپنے لباس کو ہوا کے جھونکوں سے بچانے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ ساڑھی باندھے ہوئے آزادی سے لیٹنا بیٹھنا تمہیں دشوار ہوتا ہے۔ پاؤں سکیڑ کر بیٹھو تو تمہاری پوشاک ایسی بدہیئت ہو جاتی ہے کہ پھر بغیر استری کے دوسرے وقت پہننے کے لائق نہیں رہتی۔" میں نے کہا نانی اماں آپ کا کہنا حق بجانب ہے، لیکن موجودہ زمانہ کی مصروفیتوں کو دیکھتے ہوئے فرشی پیجاموں کا رواج ترک ہو جانا لازمی تھا۔ میں سمجھتی ہوں کہ ساڑھی سے بہتر کوئی لباس نہیں، جو آج کل کی اقتصادی مشکلات کو بھی حل کر سکے اور وقت کی بھی بچت کر سکے۔" کہنے لگیں "بیا! اب تو کپڑے مشینوں پر سیئے جاتے ہیں۔ اور غضب خدا کا جو بیٹیوں کے جہوٹے کپڑے درزی کے ہاں سیئے جاتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۲۸۰ پر)

چرواہے کی بنسی

شفق کی چھاؤں میں چرواہا جب بنسی بجاتا ہے
مرے افکار میں ماضی کا نقشہ کھینچ لاتا ہے

نظر میں ایک بھولا بسرا عالم لہلہاتا ہے

وہ بے پروائی، جس سے ایک دن، آباد تھا بچپن
وہ بے فکری کی باتیں، جن سے اک دن شاد تھا بچپن

وہی نظارہ، اس کے زمزموں میں مسکراتا ہے

وہ کھیتوں کی قطاریں اور وہ نظارہ باغوں کا
وہ دریا کا کنارہ، آہ وہ گہوارہ باغوں کا

رسیلی بانسری کا نغمہ بن کر گدگداتا ہے

مرے افکارِ طفلی کو ہے نسبت اس کے نغموں سے
میں بچپن میں کیا کرتا تھا الفت اس کے نغموں سے

جبھی بنسی کی لے میں عہدِ طفلی جھلملاتا ہے

نظر میں جھومتا ہے بن کے رنگیں خواب کا عالم
وہ صحرائی نظارے اور وہ مہتاب کا عالم

وہی افسانہ اس بنسی کے لب پر گنگناتا ہے

گیا بچپن، مٹا وہ بن، جوانی بیتنے آئی،
سحر ہونے کو ہے، رنگیں کہانی بیتنے آئی،

یہ چرواہا مجھے کیوں یاد پھر ان کی دلاتا ہے

اختر شیرانی

بڑھتے ہوئے وزن پر قابو

سوکھے پن کی طرح موٹاپا بھی ایک بھدا پن ہے جسم موٹاپے سے نہ صرف بھدا معلوم ہوتا ہے، بلکہ کام کاج کرنے میں بھی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ بہت لوگ موٹاپا دور کرنے کے لئے قسم قسم کی دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ ورزش کرتے ہیں۔ کھانا کم کھاتے ہیں۔ زمین پر سوتے ہیں۔ لیکن اپنے مقصد میں مشکل سے کامیاب ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی خوراک کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور جسم کا فربہ پن زیادہ چربی والی غذا کھانے پیدا ہوتا ہے۔

اگر کسی عورت کا وزن بڑھنا شروع ہو جائے تو اس کے لئے سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری امر ہے کہ اس کا وزن ذاتی وزن سے کتنا بڑھا ہے کیونکہ ایک تندرست عورت کے لئے (جس کا قد ۵ فیٹ ہو) اگر اس کے وزن میں دو یا تین پونڈ کا اضافہ ہو جائے تو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک وزن کا ہمیشہ کے لئے قائم رہنا غیر ممکن ہے۔ لیکن اگر وزن میں چھ یا سات پونڈ کا اضافہ ہو گیا ہو تو پھر وزن کو اپنی اصلی حالت پر لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر پہلے پہل بڑھتے ہوئے وزن کی روک تھام کی جائے تو وزن جلد اپنی ٹھیک حالت پر آ جاتا ہے، لیکن اگر سستی سے کام لیا۔ اور وزن کو بڑھنے دیا تو پھر بڑی مشکل اور تکلیف سے وزن پر قابو پایا جائے گا۔

وزن کو کم کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ فربہ پن اعضا کی مزید توانائی سے بڑھ رہا ہے۔ یا زیادہ چربی والی خوراک کھانے سے جسم پھول رہا ہے۔ اگر اعضا کا وزن توانائی سے بڑھ رہا ہے تو زیادہ جسمانی کھیل یا زیادہ سخت ورزش نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن اگر وزن کا بڑھنا چربی والی غذا کھانے سے ہے تو پھر خوراک کا صحیح انتخاب کرنا چاہئے یعنی اپنی روزمرہ کی خوراک میں سے اپنے نفس پر قابو پا کر خوش ذائقہ اور لذیذ کھانے کم کر کے سادہ غذا کھائی جائے۔ ایک دفعہ کھانا کھا کر دوبارہ اگر بھوک محسوس بھی ہو تو کچھ نہ کھائیں۔ ٹھیک وقت پر کھانا کھایا جائے۔ اور کچھ بھوک باقی ہو تو کھانے کا فعل بند کر دینا چاہئے۔

بعض دفعہ وزن کو کم کرنے کے لئے ہم کیک۔ پیسٹری۔ شکر گھی اور بالائی وغیرہ کھانی بند کر دیتے ہیں۔ اس سے کچھ روز کے لئے فائدہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ لیکن چند ہفتہ بعد وزن پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہم چربی پیدا کرنے والی غذا کھانی تو بند کر دیتے ہیں۔ لیکن گوشت۔ آلو۔ وغیرہ کھانے لگتے ہیں۔ اور اعضاء کی توانائی بڑھنے لگتی ہے۔ اور ہمارے احتیاط کا سارا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

صحت کو برقرار رکھنے کے لئے۔ ہماری خوراک میں ڈامن کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ مکھن۔ گھی۔ پنیر وغیرہ میں بکثرت ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ہم فربہ پن کم کرنے کے لئے ان کا استعمال ترک کر دیں۔ اور ان کی جگہ سبزی ترکاری کا استعمال شروع کریں۔ تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ ڈامن سبزی ترکاری میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس سے صحت بھی ٹھیک رہے گی اور موٹاپا بھی کم ہو جائے گا۔

ہم مرغن اور لذیذ غذا کھانے کے اس قدر عادی ہیں کہ آسانی سے خوراک نہیں بدل سکتے۔ اس لئے ہم کو اپنی روزمرہ کی غذا میں کچھ تبدیلیاں کر لینی چاہئیں۔ اگر دوپہر کے کھانے پر گوشت ہے تو اس کے ساتھ ترکاری کا ہونا ضروری ہے۔ اگر شام کے کھانے پر آلو کا شوربہ ہے تو ساتھ سلاد کا ہونا اشد ضروری ہے۔ سلاد کے کچے پتے کھانے سے وزن گھٹتا ہے۔ اگر ہم گوشت اور مچھلی کا استعمال نہ بند کر سکیں۔ تو گھی بہت کم استعمال کیا جائے۔

ہمارا وزن اگر اپنی ٹھیک حالت پر ہے۔ تب بھی ہم کو مندرجہ بالا باتوں کا خیال روزانہ خوراک میں رکھنا چاہئے۔ تاکہ وزن قابو میں رہے۔ اور بعد میں موٹاپے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

امتیاز بیگم قریشی (شملی)

کسی ماہ کا پرچہ ڈاک خانہ کی غلطی یا آپ کے ملازموں کی غفلت سے وقت پر نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو فوراً اطلاع دیجئے ورنہ پھر کسی قیمت پر نہ مل سکے گا۔ — منیجر

روسی عورتیں

وقت وقت کی بات ہے کسی زمانہ میں لڑکیوں کا جسم تندرست ہونا حسن اور خوبی میں داخل تھا۔ اسی اعتبار سے ہندی میں استریوں کو گج گامنی کہا گیا ہے۔ گج گامنی کے معنی ہیں ہاتھی کی چال والی۔ ظاہر ہے ہلکی پھلکی ہوائی لڑکی ہاتھی کی چال کہاں سے لائے گی۔ اب تو حسن اور نزاکت مترادف الفاظ بن گئے ہیں لڑکیوں کی بات چھوڑیئے۔ آجکل تو لڑکے بیچارے بھی ہلکے پھلکے دھان پان ہونے میں فیشن کی تکمیل سمجھتے ہیں۔

ہمارے کالج میں لڑکے لڑکیاں ساتھ ساتھ پڑھتی ہیں۔ ایک دن جو میں کلاس لے رہا تھا تو اتفاق سے کمرے کی ایک کھڑکی بند رہ گئی تھی کھڑکی کے پاس دو تین لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میرے منہ سے نکل گیا۔ کھڑکی کھول دو۔ ایک لڑکی بیچاری۔ شرماتی اٹھی۔ اور زور آزمائی کر کے واپس آ گئی اس نے دوسری سے کہا۔ دوسری نے تیسری سے اشارہ کیا۔ مجھے ہنسی آ گئی پھر کیا تھا۔ درجہ میں قہقہہ بلند ہوا۔ جب میں نے گھور کر دیکھا تو سناٹا چھا گیا مجبوراً مجھے لیکچر کا موضوع بدلنا پڑا۔ میں نے کہا عزیزو! ذرا کھڑکی کے اوپر والی تصویر دیکھو۔ یہ ٹیگور کے ہاتھ کی جو ہر برت پینٹنگ ہے۔ راجپوت سردار کسی لڑائی میں ہار کر اپنے قلعہ کی طرف بھاگنے کی فکر میں ہیں لیکن قلعوں کے بلند شعلوں اور دھوئیں نے انہیں یکایک روک دیا ہے۔ وہ دیکھو ایک راجپوت سردار قلعہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کر کے کہہ رہا ہے۔ "بہادر سورماؤ! اب گھر واپس چل کر کیا ہوگا۔ سب کچھ تو نذر آتش ہو چکا۔ چلو ایک ہلہ اور سہی"۔ یہ تصویر ہمیں اس زمانہ کی یاد دلا رہی ہے جب عورتیں ہنستے کھیلتے آگ کے شعلوں میں کود پڑتی تھیں۔ پرتاب کی لڑکی نے کھیلتے کھیلتے تلوار دو ٹوک کر دی تھی۔ چاند سلطانہ نے شاہزادہ مراد کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ پنا نے اودے سنگھ کی جان بچانے کے لئے اور تلوار کی آبرو کی خاطر اپنے بچے کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل کرا دیا۔ نور جہاں جس کے حسن کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ ہاتھی پر سوار ہو کر شیروں کا شکار کرتی تھی۔ اور آج وہی ہندوستان ہے وہی ہندوستانی لڑکے اور لڑکیاں۔

ہماری پرانی روایات کس قدر شاندار ہیں۔ لیکن موجودہ تعلیم نصاب اور طرز زندگی نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔ ابھی حال ہی میں میں نے کسی اخبار میں پڑھا تھا۔ ایک روسی لڑکی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے گئی۔ رکروٹنگ افسر نے منہ بنا کر کہا۔ "ہم کو عورتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں ہوائی جہاز چلانے والے مردوں کی ضرورت ہے"۔ لڑکی نے جواب دیا۔ "میں ہوائی جہاز چلا سکتی ہوں۔ آپ میرا امتحان لے لیجئے"۔ افسر نے ایک رجسٹر الٹتے ہوئے کہا۔ "ہمارے پاس ۳۰ ہزار پائیلاٹ موجود ہیں ہم کو ٹینک چلانے والا چاہئے"۔ لڑکی نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں ٹینک اور موٹر بخوبی چلا سکتی ہوں میں نے باقاعدہ ٹریننگ حاصل کی ہے"۔ اس پر افسر جھلا گیا۔ اس نے دوسرا رجسٹر دیکھ کر کہا۔ ہمارے پاس ۵۰ ہزار ٹینکر موجود ہیں۔ ہم کو فرسٹ ایڈ اور ریڈ کراس میں کام کرنے والے آدمیوں کی ضرورت ہے"۔ لڑکی نے فوراً جواب دیا۔ "میرے پاس اس کے بھی سرٹیفکیٹ موجود ہیں۔ یہ لیجئے جب افسر ہر طرح مجبور ہو گیا تو تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اس کے بعد اس نے چلا کر کہا "اوہ! میں تم کو کیسے بھرتی کر سکتا ہوں۔ تمہارے پاس تو ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔ یہ بالکل قاعدے کے خلاف ہوگا۔

یہ سنتے ہی اس بہادر عورت نے اپنی جیب سے پستول نکال کر اپنے بچے کو شوٹ کر دیا۔ اور تن کر بولی "میرے مہربان لیجئے اب تو بغیر بچے والی عورت ہوں۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں"

آخر افسر مجبور ہو گیا۔ اور اسے اس کو بھرتی کرنا ہی پڑا۔ آج وہ عورت روسی ایئر فورس میں ایک ممتاز عہدہ پر کام کر رہی ہے۔

روسیوں نے جو جرمنوں کو دھکے دیکے اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔ تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ روسی بچوں کا حال آپ الکوثر کے عصمت میں پڑھ چکے ہیں۔ روس کی عورتوں کے حال کا اندازہ اس مختصر سے مضمون سے کر لیجئے۔ اور دعا کیجئے کہ ہندوستان بھی روس کی طرح مضبوط بازوؤں والا ہو سکے۔

تارا شنکر ناشاد

حیات ہے زندہ نہیں

آج کل جس طرف دیکھو یہ جملہ "حیات ہے زندہ نہیں" حسب حال معلوم ہوتا ہے۔ سوتی لسوری صورتوں پر پیدائشی یتیمی برستی نظر آتی ہے گو یہ سچ ہے کہ اس زمانہ میں ہر شخص کی پریشانیاں اور افکار بڑھ گئے ہیں لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ ہمہ وقت چہرہ پر مایوسی و حسرت چھائی رہے۔ زندگی مفقود اور زندہ لاشیں نظر آئیں۔ یہ باتیں کہ زمانہ سازگار نہیں۔ بڑا ہی نازک دور ہے۔ حسرت آنکھیں اور ملول طبیعتوں کے لئے اور بھی زیادہ مایوس کن ہو جاتی ہیں لیکن ایسی زندگیوں کو اس خوبصورت قول سے سبق لینا چاہئے کہ "سسکتی زندگی سے ہنستی موت بہتر ہے" اور یہ سسکیاں نسلاً بعد نسل چلاتے رہنا قوم کو مردہ کرنے کے مترادف ہے کیونکہ بچوں کی زندہ دلی اور فطری خوش طبعی جو قدرت کی طرف سے ہر انسان کو ودیعت کی جاتی ہے اور بچوں میں بدرجہ اتم معلوم ہوتی ہے۔ ایسے والدین اپنی بے جا روک تھام اور سخت گیر روشن ضمیر طبیعتوں کے وہم میں کافور کی مانند غائب کر کے ان کی زندگیاں خراب کر دیتے ہیں۔ شباب کے پُر بہار ایام میں بھی وہ تصویر یاس اور مرقع حسرت دکھائی دیتے ہیں۔

بزرگ اپنے ہجوم افکار اور پریشانیوں میں ننھے ننھے معصوموں کو کچل ڈالنا چاہتے ہیں۔ قدرت انسان کو صرف اسی عمر میں ہنسی خوشی اور بے فکری کی بادشاہت عنایت کرتی ہے۔ مگر آلام حیات میں گرفتار بزرگ انہیں اس وقت بھی اس سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ پھر جب وہ جوان ہوتے ہیں تو کچھ تو والدین کی مصنوعی ڈھالی ہوئی فطرت کا اثر کچھ حادثات زمانہ اور گردش ایام، یہ سب مل کر انہیں "حیات ہے زندہ نہیں" کے مصداق بنا ہوا چھوڑتے ہیں۔ آپ کہیں گی بعض بچے بہت ہی شیطان ہوتے ہیں۔ جو بغیر سختی اور مار کے مان ہی نہیں سکتے۔ تو جناب یہ بھی بجا ہے۔ لیکن جو بات محبت اور ضابطہ سے ان میں پیدا ہو گی۔ وہ دھمکیاں مار اور تشدد سے نہیں ہو سکتی۔ اس سے وہ مردہ دل، کج خلق اور کند ذہن ہو جائیں گے۔ ایک بچہ اس وقت میری نظر میں ہے۔ وہ متناسا تھا تو زیادہ چلبلا تیز تو نہیں لیکن کافی ہنس مکھ اور ہوشیار تھا لیکن چند سال بعد میں نے اسے دیکھا تو وہ خاموش اور حسرت زدہ نظر آنے لگا۔ غائر مطالعہ کے بعد مجھے اس کی وجہ والدین اور بزرگوں کی بے توجہی معلوم ہوئی، اور ہر وقت کی جھڑکی کہ نالائق تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو، یہاں کیوں لوٹ رہے ہو، بدتمیز، بیہودہ چلا کیوں رہے ہو۔ ادھر کیوں جا رہے ہے؟ اس لڑکے سے کیوں بول رہے ہو۔ گندے کہیں کے وغیرہ" اب یہ امر قابل غور ہے کہ بچہ بیچارہ کہاں تک اس روک ٹوک کو برداشت کر کے اپنی زندہ دلی اور خوش طبعی کو قائم رکھے۔ اور ماحول کی سخت گیر فضا سے لڑتا رہے۔ آخر وہ بھی ہمت ہار کر بڑوں کی روش اختیار کرنے کی سعی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس طرح زندگی ناکام اور تصویر حسرت بن جاتی ہے۔ اس لئے چاہئے کہ ان معصوموں کی شرارتوں کو قرینہ اور قاعدہ کے ساتھ ضابطہ کی شکل و صورت دے کر ان کی صحیح تربیت کی جائے کہ وہ بڑے ہو کر زندہ قوم کے زندہ اور خوش طبع فرزند، بہادر، جانباز کہلائیں۔ نہ کہ ایسے جن میں صرف سانس کی آمد و رفت حیات کا پتہ دے اور زندگی نام ہو حسرت و اندوہ کے نیم جاں لاشوں کا۔ لڑکیوں کو خاص طور پر ایسے پُر حسرت استادوں، اور بزرگوں، استانیوں سے بچاتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ لڑکیاں اور وہ بھی ہندوستانی فضا کی پروردہ اور سچ تو یہ کہ جس کی پیدائش ہی (اس موجودہ زمانے میں بھی) ٹریجیڈی ہو وہ بھلا کیسے خوش طبع اور زندہ دل بن سکتی ہے۔ دکھاوا اور ظاہر داری اور بات ہے کہ "ارے بہن مجھے تو بیٹے سے بھی زیادہ ہے۔ میں تو اس کو چاہتی ہوں، لوگ کہتے ہیں بیٹے کی خوشی ہوتی ہے مجھے تو اس کی زیادہ خوشی اور محبت ہے۔ لیکن ہماری بہنوں کو جاننا چاہئے کہ یہ پیدائشی تفاوت اور بچپن کی مساویانہ محرومی ہی لڑکیوں کو بہت زیادہ غمگین اور اندوہگین بنا دیتی ہے۔ یہی بچیاں ننھی معصوم ہستیاں جو کسی شمار میں نہیں آتیں۔ آئندہ ملک و قوم کی مالک بنیں گی اور انہیں کی ذات سے قوم کی تمام امیدیں وابستہ ہوں گی۔ انہیں اپنے گھروں کی خوش باش منتظمہ بننا ہو گا۔ جو اپنے گھروں کی مسموم فضا کو دور کر سکیں۔ اپنے ۔۔ ہر ۔۔ کی سچی رفیق حیات ثابت ہو سکیں اور زندگی کی ہر مصیبت کو بکشادہ پیشانی برداشت کریں۔ زندگی اندوہگینی

ایک دوسرے سے وابستہ رہتی ہے۔ ہمیشہ خوشی اور غم ایک ہی چیز (زندگی) کے دو رُخ ہیں۔ انسان کو محض معمولی معمولی سی مصیبتوں پر گھبرا نہیں جانا چاہیے۔ ایسے موقعہ پر ہمت اور استقلال سے کام لے کر ہنسی خوشی سے اپنی ناکامیوں اور رنج و غم کا مقابلہ کرنا چاہیے تاکہ حیات کی وہ تھوڑی سی مسرتیں جو نہایت ہی قلیل عرصے کے لئے ہمیں نصیب ہوتی ہیں۔ طویل اور دائمی مسکیوں کو مسرت آگیں اور حقیقی زندگی بنا دیں۔ بچپن کی غمناک تربیت کے تاثرات اکثر میاں بیوی کی متاہلانہ زندگی کو ناخوشگوار بنا دیتے ہیں حقیر حقیر سی باتوں پر چڑ چڑا جانا، نیز ہمہ وقت شوہر پر اپنی اندوہگیں طبیعت کو واضح کرتے رہنا یقیناً گھر کو دوزخ کا نمونہ بنا دینے کے مترادف ہوگا۔ ایک متوسط درجہ کا شوہر لازمی طور پر زیادہ تھکا ہوا اور بدحواس ہوگا بہ نسبت درجہ امرا کے شوہر کے، کیونکہ کام زیادہ، حیات کی کشمکش زیادہ، زمانہ کی نامساعدت اور مفلسی کی ناکامیاں یہ سب باتیں اسے زیادہ بدحواس رکھنے میں زیادہ معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے لازمی ہے کہ اس کے گھر کی فضا خوشگوار اور دلچسپ ہو۔ اب گھر کا مسرت بھرا خیر مقدم اور خوشگوار فضا اس کی دن بھر کی تمام کلفت اور بے کیفی دور کر دینگے لیکن اگر حالات اس کے برعکس ہوئے اور گھر میں قدم رکھتے ہی اسے بیہودہ فضا سے پالا پڑا اور بچوں کی لڑائی جھگڑے تقاضے ملازموں کی نالائقی سے اور بیوی صاحبہ کی الٹی سیدھی گفتگو سے دوچار ہونا پڑا تو یقین کرنا چاہئے۔ اس کی زندگی "حیات بے زندہ نیست" کے مصداق بن جاتی ہے اپنے اوسط درجہ کے باعث گھر کے باہر بھی آسانی مسرتیں حاصل نہیں ہو سکتیں اس طرح وہ تفریحات اور دلچسپیوں سے بہت دور ہو جاتا ہے اور زندگی نیم مردہ بےجان لاشہ بن جاتی ہے بیوی کی ذرا سی خوش مزاجی اور خوش طبعی زندگی کو حقیقی زندگی بخش کر خوشنما بنا دیگی۔

سنجیدہ اشرف

مذہبی تہوار

ہر مذہب و ملت کی خصوصیات جداگانہ ہیں۔ اور اسی جداگانہ امتیاز کے باعث ہم ہندو، مسلمان، عیسائی، بدھ، پارسی وغیرہ کہلاتے ہیں۔ ورنہ ایک ملک میں رہنے اور بسنے والے اگر ایک ہی قسم کی رسوم کے پابند ہوتے تو اس قدر اختلافات کیوں پیدا ہوتے۔ چونکہ مذہب جدا جدا ہے۔ اس لئے قومی اور مذہبی روایتوں کے مطابق تہوار منائے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے۔ جس میں روایتی رسوم موجود نہیں وہ بادی النظر میں جہل نظر آتی ہیں مگر ان کا احترام روایتی شان کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ آپ ہر مذہبی تہوار اپنی حیثیت سے بڑھ کر شان و شوکت کے ساتھ منائے بلکہ میرا خیال ہے کہ عید کی سوئیوں اور اس کی تمام مسرتوں سے لطف اندوز ہونا ہمارا قومی شعار ہونا چاہئے۔ شب برات پر اپنے مرحوم عزیزوں کی قبروں پر جا کر فاتحہ پڑھنا خوشبو جلانا اور غریبوں میں حلوہ روٹی فاتحہ دے کر تقسیم کرنا کوئی جہالت کی بات نہیں ہم نے اپنی آنکھوں سے All Souls day کے موقعہ پر کرسچین عقائد کے لوگوں کو دو روز مقرر کر کے (یعنی ایک دن رومن کیتھولک اور ایک دن پروٹسٹنٹ) اپنے مردہ عزیزوں کی قبروں پر جا کر پھول چڑھاتے اور دعائیں مانگتے دیکھا ہے۔

بقر عید کی قربانی اور محرم کے دس دنوں میں فی سبیل اللہ خیرات تو اس عظیم الشان مذہب کی ابتدائی اور انتہائی قربانیوں کو پیش کرتی ہے۔ اگر ابراہیم خلیل اللہ کی زبردست قربانی مذہب اسلام کی سنگ بنیاد تھی۔ تو اس کی تکمیل جگر گوشۂ فاطمہ اور نور العین رسول حضرت حسینؑ کی شہادت سے ہوتی نہ ہوتی تو آج یہ مستحکم اور ٹھوس مذہب بھی متزلزل ہو سکتا تھا فیشن کے دلدادہ طبقہ اس کو مانیں یا نہ مانیں مگر میں تو یہی کہوں گی کہ اگر آج یہ مذہبی رسوم اور تہوار طرۂ جہالت قرار دے کر مٹا دی جائیں تو پھر اسلام کا خدا ہی حافظ ہے اور ہم مسلمان ہیں یا کون سے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں یہ بھی پتہ نہیں چلے گا۔ طرز لباس و آرائش میں آجکل مسلمان اور غیر مسلم خواتین میں کونسا فرق رہ گیا ہے۔ کنواری بیاہی کا کہاں تک فرق ہے کہ اگر تہوار اور مذہبی روایات بھی خیرباد کہہ دی جائیں۔ تو پھر کوئی قومیت ظاہر نہ ہوگی۔ محترمہ ڈاکٹر شائستہ اختر صاحبہ نے اس خاکسار کے مضمون "نذر نیاز" کی تائید کر کے ایک بہت ضروری موضوع کو اہمیت دی ہے۔ اور ان کا کہنا بالکل بجا ہے کہ جہاں بقر عید کی خوشیاں نہیں منائی جاتیں وہاں غیروں کی تقلید میں کرسمس اور دیوالی ضرور مناتے ہیں۔ اور کیوں نہ منائیں، بچوں کی امنگ بھری طبیعت کا تقاضہ ہی یہ ہے۔ یہاں کلکتہ میں آجکل عام طور سے فلیٹ سسٹم کی وجہ سے یہی طرز رہائش ہو گئی ہے کہ ایک فلیٹ میں مسلمان ہیں تو دوسرے میں عیسائی، تیسرے میں ہندو۔ بچے سب ہی ایک جگہ

مل جل کر کھیلتے ہیں۔ بڑے دن کے موقعہ پر تو خیر، بچے بڑے بوڑھے خواہ کسی قوم کے ہوں "الناس علیٰ دین ملوکہم" کے زیر اثر کچھ نہ کچھ کرسمس منا ہی لیتے ہیں۔ ایک مکان اور ایک محلہ میں رہنے کے سبب دیوالی، اور ہولی کے موقعہ پر بھی حق ہمسایہ ادا کرتے ہوئے سب ہی ایک دوسرے کی خوشی میں شرکت کر لیتے ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ اپنے ہی مذہبی تہواروں کو مسلمان اس قدر بیجا، غیر مہذب اور مضحکہ خیز قرار دیں اور اس کی بیخ کنی کر ڈالیں؟ کرسمس منانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ملازمت پیشہ لوگوں کو چھٹیاں ملتی ہیں۔ وہ باہر سے یا تو اپنے وطن آتے ہیں۔ یا وطن میں ملازمت ہوئی تو چھٹیاں منانے باہر جاتے ہیں۔ اس وقت موقع موسم اور وقت کی مناسبت سے بچوں کے لئے کھلونے۔ تحائف۔ نئے گرم کپڑے، کھانے کے لئے کیک وغیرہ ساتھ لے جاتے ہیں۔ اس وقت ان نئی تبدیلیوں سے ایک گونہ مسرت ہوتی ہے۔ اس پر ہر جگہ بڑے دن یا کرسمس کے جشن کا ذکر خیر ہوتا ہے پس اسی بڑے دن یا کرسمس کی خوشیوں میں یہ بھی مدغم ہو جاتے ہیں۔ چلئے ان کا بھی کرسمس منانا قرار دیدیا جاتا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں باہر سے عموماً عزیزوں اور دوستوں کی آمد و رفت ہوتی ہے۔ اس کے لئے ہر سلیقہ شعار خانہ دار بیوی مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے کیک بسکٹ۔ خشک حلوے۔ میوے اور پھل وغیرہ پہلے سے مہیا کر لیتی ہے۔ تاکہ وقت پر مہمان کے سامنے خفت اٹھانی نہ پڑے۔ عام طور سے گھر پر کرسمس کیک اسی تخمینہ کے اندر دوکان سے خریدنے کی نسبت بہت زیادہ مزے دار اور اچھا تیار ہوتا ہے صرف محنت کی ضرورت ہے۔ وہی حال بسکٹ، کلچے، اور حلوے کا بھی ہے۔ چنانچہ مہمان نوازی کے خیال سے کرسمس سے قبل اکثر گھروں میں یہ تیاریاں ہوا کرتی ہیں۔ جس میں بہت کفایت شعاری کے ساتھ فیشن زدگی کا بھی اطلاق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جاڑوں کے ایام میں خشک میوے بکثرت دستیاب ہوتے ہیں۔ اگر پلم پڈنگ یا اسی قسم کی فروٹ پڈنگ تیار کرا کے رکھی جائے تو ناشتے کے کام آتی ہے۔ عید الفطر عید۔ عید میلاد وغیرہ تو ہمارے مقدس تہوار ہیں۔ اگر ان کو ہم اپنی حیثیت کے مطابق شان سے نہ منائیں تو پھر کس وقت خوشیاں منائیں؟ ڈاکٹر شائستہ اختر سہروردی صاحبہ باوجود یورپ وغیرہ کی سیاحت کے جب اپنی قدیمی رسموں کی اس قدر دلدادہ ہیں تو پھر اور کسی کا اعتراض فضول ہے۔ یہ قوم کی زندگی، ترقی اور عروج کا باعث ہے کہ ہم اپنی قومی رسوم کو بنظر استحسان دیکھیں اور اسی میں اپنی سرفرازی سمجھیں نہ کہ اندھا دھند تقلید میں ؎

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

جمیلہ بیگم کلکتہ

(بقیہ صفحہ ۲۹۲) اچھے سے اچھا کپڑا پہنیں مگر میاں کو یہی سناتی رہیں کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ خاصی آمدنی مگر گزر کرنا مشکل اس پر طرہ یہ کہ اتنی قلیل آمدنی میں کوئی گزر کر تو دے یہ تو میرا ہی دم ہے جو گاڑی گھسیٹ رہی ہوں۔"

اول الذکر بیگمات اور آخر الذکر بیویوں کی زندگی پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کا کیا رنگ ہے نہ موجودہ تعلیم کو بدنام کرو نہ پرانے زمانے کی جہالت کو۔ اس زمانہ میں بھی اور اس دور میں بھی ہر قسم کے انسان ہیں۔ فرق صرف تربیت کا ہے۔ اول الذکر بیگم کا میاں اپنی حقیقی رفیقہ حیات کی معمولی تکلیف پر جان دینے کو تیار رہتا ہے اور ایسی ماں کے بچے اپنی ماں کی زندگی سے سبق حاصل کرتے ہیں ایک ماں کی اچھی عادتوں سے خاندان کے خاندان سنور جاتے ہیں اور جہاں ان ماؤں کی بیٹیاں بیاہی جاتی ہیں اُجالا ہی اُجالا نظر آتا ہے۔

آخر الذکر ماں کی خصلتوں سے خاندان کے خاندان برباد ہو جاتے ہیں اولاد بھی ماں کی زندگی سے وہی سبق لیتی ہے جو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ شوہر بھی شروع شروع ایسی بیویوں کی باتوں کو سچ مانتا ہے اور دیکھتے دیکھتے ایسے نتیجے پر پہنچ جاتا ہے جو دونوں کی زندگی کے لئے تکلیف دہ ہے۔ لائق شوہر ان بیویوں سے کسی نہ کسی طرح نباہ دیتے ہیں مگر ان جیسی بیوی جیسے میاں اپنی زندگی کو طلاق کے ذریعہ عذاب سے چھٹکارا پاتے ہیں۔

گو یہ واقعات روزانہ کی زندگی میں داخل نہیں لیکن بنظر غور دیکھا جائے تو ان ہی عادتوں سے زندگی کی آسائش کا خاتمہ ہے بیٹیوں والی ماؤں کو ضرورت ہے کہ اپنی بچیوں کی تربیت خود سے کریں اور اپنا طرز عمل ایسا رکھیں جو ان کی لڑکیوں کے واسطے نمونہ ہو۔

غذیرفاطمہ

غرض کے بندے[1]

میں اسٹیشن پہنچی ہی تھی کہ گھر کا ملازم دوڑا ہوا ایک تار لایا۔

یہ ناظمہ کا تار تھا۔ مجھے چند روز کے لئے بلایا تھا معلوم نہیں کونسا کام تھا لیکن آنے کی تاکید تھی! میں اپنے کام سے مجبور تھی لاچار اُسے تار دے دیا کہ "اس وقت اسی گاڑی سے میں پونا جا رہی ہوں نہایت ضروری کام ہے۔ فرصت ملتے ہی آؤں گی" ہفتہ عشرہ مجھے پونا کے کاموں سے چھٹکارہ ہی نہ ملا۔ اس کے بعد جو یہاں آئی مسز نسیم اور والدہ جمشید جی کی طویل علالت نے کسی طرف متوجہ ہی نہ ہونے دیا! والدہ جمشید ایک سخت قسم کی وہمی خاتون ہیں تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے علاج میں مجھے کس قدر مشکل ہوئی ہوگی۔ تاہم ان کی شکایت کم نہ ہوئی تھی۔ علالت کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک دن ہسپتال سے سیدھی میں ان کے ہاں چلی گئی۔ اور کئی گھنٹے وہاں گزار کر جب میں گھر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ناظمہ معہ اپنے شوہر مسعود کے موجود ہیں۔

مجھے دیکھتے ہی ناظمہ مجھ سے لپٹ گئی۔ خوب خوب گلے شکوے ہوئے۔ شادی کے بعد ناظمہ مجھے پہلی مرتبہ ملی تھی اور چونکہ میں شادی میں شرکت نہ کر سکی تھی۔ اس لئے اس کی شکایت بھی بجا تھی ناظمہ میری دوست اسکول فیلو اور "رتی بھر نا تا گاڑی بھر رشتہ" والی مثل کو اگر سچ کیا جائے تو رشتہ دار بھی تھی لیکن یہ ہم نے کبھی محسوس ہی نہ کیا۔ وہ میری بڑی پُرخلوص دوست تھی اور خدا کی طرف سے اس کی طبیعت میں حقیقی محبت اور دلی ہمدردی ودیعت کی گئی تھی۔ مسعود ہماری اس پُرمسرت ملاقات کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے یہ ناظمہ کے چچازاد اور خالہ زاد دونوں تھے۔ کیونکہ والدہ مسعود اور والدہ ناظمہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ اور ان کے والد بھی کسی رشتہ سے بھائی ہی ہوتے تھے۔

شادی کی مبارکباد کا شکریہ ادا کرنے لگے تو میں نے کہا بھئی شادی رچائی منہ تک میٹھا نہ کیا۔ میں تو یہ روکھا پھیکا سا شکریہ قبول نہ کروں گی۔ ناظمہ یہ سنکر ہنس پڑی اور کہنے لگی یہ بات تو پرانی اور آئی گئی ہو گئی۔ اب تمہیں منہ میٹھا کرو۔ ہمارا اس تازہ اور نئی خوشی کے سلسلے میں۔ تم نے تو ہمیں اپنی اس خوشی میں شریک تک نہ کیا۔ کیوں نہ ہو ہم اب جو دور ہو گئے ہیں۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ لیڈی ہارڈنگ سرجن بننے کے ساتھ نئے دوست اور نئی ترقیاں مبارک!

اسی قسم کی ہنسی مذاق کی باتوں میں یہ مختصر سا وقت گذر گیا اور ہم سب چائے پینے چلے آئے۔ امّی نے چائے اچھی پُرتکلف بنادی تھی۔ اور انہیں کچھ شوق بھی تھا۔ چائے بڑے اہتمام سے کرواتی تھیں۔ اور جس دن میں کھانا نہ کھاؤں خاص طور پر چائے میں ضرور چند چیزوں کا اضافہ رہتا ہے۔ پھر آج تو مہمان بھی تھے میں نے انگور کا ایک ننھا سا گچھا اٹھاتے ہوئے کہا "ناظمہ تمہاری شادی پر نہ آسکی۔ لیکن اب تمہاری نند کی شادی پر تمہارے یہاں ضرور آؤں گی۔ تاکہ تمہارا اور مسٹر مسعود کا شکوہ نہ رہے۔ کہو تمہارے بھائی عمیق آجکل کہاں ہیں۔ بات تو پکی ہے نا! شادی کب طے ہے؟

امی نے مٹھائی کی ڈش مسعود کی طرف سرکاتے ہوئے کہا بچی کی بھی کوئی بات ہے۔ وہ دونوں تو بچپن سے ہی منسوب ہیں۔ اور میں نے تو سنا تھا کہ ہائی اسکول تک عمیق انہیں کے ہاں رہے کیوں مسعود میاں یہ سچ ہے نا؟"

میں نے مسعود کی طرف دیکھا تو ان کا چہرہ زرد سا ہو رہا تھا ان کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں غم انگیز یاس جھلک رہی تھی میں حیرت سے ناظمہ کو دیکھنے لگی کہ یا اللہ ابھی ابھی تو مسعود اچھے خاصے تھے اب انہیں یکایک کیا ہو گیا؟

"جی ہاں یہ درست ہے کہ عمیق کا ابتدائی زمانۂ تعلیم ہمارے یہاں ہی گزرا لیکن نسبت کے متعلق ابھی کچھ طے نہیں! ہاں امّی خالہ جان محترمہ کا ضرور یہ خیال تھا لیکن والد صاحب نے آزاد رہنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ ان دونوں کی اپنی مرضی پر منحصر مسعود نے بمشکل جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا!

ناظمہ بھی اس گفتگو سے شوہر کی حالت سے متاثر اور کچھ پریشان سی تھی۔ حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے میں نے موضوع

[1] اس افسانہ کا مرکزی خیال محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ کے مضمون "اچھی بیوی" کی رہین منت ہے۔ ۱۲

گفتگو بدل دیا اور ہند کی موجودہ سیاست پر باتیں کرتے ہوئے ہم مشرقی برآمدے میں چلے آئے۔ یہ اس وقت کافی خوشگوار اور ٹھنڈا ہو رہا تھا مسعود قدرے ٹھہر کر اپنے کسی دوست سے ملنے کی اجازت طلب کر کے شہر چلے گئے۔ امی کو دمی کی تقریب شادی میں شرکت کرنی تھی۔ سو وہ بھی چلی گئیں تھیں۔ میں اور ناظمہ اب تنہا رہ گئی تھیں۔ میں نے باورچی کو ضروری ہدایات دے کر ناظمہ سے کہا "چلو بی ذرا باغ میں چل کر بیٹھیں۔ یہاں تو گرمی زیادہ ہے"۔

میں نے یاسمین کے کنج کے قریب بیٹھتے ہوئے جب چائے کی میز والی گفتگو کی طرف ناظمہ کو متوجہ کیا تو وہ ہلکی سی آہ کھینچ کر کہنے لگی۔ "میں خود ہی تمہیں ان رنجیدہ واقعات سے آگاہ کرنے والی تھی۔ لیکن اب سے پہلے موقعہ ہی نہ ہوا اور چونکہ رفیعہ کی حالت سے مسعود صاحب پہلے ہی بہت زیادہ غمگین ہیں۔ اس لئے میں نہیں چاہتی کہ ان کے سامنے یہ گفتگو ہو۔ میز پر بھی تم نے غور کیا ان پر کیا حالت ہو رہی تھی!"

"مگر آخر معاملہ کیا ہے اور رخنہ اندازی کون کر رہا ہے؟ کیا ماموں جان نہیں چاہتے۔ (ناظمہ کے والد) یا پھر وہ لوگ"۔

ناظمہ نے بات کاٹ کر کہا "نہیں یہ کچھ بھی نہیں۔ معاملہ اور ہی صورت اختیار کر گیا ہے۔ تمہیں یاد ہوگا۔ میں نے شادی کے بعد شائد اوائل مارچ میں تمہیں آنے کے لئے تار دیا تھا! یہ میری آخری کوشش تھی کہ شائد وہ تم سے مان جائے اور رفیعہ بیچاری کو شریک حیات بنانا منظور کر لے ۔۔ مگر بیہودہ لڑکا نا سمجھ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی نہ کر سکا اور رفیعہ غریب کو محبت کے دام میں الجھا کر تباہ کر ڈالا۔ ہائے رفیعہ بیچاری کی حالت بڑی قابل رحم ہو رہی ہے اور مسعود صاحب کے لئے بھی یہ صدمہ ناقابل فراموش بن چکا ہے انہیں عمیق سے ہرگز ایسی امید نہ تھی۔ عمیق گو میرا بھائی ہے لیکن مجھے بھی اس کے اس ظالمانہ فعل سے نفرت ہے۔ کاش مردوں کو اپنے اس بہیمانہ رویہ کا احساس ہوتا۔ جو وہ صنف نازک کے ساتھ روا رکھتے ہیں ۔۔۔ لیکن مسعود صاحب کو ہی دیکھئے رفیعہ کی نسبت کی یہ ناگوار صورت شادی سے قبل ہو چکی تھی۔ لیکن ان کا ایثار اور جذبۂ محبت محض ایک والہانہ فعل نہ تھا۔ بلکہ حقیقی محبت اور انسانیت تھی۔ جو مجھ سے شادی کر کے عمیق جیسے سطحی انسانوں کو عملی سبق دیا۔ کیا وہ عمیق کی حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ مگر نہیں انہوں نے سب کچھ برداشت کرتے ہوئے مجھے عمیق کے قصور کا سزاوار بنانے سے بچا لیا۔ ورنہ کیا میری بھی رفیعہ سے بدتر حالت نہ ہوتی۔ کیا وہ انکار نہیں کر سکتے تھے! تم سے کیا چھپاؤں خالہ جان خود چاہتی تھیں کہ جیسے عمیق نے ان کی بہن کو انکار کیا اسی طرح یہ بھی عمیق کی بہن کو ٹھکرا دیں ۔۔۔ لیکن

"مگر ہاں عشق حقیقی سد رہ غم ہوا کیوں ہے نا!" بات کاٹتے ہوئے میں نے کہا۔

"جو تم سمجھو!" ناظمہ حسرت آگیں مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"انکار کی اصل وجہ کیا ہے۔ یہ تو تم نے بتائی ہی نہیں۔ کیا عمیق یہ نہیں جانتے کہ رفیعہ انہیں چاہتی ہے ۔۔؟"

"جانتے کیوں نہیں۔ بہن سب ہی کچھ جانتے ہیں اور انہیں خوب معلوم ہے کہ رفیعہ کی زندگی ان کے اشارے سے ہی وابستہ ہے"

"تو پھر ۔۔۔؟" میں نے یاسمین کی چند کلیاں توڑتے ہوئے استفسار کیا۔

ناظمہ اڑتی ہوئی تتلیوں پر نظریں جمائے ہوئے بولی: "خود غرضی بھی تو کوئی چیز ہے۔ چند خود غرض لوگوں نے اپنی غرض کی خاطر رفیعہ کو برباد کر ڈالا۔ تم تو جانتی ہو نا! ہماری جو ایک شاہدہ پھوپی میاں ان کی ایک لڑکی عذرا ہے۔ سو پھوپی ہیں بڑی زمانہ ساز عورت انہیں یہ سوجھی کہ کسی طرح عمیق کو پھانسیں تو گھر بیٹھے بیٹی کو بر مل جائے نہ چھان بین کی تکلیف نہ غیریت کا تکلف ہر طرف سے نخت لڑکا ملے۔ کسی طرح لیتے کو بہکا کر موٹر جہیز، زیور، جاگیر وغیرہ کا لالچ دے اپنا کر ہی لیا۔ اور پھر کچھ لڑکی تڑپ پھڑپ، جھوٹ کیوں بولوں عذرا ہے بھی بڑی شوخ اور چنچل لڑکی۔ عمیق بھی الجھ گئے۔ اور پھوپی جان و ماموں جان۔ (ماموں جان میں پھوپا جان کو کہتی ہوں۔ کیوں کہ پہلے رشتہ سے وہ ماموں ہی ہوتے ہیں) کی آزادی کی وجہ سے عذرا کو بھی عمیق پر پوری طرح سے چھا جانے کا موقع ملا۔ اور ہماری خالہ صاحبہ کو تو تم جانتی ہی ہو۔ رفیعہ ان کے زیر تربیت پلی۔ وہ کیسے عذرا بنتی ۔۔!

لیکن اصل قصور تو عمیق کا ہی ہے اس نے ایک تو بچپن کی منسوب دوسرے اسے چاہتے ہوئے بھی یہ نسبت توڑ دی۔

سخت افسوس ہے ایسی ذہنیت پر جو تعلیم، ترقی، انسانیت، سب سے بے نیاز ہو کر "غرض کی خاطر" رفیعہ سے بے وفائی کرے اور انہوں سے برائی مول لے میں جانتی ہوں۔ عمیق پہلے تو تم لوگوں پر جان دیتے تھے لیکن یکایک وہ ایسا پلٹا کیسے کھا گئے مجھے بڑی حیرت ہے؟"

"کچھ بھی ہو۔ تدبیر ترمنت کش تقدیر ہی ہوتی ہے۔" رفیعہ بیچارے کی تقدیر ہی کچھ ایسی کھوٹی تھی کہ اسے زندگی کی بازی ہارنی پڑی۔ یہ ایک جوا ہے۔ تم آزاد ہو تمہیں جان سکتیں کہ یہ بازی کیسی ہوتی ہے۔ اور اس کی جیت تو خوش قسمتی اور ہار آفت! رفیعہ بیچاری مجسم ہار بنی ہوئی ہے۔ تم دیکھتیں تو اس کی حالت کا اندازہ لگتا۔ اوہ! مجھے جب اس کا خیال آتا ہے یا اسے دیکھتی ہوں تو تڑپ جاتی ہوں۔ ارمانوں کا ڈھیر آرزوؤں اور تمناؤں کی جیتی جاگتی زندہ لاش! ہائے پھوپی جان کی خودغرضی ان کی عذرا کو تو بہتر سے بہتر بر مل جاتا۔ عمیق سے ہزار درجہ اچھا لڑکا مل سکتا تھا۔ کاش! وہ رفیعہ کی زندگی کو دیکھتیں۔" یہ کہتے کہتے ناظمہ آبدیدہ ہو گئیں۔ اور آنسوؤں کے چند قطرے آنکھوں سے نکل کر رخسار پر بہنے لگے وہ آنسوؤں کو رومال سے جذب کرتے ہوئے بولی "پھوپی جان اور ماموں جان کی خودغرضی کیا بتاؤں بس"

میں پھر بے خیالی میں پوچھ بیٹھی "ماموں جان کون؟"

"پھوپا صاحب اور کون!" ناظمہ چڑھ کر بولی۔

"اوہ! میں بھول گئی۔ ابھی یہ تمہارے آپس کے رشتے بھی ایسے ہیں کہ جلدی سمجھ نہیں سکتے نہ یاد رہتے ہیں آپس میں اس قدر بھی رشتے نہیں ہونے چاہئیں۔

اب تمہیں دیکھو کہ یہ آپس کے رشتے ہیں تو بہت زیادہ خاندانی رنجشوں کا باعث بن گئے ہیں۔" میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"خیر" وہ پھر بات کرتے ہوئے بولی۔ "تم تو سنتی ہی نہیں مذاق پھر کے لئے رکھو۔" پھوپی کی خودغرضی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ رفیعہ کی طرح میری زندگی بھی تباہ کرنی چاہتی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ میری شادی بھی والدین کسی اور جگہ کر دیں۔ اس طرح ہمارا بھی خالہ جان وغیرہ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ "پھر تو تمہارے ہوش بھی غائب ہو گئے ہوں گے۔" میں نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

ناظمہ نے ان ہا کہہ کر بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "منجھلی خالہ کے میاں نے جب یہ بات مجھے چڑھانے کے لئے میرے سامنے نکالی۔ تو حضرت کو وہ آڑے ہاتھوں لیا ہے کہ جھینپتے ہی تو چھوٹ گئے اور صاف کہہ دیا کہ میں عمیق نہیں ہوں۔" والدین نے بھی ایسا کرنا اچھا نہ سمجھا۔"

"تو کیا تمہارے والدین عمیق کے اس رشتہ سے خوش اور راضی ہیں؟"

"راضی نہ ہوں تو کریں کیا۔ جب اس نے کہا سنا۔ اور والدین نے ناراضگی ظاہر کی۔ تو دو سال سے چھٹیوں میں گھر آیا بھی نہیں پھوپی جان کے یہاں ہی رہا کیا۔ میری شادی پر بھی چھٹی نہ ملنے کا بہانہ تراش لیا دور کا معاملہ آج کل کراچی میں ہے۔ کون پوچھے؟ امی اور ابا جو ہو گیا۔ اس پر صابر و شاکر ہیں۔ اور ان باتوں کو زیادہ طول دے کر دنیا کو تماشا نہیں دکھانا چاہتے۔ اس لئے مجبوراً ہنسی خوشی شادی کر رہے ہیں۔"

"ارے تو کیا عمیق کی نسبت طے ہو کر شادی بھی ہونے والی ہے؟" میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"اوہ! تم اب طے پوچھ رہی ہو۔ ارے جب رفیعہ کی زندگی کا فیصلہ کیا گیا اس وقت ہی طے ہو گئی تھی۔" —— میں نے ناظمہ کی رنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا "ناظمہ میری بہن! ہندوستان غلام ہے۔ اس کے بسنے والے غلام ہیں۔ ان کی ذہنیتیں برسوں سے پست اور بے حمیت ہو گئی ہیں۔ وہ "غرض کے بندے" بنے ہوئے ہیں۔ دھاتوں کے ڈھالے ہوئے ذلیل ٹکڑوں اور سونے چاندی کی چمک دمک پر ان کی فطرت کا امتحان ہو سکتا ہے۔ وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ بے لوث اور بے غرض محبت یہاں شاذ و نادر ملے گی کاش والدین اس سے سبق حاصل کریں۔ اور اپنی اولاد کے معاملے میں اس قدر محدود ذہنیت سے کام نہ لیں۔ اگر رفیعہ بچپن سے عمیق سے منسوب نہ کی گئی ہوتی تو وہ اپنے آپ کو اس قدر آزادی سے ساتھ اس سے وابستہ نہ کرتی نہ اس کی اسے ہمت ہی ہوتی لیکن بہنا ظلم اس کے ساتھ والدین کا ہے۔ پھر عمیق کا! محدود ماحول میں پلے ہوئے، محدود ذہنیت کے نوجوان خاندان کی لڑکیوں اور زیادہ تر تو محلے اڑوس پڑوس میں عشق و محبت کی ٹریننگ ہر سال کرتے ہیں کیونکہ اس کے آگے بڑھنے سے چندیا سلامتی کی فکر روک دیتی ہے پھر وہ بگلا بھگت نہیں رہ سکتے! ..

ہیں! ناظمہ تم تو رو رہی ہو، ارے اتنی بے حوصلہ نہ بنو۔ خدا ابھی تو تمہاری بہن ہے۔ رفیعہ کو چاہئے تھا کہ ہمت سے کام لے کر عتیق کے انکار سے پہلے ہی خود ان سے کنارہ کش ہو جاتی۔ تو بہتر تھا۔ رونا تو یوں بھی ہے ہی! اور رہے گا! ——

"ابھی اوروں کے لئے نہیں! جس بھائی کے سر پر سہرا دیکھنے کی آرزو مجھے اپنی جان تمنا بنائے ہوئے تھی۔ اس کی کل شادی ہوگی۔ اور میں بدبخت نہیں شریک ہو سکونگی میری دلی کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے عتیق اور میں ایک دوسرے پر جان دیتے تھے اور اپنی قربت سے ایک دوسرے کو خوش قسمت تصور کرتے تھے۔ لیکن اب ہماری درمیان وہ خلیج حائل ہو گئی ہے۔ جس کو پار کرنا انتہائی مشکل ہے۔ رفیعہ کا ضبط غم مسعود صاحب کے لئے صدمہ عظیم ہے۔ وہ یہاں میرا دل بہلانے کے لئے مجھے لے کر چلے آئے تاکہ میں زیادہ محسوس نہ کروں۔ لیکن میں بہن ہوں عتیق کی بہن جیسے وہ رفیعہ کے بھائی ہیں۔ کیا میں اس دن کو فراموش کر سکتی ہوں جس کا مدت سے آرزو و ارمان تھا گو یہ سچ ہے کہ بھائی کی زندگی بنے گی اور رفیعہ کی اجڑ جائے گی۔" عورت کی پہلی محبت آخری ہوتی ہے لیکن ۔ ۔ ۔!"

یہ کہہ کر ناظمہ زار و قطار رونے لگی۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے گلے سے لگا لیا اور سوچنے لگی۔ خدا کے کرشمے بھی عجیب ہیں کیسی کیسی فطرت بنائی ہے۔ کیا دنیا میں غرض کے بندے ہی بستے ہیں؟"

سیدہ اشرف

کوہِ مری

شاہکار دستِ قدرت تھی یہ تعمیرِ حسیں اس میں پھر شامل ہوئی انسان کی تدبیرِ حسیں
حسنِ فطرت کی حیات افروز تصویرِ حسیں نوجواں شاعر کے خوابوں کی ہے تعبیرِ حسیں!

عالمِ اجسام کی توقیر ہے کوہِ مری
ہر چیل کا ہر نخلِ رعنا ہے لوائے برتری!

یہ درختوں سے لدے پہلو بہ پہلو کہسار پہلوئے کہسار دامن بستۂ ابرِ بہار
درمیانی وادیوں میں چھوٹے چھوٹے کشت زار کچھ ہیں سرتاپا زمرد اور کچھ ہیں زرنگار

جنتِ نظارہ ہے ہر منظرِ کوہِ مری
وادی و کوہ و کمر میں ہے فسونِ دلبری

نکھری نکھری دھوپ ابھی تھی، اجلا اجلا آسماں دور تک پیشِ نظر تھیں اونچی اونچی چوٹیاں
ایک وادی سے یکایک تہ بہ تہ اٹھا دھواں چھا گیا ساری فضا پر بن کے وہ ابرِ رواں

چادرِ شب رنگ میں مستور ہے کوہِ مری
واہ وا! اے موسمِ کہسار کی جادوگری!

پرتوِ دلکش یہاں کی صبحِ نورانی میں ہے جاں فروزی کی ردا سورج کی تابانی میں ہے
وہمِ باطل گرچہ تسکیں عالمِ فانی میں ہے دل کی ٹھنڈک چشمۂ کہسار کے پانی میں ہے

سچ اگر پوچھو تو ہر اک چشمۂ کوہِ مری
خاصیت میں کوثریں ہے از رہِ جاں پروری!

یہ فضائے روح پرور یہ ہوائے جاں فضا چار جانب جلوۂ نیرنگئ صبح و مسا
یہ نئی دنیا نئے منظر نئے ارض و سما ذرے ذرے میں تماشا قدرتِ اللہ کا

اس مقامِ زندگی پرور کو کہتے ہیں مری
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی نہاں کی برتری

تلوک چند محروم

غلط تربیت

پرانا زمانہ ہو یا نیا، بوڑھی عورتیں ہوں یا جوان، امیر ہوں یا غریب تربیت کا اثر کچھ ایسی شئے ہے کہ مٹی کو کندن اور سونے کو خاک بنا دیتا ہے۔ لاکھ تعلیم یافتہ ہوں۔ اگر تربیت یافتہ نہ ہوں گی تو زندگی حیران ہے۔ خود پریشان ساتھ والے حیران، عمر کے ساتھ ساتھ انسان کا تجربہ بھی بڑھتا ہے اور تربیت کی ان خامیوں کی طرف نگاہ جاتی ہے جن سے نہ صرف ایک انسان بلکہ بیسیوں ہستیوں کی زندگی وبال ہے کاش مائیں اولاد کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں اور ان کو تربیت کے ایسے زیور سے آراستہ کریں جو نہ صرف ان کو خوبصورت بنا دے بلکہ خاندان بھر کو جگمگا دے۔ لڑکے سے کہیں زیادہ لڑکی کی صحیح تربیت کی ضرورت ہے۔ کنوار پتے کا زمانہ تو اچھا برا کٹ جاتا ہے۔ مگر متاہلانہ زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔ دنیا دار المحن ہے اس میں ہر ہر قدم پر مصیبت ہے۔ لیکن اچھی تربیت والی لڑکیاں کیسی خوبی سے اپنی عمر کاٹتی ہیں۔ ان کے لئے اس دار المحن میں فردوس کا مزا آ جاتا ہے اچھی خصلت کی وجہ سے دنیا میں سلوک امن ہے تو آخرت میں جنت۔

بعض اوقات تربیت کی ذرا سی غلطی بہت ہی تکلیف دہ ہو جاتی ہے مشرق ہو یا مغرب ہر جگہ اچھے انسان بھی ہیں اور برے بھی کسی ملک کو بدنام کرنا اور کسی کو ہفت افلاک پر چڑھانا سمجھداری نہیں ہمیں تو ہر جگہ سے اچھا سبق لینا چاہئے اس وقت مشرقی بہنوں کی عادتوں کے متعلق کچھ لکھنا چاہتی ہوں یقین ہے کہ بیٹیوں والی مائیں اپنی بچیوں کی تربیت میں ان عادتوں کا خیال رکھیں گی۔

ایک بیگم کو بخار آ گیا۔ اتفاق سے روزہ بھی تھا۔ ان کے شوہر گیارہ بجے کھانا کھاتے تھے۔ پونے گیارہ بجے تک بیگم بخار کی تکلیف سے بے چین تھیں۔ دفعتاً بلکہ عادتاً شوہر کے کھانے کا وقت یاد آیا تخت پر ملازمہ سے حسب دستور دسترخوان بچھوا کر کھانا وغیرہ اپنے پاس منگوا کر کپڑے ٹھیک کر، پاندان سامنے رکھ ایسی بیٹھ گئیں جیسے کچھ بھی تکلیف نہ تھی۔ صاحب حسب معمول آئے کھانا کھایا۔ بیوی ہمیشہ کی طرح ہنس کر ان سے باتیں بھی کرتی جاتی تھیں۔ صاحب کی نگاہ بیوی کے چہرہ پر پڑی اور پہلی نظر میں ہی وہ ان کی تکلیف سمجھ گئے چہرہ کا رنگ دیکھ کر بیماری کا پتہ لگا لیا۔ مگر بیوی نے صرف اس وجہ سے ظاہر نہ کیا کہ میاں تھکے ہوئے آئے ہیں پریشان ہوں گے۔ صاحب نے بیوی سے کیفیت پوچھی تو انہوں نے معمولی سی تکلیف بتا کر اطمینان دلا دیا۔

ایک صاحب دو سو روپیہ ماہوار کے ملازم تھے۔ ۸ بچے۔ کھانا بھی، پہننا بھی اور تعلیم کا خرچ۔ مہنگا زمانہ۔ خدا نے بیوی اچھی دی تھی اس کی نیک خصلت کے سبب میاں بہت محبت کرتے تھے گھر میں ایک ملازم بھی تھا شوہر کی عین تمنا تھی کہ بیوی باورچیا نہ میں نہ جائے کچھ کام نہ کرے تکلیف نہ پائے۔ بیوی کا یہ حال تھا کہ جب تک شوہر گھر میں ہے وہ ایسی رہتیں گویا گھر میں مشین سے سب کام ہو رہا ہے۔ میاں کچہری گئے اور انہوں نے کپڑے بدل گھر سنوار دلہن بنا دیا۔ کھانا تیار کیا کپڑے لتے سیئے اور نہا دھو ایسی ہو گئیں جیسے کچھ کیا ہی نہ تھا۔ میاں اور بچوں کے واسطے عمدہ سے عمدہ کھانا پکا رکھا۔ بچ گیا تو آپ بھی کھا لیا ورنہ جیسا ملا خیر۔ شوہر ہر نوالہ پر پوچھ لیتے تھے کہ تمہارے لئے ہے اور بیوی نہایت فراخ دلی سے جواب دیتی تھیں کہ بہت ہے۔ میاں بیوی پر فدا اور بیوی میاں پر قربان۔

اس کے خلاف ایسی بیگمیں دیکھیں کہ تمام دن پلنگ پر ہی دراز۔ گھر والے آیا گیا۔ نوکر کام کریں اور بیگم اس قدر چلائیں پکاریں کہ معلوم ہو گویا سب انہوں نے کیا ہے۔ اگر ذرا سا کام آ پڑے تو ان کی دلی تمنا یہ ہوتی کہ شوہر مجھے کام کرتا دیکھ لے۔ کام کرے کوئی نام کریں اپنا۔ دکھ کوئی پائے دکھیا خود بنیں۔ بیمار کوئی ہو کھچڑی وہ کھائیں۔ ہر دم یہ خواہش کہ دنیا کے ہر کار کو استعفا دیکر شوہر ان کی ہی ہو جائے کچھ نہیں تو خوابی صحت کا بہانہ صاحب کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے کیا کم ہے کہ ایسا کہ نظر نہ آئے۔ حال یہ کہ خوب کھائیں اور شوہر سے کہیں کہ ہم سے کچھ کھایا ہی نہیں جاتا۔ بھوک تو خیر ایسی بیگموں کو کبھی لگتی ہی نہیں۔ عمدہ سے عمدہ کھانا کھائیں اور میاں سے یہ فرمائیں کہ بچا ہی نہ تھا۔ عمر بھر کام کرتے کرتے مر جائے مگر بیگم یہی کہے جائیں کہ مجھ سے زیادہ اور جلدی کام کرنے والا پردہ دنیا پر دوسرا ہے ہی نہیں۔

(باقی صفحہ ۲۸۷ پر)

نذر نیاز

نذر نیاز کے متعلق عصمت میں [illegible] بیگم [illegible] شائع ہو
کے مضمون دیکھے۔ خدا کا شکر ہے چند بہنوں کے خیالات تو اس کے
موافق شائع ہوئے ورنہ آج کل تو ہماری حالت یہ ہے کہ مغربیت
میں ڈوبے جاتے ہیں۔ اور اپنے مذہب سے کوسوں دور ہو رہے
ہیں۔ اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ایک دوسرے
کا [illegible] ہو جائے۔ یہاں تک کہ آقا اور خادم میں بھی کوئی فرق
[illegible]

[illegible] کے ہر حکم ہمارے ہی فائدے کے لئے ہیں۔ اسی سلسلہ
میں نذر نیاز کے احکام [illegible] ہیں۔ نذر نیاز کی صورت میں ہم جس
طرح مدد کر سکتے ہیں۔ اس سے بہتر غریبوں کی مدد کا کوئی دوسرا طریقہ
نہیں ہو سکتا۔ جب ہم اپنے کسی عزیز کی موت پر بیتاب ہوتے ہیں
اور اسی کی یاد میں اس کے نام کا بہتر سے بہتر کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کر کے
یا بازار سے منگوا کر کسی یتیم کو کھلاتے یا عمدہ سے عمدہ کپڑے تیار کر کے کسی
بیوہ کو پہناتے یا کسی کنواری غریب لڑکی کو جس کی شادی ہونے والی ہو دیتے ہیں تو
وہ کھانا کپڑے بے شک ہمارے اس عزیز کے پاس نہیں پہنچتے مگر
ہاں اس کا ثواب مسلمانوں کے عقائد کے بموجب پہنچتا ہے۔ ہمارے اس
عمل سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا کا خوف ہمارے دل میں
ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مرنے والے کی ہمارے دل میں محبت ہے اور
ہم اس صورت سے اس کو کچھ ثواب پہنچانا چاہتے ہیں۔ مگر آج کل ہماری
قوم پر یورپ کی تہذیب کا اثر اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ ہم اپنی پرانی رسوم
میں [illegible] کو ترک کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ مولانا شبلی
نے آج سے کئی سال پہلے ہماری حالت پر کیا خوب کہا تھا ؎

ان حقائق کی بنا ہے یہی پستی قوم ۔ ترک پابندی اسلام ہے اسلام نہیں

نذر نیاز کی [illegible] بنگال سے [illegible] ہیں۔ وہ نہایت غلط ہیں
اس [illegible] کا الزام لگا کر ترک کرنا یقیناً اپنی مذہبی روایات
کو کمزور کرنا ہے۔ [illegible] نذر نیاز کا سلسلہ جاری ہے [illegible]
شروع سے [illegible] ہیں۔ اس [illegible]
[illegible]
کی [illegible] ہے

[illegible] کے منہ کھلانے کی [illegible] کس [illegible]
محبت سے کھلاتی ہیں۔ اسی طرح محرم بھی نہایت [illegible]
پکاتی ہیں۔ شب برات پر حلوہ عید پر سویاں۔ غرض ہر موقع پر [illegible]
خیال رکھتی ہیں۔ اسی طرح ہم کو بھی رکھنا چاہئے۔ اس [illegible]
سے ان کے دل میں جو ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ وہ بڑے ہو کر [illegible]
کی رضامندی حاصل کرتے ہیں۔ [illegible] کو ایسی [illegible]
نعمتیں کھلا دیتے جن کا ان کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ صرف
نذر نیاز ہی کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے نذر نیاز کے سلسلہ
کو قائم رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس سے بے کس [illegible]
خدمت ہوتی ہے۔ اور اس خدمت کے سبب مذہب کی اشاعت [illegible]
ہو سکتے ہیں۔

آج کل کی کیفیت یہ ہے کہ غریبوں سے محبت یا ہمدردی [illegible]
توہین سمجھی جاتی ہے۔ اور ہم کو بزرگوں کا احترام کرنا بھی عیب [illegible]
ہوتا۔ اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی تو ہمارے بعد کوئی بھول کر بھی
ہمارا نام نہ لے گا۔ ہمارے دل میں ہمدردی ہوگی نہ محبت [illegible]
ہماری سرزمین اس طرف توجہ کریں گی۔ اور [illegible]
میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ وہ ان کی توجہ سے ابھر آئے گی۔ [illegible]
زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ان کے دل میں [illegible]
بسے ہوں۔ خواجہ میر درد نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

واجدہ خیری

نذر نیاز

نذر نیاز ایک یادگاری تقریب ہے

پیارے عزیزوں کی دائمی جدائی مجبوراً گوارا کرنی جاتی ہے لیکن انہیں بھولنا گوارا نہیں ہوتا۔ جی تو یہی چاہتا ہے کہ تا بہ زندگی ہمہ وقت یاد کیا جائے اور ان کی یاد میں خون کے آنسو بہایا کریں اور گو عقل و ہوش کے سلامت ہوتے ہوئے ایسا ممکن نہیں مگر یکلخت ان سے بے تعلق ہو کر انہیں فراموش کر دیں یہ بھی امکان سے باہر ہے۔

بزرگوں میں بعض سے ہمارا نسبی تعلق ہوتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ان سے حسب بھی ہوگی۔ نہیں دیکھا تو بھی یہ لگاؤ ہوگا کہ اصالتاً یا بالواسطہ ہماری پیدائش و پرورش میں ان کا حصہ ہے انہوں نے ہمارے یا ہمارے خاندان کی جانفشاں خدمات انجام دی ہیں اور وہ زندہ ہوتے تو ہم ان کی خدمت کی سعادت حاصل کرتے۔ اولیائے کرام اور پیشوایان مذہب سے ہمارا اعتقادی اور دینی رشتہ ہے ہم ان کی ذات و صفات سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ وہ ذات و صفات جن کی تقدس برگزیدگی برتری اور پاکیزگی کا غیروں کو بھی اعتراف ہے۔ ہم ان کے کارناموں پر فخر کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ (اور توفیق ہو تو ان کی پیروی کر کے سرفرازی اور دین و دنیا کی سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں)۔

کیا یہ پیارے عزیز محبوب بزرگ اور واجب التعظیم پیشوا اتنا حق نہیں رکھتے کہ جبکہ وہ اس دار العمل سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ہم اپنے وقت کا ایک جزو ان کے ذکر خیر کے لئے وقف اور اپنی دولت کا ایک حصہ ان کے نام سے کسی کار خیر میں صرف کریں۔ اور اس طرح ان کی یادگار منائیں۔ جس میں انہیں ثواب پہنچے۔ اپنے دل کو تسکین ہو ان سے اپنی وابستگی قائم رہے اور ان کی قدر دانی و خدمت گذاری کا اظہار بھی ہو۔ اسی یادگار کے لئے نذر و نیاز کا قاعدہ اختیار کیا گیا ہے۔ اور اس سے اچھا اور آسان کیا قاعدہ ہو سکتا ہے کہ پہلے فاتحہ ہو یعنی درود شریف پڑھ کر کلام مجید کے ایک حصہ کی تلاوت کی گئی۔ پھر کھانا وغیرہ جو فقرا و مساکین کو تقسیم ہوا اس کا ثواب متوفیان کو بخشا گیا۔ اس کے بعد جب اپنے کھانے کا وقت آیا تو ان عزیزوں اور دوستوں کو جو موجود ہوتے شریک کر لیا گیا۔ اس طرح خدائے پاک کی عبادت، خلق کی خدمت اور حسن مدارات اس یادگار کے لازمی اجزاء ہوئے۔ بزرگوں اور عزیزوں کی یاد میں یا ان کے نام پر اور طرح بھی خاص خاص رفاہ عام کے کاموں پر روپیہ اور وقت صرف کیا جا سکتا ہے۔ اور کیا جاتا ہے۔ مگر وہ عمومیت اس میں پیدا نہیں ہو سکتی جو فاتحہ دلا کر کھانے، شیرینی وغیرہ فقرا و مستحقین کو کھلانے یا کپڑے تقسیم کرنے میں ہے۔ کیونکہ اپنی استطاعت کے بموجب ہر شخص مقررہ اوقات پر اس کا سرانجام کر سکتا ہے۔

نیاز فاتحہ کے لئے ایک دن اور ایک قاعدہ مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے۔ ایک وقت میں ایک کام زیادہ یکسوئی و دلبستگی سے کیا جا سکتا ہے اور قوم کی قوم کا کسی کام کو ایک قاعدے کے ماتحت کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس قوم میں باہم اشتراک و مساوات ہے۔ فرمائیے اگر ایسے کاموں میں بھی اشتراک و مساوات کا پتہ نہ ہوا تو کہاں ہوگا۔

نذر نیاز کے لئے بعض تہواروں کو مخصوص کرنے میں بھی غالباً یہی حکمت ہے کہ اس میں مکمل اجتماعی شان پیدا ہو جاتی ہے اعلیٰ و ادنیٰ امیر و غریب کی تفریق نہیں رہتی۔ تمام تہواروں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ یکرنگی و ہم آہنگی کے ساتھ خاص خاص قاعدے کے مطابق منائے جاتے ہیں۔ قاعدے کا وضع ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں باقاعدگی کو ہر کام میں بے قاعدگی پر ترجیح ہے۔ ہمارے تہواروں کے رسوم اور قاعدے نہ سنجیدگی اور متانت کے خلاف ہیں نہ شائستگی و تہذیب کے دامن کو داغدار کرنے والے ہیں کہ ان کے منانے یا ان کے قاعدے پر عملدرآمد کرنے میں شرم آئے۔ اور رسوم کی ادائیگی میں سبکی محسوس ہو۔

تہواروں میں بعض مذہبی فرائض سے سبکدوش ہونے اور کئی دیگر دلچسپیوں سے لطف اندوز ہونے کے علاوہ قوم کے مختلف طبقے کو باہم میل ملاقات اور خاطر و تواضع کا موقع بہم پہنچتا ہے۔ ایک دوسرے سے مل جل کر یگانگت و اپنائیت کا احساس تازہ ہو جاتا۔

[illegible] ہی کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسوم کی بے حد پابندی کی جاتی ہے ان کو بے انتہا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ قرض تک لینے سے دریغ نہیں کیا جاتا اور جب قرض لاتو دل کھول کر اڑانے کی سوجھتی ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ عید میں سویاں اور شب برات میں حلوے پراٹھے ہی ہوں۔ اچھا گر یہ تو فرمایئے کہ جس رسم کی پابندی نہ ہوگی۔ وہ کیسے باقی رہے گی اور جو رسم ضروری نہ سمجھی جائے گی اسے ادا کیوں کیا جائے گا۔

قرض لینا اور فضول اڑانا بے شک برا ہے مگر نا عاقبت اندیش لوگ یوں بھی قرض لیتے اور اڑاتے رہتے ہیں۔ کچھ تہواروں اور تقریبوں پر منحصر نہیں ہے۔ ہماری قوم بحیثیت مجموعی مفلس ضرور ہے اور اس کے افراد کو فضول خرچی سے بچنا لازم ہے مگر یاد رہے کہ فضول خرچی اسی وقت ہوگی۔ جب اپنی حیثیت اور دوسری ضروریات کا خیال نہ رکھا جائے۔ تو یہ کیوں ہو۔ جیسی حیثیت ہو جس انداز سے اور کاموں پر خرچ کیا جاتا ہو۔ اسی مناسبت سے نذر و نیاز، تہواروں اور تقریبوں پر بھی صرف کیا جائے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مراسم نذر و نیاز، تقریبات اور تہواروں میں کوئی فضول خرچی ہوتی بھی تو وہ اپنی قوم کے ناداروں اور حاجتمندوں کے کام آتی ہے۔ برعکس اس کے قوم کے مہذب تعلیم یافتہ و جدت پسند ممبروں کے کیسے فضول اخراجات کی بڑی بڑی رقمیں اغیار کے خزانے پر کرتی رہتی ہیں۔

عید میں سویوں اور شب برات میں حلوے پراٹھے کا دستور ضرور ہے۔ اور معمولاً اس پر عملدرآمد کی کوشش کی جاتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ کسی حالت میں اس کے خلاف نہ ہو سکے۔ جب کبھی کسی وجہ سے سویاں نہیں مل سکیں۔ تو دیکھا گیا ہے کہ لوگوں نے زردہ پکا لیا۔ اور شبرات میں اول تو حلوے پراٹھے مختلف لاگت کے پکتے ہیں۔ پھر جو اتنا مقدور نہیں رکھتے وہ معمولی قسم کے حلوے اور سادہ روٹیوں پر نیاز دلاتے ہیں۔ جو اس سے بھی معذور ہیں وہ غریب میٹھے چاولوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ تقریبوں اور تہواروں میں رسوم [illegible] سے کمی بیشی ہوتی آتی ہے۔ رسوم میں مناسب

[illegible] نکلوں کو سرے سے ختم کر دینے اور [illegible] مستقر [illegible] پر عمل کر سکتیں تو کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔

بنی فاطمہ

سنگترے کے چھلکے

سنگترے تقریباً ہر گھر میں کھائے جاتے ہیں مگر ان کے چھلکوں پر کچھ توجہ نہیں کی جاتی۔ اکثر کھانے میں بھی سنگترے کا رس نکال کر چھلکوں کو تلف کر دیتے ہیں جو اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ مگر ہماری صحت کے لئے بہترین اور مفید پھل ہے اس لئے ہم اس کے عرق کا استعمال جانتے ہیں۔ اکثر بہنیں معمولی ابٹن وغیرہ بنا لیا کرتی ہیں۔ ورنہ زیادہ تر ان چھلکوں کو ضائع کر دیا جاتا ہے لیکن گر ہم اس کے فوائد سے واقف ہو جائیں تو یقیناً احتیاط و حفاظت سے رکھیں چھلکوں سے جو تیل نکالا جاتا ہے وہ بڑی قیمت حاصل کرتا ہے جیسا کہ تجارت کے نکتۂ نظر سے تیل نکالنے کا کام اعلیٰ پیمانے پر مشینوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ گھر میں ایک آسان ترکیب جو کہ آزمودہ ہے (میں نے کسی رسالہ میں پڑھ کر تجربہ کیا تھا) بہنوں کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں۔

ترکیب و اشیا ضروری۔ اسفنج۔ لکڑی کا آلہ جو عموماً رس نکالنے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ پریس جس سے دبا کر رس نکالا جاتا ہے۔

پہلے سنگترہ یا لیموں کے درمیان سے دو ٹکڑے کر دیجئے اس کے بعد اندر سے پھانکیں چاقو سے نکال لیجئے اب صرف خول رہ جائے گا۔ اس میں اسفنج خوب دبا کر ٹھونس دیجئے اس لئے اسفنج اس قدر بڑا ہونا چاہئے کہ اندر پہنچنے کے سبب چھلکے پر چھوٹی چھوٹی بوندیں خود بخود نمودار ہو جائیں۔ اگر دل چاہے تو ہاتھ سے دبا کر عرق نکال لیجئے اور چاہیں تو پریس بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ جب چھلکے کو اندر کی جانب دبایا جائے گا تو اس کے ذریعہ عرق باہر نکلے گا۔ اس کو کسی صاف برتن میں جمع کرتی جایئے۔ جب تمام چھلکے ختم ہو جائیں تو اسے گھنٹہ بھر کسی برتن میں پڑا رہنے دیجئے تاکہ میل یا گودے کا ریشہ کوئی جو کچھ عرق تیل میں ہو تہہ نشیں ہو جائے۔ از ان بعد صاف تیل نتھار لیں۔ اسفنج کو اسی وقت صاف کر لینا چاہئے۔

(باقی صفحہ ۲۹۶ کالم اول)

مدرسہ اور

عام طور سے تعلیم سے ہماری مراد محض وہ شعوری طریقے ہیں جو بڑے اپنے چھوٹوں کے ذہن کی جسمانی، ذہنی اور روحانی نشوونما کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ انسان کو قدرتی اور سماجی ماحول میں زندگی گزارنے کے قابل بناتے ہیں۔ تعلیم کا مقصد شخصیت کے ہر حصہ جسم، دماغ، روح کی مساوی ترقی ہے۔ ان طریقوں اور ماحول سے خاص طور سے ہماری مراد وہ عمل اور ذریعے ہیں جو استاد مدرسہ میں استعمال کرتا ہے؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم گھر کے ماحول، اثرات اور اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے کہ گھر اور مدرسے کے اثرات ایک دوسرے سے بہت قریبی تعلق رکھتے ہیں۔

گھر کے اثرات

تعلیم میں گھر کی اہمیت پر ہم جتنا بھی زور دیں کم ہے۔ دو بچے ایک ہی مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں، ایک ہی استاد کی زیر نگرانی رہتے ہیں، ایک ہی سبق پڑھتے اور کھیل کھیلتے ہیں۔ لیکن اپنی معلومات، گفتگو، طور طریق، اخلاقی حالت اور دلچسپیوں کے لحاظ سے بالکل متضاد ہوتے ہیں۔ بعض حالتوں میں اسکول بالکل بے بس ہوتا ہے جب کہ گھر کے اثرات بالکل مختلف ہوں۔ بچپن کے ابتدائی سالوں میں جبکہ بچہ بہت جلد اثر پذیر ہوتا ہے، گھر ہی اس کا کل سماجی ماحول ہوتا ہے، اور گو اسکول جانے کے بعد اس کا دائرۂ تعلقات وسیع ہو جاتا ہے۔ پھر بھی عرصہ تک گھر ہی اس دائرہ کا مرکز رہتا ہے۔ عام طور سے بچے میں وہ اخلاقی خوبیاں جن کی بنیاد محبت اور اخلاص پر ہوتی ہے۔ گھر ہی میں پیدا ہوتی ہیں۔ وہیں اسے بھلائی برائی، سچ جھوٹ، محنت کاہلی، انصاف اور ناانصافی کی تمیز ہوتی ہے۔ وہیں وہ بولنا سیکھتا ہے اور اس کا ذخیرۂ الفاظ مہیا ہوتا ہے۔

گھر کی اہمیت ابتدائی بچپن میں

ابتدائی چھ سال تک بچہ کے لئے صحیح جگہ اس کا گھر ہے ایسا ماحول جہاں زیادہ سے زیادہ گھر کی سی آزادی، بے تکلفی اور ہمدردی ہو۔ آجکل بچوں کے مدرسوں اور کنڈر گارٹن اسکولوں کا رواج ہے اور وہ انہیں اصولوں پر قائم کئے گئے ہیں۔ یہ مفید ادارے ہیں لیکن ان کو گھر بنا سکتے جو والدین کے فرائض ادا نہیں کر سکتے یا ادا کرنا نہیں چاہتے۔ اسکول بہر حال "گھر" کی جگہ ہوتا ہے اور وہ کام کچھ مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں جن سے اکثر بچے ناواقف ہوتے ہیں لیکن ابتدائی بچپن صرف کھیل کا زمانہ ہے اور یہی محض بچے کی تعمیری جبلتوں کی مدد سے اس کام کا شوق پیدا کرتا ہے۔ یہ کام گھر سے بہتر کہیں نہیں ہو سکتا۔

گھر کا تعلق بڑے بچوں سے

بعض خوشحال لوگ اپنے بچوں کو اسکول کی عمر کے بعد بھی گھر اپنی نگرانی میں تعلیم دلوانا بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ انہیں اتالیق مقرر کرتے ہیں یا خود ہی استاد کا کام کرتے ہیں۔ اس طرح بچے کی نگرانی بیشک بہتر ہوتی ہے اور استاد اس کی خصوصیات کے لحاظ سے اپنے مقاصد حاصل کر سکتا ہے لیکن یہ طریقہ کبھی قابل ستائش نہیں ہوتا۔ کام کی عادت، کام کرنے کا جوش، وقت کی پابندی کا احساس صحیح طریقہ پر اسکول ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ ہم جنسوں سے ہمدردی پیدا ہونے کی جبلی طاقت گھر ہی میں پیدا ہوتی ہے؛ لیکن یہ فطری ہمدردی بنیاد ہوتی ہے اس وسیع انسانی ہمدردی اور بے غرضی کی جو بچہ بعد میں حاصل کرتا ہے لیکن اگر بچے کا ماحول گھر کی چہار دیواری میں محدود کر دیا جائے تو اس میں ہمدردی اور تعاون کا صحیح اندازہ دب جاتا ہے۔ اور اس میں ایک طرح کی قبیلہ پرستی اور خلوت کی عادت پیدا ہو جاتی ہے جو خود غرضی ہی کی شاخیں ہیں۔ اسکول، سوسائٹی اور ماحول بچے کو ان اندیشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

والدین واستاد کا تعاون

ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان حالات کے علاوہ کہ والدین بچے کو بہتر طریقہ سے گھر پر پڑھا سکیں اور معقول انتظام کر سکیں، بچے کو اسکول بھیجنا بہتر ہے لیکن گھر اور مدرسہ کی علیحدہ علیحدہ ذمہ داریوں سے مراد یہ نہیں ہے کہ گھر اور مدرسہ دوسرے سے علیحدہ اور بے نیاز ادارے ہیں۔ حالانکہ عام طور سے یہ صحیح ہے کہ اسکول کی بیشتر ذمہ داری تعلیم کے متعلق ہے اور کیرکٹر کی تعمیر ضمنی ہے اور والدین کی زیادہ تر ذمہ داری بچے کے اخلاق کی ہے اور محض ضمنی طور پر تعلیم ہے؛ لیکن جب تک والدین اور استاد ایک دوسرے کے مقاصد سمجھنے کی کوشش نہ کریں گے اور ایک دوسرے کا ہاتھ نہ بٹائیں گے بچے کی نشوونما مجموعی طور سے نہ ہو سکے گی۔ بچے کے لئے اس سے زیادہ خطرے کی بات نہیں ہو سکتی کہ اس کے گھر اور اسکول کی زندگی میں تضاد ہو۔ اور تعاون نہ ہو۔ استاد کو یہ سمجھنا چاہئے کہ والدین کے خیالات سے فائدہ

اے دل

(۱)

اے دل مرے اے دل
مشکل نہیں آساں
راحت نہیں نالاں
بے شک ہے پریشاں
اتنا نہ ہو حیراں
ہو جائے گی آساں
مشکل ہے تو کیا ہے
بے دل نہ ہو اے دل
ہر دُکھ کی دوا ہے
مانا کہ بہت کچھ
قسمت میں لکھا ہے
ہمت بھی ہے اک شے
جو اس سے سوا ہے
اے سر بگریباں
کیا سوچ رہا ہے
تو کوئی گدا ہے
تو کوئی خطا ہے
ہونا ہے جو ہو جائے
کیا اس میں دھرا ہے

(۲)

دُکھ سکھ کا یہاں اک
چکر سا لگا ہے
پائے گا وہ سکھ بھی
دُکھ جس نے سہا ہے
پائے گا وہ دُکھ بھی
سکھ جس کو ملا ہے
[illegible]
کیا اس کو گلہ ہے

آخر تو ہے مرنا
نت کون جیا ہے
[illegible] یاد نہ کر اب
فریاد نہ کر اب
غم تیرے لئے تھا
تو میرے لئے تھا
غم تجھ کو ملا ہے
تو مجھ کو ملا ہے
برباد تمنا
ناشاد تمنا
اب دیکھ لیا ہے
انجام تمنا
خاموش تو ہو جا
کچھ دیر تو سو جا

(۳)

وہ تیرے نہیں ہیں
وہ میرے نہیں ہیں
کیوں اتنا ہے مضطر
تقدیر کے شاکر
ہارے ہوئے شاطر
اے غم زدہ خاطر
اے راہیٔ منزل
کوئی نہیں منزل
خاموش ہوں میں
کیا تجھ کو کہوں میں
منزل پہ پہنچ کر
اس راز کو پایا
منزل نہیں تیری

[illegible]
اک سوز کو پاکر
اک ساز کو پایا
بھٹکا ہوا راہی
افسردہ نگاہی
ناکام تمنا
تیری ہے کہ میری
الفت کے پجاری
بازی تو ہے ہاری

(۴)

اب سوچنا کیا ہے
کیا تجھ کو ہوا ہے
کیوں آبلہ بن کر
یوں پھوٹ بہا ہے
آنسو تیرے کب تک
یوں بہتے رہیں گے؟
اب کس سے ہے امید
جو تجھ کو کہیں گے
بھولے ہوئے راہی
آ جا تو ادھر کو
منزل ہوں میں تیری
تو ڈھونڈ لے مجھ کو
اس دل کی امیدیں
بیکار ہیں ساری
حاصل وہ نہ ہوں گی
جو بازی ہے ہاری
کچھ تجھ کو بتاؤں
تو ہوش سے سن لے
ہاں عقل و خرد کے
پھر گوش سے سن لے
کر کوئی نہ ارماں

[illegible]

(۵)

اب دور کا [illegible]
ہرگز نہ ہو نالاں
تیری نہیں [illegible]
کچھ بھی نہیں [illegible]
بے زر ہے تو [illegible]
بے کس ہے تو [illegible]
بازار محبت
بے زر کا نہیں ہے
آسائش الفت
مفلس کی نہیں ہے
سوچا نہ کبھی کر
عقل ایک [illegible]
کیوں فکر [illegible]
کیوں فکر وہ [illegible]
ہے کس لئے دنیا
یہ زندگی کیا ہے
جو کچھ ہے [illegible]
جو کچھ نہ تو کیا ہے
چھوڑ اس کو [illegible]
اچھا کہ برا ہے

(۶)

بہلاؤ بھی اس کا
انجمن میں [illegible]
گم راہ میں [illegible]
دل راہ نما ہے
سینہ میں جو ہے دل
مشکل نہیں مشکل
اے دل میرے اے دل
سوجا میرے اے دل

دخترانِ ترکی

ترکی عورات کی ہر قسم کی ترقی خصوصاً (علمی ارتقا) کم از کم دنیائے اسلام کے لئے قابلِ رشک ہے۔ گویا دخترانِ ترکی فرزندانِ ترکی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتیں۔ جنگِ عظیم سے پہلے ان کی حالت آج سے بالکل مختلف تھی۔ مگر دورِ کمال میں وہ منزلِ کمال کی جانب بے تحاشا بڑھنے لگیں۔ اور ان کا حال آج بھی ایسا ہی ہے یہ بے شک دورِ کمال کا کمال تھا اور ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دخترانِ ترکی ہر میدان میں گامزن ہیں۔ چنانچہ وہ تجارت، صنعت و حرفت، قانون، سائنس، ڈاکٹری، ورزش، کھیل کود اور ملازمت و حکومت میں گویا مردوں کی برابر حصہ لے رہی ہیں۔ اور ان کی رفتارِ ترقی نہایت تیز ہے۔ گویا وہ مردوں سے پیچھے نہیں رہیں گی۔

ترکی حکومت نے یورپ کی دیگر حکومتوں کی مانند تعلیمِ نسواں کی اہمیت خوب محسوس کی ہے۔ بس یہی وجہ ہے ترکی کی عورات کے غیر معمولی ترقی کی جس کا آغاز مصطفیٰ کمال کی کوششوں سے پیدا ہوا۔ ورنہ سابق میں حالات ایسے نہ تھے۔ دخترانِ ترکی یورپین عورات کی مانند بیدار اور آزاد ہیں۔

آج خواتینِ ترکی وہ تمام خدمات انجام دے رہی ہیں جو ترک مرد۔ علم و ادب اور سیاسیات میں بھی خوب ترقی اور شہرت حاصل کی ہے۔ خالدہ ادیب خانم، صبیحہ خانم، رموزی خانم اور دیگر سربرآوردہ ترک خواتین کے نام آسمانِ شہرت پر ستارے بن کر چمک رہے ہیں اور ان کی تعداد کم نہیں ہے۔ خالدہ ادیب خانم سے دنیا واقف ہے۔ ہندوستان بھی روشناس ہے۔ آپ کی تحریر و تقریر اور ادبی سیاسی خدمات مشہورِ عالم ہیں۔ خانم نے انقلابِ ترکی میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ چنانچہ وہ ترکوں کی مشہور سیاسی اور جانباز انجمن اتحاد و ترقی کی پرجوش رکن تھیں اور ان کی جد و جہد نے ترکی کو غیر معمولی مفاد پہنچایا ہے۔ ترکی آج اسی انجمن کے مجاہدانہ کارناموں کی بدولت خود مختار اور اغیار کی ریشہ دوانیوں سے آزاد و ممتاز ہے۔ خانم ہندوستان میں تشریف فرما ہو چکی ہیں۔ آپ نے یہاں کے ممتاز شہروں کی سیر و سیاحت کی تھی اور اکثر علمی اداروں میں تقریریں بھی کی تھیں جن میں ترقی کے اہم مسائل پر روشنی ڈالی تھی اور بتایا تھا کہ ترکی کا نظامِ حکومت کیا ہے اور اقتصادی، سیاسی، تمدنی اور معاشرتی حالت کیا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ خانم نے جامعہ ملیہ دہلی میں متواتر ایک ہفتہ تک مختلف موضوعات پر لکچر ارشاد فرمائے تھے۔ آپ کی علمی قابلیت، سیاسی تحریک و مطالعہ، معاملہ فہمی بہت دور تک مشہور ہیں۔ نیز سخن گسترانہ اور ادبی قابلیت مسلمہ حیثیت رکھتی ہے۔

صبیحہ خاتون کا نام اور کارنامے دنیا جانتی ہے۔ آپ غازی کمال مرحوم کی منہ بولی دختر ہیں۔ اس وقت عمر تیئس سال ہے۔ جب ان کی عمر سات سال کی تھی تو آپ نے پہلے پہل بحرِ اسود میں ایک پرواز کرنے والی کشتی تیرتی ہوئی دیکھی تو کچھ ایسی محو ہوئیں کہ پانی میں غوطہ لگا کر تیرنے لگیں۔ اور پھر تھک کر گویا غرق ہونے والی تھیں کہ ایک مچھیرے نے ان کی ننھی جان بچالی۔ وہ چھوٹی عمر ہی میں تعلیم کے لئے روس بھیجی گئیں اور وہاں شاندار تعلیم پاکر گلائیڈر لیڈر کا اعزاز حاصل کیا۔

اب وہ فوجی افسروں کے بچوں کے بورڈنگ میں رہتی ہیں اور آپ نے ترکی میں عورتوں کی ایک ہوائی فوج بنانے کی اسکیم بنائی ہے جب کردوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی تو صبیحہ نے بغاوت دبانے میں بے نظیر شجاعت کا ثبوت دیا تھا۔

رموزی خانم ممتاز شخصیت رکھتی ہیں۔ انیس سال کی عمر میں ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم میں اعزازی سند حاصل کی اور وہ اس وقت کامیاب ڈاکٹر ہیں۔ اکثر نازک حالت میں مبتلا ہو جانے پر بھی ان کا مشورہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کی قابلیت کی نظیر سے تاریخ خالی ہے۔

ایک اور ترکی خاتون کا بھی جانبازانہ کارنامہ سن لیجیے۔ گزشتہ جنگِ بلقان میں بلغاری لشکر نے ترکی مسلمانوں کے ایک گاؤں پر حملہ کیا تو ان وحشیوں نے معہ افسران شریف گھروں میں داخل ہو کر عورتوں کو ستانا بلکہ عورتوں اور بچوں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ ایک بلغاری افسر نے ایک مکان میں داخل ہونے پر ایک زچہ اور بچہ کو لیٹے ہوئے دیکھا۔ بچہ آغوشِ مادر میں خوابِ شیریں کے مزے لے رہا تھا مگر کمبخت بلغاری نے تلوار سے بچے کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ کون جان سکتا ہے کہ اس وقت ماں کے دل پر کیا گزری ہوگی

کر رہی ہوتی تھی۔ ظالم افسر بہت خوش ہو کر مخاطب ہوا کہ "اب تم میری بیوی ہو" خاتون نے ہلکا سا گھونٹ پی کر خاموش رہی۔ اتفاق افسر حاجت ضروری کے لئے اپنے اسلحہ اور وردی وہیں چھوڑ کر بیت الخلا چلا گیا۔ لیکن خاتون ہندوستانی عورت نہیں کہ رونا دھونا شروع کر دیتی بلکہ وہ بہادر دختر ترکی تھی۔ پس اس نے سوچ کر دو منٹ میں فیصلہ کر لیا کہ اسے کیا کرنا چاہئے چنانچہ وہ بستر سے اٹھی۔ افسر کی وردی پہنی اور اسلحہ بدن پر سجا کر کھڑی ہو گئی اور وہ سراپا انتقام بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ افسر کے نکلتے ہی تلوار سے اس کے ٹکڑے کر دئے اور اس کے بعد وہ افسر کے گھوڑے پر سوار ہو کر آخر کار میدان جنگ میں جا پہنچی۔ اور دشمنوں کا صفایا شروع کر دیا۔ مراد اس کی بہادری دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور پھر جب اس کی شجاعانہ داستان سنی تو دیر تک تحسین و آفرین کرتے رہے۔

ترکی کو بجا طور پر اپنی ایسی قابل اور بہادر عورتوں پر بیش از بیش فخر و ناز ہے۔

کاش! وہ دن جلد آئے کہ خواتین ہند بھی اپنی قابلیت اور کارناموں میں دختران ترکی سے پیچھے نہ رہیں۔ کاش! وہ ایسی جدوجہد میں منہمک ہو جائیں۔ اور یہاں کے مرد ان کے سد راہ نہ بنیں۔ بلکہ ان کو امداد دیں۔

مظفر حسین اظہر دہلوی

سانپوں کی باتیں (بقیہ صفحہ ۳۰۰)

سانپ کا بچہ بہت جلد مارکٹ نہیں کھاتا۔ لیکن جسم اور زیادہ ترقی ہوتی رہتی ہے۔

کل بڑے سانپوں کے پھیپھڑے، دل اور دماغ بہت مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اگر آپ زندہ کبرا سانپ کے دل کو جسم سے علیحدہ کر دیں تو آپ کی میز پر ۲۶ سے ۵۰ منٹ تک حرکت کرتا رہے گا۔ اگر صرف سانپ کا سر ہی کاٹ لیا جائے۔ تو بھی اس کا دل ۲۴ سے ۳۰ منٹ تک حرکت کرتا رہے گا۔ کٹے ہوئے سر کے قریب اگر انگلی رکھی جائے تو کاٹ سکتا ہے۔

سانپ دکھلانے والے صرف کبرا ہی سانپ دکھلا سکتے ہیں کیونکہ یہ گانا اور باجا سننے کا بہت شائق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گانا سن کر مست ہو جاتا ہے۔ اور کاٹنے کا خیال جاتا رہتا ہے۔ اور اس طرح سانپ دکھلانے والے اسے اپنے قبضے میں رکھتے ہیں۔ پھر بھی بسا اوقات اپنے مہربان آقا کو کاٹے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر آپ کسی قدیم پیشہ ور سانپ دکھلانے والوں کی خاندانی ہسٹری دریافت کریں گے۔ تو آپ ان سے یہی سنیں گے کہ ان کے بڑوں کو سانپ ہی نے موت کے گھاٹ اتارا۔

ہندوستان کے کریت اور یورپ کے وی پر برا (Bungarus Caeruleus) کو آپ قید میں نہیں رکھ سکتے۔ جب وہ گرفتار ہو گا تو فاقہ کر کے چند دنوں میں اپنی جان کھو دے گا۔ مصنف کتاب ہذا نے ایک بار ایک کریت کو پکڑ کر شیشے میں بند کر رکھا تھا۔ یہ شیشے سے نکلنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے بیس گھنٹے کے اندر مر گیا۔

اس کے پھیپھڑے کے آخری حصے میں ہوا محفوظ رکھنے کے لئے ایک تالی ہوتی ہے۔ جب وہ پانی کے اندر غوطہ لگاتا ہے۔ تو اس کے اندر مچھلی کی طرح ہوا محفوظ رہتی ہے۔ ایام سرما میں جب وہ گوشۂ تنہائی اختیار کرتا ہے۔ تو ۴ سے ۶ ماہ تک سانس لینا بالکل بند کر دیتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اس کے پھیپھڑے خراب ہو گئے ہیں۔

ایم وصی الحسن

(بقیہ صفحہ ۲۹۵ کالم ۲)

سنگترہ کثرت اور ارزانی کے باوجود انتہائی مفید اور قوت بخش پھل ہے ارزانی کا سبب یہی ہے کہ لوگ اس کی اصلی حقیقت سے ناواقف ہیں ورنہ شاید بہت گراں فروخت ہوتا۔ تل یا ناریل کے ساتھ خشک کئے ہوئے سنگترے کے چھلکے کا تیل بنا کر سر میں لگانے کے لئے عمدہ تیل ہو گا۔ اس سے خشکی بالکل دور ہو جاتی ہے بال لمبے اور سیاہ رہتے ہیں کسی بیماری کا اندیشہ نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اس کا آئینہ بھی بہترین ہوتا ہے جس کے سامنے آج کل کی ظاہری آب و تاب والی کریمیں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔

اصغری خاتون

سانپوں کی باتیں

(گذشتہ سے پیوستہ)

سانپ کان سے محروم ہے، وہ آنکھ سے سنتا ہے۔ یہ بہت محسوس کرتا ہے مگر وہ دھیان دے کر سنے گا تو دیکھ سکے گا اور جب غور سے دیکھے گا تو کم سنے گا۔ کریت اور سانپوں سے زیادہ بہرا ہوتا ہے۔ عرب کے اڑنے والے سانپوں کے قصے مشہور ہیں۔ سانپ اپنی دُم پر اپنے لمبائی کے نصف حصے تک کھڑا ہو سکتا ہے۔ یہ درخت پر گلہری سے زیادہ تیز چڑھ سکتا ہے ایک درخت سے دوسرے درخت پر بندر سے بھی جلدی پھلانگ سکتا ہے اور تالاب میں ہنس سے زیادہ تیز تیر سکتا ہے۔

اس کو سردی برداشت نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ وہ سردی کے ایام میں باہر نہیں نکلتا ہے۔ اور اس طرح چار سے چھ ماہ تک روزہ رکھنے پر مجبور رہتا ہے۔ ہاں اگر اس کو تمام سال غذا ملتی رہے تو روزہ توڑ دیتا ہے۔ اگر اس کو اطمینان کی اندھیری جگہ میسر ہو تو وہ ایک سال بغیر آب و دانہ کے رہ سکتا ہے۔

غذا سانپ کی خوراک عموماً چوہے، مینڈک، کیڑے اور چھوٹے چھوٹے سانپ ہیں۔ لیکن جب کوئی اجنبی چھوٹا سانپ مل جائے تو ان کو یہ قانون توڑتے ہوئے دیر بھی نہیں لگتی۔

قیام سانپ اندھیری جگہ بل یا سوراخ کے اندر رہنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ وہ خود سے اپنے لئے سوراخ نہیں کھودتا۔ بلکہ چوہے سفید چیونٹی وغیرہ کے بنائے ہوئے سوراخوں پر قبضہ کر لیتا ہے۔ ہیمیڈرائی نس ([illegible]) درخت پر رہتا ہے۔ شاہ کبرا جنگلوں کے درختوں کو ترجیح دیتا ہے۔ بحری سانپ سمندر کے کنارے اور دریا کے دہانے پر رہتا ہے۔ رسل وی پر (Russell viper) کھجور کے درخت پر چڑیوں کی تلاش میں یا پانی میں مچھلی کے لئے غوطہ لگاتا رہتا ہے۔ کبرا اور کریت چٹانوں میں، جلنے اینٹوں کے ڈھیر میں اور انسان کی آبادی کے ارد گرد رہتا ہے۔ اور ہر جگہ یا پیڑ پر بسیرا رکھتا ہے۔

(پیدائش) بعض سانپ انڈے سے پیدا ہوتے ہیں مگر بعض ہما

ایسے بہت ہیں کہ جن کی مادہ بچے دیتی ہے۔ ایک مادہ سانپ ایک دفعہ میں ۶۰ عدد انڈے دیتی ہے۔ انڈے کا چھلکا نرم ہوتا ہے۔ بچے انڈے کے چھلکے کو پھاڑ کر نکل آتا ہے۔ لیکن بعض اوقات سانپ دوسرے سانپوں کے انڈے اور بچوں کو کھا بھی جاتے ہیں۔ انڈے دینے کے ایام میں مادہ سانپ بہت ہی چلبلی اور غصہ ور ہو جاتی ہے۔ اور سامنے کے ہر گزرنے والوں پر حملہ کر دیتی ہے۔

لمبائی بڑے سمندروں میں بہت سے اژدہا نما بحری سانپوں کی لمبائی ۱۲۰ فٹ تک دیکھی ہے۔ پائی تھن جو بڑی سانپوں میں سب سے بڑا ہے۔ ۳۰ فٹ کی لمبائی سے زیادہ کا نہیں دیکھا گیا ہے۔ شاہ کبرا ۱۸ فٹ کا ہوتا ہے۔ پائی توپ صرف چار انچ کا ہوتا ہے۔

عمر رے لنکسٹر (Ray Lankester) اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ کبرا سانپ دو سو سال تک زندہ رہتا ہے ضعیف ہونے پر اس کے دانت کمزور ہو کر گر جاتے ہیں لیکن زہر کی تھیلی اور اس کے اثر میں فرق نہیں آتا۔ بعض کہتے ہیں کہ زیادہ عمر ہونے پر کبرا کے دُم کی لمبائی میں کمی آ جاتی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کیونکہ مصنف کتاب ہذا نے ایک جوان کبرا چھوٹی دم کا اور ایک بڑا کبرا لمبی دُم کا دیکھا ہے۔ ان کی دُم کا کچھ حصہ اکثر مور یا نیولے کے ساتھ جنگ میں کٹ جایا کرتا ہے۔

موت ہر سانپ زہریلے سانپوں کے کاٹ لینے سے مر سکتا ہے۔ نیولے کے ساتھ جنگ میں سانپ اکثر اپنی جان کھو بیٹھتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ نیولے پر سانپ کے زہر کا اثر نہیں ہوتا۔ نیولا زہریلے سانپوں کے کاٹ لینے سے ضرور مر سکتا ہے۔ البتہ اس کے لئے بہ نسبت اور جانوروں کے مقدار زہر زیادہ ہونا چاہئے۔

مرض سانپ کو سوائے "[illegible]" کے کوئی دوسرا مرض نہیں ہوتا۔

(باقی صفحہ ... پر)

ہدایات القرآن

(سلسلہ کے لئے گذشتہ شمارہ کا پرچہ دیکھئے)

متقی کی شان میں بیان کی گئی ہے۔

یُؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ ۔ ۔ ۔ اُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ

(آل عمران ع ۱۲ پ ۴) وہ لوگ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور بھلائی کا حکم کرتے اور برائی سے باز رکھتے ہیں۔ اور نیک کاموں پر لپکتے ہیں۔ تو یہ اعمال صالح کرنے والوں میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احکام اور ہدایات کے موافق بھلائی کو پھیلانے اور برائی کو مٹانے کی کوشش اور نظام اسلامی کے استحکام اور قوم کی فلاح و بہبود کے کاموں میں آگے بڑھنا بھی اخلاق حسنہ میں داخل ہیں بشرطیکہ مقصد شہرت یا وجاہت کا حصول یا کوئی ذاتی غرض نہ ہو۔ اسی واسطے اللہ اور یوم آخرۃ پر ایمان کی قید لگائی گئی ہے۔

اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ ۔ ۔ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ

(رعد ع ۳ پ ۱۳) بے شک قرآن سے سمجھدار ہی نصیحت پکڑتے ہیں یعنی جو اللہ سے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور اقرار کو نہیں توڑتے اور جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو جوڑتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اور قیامت کے دن حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں نیز اپنے رب کے لئے صبر کرتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ چھپا کر اور علانیہ اور برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے ہیں۔ انہی کا انجام اچھا ہے۔

مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے دو عہد کئے ہیں:۔

(۱) سوائے اللہ کے ہم کسی کو معبود (الٰہ) نہ سمجھیں گے (اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ) معبود جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اسم مفعول ہے، عبد کا اور عبد کے معنی غلام کے لہٰذا الٰہ (معبود) کے معنی ہوئے جس کی غلامی کی جائے اور غلامی کہتے ہیں بے چون و چرا تعمیل احکام کرنے کو۔ پس کلمہ کے اس جزو سے ہم نے اللہ سے اس کے احکام و ہدایات کی بے چون و چرا اطاعت کرنے کا عہد کیا ہے

(۲) ہم تسلیم کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندہ اور رسول ہیں (اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ) اس میں عہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات کی تعمیل بطریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ اپنی طرف سے نئے نئے طریق ایجاد نہ کریں گے۔

جب تک مسلمان ان پر قائم رہے ترقی کرتے رہے اور ان سے ہٹنے کے ساتھ ہی تنزل رونما ہونے لگا۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اقرار پر قائم رہے۔ مثلاً جب عقد نکاح ہوتا ہے تو حسب حیثیت بیوی کا نان نفقہ کا اقرار ہوتا ہے۔ مہر کا اقرار ہوتا ہے مسلمان کے لئے دو راستے ہیں، یا تو ہر حالت میں اس پر قائم رہے یا اس سے بطریق احسن سبکدوش ہو جائے یعنی اس بند کو ختم کر دے۔ اقرار کو نہ توڑے۔

اللہ تعالیٰ نے رشتے ناتوں کو جوڑنے کا حکم دیا۔ نظم اسلامی سے وابستگی کی ہدایت فرمائی۔ پس مسلمان کا فرض ہے کہ ہر حال میں اس عہد کو مدنظر رکھے اور ٹوٹنے نہ دے۔ کیونکہ خاندانوں اور قومیتوں کی بقا اور عزت کا دار و مدار اسی رابطے اور ضابطے پر منحصر ہے۔

امور مندرجہ بالا کی تجدید الفت میں نفس شکل اور سختی محسوس کرتا ہے اور نتائج بدیر مترشح ہوتے ہیں۔ لہٰذا فرمایا کہ اللہ کے واسطے یعنی اللہ کے احکام کی تعمیل میں صبر کرنا لازم ہے نیز نماز سے اللہ کی یاد قائم کرکے تزکیہ نفس کرنا اور اللہ نے جو کچھ بھی توفیق روحانی یا بدنی یا مالی وغیرہ عطا فرمائی ہیں ان کو افراد قوم کی اصلاح اور نظام اسلامی کی ترقی و بقا میں صرف کرنا اور برائی کے عوض بھلائی کرنا (بدلہ نہ لینے بلکہ [illegible] کرنا) یہ سب امور داخل اخلاق حسنہ ہیں۔

مسلمانوں کے کام

سورۃ الفرقان ع ۶ پ ۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے قول کا کاموں کی تفصیل جو بیان فرمائی وہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا ۔ زمین پر انکساری اور فروتنی سے چلنا (اکڑنا نہیں)

(۲) اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۔ جب جاہلوں سے سابقہ پڑ جائے تو سلام کر کے الگ ہو جاتا [illegible]

(۳) یبیتون لربھم سجدا وقیاما۔ (اپنے رب کی خوشنودی کے لئے) راتوں کو قیام اور سجدوں سے پروردگار سے قرب حاصل کرنا۔

(۴) یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم۔ عذاب جہنم کا کھٹکا رہنا اس سے بچنے کی کوشش کرنا اور دعا مانگنا۔

(۵) اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما اور خرچ کرنے کے وقت نہ اسراف کرنا اور نہ تنگی (بخل) کرنا بلکہ ان دونوں کے بیچ میں خرچ کو رکھنا۔

(۶) لا یدعون مع اللہ الٰھا اٰخر۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کر کے معبود قرار نہ دینا (تفریق قومی کا باعث ہے)۔

(۷) لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق جس کو اللہ نے حرام کر دیا ہے، اس کو ناحق قتل نہ کرنا (کیونکہ یہی ظلم ہے)۔

(۸) ولا یزنون۔ اور زنا نہ کرنا۔

(۹) لا یشھدون الزور جھوٹی گواہی نہ دینا۔

(۱۰) واذا مروا باللغو مروا کراما۔ اور لغویات کے پاس سے دامن بچا کر نکل جانا۔

(۱۱) واذا ذکروا بایات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا۔ اور جب اللہ کے احکام و ہدایات سے نصیحت کی جائے تو بہرے اور اندھے نہ بن جانا (ان کو غور سے سننا حالات سے عبرت حاصل کر کے ان پر عمل کرنا)۔

اسلام اپنے ہر متبع سے متوقع ہے کہ وہ اپنے اندر یہ صفات پیدا کرے اگر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا استحقاق حاصل کرے یعنی دنیا میں امن اور عزت کی اعلیٰ زندگی بسر کرے اور آخرت کے عذاب سے مامون ہو۔ ان امور پر عامل ہو کر انسان اپنی خواہشات اور جذبات کو مغلوب رکھنے کی قوت حاصل کر کے انسان کے حقوق ادا کر سکتا ہے اور یہی اتحاد و اتفاق اور امن کا راستہ ہے اور میدان ترقی بلا روک ٹوک سامنے ہو۔

اب ہم وہ احکام پیش کریں گے جو انسانی باہمی ہمدردی اور ارتقا کے لئے ضروری ہیں۔ ان احکام کو سمجھنے کے لئے انسانی زندگی کے مختلف تعلقات کو پہلے سمجھنا ہے ہم آپ کے سامنے پہلے وہ تعلقات پیش کرتے ہیں۔ جو بحیثیت انسان کے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد وہ پیش کریں گے۔ جو بحیثیت مرد اور عورت ہیں۔

(الف) انسانی تعلقات

(۱) تعلقات بحیثیت فرد قوم (۲) تعلقات بحیثیت ہمسایہ (۳) تعلقات بحیثیت ہمدردی (۴) تعلقات بحیثیت غیر قوم (۵) تعلقات بحیثیت دشمن۔

(ب) تعلقات قرابت بحیثیت مرد

(۱) تعلقات بحیثیت باپ (۲) تعلقات بحیثیت شوہر (۳) تعلقات بحیثیت اولاد

(ج) تعلقات بحیثیت عورت

(۱) تعلقات بحیثیت ماں۔ (۲) تعلقات بحیثیت زوجہ (بیوی) (۳) تعلقات بحیثیت اولاد۔

ہمارا خیال ہے کہ زندگی میں یہی تعلقات ہیں جن پر امن عالم کا انحصار ہے اگر یہ تعلقات مناسب اور انصاف کے دائرے کے اندر ہیں تو دنیا میں اصلاح اور امن ہوگا۔ ورنہ بصورت دیگر ظلم و زیادتی فتنہ و فساد لازمی ہے۔ لہٰذا ہم نمبروار پیش کرتے ہیں کہ اسلام کیا ہدایات پیش کرتا ہے:۔

(الف) انسانی تعلقات

(۱) تعلقات بحیثیت فرد قوم۔ قوم سے مراد وہ قوم ہے جس کی تعبیر اسلام نے کی اور جس کے افراد کو مسلم اور مومن کہتے ہیں پس ہر مسلم کا فرض ہو کہ

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ سب ایمان والے بھائی بھائی ہیں لہٰذا دو بھائیوں میں اپنے صلح کرا دیا کرو۔ یعنی جب دو بھائیوں میں کسی بات پر اختلاف یا جھگڑا ہو تو ان میں صلح کرانا اور اصلاح کرنا ہر ایک کا فرض ہے۔ (صلح حقیقی اور پائیدار وہی ہوتی ہے جس میں عدل و انصاف مدنظر ہو اور کسی کے ساتھ رو رعایت یا زیادتی نہ ہو اگر زبردستی یا جبر سے صلح کرائی گئی تو وہ صلح ہی نہیں ہے۔ دب کر مان جانا انتقامی جذبات کو بھڑکاتا ہے جو ایک نہ ایک دن خوفناک صورت میں نمودار ہو کر رہیں گے۔ اسی لئے صلح کرانے میں اسلام نے عدل و انصاف پر خاص توجہ دلائی ہے۔ فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا۔ سورۂ حجرات پارہ ۲۶ رکوع ۱ میں ملاحظہ ہو۔

یہ حکم تو دو افراد کی نزاع اور جھگڑے کے متعلق تھا اب اگر مسلمانوں کے دو گروہ باہم متخاصم ہوں (جیسے آجکل جمعیۃ العلماء، احرار، مسلم لیگ یا مقلد غیر مقلد، شیعہ سنی۔ بدعتی اور وہابی وغیرہم میں دن رات جو تم بیزار دیکھتے ہو اور انگریزی حکومت کی وجہ سے باہم قتال سے مجبور ہیں ورنہ ایک دوسرے کو کاٹ کر پھینک دیں) تو ایسی صورت میں عام مسلمانوں کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ کا حکم ہے۔

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما (حجرات

[illegible] آپس میں [illegible]
[illegible] زیادتی پر کمر بستہ ہو جاؤ۔

فان بغت احداھما ۔۔ امر اللہ (حجرات ع ۱ پ ۲۶) پھر اگر ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو تم سب اس کے مقابلے پر صف بستہ ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف متوجہ ہو جائے (عدل و انصاف کی صلح پر راضی ہو جائے)

فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل و اقسطوا (حجرات ع ۱ پ ۲۶) پھر اگر وہ متوجہ ہو جائے تو دونوں میں صلح کرا دو اور انصاف کرو۔

کسی کی رو رعایت نہ کرو، پاسداری نہ کرو۔ زیادتی نہ کرو۔ صلح کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی کہ۔

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ (اگر تمہارا آپس میں کسی بات میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول اللہ (کے احکام کی طرف رجوع) سے فیصلہ کرا لو۔

یعنی کتاب اللہ سے اپنے نزاع کا فیصلہ کراؤ کہ وہ محکم ہے اور احادیث صحیحہ سے فیصلہ کراؤ کہ اللہ کے حکم اطیعوا الرسول کے تحت میں کتاب اللہ کے بعد وہ محکم ہیں۔

(اس حکم میں ایک نکتہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کے احکام و ہدایات عام فہم ہیں اور اینچ پینچ سے پاک و صاف ہیں۔ کیونکہ لوگوں میں جو بات فیصلہ کن ہو وہ محتاج تاویل اور اینچ پینچ والی نہیں ہو سکتی اور خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ کہف ع ۱ پ ۱۵ میں فرما دیا ہے کہ :۔

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا۔ اللہ کے لئے سب تعریف ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس کو اینچ پینچ والا نہیں بنایا۔

قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلھم یتقون (الزمر ع ۳ پ ۲۳) قرآن عربی زبان میں پیچیدگی سے پاک صاف تاکہ لوگ متقی بن سکیں۔

قرآن کی ان شہادتوں کی موجودگی میں جو اس کے معنی و مطالب میں اختلاف ہے اس کی وجہ قرآنی الفاظ میں یہ ہے اور صحیح ہے کہ

وما اختلف فیہ الا الذین ۔۔ بغیا بینھم (البقرہ ع ۲۶ پ ۲)

اور نہیں اختلاف کیا اس میں، مگر ان لوگوں نے جن کو وہ دی گئی بعد اس کے کہ آ گئے ان کے پاس واضح احکام، آپس کی ضد سے یعنی اختلاف کی وجہ یہ نہیں ہے کہ احکام و ہدایات واضح اور صاف نہیں ہیں بلکہ وجہ اختلاف ہدایات واضحات اور صاف ہیں، بلکہ اپنی خواہشات کے [illegible] ہوتے ہیں۔ [illegible] سے مقصود دوسرے پر اپنی بڑائی جتانا ہے اور یہ آپس کی ضد ہے۔ ورنہ احکام و ہدایات تو عمل کے لئے ہوتے ہیں۔

وما اختلف الذین اوتوا الکتاب ۔۔ ما جاءھم العلم بغیا بینھم (آل عمران ع ۲ پ ۳) جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے علم آنے کے پیچھے جو اختلاف کیا وہ آپس کی ضد کی وجہ سے ہے۔

اگر مسلمان بلا تاویل احکام و ہدایات قرآنی پر باتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامل ہو جائیں اور صرف قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کو حجت قرار دے کر عمل کرنا شروع کر دیں تو آج ہی سارے اختلافات مٹ جا سکتے ہیں مگر مسلمانوں نے تو اپنے اپنے مولویوں کی تاویلوں اور مصلحت بینیوں کو قرآن اور احادیث کا (نعوذ باللہ) درجہ دے دیا ہے بلکہ ان سے بھی بڑھا دیا ہے

مولانا حالی مرحوم اپنے مسدس میں خبر دے گئے ہیں کہ

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے — حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے
فتاووں پہ بالکل مدار عمل ہے — ہر اک رائے قرآن کا نعم البدل ہے
کتاب اور سنت کا ہے نام باقی
خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

(ہماری ہر قسم کی فرقہ بندیوں کی ساری وجہ یہی بغیا بینھم (آپس کی ضد) ہے اور سب اس میں گرفتار چھوٹے بڑے ہیں۔ ورنہ واضح اور بین احکام و ہدایات میں اختلاف کیا معنی رکھتا ہے)

زمانہ حاضرہ میں کہا جاتا ہے کہ ہم کس طرح کسی کو مجبور کر سکتے ہیں؟ بیشک جب قومی احساس فنا ہو چکا ہو۔ شیرازہ منتشر ہو گیا ہو قوم کے علماء اکابر اور سیاسی رہنما (لیڈر) فرقہ بندیوں کو حامی۔ بانی اور سرپرست بن [illegible] تو یہ کیا۔ کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا اور ایسی قوم سسک سسک کر آخر دم توڑ دیتی ہے۔ مگر ہم احکام پیش کر رہے ہیں۔ یہ اس قوم کے واسطے ہیں جس کو رسول اللہ صلعم نے بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے افراد کا نام مسلم رکھا تھا۔ لہذا اگر اس قومیت کی روح ہو اور مسلمان یہ یقین کر کے کہ ان کی بہبودی اور فلاح دارین بغیر اس کے ممکن ہی نہیں ہے، مسلم بن جائیں تو کوئی چیز بھی ناممکن نہیں ہو سکتی۔ اب بھی جو قومیں (سکھ، دھوبی، تیلی، کھٹ بنیے وغیرہ) قومیت کا احساس رکھتی ہیں وہ اپنے خاطی افراد کو بغرض اصلاح جرمانہ یا حقہ پانی بند کی سزا دیتی ہیں جس کے متعلق دس بارہ برس ہوئے کا ایک واقعہ سنئے :۔

سب سے شہروں میں ایک بیوہ تیلن رہا کرتی تھی۔ اس کا ایک لڑکا تھا کہ سب بچے تو ہو چکے تھے مگر مکلاوا نہیں ہوا تھا (یعنی لڑکی کی وداع نہیں ہوئی تھی) یہ تیلن گھی کا کاروبار کرتی تھی۔ اور برادری کے لوگ حتی الامکان اسی سے خریدا کرتے تھے۔ برادری میں ایک شادی تھی کے موقعہ پر شادی والوں نے جس قدر گھی کی ضرورت ہوئی اس سے خریدا۔ اس نے خریقین کو گھی دیا۔ مگر وہ خالص نہ تھا۔ بلکہ زیادہ حصہ مونگ پھلی وغیرہ کا ملا ہوا تھا۔ برادری کے پنچوں نے برادری کو دھوکا دینے کی بنا پر بعد تحقیق اس تیلن پر پچاس روپیہ جرمانہ کر دیا جس کو ادا کرنے سے اس نے انکار کر دیا اور پنچوں نے اس کا حقہ پانی بند کرنے کا فیصلہ صادر کر دیا یعنی برادری سے خارج۔ تیلن نے اس کی بھی پرواہ نہ کی اور برادری اور پنچ خاموش ہو کر بیٹھ گئے سوائے موجودہ میں کر ہی کیا سکتے تھے۔

آپ کہیں گے کہ ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ کوئی تازیانہ ہاتھ میں نہیں ہے کیا کیا جا سکتا ہے۔ مگر اب دوسرا سین ملاحظ فرمائیے۔

اس معاملہ کو پورا سال گزر گیا۔ اور اب تیلن لڑکی والوں کے پاس حسب دستور گئی۔ نائی بھیجا کہ لڑکی کی وداع کر دی جائے۔ لڑکی والوں نے جواب دیا کہ ہم کو کچھ عذر نہیں ہے۔ پنچوں کو لے آؤ اور لڑکی وداع کر کے لے جاؤ۔ اب تیلن کی آنکھیں کھلیں۔ اور پنچوں کو جمع کر کے معافی مانگی۔ پنچوں نے کہا کہ پہلے جرمانہ داخل کرو۔ اور برادری کو کھانا دو تاکہ شامل برادری ہو۔ پھر ہم چلیں گے۔ ہم نے دیکھا کہ تین دن تک برابر صبح سے شام تک برادری کے لوگ آ آ کر کھاتے اور چلے جاتے۔ اگر ہماری قومیت ہو تو اس قسم کی سزا کو کونسا قانون حکومت روکتا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق کی دعوت طعام منظور کرنے سے منع فرمایا" (مشکوٰۃ) خود رسول اللہ صلعم نے جنگ تبوک کی عدم شرکت پر چالیس دن تک تین صحابہ رضی اللہ عنہم کے بائیکاٹ کا فیصلہ صادر فرمایا تھا۔ اگر ہماری قومیت مجتمع ہو تو اس اتباع نبی صلعم میں کونسا حکومت کا قانون مانع اور مزاحم ہوتا ہے لیکن یہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ ہم :- (۱) اپنی برائیوں کو برائی سمجھیں (۲) برائیوں سے پاک صاف ہونے کی ضرورت اور اہمیت کو جانیں (۳) جماعتی احساس پیدا کر کے قوم بن جائیں۔ (۴) اعتصام بحبل اللہ پر سختی سے عامل ہوں (۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت کو فرض مانیں۔

مگر یہ نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں کیونکہ پہلے حق ہے پھر احساس ہو اس کے بعد خواہش علاج چنانچہ ایک مجرب طبیب حاذق اور علیم کا نسخہ حسب ترکیب اور پرہیز۔ اب اگر واقعی ہماری نظر اپنی پستی اور ذلت پر پڑتی ہے۔ اصلاح کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی طبیب حاذق اور قرآن حکیم سے بہتر اور مجرب نسخہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترکیب سے بہتر اور برتر ترکیب نواہی سے اچھا پرہیز ہم کو کسی حالت میں میسر نہیں ہو سکتا۔ مگر احساس ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اصلاحی کاموں میں رواداری ہمیشہ مہلک ہی ثابت ہوتی ہے۔ (باقی آئندہ)

محمد عبد الغفار الخیری

موہن جو دڑو

میں بہت مدت سے سن رہی تھی کہ موہن جو دڑو واقع سندھ ہندوستان میں سب سے قدیم شہر ہے۔ مورخوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ ہزار برس قبل آباد تھا۔ کیم اگست مجھے اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔

موہن جو دڑو ڈوکری اسٹیشن سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے اس جگہ پہنچنے کے لئے گاڑی وغیرہ کا انتظام نہیں ہے۔ ہم اسٹیشن پر ایک گھنٹے کے قریب بیٹھے رہے۔ اس لئے کہ ہم نے اسٹیشن کے ایک قلی کو تانگہ لینے کے لئے بھیجا۔ یہ شہر پہاڑی پر واقعہ ہے گورنمنٹ نے اس کے کھودنے میں لاکھوں روپیہ خرچ کیا ہے۔ اس شہر کے مکانات پکی اینٹوں سے بنے ہوئے ہیں اور ہر ایک گھر میں ایک کنواں ہے امیر لوگوں کے گھر کے سامنے تالاب بنے ہوئے ہیں۔ یہاں کی گلیاں بہت تنگ ہیں پانی نکلنے کے خوبصورت نالیاں بنی ہوئی ہیں شہر میں ایک بڑا سا سنگ ہے ایک بہت خوبصورت ہے۔ سنا ہے کہ اس میں سے تین لاشیں نکلی تھیں جس سے معلوم ہوا کہ لوگ قد آور تھے اور دوشالہ اوڑھتے تھے۔ ان زمانہ میں لوگ اپنے کپڑے آپ بنایا کرتے تھے عورتوں کو انگوٹھیوں اور موتیوں سے بہت دلچسپی تھی۔ آدمی زیادہ تر مکھن، دودھ گوشت اور سبزی کھاتے تھے۔ یہاں پر پتھر کے جاتو ملے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں شاید لوہا نہیں تھا۔ مٹی پیتل اور پتھر کے کام میں لائے جاتے تھے مگر لوہے یہاں پر ایک

بڑھاپا اور مغالطہ

یوں تو خیر مغالطے کی ہزاروں قسمیں ہیں مگر ایک خاص قسم کا مغالطہ ہوتا ہے۔ جو بڑھاپے میں ہوتا ہے۔ تعجب نہ کیجئے آجکل اکثر بوڑھے تو خیر کم مگر بڑھیاں زیادہ اس مرض میں مبتلا نظر آتی ہیں۔ بعض تو ایسی ہوتی ہیں جو اپنے خیالات و مغالطے اپنے ہی تک محدود رکھتی ہیں۔ مثلاً کسی بوڑھی کو آپ نے یونہی بڑی بی یا نانی، دادی کہہ دیا تو وہ صرف دل ہی میں تلملا کر اور آپ کو کوس کوس کر خاموش ہو جائے گی۔ کچھ بولے گی نہیں یا اگر بہت کیا تو آپ کو گھور کر دل کی بھڑاس نکال لی۔ مگر دنیا میں ابھی چند ایسی نادر ہستیاں بھی موجود ہیں۔ جو انتہائی بڑھاپے میں بھی اپنے کو کم عمر اور حسین ظاہر کرتی ہیں اور وہ بھی علانیہ ڈنکے کی چوٹ۔ انہیں قسم کی ہستیوں کی ایک جھلک علامہ راشد الخیری نے نانی عشو۔ اور ولایتی نخی میں دکھائی ہے۔ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں نانی عشو وغیرہ کے کیرکٹر پر آپ کو ہنسی کے ساتھ تعجب بھی ہوا ہو کہ کوئی بڑھیا ایسا بھی کر سکتی ہے۔ لیکن جن لوگوں کے گھروں میں خود ایسی زندہ مثالیں موجود ہیں انہیں ہرگز کوئی تعجب نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسی ہی ایک نادر ہستی خود میرے گھر میں بھی موجود ہے۔ ہے تو یہ میرے گھر کی ملازمہ لیکن اس کے عجیب غریب حلیہ اس سے زیادہ مغالطے نے اسے ڈبیہ میں بند کر کے عجائب خانہ میں رکھنے کے قابل بنا دیا ہے۔ ذات کی شاید دھنیا ہے۔ قد یوں سمجھئے کہ ایک آٹھ دس برس کے لڑکے کے برابر ہے۔ عمر ابھی نام خدا صرف ستر ہی سال ہے۔ سارے دانت ضعیفی کی نذر ہو چکے ہیں۔ چہرہ پر جھریوں نے نئی نئی وضع کی لاتعداد سڑکیں تیار رکی ہیں۔ آنکھوں کے بنانے میں فرشتوں نے نہایت بخل سے کام لیا ہے مگر اس کمی کو ان کے فراخ نتھنوں نے خوش اسلوبی سے پورا کر دیا ہے جو کہ سامنے سے ایسے لگتے ہیں جیسے دو غار کے دہانے۔ خیر یہ تو رہا ان کا حلیہ اس پر مغالطہ کا یہ عالم کہ نہایت حسین۔ بالکل کم عمر بقول اپنے یہی صرف اٹھارہ بیس سال۔ سنگھار کی دلدادہ۔ کپڑوں کی شوقین، شادی کی شائق سوا گانے کی تھی۔ مطلقاً بوڑھی سے نفرت رکھنے والی۔ یوں سمجھئے کہ نانی عشو کی سگی بہن معلوم ہوتی ہے۔ الٹی کوس کی حرکتیں بہت ناپسند ہیں لیکن مجھے تو اس کی ذات سے بہت دلچسپی ہے۔ اور خاص کر اس کو طرح طرح کے مغالطوں میں غرق کرنے میں بہت لطف آتا ہے۔ ہاں تو مجھ سے یہ تقاضا کرتی تھی کہ میری شادی کیوں نہیں کرتیں۔ جب کوئی اسے خوش کرنا چاہتا تو کہہ دیتا کہ اب تیری شادی جلدی ہوگی۔ بس فوراً خوش ہو جاتی۔ ایک دن میری چھوٹی خالہ زاد بہن رضیہ آئی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنا دکھڑا ان سے بھی بیان کیا کہ بی بی تو ہماری شادی ہی نہیں کرتیں۔ بس یہی کہتی ہیں کہ اچھا کر دیں گے۔ میں بھی وہیں موجود تھی۔ رضیہ آپا مجھ سے کہنے لگیں کہ "نجمہ سنو۔ خالہ کو راضی کر کے کیوں نہ اس کی مصنوعی شادی کر دیں کم سے کم اس کا ارمان تو نکل جائے" آخر بڑی مشکل سے امی کو راضی کیا کہ صرف ایک تماشہ رہے گا۔ آپ اجازت دیدیں۔ بہت کہنے سننے سے اجازت دیدی شادی کی۔ اور ہم لوگ جلدی سے اسے خبر دینے خلوت میں پہنچے جہاں وہ برتن دھو رہی تھی۔ میں نے کہا "کل اب تیری شادی ہوگی" پہلے تو اسے یقین نہ آیا۔ مگر جب رضیہ آپا نے بھی میری تائید کی تب مسکرائیں۔ اور سر جھکا کر پوچھا "کس سے؟" اس وقت میرے یہاں دو ملازم تھے گلاب اور شفیع بالترتیب ۳۰ اور ۴۰ کی عمر کے یعنی جمیلہ (ملازمہ) کے پوتوں کی عمر کے۔ رضیہ آپا نے پوچھا "تو ہی بتا دے کس سے کرے گی۔ گلاب سے یا شفیع سے؟" ذرا شرما کر بولیں "نہیں گلاب تو کالے ہیں۔ ان سے کر دیجئے" "کیا شفیع سے" میں نے پوچھا۔ "ہاں" بہت ٹھاٹ سے جواب دیا۔ چلئے طے ہو گیا شفیع سے بھی کہہ دیا کہ یہ سب مذاق ہے۔ سچ مچ کی شادی نہیں ہے وہ تو اس کا سب حال پہلے ہی سے جانتا تھا۔ کچھ جھجک کر راضی ہو گیا ہم لوگوں نے مہندی، چوڑیاں، کپڑے اور ٹکلیوں کا انتظام کیا اور دوسرے دن وہ خود تقاضہ کر کے مایوں بیٹھیں۔ لڑکوں کے ہنسی کے مارے پیٹ میں بل پڑ پڑ جاتے تھے۔ اس کی شکل اور خاص کر مایوں بیٹھنے کا انداز دیکھ کر۔ دوسرے دن نکاح پڑھایا گیا۔ یعنی اس طرح کہ خوب کپڑے زیور پہنا کر گھونگھٹ کے ایک طرف بٹھایا۔ اور رضیہ آپا نے نکاح پڑھانا شروع کیا۔

"سکینہ بیدی۔ نکاح ہماہی سے تجھے قبول ہے؟" ہم سب لوگ ہنسنے لگے لیکن جمیلہ نے تو کمال کیا۔ تھوڑے تامل کے بعد بولیں "ہاں"

سے نکاح ہو گیا۔ آپ بہت زیادہ خوش ہوئیں۔ ان کی دیرینہ آرزو پوری ہو گئی۔ لیکن ایک دن چپکے سے مجھ سے پوچھنے لگیں کہ "سینہ چھلنی تو ہوئی ہی نہیں۔ یہ کیسا نکاح تھا؟" "بس اب ایسے ہی نکاح ہوا کرتا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ آپ تو مطمئن ہو گئیں۔ اب تک انہیں پورا یقین ہے کہ اصلی نکاح ہوا ہے۔ تصحیح کا نام بھی نہیں لیتی۔ اور اب گو کہ وہاں ذکر نہیں ہے مگر اکثر ڈیوڑھی پر آیا کرتا ہے تو آپ بھی خیر کی [illegible] اور مسکراتی ہوئی قریب پہنچ کر حال وغیرہ دریافت کرتی ہیں کبھی کبھی یہ بھی پوچھ بیٹھتی ہیں کہ "ہمارے لئے کیا لائے ہو اور ہمیں اپنے گھر کب لے چلو گے؟"

ایک اور خاص بات ان میں یہ ہے کہ دانت لگوانے کی سخت شوقین ہیں مگر بدقسمتی سے اب تک یہ شوق پورا نہیں ہوا۔ جب کوئی پوچھتا ہے کہ "تیری اتنی کم عمر ہے۔ پھر دانت کہاں غائب ہو گئے؟" تو عجیب و غریب لڑکھڑائی آواز میں کہتی ہیں کہ "کیا کریں ایک جگہ نوکر تھی وہاں بی بی نے اتنا انیٹوں سے مارا کہ سب دانت ٹوٹ گئے۔"

ایک دن خانساماں گوشت لینے بازار گیا تو وہاں سے بکری کے دانت جبڑوں سمیت اٹھا لایا۔ اور ہنس کر جمیلہ سے کہا کہ "لے تیرے لئے دانت خرید کر لایا ہوں۔ لگوا لے۔" بہت خوش ہوئی اور ہر ایک کو فاتحانہ مسکراہٹ سے دکھاتی رہیں۔ پھر میرے پاس آ کر بولی کہ "کیجئے یہ دانت منہ میں لگا دیجئے۔" میں نے ہنس کر کہا کہ مجھ سے نہیں لگے گا۔ اسپتال لے کر جا۔ لیڈی ڈاکٹر لگا دے گی۔" آپ کو سن کر شاید تعجب ہو کہ وہی دانت لے کر اسپتال پہنچ گئی مگر آدھ گھنٹے بعد نہایت مایوس ہو کر واپس آئیں اور کہا "وہ تو ہنسنے لگیں۔ کہتی ہیں کہ یہ دانت نہیں لگے گا۔" غرض انہیں بہت ناامیدی ہوئی اور اب پھر یہ تقاضا ہے کہ "دانت لگوا دیجئے۔"

ایک دن میرے پاس آ کر کہنے لگیں کہ "میرے بال بہت چھوٹے ہیں۔ کب بڑھیں گے؟" مجھے مذاق سوجھا۔ "سن یہ سب بال کٹوا ڈال پھر دیکھنا کیسے بڑے بڑے اور کالے کالے بال نکلیں گے۔" میں نے کہا اور وہ امی سے اجازت لینے گئیں۔ کیونکہ ان سے بہت ڈرتی ہے۔ "اے بی بی ہمارے بال میں جوئیں پڑ گئیں۔ کٹوا دیجئے۔" حالانکہ سر میں ایک جوں بھی نہیں تھی۔ شاید اسی وجہ سے اتنی اصل معاملے تک پہنچ گئیں۔ اس نے ذرا سا ڈرتے ڈرتے "جو بڑھ کر بال کٹوانے کا فیصلہ ہی ہو" خوب ماما میں کی بہت شوق بڑھا ہے جیسے بچے کاٹ [illegible] ٹھٹھک کر خاموش ہو گئی۔ مگر ایک ہفتہ بعد جب میں کمرہ سے باہر گئی تو میرے پیچھے مگر نہایت رازدارانہ لہجہ میں بولی "اس وقت بی بی نہیں ہیں۔ یہ قینچی ہے۔ آپ ہی چپکے سے ہمارے بال کاٹ دیجئے۔" مجھے تو اس کی باتوں میں لطف آتا ہی ہے۔ قینچی لے کر سارے بال کچھ طرح کاٹ ڈالے۔ وہ مجھ سے کہنے لگی کہ "اب خوب اچھی طرح سر ڈھانکے رہیں گے۔ بی بی کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ بال کٹے ہیں۔" غرض اس نے چھپانے کی بہت کوشش کی مگر دوسرے دن امی نے دیکھ ہی لیا۔ بہت ڈانٹا۔ اب روز کٹے بالوں میں تیل لگاتی ہے۔ بال صرف ایک انگلی کے برابر ہیں۔ دن میں کئی کئی بار کنگھی کرتی ہے۔ سنگھار میز کے سامنے کھڑے ہو کر دیر تک اپنے بال اور چہرہ کی طرح دیکھا کرتی ہے کہ کتنے بڑھے ہیں۔

مس نجمہ ضمیر فاروقی

ستارے صبح سے پہلے ہی شاید چھپنے والے ہیں

سر و سامانِ غم دو چار آہیں، چند نالے ہیں
تیرے انداز سے دل ساری دنیا سے نرالے ہیں
چلے جھونکے ہوائے یاس کے آنسو لگے تھمنے
چراغِ آرزو بزمِ وفا کے بجھنے والے ہیں
الم کی گھتیوں، حرماں کے جھگڑوں کی کیا پروا
یہ راہیں چھانی بیٹھی ہیں یہ رستے دیکھے بھالے ہیں
میری ناکامیوں نے بھی بڑی دولت عطا کی ہے
کہ ساری آرزوئیں لذتِ غم کے حوالے ہیں
ٹھہر اے کارواں مجھ کو بھی اپنے ساتھ لیتا چل
تن تنہا ہوں، دن آخر ہے اور پیروں میں چھالے ہیں
جنونِ فتنہ گر کو حاصلِ کون و مکاں سمجھا
طریقے بے نیازی کے عجب دل نے نکالے ہیں
ابھی سے زندگی کے نقش مدھم پڑتے جاتے ہیں
ستارے صبح سے پہلے ہی شاید چھپنے والے ہیں

ریحانہ احمد یاسمین مونگیر

سحر

ستمبر کے پرچے میں بہن محمودہ مہر صاحبہ کا مضمون بعنوان مندرجہ بالا نظر سے گزرا۔ میں محترمہ بہن کی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس سلسلہ میں پہلی بار مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ عطا فرمایا ہے۔ بیشک کلام پاک میں جادو سحر کا بیان ضرور ہے۔ اور یہ کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں مصر میں بہت سارے فسوں گر موجود تھے۔ آپ کی یہ دلیلیں قابل تسلیم ہیں اس سے کسی کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن آپ نے سولھویں سپارہ کا حوالہ دیتے ہوئے جس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس آیت کا ترجمہ قابل تسلیم نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اگر آپ تحقیق و تدقیق کے بعد نقل فرماتیں تو بہتر ہوتا۔

سنئے بہن صاحبہ! سولھویں سپارہ سورۂ طٰہٰ رکوع ۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ "ہم نے موسیٰ سے کہا۔ موسیٰ! ڈر نہیں۔ تو ہی غالب آئے گا جو تیرے داہنے ہاتھ میں سونٹا ہے۔ اسے زمین پر پھینک دے۔ جو کچھ انہوں نے بنا رکھا ہے اسے ملیامیٹ کر دے گا۔ اور انہوں نے بنایا ہے کیا؟ جادو کا گورکھ دھندا۔ جب بھی جادوگر حق پرست کے مقابل میں آئے گا کامیاب نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان کا جادو کا سب کھیل موسیٰ کے عصا پھینکتے ہی بگڑ گیا۔ اور جادوگر سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے۔ کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔" تفسیر حسینی میں تفصیل یوں بیان فرمائی ہے کہ "جادوگروں نے مان لیا یہ سحر نہیں ہے" اس واسطے کہ ایک سحر دوسرے سحر کو باطل نہیں کر سکتا۔" ملاحظہ فرمایئے۔ بیان ہے کہ ایک سحر دوسرے سحر کو باطل نہیں کر سکتا۔ مذکورہ بالا بیان کو سورہ شعرا میں بھی دہرایا گیا ہے اور کا حاصل یہ بیان ہے کہ کس طرح فرعون حق کے مقابلہ میں باطل رہا اور کس طرح باطل کو شکست ہوئی۔ جناب مولانا ابو محمد مصلح صاحب ذل کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ اس رکوع میں کئی باتیں قابل غور ہیں۔ جن میں چند ایک نقل کرتی ہوں۔ (۱) حق کے مقابلہ میں باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ (۲) جب حق بات ظاہر ہو جائے تو اس پر ایمان لانا چاہیے (۳) جو خدا کی مرضی اور خواہش پر چلے گا۔ کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ وہ کامیاب رہے گا! وغیرہ وغیرہ

کسی مفسر و ترجمان نے کسی آیت کے متعلق یہ نہیں تحریر فرمایا کہ "اگر ایک جادوگر دوسرے جادوگر کے عمل کو بگاڑ دے تو جادو کا اثر مٹ جاتا ہے۔" اگر ایسا ہوتا تو حضرت موسیٰ کو کامیابی کیونکر میسر ہوتی! انہوں نے فرعون کے جادوگروں کے عملیات کو کیسے بگاڑا؟ نعوذ باللہ۔ وہ جادوگر تو نہیں تھے۔ آگے آپ فرماتی ہیں۔
"جس پر جادو کیا جاتا ہے۔ وہ کسی اچھے جھاڑ پھونک کرنے والے کو فوراً رجوع کر لے تو الٹا جادو کا عامل زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر منتر اتر گیا۔ تو زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔"
جس شخص پر جادو کیا گیا ہو وہ اگر کسی نیک عامل کی طرف رجوع کر لے تو جادو کے عامل کی زندگی موت و زیست میں کیوں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اور جب ایک جادوگر کے عمل کو دوسرا جادوگر ہی بگاڑ سکتا ہے تو پھر جادوگر کی زندگی کو ایک اچھا عامل کیسے موت و زیست میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اور منتر کے اتر جانے کے بعد زندگی کا اجیرن ہونا کیا مطلب رکھتا ہے؟

جادو کے اثر سے سارا کے محفوظ رہنے کے متعلق آپ یہ دلیل پیش کرتی ہیں کہ "وہ محتاط رہنے لگی تھیں تو اثر کیا خاک ہوتا" مانا کہ انہوں نے بے حد احتیاط برتی، پلنگ بدل دیا۔ بستر بدل دیا اور اگر گھر بھی بدل دیتیں۔ مگر خدا کو جو یہ منظور ہوتا کہ سارا کو بہر حال تکلیف پہنچے تو کیا ان کی یہ کوششیں کام آ سکتیں؟ بہن جو لوح تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، اسے کوئی تدبیر مٹا نہیں سکتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کا اس عقیدہ پر ایمان ہے کہ مشیت ایزدی کے بغیر چھوٹی سی چھوٹی بات بھی وقوع پذیر نہیں ہو سکتی۔ اس نے شروع ہی سے ہر ایک بات کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ اور وہ ہو کر ہی رہتی ہے۔

جامن کے درخت کا بے ثمر ہو جانا، محترمہ بہن کا علیل ہو جانا اور فارسٹ آفیسر کی بچی کا موت کے آغوش میں جا پہنچنا۔ میں تو ان واقعات کو بھی مشیت ایزدی ہی سمجھتی ہوں۔ اگر جادو کے عملیات میں اتنی زبردست طاقت ہوتی اور مشیت ایزدی کا دخل نہ ہوتا تو دو کوڑی کو گرفتار کر سکتا۔ یہ کسی کے پاس کی خفتہ تو مشی کی بہت بھلی

[illegible] کی جرأت کرتا اور [illegible] اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت سزائیں دے سکتے۔ کیونکہ جو عورت محض [illegible] بات پر سخت انتقام پر اتر آتی ہو وہ ایسے اہم اور اس کی زندگی میں حل ہونے والے واقعات پر کیا کچھ نہ کر گزرتی ہو گی۔

مخالف اور حریف کو عدم آباد پہنچانے کے مختلف طریقے ہیں [illegible] ہتھیار ہیں ہزاروں قسم کے ہتھیار ہیں۔ سحر ہے، زہر ہے اور ان کے علاوہ نہ جانے کیا کیا ہیں۔ مگر ان چیزوں میں سحر نے یہ [illegible] ہے وہ ان پر غالب بھی تو ہے۔ اب رہا یہ کہ جادو کا عامل اپنے حریف کو موت کے گھاٹ جادو کے زور سے اتار سکتا ہے اور سحر سے ناواقف شخص بعد دہ ہتھیار اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ آپ کا کہنا درست ہے کہ نیچ ذات کے لوگوں میں جادوگر پائے جاتے ہیں لیکن جس وقت نیچ ذہنیت کے لوگوں میں فتور پیدا ہوتا ہے تو وہ اسے نیچ لوگوں کے دروازے پر حاضر ہو کر اپنا کام [illegible] کرواتے ہیں۔ البتہ اپنا ایمان خراب کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ قنتل کو انعام واکرام کے لالچ دے کر چھرے وغیرہ کی مدد سے اپنے حریف اور مخالف کا کام تمام کروانے کا انتظام کرتے ہیں اور اگر ان کی قسمت میں ایسی ہی موت لکھی ہوتی تو وہ بیچارہ اس فانی دنیا سے چل بستا ہے لیکن قاتل کی قسمت موت کو پکارتی ہے تو مقتول بچ جاتا ہے اور قاتل پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا جاتا ہے جیل کی ہوا کھاتا ہے۔ اور اس کے ہدایت کار بھی جانے وغیرہ کی سزا پاتے ہیں۔

چند مہینے قبل بمبئی میں قائد اعظم محمد علی جناح پر اسی قسم کا حادثہ گزر چکا ہے۔ ہوشیار حملہ آور نے شہادت کا جام پلانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔ قائد اعظم بری طرح گھائل ہوئے مگر بفضل خدا جان کو نقصان نہ پہنچا مشیت ایزدی اسے ہی کہتے ہیں۔ ہر بات کو خدا کی طرف سے ہی سمجھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو مخاطب کر کے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ "اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ہمیں وہی مصیبت پہنچے گی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے" گناہگاروں اور منکروں کے نزدیک سزا جزا کا مقام بھی بے بنیاد ہے۔ میدان حشر، جنت، دوزخ، اعمال نامہ ان لوگوں کا [illegible] نہیں ہے۔ لیکن خدا کے سامنے سب کو ہی ایک روز حاضر ہونا ہے چاہے وہ انکار کرتے ہی رہیں۔

محترمہ نے اپنے مضمون میں [illegible] ہو گا [illegible] درست ہی ہو گا۔ لیکن بعض [illegible] کے واقعات کو میرا دل تسلیم نہیں کرتا ہے۔ [illegible] ساحر [illegible] تجربات آنکھ دیکھے لئے مگر زندگی و موت کا مسئلہ تو ہو سکتا ہے اگر ایک لڑکی کو روح اللہ کا درجہ حاصل ہوتا تو دنیا کے بچوں اور یتیم اور بیواؤں کی زندگیوں میں جو آئے دن زبردست تغیرات رونما ہوتے رہتے ہیں، وہ نہ ہونے پائیں۔ اور دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے۔

محترم و معظم جناب مولوی محمد عبدالغفار صاحب الخیری سے میری باادب درخواست ہے کہ وہ اس موضوع پر اپنے گراں بہا خیالات سے عصمت کے اوراق کو مزین فرما کر ہمیں مستفید فرمائیں۔

شیریں گل یمنی

پسلی چلنا

ڈبہ کا مرض جسے عرف عام میں پسلی چلنا کہتے ہیں۔ بڑا موذی مرض ہے خاص کر بارش اور جاڑوں میں کثرت سے ہوتا ہے۔ اور اکثر ماؤوں کی ناتجربہ کاری سے سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ماؤں کو چاہئے کہ وہ اپنے ننھے منے بچوں کی بہت حفاظت کریں اور جہاں تک ممکن ہو انہیں سرد اور موسمی خراب ہوا سے بچائیں۔ بچے نازک ہوتے ہیں ان پر سرد اور خراب ہوا بہت جلد اثر کرتی ہے اور بعض وقت اسی نامراد مرض کی وجہ سے بچوں کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اور وہ اس کا شکار ہو جاتے ہیں بعد میں ہمیں اپنی ناتجربہ کاری کا احساس ہوتا ہے۔ اور کف افسوس ملنا پڑتا ہے۔

اس مرض کی اصلی وجہ کھانسی، بخار اور قبض ہے۔ اگر ہم اسی وقت بچے کی حفاظت کریں تو یہ مرض دب جاتا ہے اور ہمیں پچھتانا نہیں پڑتا۔ میں اسی مرض کا علاج لکھتی ہوں:۔

انڈے کی زردی۔ ہلدی۔ ایلوا۔ کھاپھل لہسن کی پتی۔ دھوانسا (جو باورچی خانہ میں دھوئیں سے جم جاتا ہے) ان سب کو باریک پیس کر اور کپڑے میں چھان کر رکھ لو اور پان کا بیڑا جیسا کہ ہم لوگ ہمیشہ کھاتے ہیں بنا کر اجوائن اور سہاگہ پھول ڈال کر کسی صاف پتھر پر کوٹ کر اس کا عرق نکالو۔ اور اس میں وہ پسی ہوئی دوا ملا لو۔ اور انڈے کی زردی بھی ڈالو پھر تھوڑا گرم کر کے جس طرف کی پسلی چلتی ہو اس طرف لیپ کر دو۔ اور تھوڑی سی سوکھی دوا (جو پہلے ہی بچا کے رکھنا چاہئے) چھڑک دو اور روئی سے سینک کر فلالین کی پٹی باندھ دو یا کوئی دوسرا کپڑا ہی لپیٹ دو۔ ایلوا پانی میں گھول کر اور گرم کر کے بچے کے ہاتھ اور پیر کے ناخنوں اور پیشانی پر، اور پڑھ کی ہڈی پر لگا دو۔ اور آدھی پتی عناب کی، پانی میں گھس کر پلا دو (عناب کی پتی تلنے سے تو سوکھی بھی کام آتی ہے)۔

پچھلے سال جبکہ میں اپنے ماموں کے ہاں گئی ہوئی تھی ان کی چھوٹی بچی کو جو ابھی دس ماہ کی تھی اسی مرض نے آ دبایا۔ ہم لوگوں کو تو خاک بھی معلوم نہیں تھا۔ معمولی بخار کھانسی سمجھتے رہے مگر ہماری خالہ دنیا کا سرد و گرم دیکھی ہوئی تھیں وہ اسی وقت سمجھ گئیں۔ میرے ماموں بھی دوسرے گئے ہوئے تھے سینہ جکڑا ہوا تھا مگر میری خالہ جان نے فوراً ان چیزوں کا

[illegible]

اُلّو

سر جھکائے فکر میں دانائے یونان کی طرح
بیٹھا ہے کھنڈروں میں یا اک راہ میں ویران سی
تک رہا ہے اس طرح تنہائی میں کس چیز کو؟
ڈھونڈتا رہتا ہے شاید زندگی کی روشنی!

شہر کی پُرشور اور گنجان آبادی سے دور
دشت کی خاموشیوں میں ہے کسی کی جستجو
سچ بتا ساکت فضا میں ہے طلب کس چیز کی؟
ہو گیا ہے غرق شاید روح کی عظمت میں تو!

گائے جا، ویران راتوں میں برابر گائے جا!
موت کے اسرارِ سربستہ یونہی بتلائے جا!

محمد مرغوب صدیقی

ام۔ اے، ایل ایل بی

برقی پنکھے سے

منہمک ہے کام میں اور مستعد ہے کام میں
تیری گردش ہے حقیقت گردشِ ایام میں
گھومتا ہے تندہی سے ایک محور پہ سدا
ایک مقصد ایک عادت ایک حرکت اک ادا

برق نے تجھ کو سراپا نورِ ایماں دے دیا
دیکھ کر تجھ کو میرا نورِ بصیرت بڑھ گیا
مجھ سے پہلے زندگی کا راز تو نے پا لیا
میں نہ سمجھا تھا کہ تو نے کر کے دکھلا بھی دیا

اس جہاں میں بے عمل جو زندگی ہے، موت ہے
زندگی ہنگامہ ہے، جو خامشی ہے، موت ہے

حسن الدین احمد، حسن

بچوں کے لئے پیشہ کا انتخاب

پولس فورس

تمہید۔ اس تہذیب و تمدن کی گہما گہمی میں پولس کس قدر ضروری چیز ہے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر کسی ملک میں اس شعبہ کا وجود نہ ہوتا تو نظام حکومت کا چلنا دشوار ہوتا اور قانون کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ بلکہ تعجب سے شہریت کی بنیاد پڑی ہے اور تہذیب و تمدن نے انسانی زندگی کو متاثر کرنا شروع کیا ہے اور طبع کی جولانیوں نے پرواز خیالات کی قوت میں اضافہ کیا ہے۔ پولس کی ضرورت محسوس ہوتی گئی ہے مگر موجودہ تمدن اور سائنس کے دور ارتقا میں پولس کی ضرورت زمانۂ سابقہ سے اور زیادہ اہم ہو گئی ہے کیونکہ یہ طے شدہ ہے کہ علم و دولت کی ترقی کے ساتھ ساتھ جرائم میں بھی بیش از بیش اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ امریکہ اس وقت دنیا بھر میں متمدن ملک تسلیم کیا جاتا ہے، اور اسی قدر علوم جدیدہ میں بھی شاید ہی کوئی اس کا ہم پلہ ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی جس قدر جرائم امریکہ میں ہوتے ہیں اتنے کسی اور ملک میں نہیں ہوتے۔ وہاں منٹ منٹ پر قتل، نقب زنی اور اغوا کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاں مفلسی، بیکاری اور جہالت کا دور دورا ہو، وہاں بھی جرائم کچھ کم نہیں ہوتے۔ مگر چہ جرائم کا ارتکاب اس قدر چالاکی اور شائستگی کے ساتھ نہیں جس قدر امریکہ اور مغربی ممالک میں ہوتا ہے۔

پولس کا کام جس قدر اہم اور ذمہ داری کا ہے اسی قدر دلچسپ بھی ہے۔ منظر کس قدر خوشگوار اور قابل دید ہوتا ہے جب ایک پولس کا سپاہی خوبصورت وردی پہنے ہوئے راہگیروں کے ہجوم عظیم میں ٹریفک کے سیلاب کو ایک ہاتھ کے اشارہ سے روک دیتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی جو راستہ بھٹک جاتے ہیں نہایت شفقت سے رہنمائی کرتا ہے۔ عورتوں اور ضعیفوں کو دھکا کھانے اور بہت ممکن حادثوں سے بچاتا ہے۔ خود سپاہی بھی ایسے کاموں سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ باایں ہمہ پولس کے آدمی کو ایسے خوفناک حادثوں سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے جبکہ مسلح ڈاکوؤں کا ایک گروہ قریب کے محلہ یا بازار میں چھاپہ مارنے آ جاتا ہے۔ اور اس کو ان سے دست و گریباں ہونا پڑتا ہے یا کوئی آدمی پورے پولس میں چھپ رہا ہو یا میں ڈوب گیا ہو تو اسے بچانا پڑتا ہے۔

بعض اوقات ایسے نازک واقعات پیش آتے ہیں جن میں پولس کے آدمی کو ایک لمحہ کے نوٹس پر طلب کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے جو نوجوان پولس فورس میں داخل ہونا چاہیں انہیں ہوشیار، دلیر اور جسمانی و دماغی طور پر بھی کافی مضبوط ہونا چاہیے، دماغی طور پر مضبوط ہونے سے میرا مطلب یہ ہے کہ ان کا دماغ بالکل صحیح حالت میں ہو، عقل بھی ضعیف نہ ہو۔ کیونکہ پولس کے آدمی کی ذرا سی غلطی یا بیوقوفی پر شکایتیں ہو جاتی ہیں اس میں کسی کی پوزیشن وغیرہ کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم کانسٹبلوں اور دیگر پولس افسروں کے انتخاب میں چال چلن، ہوشیاری، جسمانی صحت اور کارکردگی کی بہت زیادہ چھان بین کی جاتی ہے۔

بدقسمتی سے ہندوستان کا پولس کا محکمہ ابھی کمزور اور قابل اصلاح ہے اور بقول خود گورنمنٹ کے اس میں کافی روپیہ خرچ کرنے پر بھی جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس میں نہ تو دوسرے ترقی یافتہ ممالک کی پولس کی جیسی ڈسپلن موجود ہے اور نہ سمجھ بوجھ کی کوئی خاص قابلیت۔ جس کی دیگر چند وجوہ میں سے شاید ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہندوستانی پولس کے کانسٹبل جو تھانہ داروں کے بعد پولس کی ریڑھ کی ہڈی کہلائے جا سکتے ہیں۔ ۹۰ فیصدی ناخواندہ یا نیم خواندہ ہوتے ہیں۔ اس کا صریحی نتیجہ یہ ہے کہ جاہل اور اجڈ کانسٹبلوں کی اخلاقی کمزوریوں اور فرائض کی عملاً کوتاہیوں سے ہندوستانی پولس بہت کچھ بدنام ہے۔ اگرچہ ۱۹۰۲ء کے کرزن کمیشن کے بعد سے ہندوستانی پولس میں اصلاح ہو رہی ہے۔ ابھی بہت کچھ اصلاح ہونی باقی ہے۔

ہندوستان کی پولس کو دیگر ممالک کی پولس سے بھی زیادہ ہوشیار اور قابل ہونا چاہئے کیونکہ یہاں ہوشیار نوعیت کے جرائم سرزد ہوتے ہیں بعض ایسے پیچیدہ اور عجیب و غریب ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ غیر معمولی دماغ کا پولس کا آدمی بھی ان کا سراغ لگانے یا مقابلہ کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ خالص سیاسی مذہبی جرائم سے بھی قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو کہنا پڑے گا کہ یہاں ایسے جرائم بھی ہوتے رہتے ہیں جن کا سراغ لگانے کے لئے لندن کے اسکاٹ لینڈ یارڈ[1] کے آدمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ آگرہ کے جوہری بازار میں ایک مشہور جوہری کی دکان پر ایک ہٹا کٹا

---

[1] یہ انگلستان کی ایک مشہور و معروف پولس کا محکمہ ہے جو سراغرسانی میں بے مثل ہے۔

شہر کے جوہری میں ایک نہایت خوش پوش نوجوان موجود تھا اس کے ساتھ تین چار آدمی ایسے بھی تھے جو وضع قطع سے گورنمنٹ کے کسی اعلیٰ عہدہ دار یا نواب یا راجہ کے ملازم کہے جا سکتے تھے گویا وہ موٹر کسی سوطین یا والیٔ ریاست کی تھی جو اس دوکان پر جواہرات وغیرہ خریدنے آیا تھا اور کوئی اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کر سکتا تھا مگر یکایک دوکان پر ایک شور مچا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ کئی ہزار کا مال لے کر فرار ہو گئے۔ موٹر کا نمبر تک معلوم نہ ہو سکا ان ڈاکوؤں کا مدت العمر تک سراغ نہ مل سکا۔ اس سے بھی زیادہ ایک پیچیدہ مثال یہ ہے۔ شہر میں ایک سادھو وارد ہوتا ہے اور اپنی روحانی قوت کے مظاہروں سے اہلیان شہر کو گرویدہ کر لیتا ہے۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں اس صاحب کشف و کرامات فقیر کے معتقد اور مدح خواں نظر آتے ہیں۔ اس پر شبہ کرنے سے پولس کی جانوں کے لالے پڑ سکتے ہیں۔ بھلا کیسی کے خواب و خیال میں بھی آ سکتا ہے کہ وہ کسی ملک کا جاسوس ہے اور نہایت خوبی سے اپنا کام کر رہا ہے۔ بہر حال یہ پولس ہی کا کام ہے کہ وہ کمال احتیاط اور عقلمندی سے اس سادھو کو اپنی نگرانی میں رکھے اور پھر اس کو اس طرح حراست میں لے لے کہ امن عامہ میں خلل نہ پڑے اور قانون کی خلاف ورزی بھی نہ ہو۔

آجکل پولس کے فرائض

فی زمانہ ٹریفک کی ترقی نے پولس کے لئے ایک عظیم تفاوت پیدا کر دیا ہے۔ دیہی کانسٹبل کے متعلق شاید اب تک یہ خیال کیا جاتا ہو کہ شاہراہ عام کی چوکیداری اس کے ذمہ ہوتی ہوگی اور وہ گاؤں کے بڑے راستہ پر بیٹھا ہوا یہ دیکھا کرتا ہوگا کہ اندھیری رات میں کوئی مشتبہ آدمی یا گروہ تو گاؤں میں نہیں داخل ہو رہا ہے مگر نہیں اب اس کانسٹبل کو اکثر ایسے ڈاکوؤں کے گروہ یا نقب زنوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے جو قریب کے شہر سے موٹر میں بیٹھ کر گاؤں کے کسی زمیندار یا ساہوکار کے گھر میں ڈاکہ ڈالنے یا نقب لگانے کو آتے ہیں۔ یہ بدمعاش ایسے بھیس بدلے ہوئے ہوتے ہیں کہ جب تک یہ اپنا پورا کام کر کے بھاگ نہ جائیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ کون تھے اور کیا کرنے آئے تھے۔ کبھی تو یہ برات کے جلوس کی شکل میں ہوتے ہیں۔ کبھی واعظوں، مبلغوں اور سیاسی مقرروں کے روپ میں اور کبھی گورنمنٹ کے افسروں کا بھیس بدل کر اور موٹروں میں بیٹھ کر بڑے کروفر سے گاؤں میں داخل ہوتے ہیں اور نہایت صفائی سے کارروائی کر کے چلتے بنتے ہیں۔ کچھ عرصے پہلے نقب زن رات کو سیندھ لگا کر گھروں میں گھستے تھے اور اپنے پاس ہر قسم کی چابیوں کا ایک گچھا رکھتے تھے جن سے وہ گھروں کے صندوقوں کے تالے کھول کھول کر ان کا مال نکال لیتے تھے مگر آجکل کے فیشن ایبل نقب زنوں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ پاس چابیوں کا گچھا ہو اور کسی مکان کے قفل تالے ... نقب کا انتظار کریں۔ اب تو دن دہاڑے تھانہ اور موٹروں میں بیٹھ کر شاندار سوٹ کے ساتھ دولتمندوں اور بڑے بڑے سوداگروں کی دکانوں میں گھس آتے ہیں اور دن دہاڑے موقع پا کر ہزاروں کا مال لے کر اس طرح فرار ہو جاتے ہیں کہ دکاندار کو بھی بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ لمحوں میں کیا واقعہ ہوا تھا۔

بہر حال پولس کے فرائض پہلے اس قدر مختلف اور پیچیدہ نہیں تھے جس قدر زمانہ کی ترقی کے ساتھ آج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف دیگر ممالک میں بلکہ ہندوستان میں بھی یہ محکمہ بہ نسبت پہلے کے بہت وسیع ہو گیا ہے۔ اور جو نوجوان اس محکمہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقعوں کا یہ قدرتاً ایک وسیع میدان ہے۔ ہر ضلع میں محکمۂ پولس کی دو شاخیں ہوتی ہیں[1] مسلح اور غیر مسلح۔ مسلح پولس کے ذمہ سرکاری و غیر سرکاری خزانوں کی حفاظت، خطرناک ڈاکوؤں کا مقابلہ اور دیگر ایسی خوفناک وارداتیں ہوتی ہیں جو غیر مسلح کی طاقت سے باہر ہوں یا ہو جائیں۔ سپاہیان مسلح، فوجی بنیاد پر رکھی جاتی ہے۔ اور نیزوں اور بندوقوں سے مسلح ہوتی ہے اس کو فوجی طریقہ پر قاعدہ، پریڈ اور نشانہ بازی سکھائی جاتی ہے۔ غیر مسلح پولس کا کام فوجداری کے عائد شدہ جرمانے وصول کرنا، سمنوں اور وارنٹوں کی تعمیل کرانا، ٹریفک کو قابو میں رکھنا، خطرناک کتوں کو آبادی سے باہر نکلوانا یا مروانا، آگ لگ جائے یا آگ بجھانے کا انتظام کرنا، جرائم پیشہ لوگوں کی نگرانی کرنا، شاہراہوں اور بازاروں میں امن قائم رکھنا اور حادثوں وغیرہ کی تحقیقات کرنا ہے۔ یہ دونوں شاخیں ایک افسر کے ماتحت ہوتی ہیں جو ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کہلاتا ہے۔ کلکتہ میں ضلع کی پولس کا ذمہ دار افسر سپرنٹنڈنٹ کی بجائے "کمشنر پولس" کہلاتا ہے۔

ہندوستانی پولس میں بطور کانسٹبل داخل ہونے کی شرائط

پولس کی ادنیٰ اسامیاں یعنی کانسٹبل (جو بمبئی میں سارجنٹ کہلاتے ہیں) ہر ضلع میں مقامی طور پر بھرتی کئے جاتے ہیں۔ ان کے لئے امیدوار کی عمر ۱۸ اور ۲۲ سال کے درمیان ہونی چاہئے۔ قد کم

[1] ان دو شاخوں سے علیحدہ مگر انہیں میں سے منتخب شدہ ایک اور محکمہ ہوتا ہے جو Criminal Investigation Dept. کہلاتا ہے اس کے مختصر الفاظ ہیں C. I. D. ... سی آئی ڈی کہتے ہیں۔ یہ ایک مختصر سا محکمہ کانسٹبلوں، سب انسپکٹروں پر مشتمل ہوتا ہے جو ڈسٹرکٹ پولس کے عملہ میں سے بہترین قابلیت کے منتخب کئے جاتے ہیں ان کا ... ایک یوروپین افسر ہوتا ہے جو ڈپٹی انسپکٹر جنرل سی آئی ڈی کہلاتا ہے مگر ... یہ محکمہ ڈسٹرکٹ پولس کے ... ڈسٹرکٹ پولس میں سے ریلوے پولس اور ڈسٹرکٹ پولس [illegible] انتخاب کی جاتی ہے۔

[illegible] حکم و نیک سماجی ہونی چاہیے جس کا ثبوت امیدوار کو مضبوط پیش کرنا چاہیے۔ تعلیم کی سند یا سرٹیفکیٹ پیش کرنا پڑے گا تعلیم یافتہ ہونے کی شرط نہیں۔ البتہ خواندہ امیدواروں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس یا کمانڈنٹ پولیس (کانسٹبل) ہر سال کچھ امیدواروں کا چناؤ کرتا ہے جس کی تاریخ دفتر سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ ویسے بھی اگر جگہ خالی ہوتی ہے تو امیدوار کے سال کے کسی حصہ میں درخواست دینے سے مل جاتی ہے۔

کانسٹبلوں کی ٹریننگ اور تنخواہ وغیرہ

منتخب امیدواروں کو ۹ ماہ کے لئے ٹریننگ دینے کے لئے اسکول میں بھیج دیا جاتا ہے جو بالعموم ہر ضلع میں پولیس لائنز میں ہوتا ہے اور کانسٹبلوں کا اسکول کہلاتا ہے۔ یہاں ان کو ان کے ضروری فرائض بتائے جاتے ہیں اور قواعد پریڈ سکھائی جاتی ہے۔ آرم (مسلح) پولیس کے کانسٹبلوں کو نشانہ بازی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ ٹریننگ کے دوران میں امیدوار کو پندرہ روپیہ ماہوار ملتے ہیں جن میں سے چار یا پانچ روپیہ خوراک کے کٹ جاتے ہیں کیونکہ ٹریننگ کے دوران میں امیدوار کو پولیس لائنز کے اندر ہی دن رات رہنا پڑتا ہے۔ [illegible] بعد ہی ملتی ہے۔ تعینات ہونے پر ۱۸ روپیہ ماہوار ملتے ہیں۔ ترقی ۲۳ روپیہ تک ہے۔ کانسٹبلوں کی تنخواہ ہر صوبہ میں یکساں نہیں ہوتی۔ غالباً دو تین روپیہ کی کمی بیشی کا فرق رہتا ہے۔ یہاں جو تخمینہ لکھا گیا ہے یوپی کی پولیس کے متعلق ہے۔ کانسٹبل سے ہیڈ کانسٹبل تک ہو سکتے ہیں مگر اس ترقی کا نمبر بڑے ضلعوں میں مشکل سے آتا ہے کیونکہ ترقی باری باری سے دی جاتی ہے۔

ہیڈ کانسٹبل کانسٹبلوں میں سے ہی ترقی پا کر آتے ہیں۔ براہ راست نامزدگی یا انتخاب نہیں ہوتا۔

سب انسپکٹروں کا انتخاب اور ان کی ٹریننگ

تھانوں کے لئے تھانیداروں یعنی سب انسپکٹروں کا انتخاب ۱۹۲۰ء تک ہیڈ کانسٹبلوں میں سے ہوا کرتا تھا مگر گورنمنٹ کمیشن کی سفارش کے مطابق اب یہ پبلک کے اعلیٰ افراد میں سے انتخاب کئے جاتے ہیں اور ٹریننگ کے لئے مرکزی ٹریننگ اسکول میں بھیجے جاتے ہیں جو گورنمنٹ کمیشن کی سفارش سے کھولے گئے تھے۔ اگرچہ ہیڈ کانسٹبلوں کو سب انسپکٹروں تک ترقی اب بھی دی جاتی ہے۔ ان کے لئے عمر وغیرہ کی قیود سب وہی ہیں، جو کانسٹبلوں کے لئے ہیں۔ امیدوار ایف اے پاس ہونا چاہیے۔ علاوہ سرجن کا میڈیکل سرٹیفکیٹ اور چال چلن کا بھی پیش کرنا چاہیے۔ قابلیت کا امتحان بھی دینا ہوتا ہے۔ [illegible] مختلف ڈویژن ہوتے ہیں ان کے لئے درخواست دینے

۱ آجکل مہنگائی کا الاؤنس بھی ملتا ہے

امیدواروں کو ڈویژن میں جن کا [illegible] تحریری امتحان لیا جاتا ہے اور ڈویژن کا نام صوبہ کے انسپکٹر جنرل پولیس سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ انتخاب کے لئے درخواست انسپکٹر جنرل پولیس کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ مقابلہ کا امتحان اس میں شک نہیں بہت سخت ہوتا ہے۔ اس میں کسی کی پوزیشن وغیرہ کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا۔ اس میں کامیاب ہونے کے لئے جسمانی صحت کافی اچھی ہونی چاہیے اور چہرہ بشرہ سے ذہانت اور رعب مترشح ہونا چاہیے جو ایک افسر بننے کے لئے ضروری ہے۔ نوشتہ یعنی قابلیت کا امتحان معمولی ہوتا ہے، اس میں کچھ ناکامیابی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ معمولی انگریزی حساب الجبرا ہندی یا اردو۱ اور مختصر معلومات عامہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ منتخب امیدواروں کو ایک سال یا ۱۸ ماہ صوبہ کے متعلقہ پولیس ٹریننگ اسکول میں تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے۔ جہاں ان کو ۳۰ یا ۳۵ روپیہ ماہوار کا وظیفہ ملتا ہے۔ وہاں وہ قواعد پریڈ سیکھتے ہیں۔ قانون پڑھتے ہیں۔ سراغرسانی سیکھتے ہیں۔ نیز ان کے چال چلن کی خاص طور پر دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ خصوصاً یہ دیکھا جاتا ہے کہ امیدوار پولیس کے قانون اور نظم و نسق کا کس حد تک پابند ہے۔ اگر امیدوار امتحان میں قانون وغیرہ میں امتیاز کے ساتھ نمبر حاصل کرے لیکن پولیس انسٹرکٹر (جو امیدواروں کو قواعد پریڈ سکھاتا اور ڈسپلن کا ذمہ دار ہوتا ہے) کی رپورٹ اس کے خلاف ہو تو اسے فیل کر دیا جاتا ہے۔ کامیاب امیدواروں کو کسی تھانہ میں عملی تعلیم کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ مستقل تعینات کئے جاتے ہیں۔ سب انسپکٹروں کی ابتدائی تنخواہ ۴۴۔۴۵ روپیہ ماہوار سے علاوہ گھوڑا الاونس اور کرایہ مکان شروع کی جاتی ہے۔ آج کل مہنگائی کا الاونس بھی ملتا ہے

انسپکٹر عام طور پر سب انسپکٹروں میں منتخب کئے جاتے ہیں۔ براہ راست نامزدگی مستثنیات میں سے ہے۔ قانوناً نہیں ہے۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ قابل انسپکٹروں میں سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ اور کچھ براہ راست بھی نامزد ہوتے ہیں۔ یہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے معاون ہوتے ہیں۔

اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ

اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی قائم مقامی کرتے ہیں جبکہ وہ دورہ وغیرہ پر ہوتا ہے اور اس کے کاموں میں امداد دیتے ہیں۔ یہ گزیٹڈ افسر کہلاتے ہیں اور ترقی پا کر ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو جاتے ہیں۔ یہ پہلے ولایت سے منتخب ہوا کرتے تھے مگر اب اس عہدہ کے لئے

۱ مسلمان امیدواروں کو ہندی کا اور ہندو کو اردو کا [illegible] کافی [illegible]
ہندی کا اور کافی ہندی زبان کو آئندہ کا امتحان دینا پڑے گا۔

ہندوستانی بھی لئے جاتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے فیڈرل پبلک سروس کمیشن ماہ ستمبر میں ایک امتحان منعقد کرتا ہے۔ جو انڈین پولیس امتحان کہلاتا ہے۔ جس میں شریک ہونے کے لئے درخواست مقررہ فارم پر لکھ کر اپنے صوبہ کے جس میں وہ رہتا ہے۔ حاکم خاص کے توسط سے بھیجی جاتی ہے۔ خاص حاکم گورنر کے صوبہ کا چیف سکرٹری ہوتا ہے۔ چھوٹے صوبہ کا چیف کمشنر اور ریاست کا پولیٹیکل ایجنٹ بالواسطہ دربار ہوتا ہے۔ کمیشن مذکورہ کے دیگر امتحانوں میں شرکت کے جو شرائط ہیں۔ وہی انڈین پولیس کے امتحان میں شرکت کے ہیں۔ مختصراً یہ ہیں:-

امیدوار اپنی موجودہ سکونت میں کم از کم مسلسل تین سال رہ چکا ہو اسی طرح اس کے والدین کا برطانوی ہند کا باشندہ ہونا چاہئے۔ برطانوی ہند کی ریاست کے باشندے اور راجہ یا نواب بھی مستحق ہیں۔

عمر، قابلیت، صحت اور چال چلن۔ امیدواروں کی عمر جس سال امتحان ہو اس کی یکم اگست کو کم از کم ۲۱ سال اور زیادہ سے زیادہ ۲۴ سال ہونی چاہئے۔ قابلیت میں امیدوار گورنمنٹ کی مستند یونیورسٹی کا گریجویٹ یا اسی کے مساوی کوئی دوسرا امتحان پاس ہونا چاہئے۔ منتخب امیدوار کو نوشتہ امتحان میں بیٹھنے سے پہلے تندرستی کے معائنہ کے لئے کمیشن کے مقررہ میڈیکل بورڈ کے روبرو پیش ہونا پڑے گا۔ لہٰذا امیدوار ہر قسم کے جسمانی نقائص سے مبرا ہونا چاہئے۔ چال چلن بھی انڈین پولیس کا ممبر ہونے کے قابل ہونا چاہئے۔ گورنر کے صوبہ کی مقامی گورنمنٹ ایک انتخابی کمیٹی مقرر کرتی ہے تاکہ وہ صوبہ اور اس سے متعلقہ رقبوں سے امیدواروں کا انتخاب کر کے کمیشن کو بھیج دے۔ جہاں ان کا آخری انتخاب ہوتا ہے۔ اس کمیٹی میں کم از کم ایک غیر سرکاری ممبر ہوتا ہے۔ انتخابی رقبے بمبئی۔ بنگال۔ یوپی۔ اجمیر میواڑ۔ پنجاب۔ بلوچستان۔ دہلی۔ برما۔ بہار۔ اڑیسہ۔ سی پی۔ صوبہ سرحد اور آسام ہیں۔ صرف کمیشن کے منتخب امیدوار کو ہی جو طبی معائنہ میں بھی ٹھیک اترتا ہے۔ نوشتہ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

مقررہ فیسیں۔ امیدوار کو ۷ روپیہ ۸ آنہ درخواست کے فارم کے ہمراہ ۲۴ روپیہ میڈیکل بورڈ کے معائنہ سے قبل (ڈاکٹری معائنہ کی فیس) اور ۸۰ روپیہ بر نوشتہ امتحان میں داخل ہونے کے لئے ادا کرنے پڑیں گے۔ یہ فیسیں قابل واپسی نہیں ہیں۔

نوشتہ امتحان۔ انڈین پولیس کے نوشتہ کے لازمی مضامین انگریزی، جغرافیہ، ہندوستانی تاریخ، ابتدائی ریاضیات، معلومات عامہ ہیں۔ اختیاری مضامین۔ عربی، فارسی، سنسکرت، لاطینی، فرانسیسی، طبیعیات، کیمسٹری، نباتات، حیوانیات، ریاضیات اعلیٰ، سیاسیات، معاشیات، انگریزی زبان اور اس کا ادب۔ آئین دستوری (Constitutional Law) ہند، تعزیری قانون اور کارروائی اور انگریزی تاریخ میں سے صرف دو مضامین لئے جا سکتے ہیں۔ جملہ لازمی اور مضامین میں سے ہر ایک مضمون کے ۲۰۰ مارکس ہوتے ہیں۔ رعایت ان کے ساتھ کی جاتی ہے جن کی انگریزی اعلیٰ ہو۔ تمام مضامین میں کفایت کے ساتھ الفاظ استعمال کریں اور موثر الفاظ میں خیالات کا اظہار کیا جائے۔ یہ مقابلہ کا امتحان ہے لیکن امیدوار علیحدہ علیحدہ ہر ایک انتخابی رقبہ سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ اور کامیاب شدہ امیدواروں کی الگ الگ فہرستیں بھی تیار کی جاتی ہیں۔ پھر ان فہرستوں میں سے ہر ایک صوبہ کے فرقہ وارانہ تناسب کو پورا کرتے ہوئے قابلیت کے لحاظ سے امیدوار تقرری کے لئے انتخاب کر لئے جاتے ہیں۔ کامیاب امیدواروں کو غالباً تھوڑی سی ٹریننگ پولیس ٹریننگ اسکول میں دی جاتی ہے۔ پھر پولیس دفتروں میں کام سیکھنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مستقل تعینات کئے جاتے ہیں۔

ترقی۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جلد ہی ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ ہو جاتے ہیں۔ اور سپرنٹنڈنٹ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس۔ اور پھر انسپکٹر جنرل پولیس کے عہدہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

پولیس کے دفتروں کے لئے کلرک اور خزانچی۔ معمولی قابلیت کے نوجوانوں کے لئے پولیس کے دفتروں میں کام کرنے کے لئے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ کلرکوں اور خزانچیوں کے لئے تعلیم کا معیار میٹرک یا اسی کے مساوی دوسرا امتحان تک ہے۔ عمر اٹھارہ سال سے اوپر اور ۲۵ سال تک ہونی چاہئے۔ صوبہ کے تمام دفتروں میں کام کرنے کے لئے عموماً انسپکٹر جنرل پولیس ہر سال امیدواروں کا انتخاب کرتا ہے اور ان کا امتحان جو معمولی انگریزی، حساب وغیرہ کے مضامین پر مشتمل ہوتا ہے لیکن جہاں جہاں جگہیں خالی ہوتی ہیں بھیج دیتا ہے۔ امتحان کی تاریخ اور دیگر پروگرام معلوم کرنے کے لئے اپنے صوبہ کے انسپکٹر جنرل پولیس سے استفسار کریں۔ جونیئر کلرکوں اور نائب خزانچیوں کی تنخواہیں ۲۵ سے ۳۰ روپیہ ماہوار سے شروع ہوتی ہیں اور ۶۰، ۸۰ روپیہ ماہوار تک پہنچتی ہیں۔ جونیئر کلرکوں اور نائب خزانچیوں میں سے ہیڈ کلرک اور خزانچی بلحاظ مدت ملازمت انتخاب کئے جاتے ہیں۔

سید رضا احمد جعفری



باپ اور بیٹا

مسٹر برنگ بنگ کی شراب ختم ہو چکی تھی۔ اور ہنری نے اپنے اکلوتے لڑکے کا ذکر شروع کیا۔ اس کا نام نکولس تھا لیکن نکی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اس کے سر کے بال گھنگھریالے تھے۔ نیلی نیلی آنکھیں اور لمبی لمبی پلکیں۔ جب وہ مسکراتا تو اس کے دانت سفید موتیوں کی لڑی کی طرح نمایاں ہوتے۔ اسے ٹینس کا بہت شوق تھا۔ وہ تھا اور اور پھرتیلا تھا اس نے جلد کھیل میں مہارت حاصل کر لی۔ اچانک ایک ضیافت پر میری ملاقات ٹینس کے مشہور کھلاڑی کرنل پر یبازن سے ہوئی۔ اس نے مونٹی کارلو کے ٹورنامنٹ میں شرکت کا مشورہ دیا۔ میں اسے وہاں تنہا بھیجنے کے خلاف تھا۔ یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں اس کی غیر حاضری کی وجہ سے پڑھائی کا حرج نہ ہو۔ آخر بیوی کی سفارش پر میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اسے مونٹی کارلو میں اپنے کھیل کی نمائش کا موقع دیا جائے۔ رخصت کے وقت میں نے اس سے کہا میں نہیں چاہتا کہ تمہیں اس عمر میں اکیلے مونٹی کارلو جانے کی اجازت دوں۔ لیکن چونکہ تم اس بات پر مصر ہو اس لئے مجھے امید ہے کہ وہاں تم احتیاط سے قدم اٹھاؤ گے میں تمہیں لمبی چوڑی نصیحت نہیں کرتا۔ لیکن تین باتیں ضرور یاد رکھنا پہلی یہ کہ جوا نہ کھیلنا۔ دوسرے کسی کو قرض نہ دینا۔ اور تیسری بات یہ کہ تمہیں عورتوں سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھنا چاہئے۔ اگر تم کسی ایک بات پر عمل نہ کرو گے تو یاد رکھو سخت پچھتاؤ گے۔ "بہت اچھا" نکی یہ کہہ کر مسکرا دیا۔ مونٹی پہنچ کر اس نے کھیل کی نمائش کی۔ جو ضرور قابل تعریف تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہاں اپنی آخری شام پوری دلچسپی سے بسر کرے وہاں کی رنگین زندگی کا جس کا وہ ایک مدت سے چرچا سنتا آیا تھا نظارہ کرنا چاہتا تھا۔ ٹینس کے کھلاڑیوں کی آمد کی خوشی میں ایک ڈنر دیا گیا اور ڈنر ختم ہو کر سب ایک کلب میں چلے گئے۔ وہاں خوب ہنگامہ تھا۔ میز کے گرد کچھ عورتیں اور مرد بڑے جوش سے داؤ لگا رہے تھے۔ نکی کو زندگی میں پہلی بار ایسی جگہ کا موقع ملا تھا۔ وہ تو حیران رہ گیا۔ دوسرے کمرے میں گیا تو وہاں بھی یہی سماں تھا۔ ہزاروں لاکھوں کی ہار جیت ہو رہی تھی۔ نکی جیسے کم تماشائی کے لئے یہ بات خواب سے کم نہ تھی کہ ایک شخص صرف قسمت کے معمولی الٹ پھیر سے سینکڑوں ہزاروں پونڈ ہار جائے اور یونہی مسکرا کر خاموش ہو جائے۔ اس نے وہاں شراب کا مزہ بھی چکھا۔ اور جی میں آیا کہ وہ بھی قسمت آزمائی کرے۔

وہ ایک بڑی میز کے قریب آیا۔ جہاں بڑی تیزی سے ہار جیت ہو رہی تھی وہ چاہتا تھا کہ آج اپنی تقدیر کا تماشا دیکھے اس نے اپنے باپ سے یہ وعدہ تو نہ کیا تھا کہ وہ جوا نہ کھیلے گا۔ صرف اتنا کہا تھا کہ وہ اس کی نصیحت کو زہن میں رکھے گا۔ اس نے جیب سے سو فرانک کا نوٹ نکالا اور ۸ نمبر پر رکھ دیا۔ ایک سفید گیند تیزی سے گھومتی ہوئی اسی نمبر پر جا کر رک گئی۔ اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا اور خوشی میں کھو یا رہا۔ دوبارہ اسی نمبر پر شرط بھی نہ لگا سکا۔ پہیہ پھر گھوما اور گیند ۸ نمبر پر رک گئی۔ تم پھر جیت گئے۔ پاس کھڑے ایک شخص نے کہا۔ میں؟ "میں نے تو کسی نمبر پر بھی شرط نہیں لگائی۔" "۸ نمبر تمہارا ہی تو ہے۔ جب تک تم منع نہ کرو گے اسی نمبر پر تمہاری شرط قائم رہے گی۔" نکی کا دماغ چکرانے لگا۔ اس نے ۷ ہزار فرانک جیت لئے تھے۔ ایکا ایکی اسے یہ خیال آیا کہ دنیا میں دولت پیدا کرنے کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ وہ مسکرایا اور اس کی آنکھیں سامنے کھڑی ہوئی ایک لڑکی سے چار ہوئیں۔ تم خوش قسمت ہو۔ اس نے کہا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار جوا کھیلا ہے۔" "مجھے ایک ہزار فرانک کی ضرورت ہے۔ میں اپنا سب کچھ ہار چکی ہوں۔ ابھی آدھ گھنٹہ میں واپس کر دوں گی۔" وہ اپنا مطلب نکال کر غائب ہو گئی۔ نکی حیران تھا۔ ایک ناواقف کو قرض دینا کتنی بڑی حماقت ہے۔ اب اس کے پاس ۶ ہزار فرانک باقی تھے۔ اس نے دو بڑے داؤ لگا دیئے اور ہار گیا لیکن تیسرے داؤ پر ۲۰ ہزار فرانک اس کے ہاتھ آ گئے۔ نوٹ جیب میں ڈال کر اس نے باہر نکلنے کے قدم اٹھایا۔ وہ لڑکی سامنے کھڑی تھی۔ " یہ رہا ہے ہزار فرانک" میں کبھی دیر سے تمہیں تلاش کر رہی تھی۔"

نکی نے حیران نگاہوں سے اسے دیکھا وہ تو نا امید ہو چکا تھا۔ اس کے باپ نے اسے جوا کھیلنے سے منع کیا تھا۔ اور اس نے ۲ ہزار فرانک جیت لئے۔ قرض دینے سے روکا لیکن اس نے ایک اجنبی کو ہزار فرانک قرض دیئے اور واپس مل گئے۔ اسے یقین تھا کہ اس کے باپ نے اس کے متعلق غلط اندازہ لگایا۔ وہ اتنا بے وقوف تو نہ تھا۔

[illegible] پی اور [illegible] ناچ کے رہ [illegible]

کا فائدہ نہ کہا تھی۔ نکی نے جانے کی تیاری اور اس لڑکی سے اجازت طلب کی وہ کسی ٹیکسی بلانے سے اس کے ساتھ موٹر میں سوار ہو گئی۔ نکی کے باپ نے اسے عورتوں کے میل ملاپ سے روکا لیکن اس نے اس بات کا وعدہ تو نہ کیا تھا البتہ یہ کہا تھا کہ اس کی نصیحت کو یاد رکھے گا اسے اب بھی اپنے باپ کے الفاظ یاد تھے مگر حالات نے مجبور کر دیا تھا۔ وہ اسے اپنی تصویر دکھانے کے بہانے اپنے مکان پہ لے گئی۔ اور کمرے میں قدم رکھتے ہی! "پیارے"۔ ان الفاظ نے اس کے دماغ میں باپ کی نصیحت کو پھر تازہ کر دیا۔ لیکن وہ کچھ نہ کر سکا۔ اس کی نیند بہت کچی تھی۔ ایک ذرا سی آہٹ پانے پر اس کی آنکھ کھل جاتی۔ صرف تین گھنٹے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے محسوس کیا کہ کمرے میں کوئی شے حرکت کر رہی ہے یہ اس کی میزبان تھی وہ دبے پاؤں اس کی طرف آئی۔ غور سے اس کی طرف دیکھا۔ کمرے میں کچھ ایسا اندھیرا نہ تھا کیونکہ ساتھ ہی غسل خانے میں بجلی روشن تھی۔ وہ حیران تھا کہ اسے کیا ہو گیا ہے وہ اس کرسی کی طرف گئی، جہاں اس نے کپڑے اتارے تھے اور پھر مڑ کر نکی کی طرف دیکھا۔ اس نے جیب سے نوٹ نکالے اور کوٹ پر وہ سب کپڑے ڈال کر پھولوں کے گملے سے پودا نکال کر نوٹ رکھ دیئے اور پھر پودا لگا دیا وہ شور مچانا چاہتا تھا۔ لیکن اجنبی تھا خاموش رہا۔ وہ اپنے بستر پر چپکے سے لیٹ گئی۔ پھر ایک فرضی انگڑائی لی۔ نکی کی زبان بند تھی لیکن دماغ اپنا کام کر رہا تھا۔ وہ تو پہلے ۲۰ ہزار فرانک سے ایک نئی موٹر خریدنے کا خواب دیکھتا رہا۔ لیکن اب بات ہی کچھ اور ہو گئی تھی۔ اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا کہ یہ فرانک اس کے تھے۔ لڑکی کے سانس سے اس نے اندازہ لگایا کہ وہ اب سو گئی ہے۔ وہ جھجکتا ہوا بستر سے اٹھا۔ غور سے اس کی طرف دیکھا اور دبے پاؤں گملے کی طرف بڑھا۔ لڑکی کے کروٹ لینے سے اس کا دل اور بھی دھڑکنے لگا۔ تھی ہمت کر کے اس نے گملے میں سے پودے کو نکال کر جو نہی نوٹوں کو اس کی انگلیوں نے چھوا۔ جان میں جان آئی۔ پھر اسی طرح پودے کو گملے میں لگا کر وہیں رکھ دیا۔ اور نوٹ کوٹ کی جیب میں سنبھال کر کپڑے پہنے اور جوتا ہاتھ میں لے کر باہر جانے کے لئے دروازہ کھولا۔ "کون ہے؟" وہ جلدی سے بستر پر سے اٹھ بیٹھی۔ نکی کا دل ہل گیا لیکن اس نے اپنے حواس قائم رکھے: "میں ہوں، ۶ بج گئے ہیں اور مجھے اب جانا ہے؟"

"وہ! میں تو بھول ہی گئی تھی۔ ۔ مجھے کتنی نیند آ رہی ہے۔"

[illegible] بھی عادت پڑ چکی تھی [illegible] تھا۔ صبح کی تازہ ہوا نے اس کی طبیعت پر خوشگوار اثر کیا۔ وہ پیارس کی [illegible] حسین پھولوں کا نظارہ کرتا اپنے ہوٹل پر پہنچ گیا۔ دوبارہ ابھی جھاڑو دے رہے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں جا کر گرم پانی سے نہایا۔ کپڑے تبدیل کئے اور پھر ناشتہ کر کے جہاز پر سوار ہونے کے لئے ہوائی اڈے پر پہنچنے کی غرض سے موٹر پر سوار ہو گیا۔ وہ اس وقت اپنے نئے پائپ میں تمباکو ڈال کر دھوئیں کے بادل اڑا رہا تھا۔ اس کے پاس اب بیس ہزار فرانک کے نوٹ تھے۔ وہ انہیں ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور گننے شروع کئے۔ یہ بیس کے بجائے چھبیس نکلے۔ اس نے دوبارہ سہ بارہ گنتی شروع کی۔ ۲۶ ہزار فرانک۔ وہ اس معاملے کو سمجھ نہ سکا۔ اسے شک گزرا کہ شاید اس نے اسی قدر رقم جیتی ہو۔ مگر یہ کیسے ممکن تھا۔ یکایکی اسے ایک بات سوجھی یہ گملا تو شاید اس مکار لڑکی کی تجوری تھا جس سے وہ اپنے نوٹوں کے ساتھ اس کے نوٹ بھی نکال لایا تھا۔ اس نے قہقہہ لگایا۔ اور پھر یہ سوچ کر کہ جب وہ اپنے پودے کے نیچے سے ۲۰ ہزار فرانک کے نوٹ نکالنے جائے گی۔ تو دیکھے گی کہ اپنا بھی سب کچھ غائب ہے۔ وہ اب خوب ہنسا کیونکہ اسے لڑکی اور ہوٹل دونوں کے نام معلوم نہ تھے جو اس کی رقم واپس کر دیتے۔

یہ تھی وہ کہانی جو ہنری نے سنائی۔

"غصہ اس بات کا ہے کہ وہ اپنے کئے پر نازاں ہے۔ اپنی آپ بیتی مجھے سنا کر اس نے معصوم نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "ابا تمہاری نصیحت میرے کسی کام نہ آئی۔ تم نے مجھے جوا کھیلنے سے منع کیا۔ میں نے کھیلا اور مجھے کامیابی ہوئی۔ تم نے مجھے قرض دینے سے روکا اور میں نے اس لڑکی کو قرض دیا اور واپس مل گیا۔ تم نے مجھے عورتوں سے میل جول رکھنے کے خلاف کہا۔ لیکن مجھے اس میں ۶ ہزار فرانک کا فائدہ ہوا۔" ہنری کی یہ بات سن کر اس کے سب دوست کھل کھلا کر ہنس دیئے: "تمہیں حق حاصل ہے کہ دل کھول کر ہنسو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ وہی لڑکا جو میری ہر بات کو پتھر کی لکیر سمجھتا تھا اب مجھے پاگل سمجھتا ہے۔ وہ یہ نہیں مانتا کہ اس کی سب کامیابی محض اتفاقی تھی۔ بلکہ اسے اپنی چالاکی خیال کرتا ہے یہی بات ایک دن اسے ضرور ڈبوئے گی۔ تمہیں کہو کہ میری نصیحت اچھی نہ تھی؟ کیوں نہیں" تو پھر اس کمبخت کو اپنے کئے کی سزا ملنی چاہیئے تھی۔ تمہیں بتاؤ میں کیا کروں؟" اس کے دوستوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

(ترجمہ) کملا چیٹرجی

داغ اور دھبے

کپڑوں پر داغ اور دھبے خواہ کسی قسم کے بھی ہوں سب برے ہی لگتے ہیں۔ اور ہم کو اس بات کی فکر رہتی ہے کہ یہ ہماری غفلت اور لاپرواہی کا داغ دور ہو جائے۔ لہٰذا ہم نے تلاش اور مسلسل کوشش اور ذاتی تجربوں کے بعد میں نے چند ترکیبیں مختلف داغ اور دھبے دور کرنے کو اپنی عزیز بہنوں کے لئے پیش کرتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ بہنیں اس کو بوقت ضرورت آزمائیں گی اور خاطر خواہ نتیجہ حاصل کریں گی۔

(۱) چائے۔ کوکو۔ قہوہ اور کریم کے داغ سہاگہ چھڑک کر سرد پانی سے دھو ڈالیں۔ اگر داغ پرانے ہوں تو نمک استعمال کریں اور سہاگہ گرم پانی میں حل کریں۔

(۲) چکنائی کے داغ۔ پٹرول استعمال کریں (لیکن آگ کے سامنے نہیں) داغ فوراً دور ہوگا۔

(۳) دوائی کا نشان۔ الکوہل جو پانی کی شکل ہوتا ہے اس کو استعمال کرنے سے داغ دور ہو جائے گا۔

(۴) تمباکو کا داغ۔ نمک کا تیزاب لگا کر گرم پانی سے دھو ڈالیں

(۵) گھاس کا داغ۔ پہلے مٹی کا تیل لگا کر دھو ڈالیں۔ اگر اس طرح سے داغ نہ جائے تو الکوہل اور پھر لگا کر گرم پانی سے دھو ڈالیں۔

(۶) انڈے کا داغ۔ گرم یا ٹھنڈا پانی استعمال کریں۔ اگر اس سے داغ دور نہ ہو تو پٹرول استعمال کریں۔

(۷) پان کا داغ۔ داغ کو پہلے پھٹکری کے پانی سے دھونے کے بعد تازہ لیموں کاٹ کر داغ والی جگہ پر لگائیے اگر لیموں نہ ملے تو لیموں کا ست استعمال کریں۔ داغ دور ہو جائے گا۔ دوسرا طریقہ پوٹاشیم پرمیگنیٹ (لال دوا کنویں والی) لیکر ٹھنڈے پانی میں حل کر کے اس سے داغ والی جگہ کو گزار دیں پھر دھو ڈالیں۔ (خون کا داغ بھی اس سے دور ہو جائے گا)

(۸) سرخ روشنائی۔ ہائیڈروجن پراکسائیڈ استعمال کریں اس کے بعد داغ والی جگہ کو ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیں۔

(۹) بلو بلیک روشنائی۔ پوٹاشیم پرمیگنیٹ پانی میں حل کریں اور داغ والی جگہ پر لگائیں اس کے بعد آگزالک ایسڈ میں سے گزار دیں جو گرم پانی میں حل کیا گیا ہو ہائیڈروجن پراکسائیڈ سے بھی داغ دور ہو جائے گا۔

(۱۰) شراب کا داغ۔ گرم پانی میں نمک حل کر کے داغ والی جگہ کو ڈبو دیں مگر امونیا سوڈے میں حل کر کے لگائیں تب بھی داغ دور ہو جائے گا۔

(۱۱) پشین کا داغ۔ تارپین کا تیل لگا دیں داغ دور ہو جائے گا۔

(۱۲) سائیکل یا چکنائی کا داغ۔ بنی کا تیل استعمال کر کے گرم پانی سے دھو ڈالیں یا پٹرول استعمال کریں۔

کشور جہاں حمیدی۔ بدایوں

غلط کار رہنما سے

یہاں کیا کام دیں گی تیری رنگ آمیز تقریریں
بدلتی ہیں کہیں لفظوں سے بھی قوموں کی تقدیریں
یہ برہم ساز کا انساں، یہ زنگ آلود شمشیریں
بہت اچھی ہیں تیری "دل کے بہلانے کی تدبیریں"
یہ تیرے سامنے جو لوٹ کر رکھی ہیں شمشیریں
انہیں سے کاٹنی ہیں کیا تجھے پیروں کی زنجیریں
جہاں دولت کی دیوی چومنے آئے قدم تیرے!
وہاں سے کیا بلائیں گی تجھے بے مایہ تقدیریں
تجھے غیروں کی فولادی سلاسل کیا نظر آئے!
مقید کر گئیں نظروں کو جب سونے کی زنجیریں
ضرورت ہے، ہمیں اک دوسرے سے متحد کر دے
کہ مل جاتی ہیں جب کڑیاں تو بن جاتی ہیں زنجیریں
تجھے اے قوم کے معمار یہ معلوم ہی ہوگا
اگر اک اینٹ ہٹ جائے تو گر جاتی ہیں تعمیریں
نظر کی راہ کا تعمیر کر دے ایک ہی مرکز
نگاہوں کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں تصویریں
وطن کو آج کل ایسی زباں درکار ہے تجھ سے
دلوں میں زلزلے بیدار کر دیں جس کی تاثیریں
تجھے شمع ہدایت بن کے پہلے خود چمکنا ہے
اندھیرے دے نہیں سکتے کبھی دنیا کو تنویریں

[illegible]

خانہ داری

(جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے)

بچپن میں حسن: بچوں سے بھی حسن و آرائش پر خامہ فرسائی کرنا بعض کو عجیب معلوم ہو کہ ان کی بھولی بھالی ننھی بیبیوں نے اپنے دلوں میں خیال کیا ہے کہ ننھی بچیوں کو بھی حسن و جمال کی احتیاط کرنی چاہئے۔ میرا کہنا ہے کہ اس کے بارے میں جو ایک قائم رہنے کی تدبیریں ہیں جو اس وقت عمر میں پالی جاتی ہے۔ مجھے کسی حالت میں اس کے ہاتھوں کی نرمی سفیدی اور دلکشی کم نہ ہونے دینی چاہئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ میں سے بعض بیبیوں نے اپنی بچی کے حق میں اس قسم کی باتیں سوچی ہوں گی جب آپ خود بچی ہوں گی اور وہ کھیلتی پھرتی ہو گی۔ آپ کے دل میں اس کے فائدہ کے اسی قسم کے خیالات آتے رہتے ہوں گے جیسے آپ اپنے ہر آرام و لطف میں اسے شریک کرنا چاہتی ہو۔ کوئی وجہ نہیں بناؤ سنگھار کے معاملہ میں شرکت کا کیسے خیال نہ آیا ہو گا۔ کیونکہ وہ دنیا میں تمہارے لئے سب سے زیادہ پیاری چیز ہے۔

اچھا بیبیو بچی خواہ پنگوڑہ میں ہے یا دس گیارہ برس کی ہو گئی ہے یہ زمانہ اس کے سوچ بچار کے لئے نہ قبل از وقت ہے یا بعد از وقت مگر کیا تدابیر اختیار کی جائیں کہ وہ بڑھ کے خوبصورت بن جائے۔ یہ وہ وقت ہے کہ اس وقت جتنا زیادہ حسن و دلکشی کے سلسلہ میں کیا جائے بہت آسانی اور جلدی سے بار آور ہو گا۔ بلوغ میں فطرت کی مدد کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا بہت دقت طلب ہے۔ بچپن میں حسن کا حصول آسان ہے بلوغ حاصل ہونے پر بہت جانفشانی کی ضرورت ہے۔

یہ کہ وہ باتیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ تمام بچے عادت کے بندے ہیں اور بناؤ سنوار بچے اپنی ماؤں کی نقل کیا کرتے ہیں پس درست طریقے سے بتلا دیجئے کہ آپ کی بچی [illegible] حسن سنوار عادات اختیار کرے آپ [illegible] نہ رکھیں کہ [illegible] دانت صاف کرا دو بلکہ بتلائیے کہ [illegible] کے ہاتھ [illegible] صاف کریں بات آپ کو اپنا بچی برش استعمال کرتے دیکھے [illegible] بالوں میں کنگھی [illegible] کرنے اور [illegible] حسن و جمال کے [illegible] اپنے ناخنوں کی دیکھ بھال کی بہت

کریں اور اسے اس کے لئے ایک کھیل بنا دیں اور یہ حقیقت کا ذریعہ [illegible] ستھرے ہاتھوں اور عمدہ ناخنوں کے لئے چھوٹا سا انتظام مقرر کر دیں اسے سکھائیں کہ ہاتھوں کو [illegible] صاف رکھنے اور [illegible] گندہ کرنے میں ملوث کیا جاتا [illegible] آپ کی بچی [illegible] ہو گی ہے بھرائی [illegible] پوڈر یا لپ سٹک [illegible] یا روز گالوں کی سرخی [illegible] پوری جوان ہونے کے زمانہ تک ہرگز استعمال نہ کرنے دیں [illegible] رنگ روپ کے متعلق جو بہت سی شکایات پیدا ہو جایا کرتی ہیں ان کی [illegible] ابتدائی زندگی میں ہی پایا جاتا ہے۔ بند مسامات کی [illegible] شکایات [illegible] کو دور کرنی پڑتی ہیں۔ ان کی وجہ یہ ہے کہ بچپن میں جب گالوں کی [illegible] ستھری [illegible] تھی اس [illegible] پوڈر [illegible] کا جاتا رہا۔ اور اس سے پہلے [illegible] لئے کوئی بنیاد استعمال نہ کی اور سونے سے پہلے اسے [illegible] صاف بھی نہ کیا جاتا رہا۔ سب جانتے ہیں کہ ہمارے مقابلہ میں [illegible] بہت کم [illegible] لڑکیوں کے چہروں پر [illegible] کے وقت زیادہ پسینہ آیا کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باسی پوڈر یا غبار [illegible] پسینہ سے چہرہ پر [illegible] جاتے ہیں [illegible] پھیلے [illegible] مسامات میں گھس جاتے ہیں اور طرح طرح کی شکایات مثلاً کیل مہاسے [illegible] مسام اور [illegible] پیدا ہو جاتی ہیں ان صورت [illegible] چہرہ دھونا نہایت ضروری امر ہے [illegible] طور سے دیکھ لینا چاہئے۔ اطمینان کر لینے کے بعد سونے کی اجازت دینی چاہئے۔ ایسا ہی ضروری خوراک کا سوال ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر [illegible] اپنے بچوں کو بعض غذاؤں کے فوائد اور خراب اور غلط قسم کی خوراک کے خطرات کا سبق دیتی رہے تو دنیا میں بہت کم بیماریاں [illegible] انسانی جسمانی طور سے رفتہ رفتہ خوبصورت بھی بن جائے۔

حسن کے بعض سبق تعجب ہے کہ بچپن میں پڑھے ہوئے سبق ہمیں بہت یاد رہتے ہیں۔ ایک بچی کو [illegible] میں بتایا گیا کہ [illegible] سے پہلے [illegible] وہ جوان ہونے تک اس پر [illegible] سمجھتی ہے کہ اس کے [illegible]

[illegible] نہ کر سکے گی۔

[illegible] بہت سی باتیں بچوں کے [illegible]
[illegible] میں بتایا جائے کہ سیب ناخنوں کو عمدہ بناتے ہیں [illegible]
[illegible] کے لئے وہ ابھی تک [illegible] بہت سا تیل [illegible]
[illegible] سانس نہ لیا کرے۔ اسے یہ بھی سکھائیں کہ [illegible]
[illegible] میں رفع ہو کے رہنے سے اس کا جسم چھریرا اور
[illegible] ہوگا اور میک اپ [illegible] ڈالنے کے مقابلے میں ایک ذرا
[illegible] سے وہ لوگوں کے دلوں میں محبت اور وقار قائم کر سکے گی۔
[illegible] نہایت ہی عمدہ تعلیم قدر سبق ہیں۔ بچپن میں ہی وقت پر [illegible]
[illegible] گی وہ اس کی زندگی کا ایسا جزو لاینفک بن جائے گی کہ وہ دن
[illegible] شروع ہی اسی وقت کرے گی جب اپنے حسن افزا فرائض کو
[illegible] ادا کرے گی۔

[illegible] آپ کا ایک اور اہم فرض ہے جس کے لئے میں آپ کو
[illegible] اپنے بچے کے اندرونی عوارض کا حساب کتاب رکھئے
[illegible] بتائیں کہ جب اس کا معدہ خراب ہو آپ کو فوراً خبر کر دیا کرے کیونکہ
[illegible] بہت سی بیماریوں کی جڑ پوشیدہ ہے۔ جن میں سے بعض بعد میں ناقابل
[illegible] ثابت ہوتی ہیں۔

جلد میں نکھار

(۱) اپنی جلد کو دیکھئے۔ پہلے سے زیادہ نکھار اور روشنی
[illegible] عمدہ غذا اختیار کریں۔ ہر رات اسے استعمال کریں
[illegible] پوڈر کے لئے بھی بنیاد کے طور پر تقویت پہنچانے والی
[illegible] Nourishing [illegible] استعمال کریں۔ مالش کے طور پر اسے
[illegible] لگائیں۔ پوڈر کی بنیاد کے طور پر اسے پتلی تہہ لگا کر خوب ملیں۔
(۲) ہاتھوں کو دیکھئے۔ ان پر اس وقت توجہ دینا چاہئیں کہ شروع
[illegible] لیموں کے رس کی دو چمچیاں، سرکہ [illegible] کی ایک چمچ اور
[illegible] کے چند قطرے آپس میں خوب ملائیں۔ اس کے بعد گلاب
[illegible] کافی مقدار میں ملا کے اسے [illegible]
[illegible] بادام کے چند قطرے ملا کے اس مرکب کو تیار کریں۔ یہ لیپ
[illegible] رات بھر رہنے دیں۔ صبح وقت ڈھیلے کپڑے کے دستانے
[illegible] ہو گا۔
[illegible]
[illegible]

[illegible] کریں۔

(۳) ناخنوں کو دیکھئے۔ اگر جلد کھردری اور خشک ہے تو [illegible] کریم یا تیل
[illegible] Cuticle [illegible] ایک ہفتہ تک لگائیں [illegible]
اور خشک کریں۔ اس کے بعد [illegible]
سر کریم میں [illegible] روئی [illegible] کو [illegible] کریم کو پیچھے
کی طرف کھینچ دیں اور ناخنوں کے کنارے [illegible] لگائیں۔ جب ناخنوں پر پالش
لگائیں تو کیوٹیکل کریم یا ذرا سا تیل ناخنوں کے کناروں کے گرد ضرور لگایا کریں
اور ناخنوں پر بھی تیل مل دیں۔ جب وارنش بالکل خشک ہو جائے اس وقت
تیل لگائیں۔ اگر پہلے لگائیں گے تو وارنش جمے گا نہیں۔

(۴) بالوں کو دیکھئے۔ اگر وہ گرنے شروع ہو گئے ہیں تو ان میں جان
ڈالنے والی غذا پہنچانی چاہئے۔ بال اگر چکنے ہوں یا خشک ان کے مطابق
وہ غذا خشک یا چکنی ہونی چاہئے۔ ناخن برش سے وہ لگائیں۔ وہ تھوڑی تھوڑی
طشتری میں ڈالیں۔ بالوں میں مانگ نکال کے برش سے یہ غذا تیزی سے
لگاتے جائیں۔ جب ساری [illegible] تر ہو جائے مگر وقت ہو تو پوروں سے
چند بار دائرہ کی حرکت سے مالش کریں۔

خانگی ٹوٹکے

استری کا کرنے کے وقت جلنے کے دھبے پڑ جایا کرتے ہیں
اگر ہلکا سا دھبہ ہو اور کپڑا سفید یا بالکل ہلکے رنگ کا
ہو تو [illegible] سے دھبہ دور کیا جا سکتا ہے۔ طشتری میں ایک
چمچہ [illegible] ڈالیں اور اسی میں دو تین قطرے [illegible] ڈالیں [illegible] جلے
ہوئے دھبے کو اس میں ڈبونے کے بعد دھوپ میں خشک ہونے کے لئے [illegible]
دیں۔ اگر دھبے والے حصے کو پہلے سے نیم گرم پانی سے خفیف سا تر کر لیں
پھر مرکب میں ڈبوئیں تو [illegible] مؤثر طریقے سے [illegible]
اترنا شروع ہو جائے گا۔ کچھ رہ جائے گا تو [illegible]
ہو جانے کے بعد کپڑا دھو ڈالیں۔ [illegible]
معمولی جلے ہوئے کا دھبہ [illegible] ہو جاتا ہے۔ [illegible]
کہلاتا ہے جس سے کپڑا اگر [illegible]
[illegible] کے سوا اور علاج نہیں۔
[illegible]
[illegible]
([illegible])

سیر بین

مارشس میں مسلمان

بحر ہند کے جزیرہ مارشس میں ایک [illegible] ۷۲۰ مربع میل ہے۔ اس کی آبادی ۱۰۰،۰۰۰، ۳ ہے۔ اس کا دارالسلطنت [illegible] ہے۔ اس پر پہلے فرانسیسیوں کا قبضہ تھا۔ اب یہ انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ یہاں کی خاص پیداوار شکر ہے۔ فرانسیسیوں کے ہی زمانہ میں کچھ مسلمان وہاں موجود تھے۔ بعض خاندانوں کا پتہ ۱۷۹۱ء تک چلتا ہے۔ ان میں سے [illegible] بہت آسودہ حال ہیں۔ اور جزیرہ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بعض حکیم اور وکیل بہت مشہور ہیں۔ جب جزیرہ سے غلامی کی لعنت دور ہوئی تو ۱۸۳۴ء اور ۱۸۳۵ء کے درمیان مسلمان لوگ زیادہ تعداد میں وہاں جا کے آباد ہوئے۔ ان میں سے کچھ آدمیوں نے تجارت پر روپیہ لگایا لیکن زیادہ حصہ غریب ہونے کی وجہ سے کھیتی کیا کرتا تھا۔ جزیرہ بالکل زرعی ہے۔ زیادہ تر گنا بویا جاتا ہے۔ اس میں محنت کی بڑی ضرورت ہے۔ اس لئے ہندوستان سے مزدور وہاں لے جائے گئے۔ رضا شاہ سابق شاہ ایران معزول ہونے کے بعد پہلے اسی جگہ لایا گیا۔ اور پھر جنوبی امریکہ میں رکھا گیا۔ جہاں اس کا انتقال حال میں ہی ہو گیا۔

سرد ابال

عام طور پر ابالنے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ آگ نے ایک چیز کو اس قدر گرم کیا کہ وہ کھولنے لگی۔ مگر تجربہ نے بتایا ہے کہ جس طرح آگ سے کسی ٹھوس چیز میں ابال آ جاتا ہے اسی طرح کسی چیز کو ٹھنڈے سے اس قدر ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے کہ وہ ابلنے کے درجہ کو پہنچ جائے۔ ابال ایک عمل کا نام ہے جس سے کوئی چیز مائع سے ہوا بن جاتی ہے۔ جس درجہ پر کوئی چیز ابال کے درجہ پر پہنچ کر حالت بدلنے لگتی ہے اس کا درجۂ حرارت کہا جاتا ہے۔ پانی کا درجۂ حرارت ۲۱۲ فارن ہائٹ یا سو سنٹی گریڈ ہے۔ ہوا کے دباؤ سے درجہ میں فرق پڑ جاتا ہے چنانچہ پانی پہاڑ کی چوٹی پر تھوڑے سے درجہ پر ابلنے لگتا ہے بمقابلہ زمین کے کہ وہ [illegible] پر پانی [illegible] درجہ فارن ہائٹ یا [illegible] سنٹی گریڈ پر ابلنے لگتا ہے۔ بعض چیزیں پانی سے زیادہ درجہ حرارت چاہتی ہیں مثلاً سونا ۱۰۶۴ سنٹی گریڈ پر پانی بن جاتا ہے۔ اور ۲۵۳۰ پر ابلنے لگتا ہے۔ تانبا [illegible] ۲۳۰۰ پر ابلنے لگتا ہے۔ ٹین ۲۳۲ پر پگھلتا [illegible] اور [illegible] پر ابلنے لگتا ہے۔ گیسیں [illegible] ہیلیم گیس [illegible] سے ہوا کی شکل صورت نفی ۲۶۸ درجہ پر [illegible] ہی حاصل کر لیتی ہے۔ با الفاظ دیگر ۲۶۸ درجہ کی ٹھنڈک [illegible] کے لئے کافی ہے۔ نائٹروجن کو یہ حالت [illegible] سنٹی گریڈ کی ضرورت ہے۔

عجیب پودا

جزیرہ ہوائی میں ایک آتش فشاں پہاڑ [illegible] ویران پڑا ہے۔ اس میں ایک باغ قائم [illegible]۔ اس وقت یہ پودا اس کی چوٹی کے کنارہ کنارہ کثرت سے [illegible] اس کی شکل سفید تلوار کی سی ہے۔ اس کے پتے تو ہر طرف مڑے ہوئے ہیں اور ان میں لکیریں پڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ جن پر سفید سفید بال [illegible] ہوتے ہیں۔ جو دھوپ سے پودے کی نمی اڑنے نہیں دیتے [illegible] وجہ سے رنگ سفید معلوم ہوتا ہے۔ جب پودے کا قد تقریباً [illegible] ہے تو پتوں کی سفید گیند میں سے پھولوں کے گچھے نمودار [illegible] سے چھ فٹ تک بلند ہو جاتے ہیں۔ جب باغ [illegible] لوگوں نے ان سفید گیندوں کو توڑ کر پہاڑ کے نشیب میں [illegible] تماشہ دیکھنا شروع کیا۔ کیونکہ یہ کھیل اچھا معلوم ہوتا تھا۔ [illegible] کہ یہ پودا اب ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ نباتات [illegible] اور ہوا سے بچانے کے لئے اس پر خیمہ کا گھیرا تان دیتے ہیں [illegible] اسے ختم نہ کریں۔

پہلا سوار

سب سے پہلے انسان نے جس سرزمین میں گھوڑے پر [illegible] سیکھا سرزمین ایران ہے۔ اسے پانچ [illegible] سوسا سلطنت قدیم ایلم کا دارالسلطنت تھا اور وہ دنیا کا سب سے [illegible] شہر ہے۔ سوسہ میں جو کھدائیاں ہوئیں ان میں ڈبیاں [illegible] ہوئے جن پر گھوڑوں پر سوار آدمیوں کے نقش کندہ [illegible] زمین کے بہت اندر نکالی گئیں۔ ان سے جو اشیا [illegible] سے ۳۰ سو سال قبل مسیح کی تہذیب کا پتہ چلتا ہے۔ [illegible] معلوم ہوا کہ گھوڑا اولین زمانہ میں ہی انسان کا [illegible] بن گیا تھا۔



[illegible] کی سوزش - بعض [illegible]

کھال یا [illegible] مقام پر لگایا جائے تو سوزش پیدا کرتی ہیں۔ [illegible] ہوتی ہے یہ زیادہ احساس ... جسم پر جو [illegible] پیدا کرتی ہے جس وقت اس مقام کے خون کی رگیں وغیرہ پھیل کے اپنے اندر کی چیز یعنی [illegible] پانی نکالنے لگتی ہیں۔ اگر زیادہ لگا دی جائے تو چھالا پڑ جاتا ہے۔ جب چھالا پیدا کرنا ہو تو اس کا لیپ کیا جاتا ہے اور وہ کچھ دیر رہتا ہے۔ [illegible] کا مقام [illegible] جانے سے وہ حصہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اس سے [illegible] ہوتا ہے۔ اور اس کے سروں میں سرسراہٹ معلوم ہونے لگتی ہے۔ جسے ہم سوزش کہتے ہیں۔ بعض اور اشیا بھی اطبا اسی غرض کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

ہندو تیرتھ

مغربی گھاٹ (جنوبی ہند) سے کچھ فاصلہ پر جنوبی کنارے سے اوپر ایک چشمہ بہتا ہے۔ جسے دھارا ندی کہتے ہیں۔ دھارا تیز ہے۔ پانی صاف شفاف ہے۔ گرمیوں میں دوپہر کے وقت بھی ٹھنڈا رہتا ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اس کے پانی میں نہانے سے سارے گناہ دھل جاتے ہیں۔ یہی نہیں جسم کے سارے [illegible] جاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہر سال نومبر یا دسمبر کے مہینہ میں [illegible] سے جاتری وہاں جاتے اور نہا دھو کے پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ [illegible] لگتی ہیں۔ وہاں کی مقدس رتھ کا جلوس نکلتا ہے۔ خوب سجایا جاتا ہے۔ اور اس [illegible] رسے باندھ کے کھینچا جاتا ہے۔ ثواب [illegible] سمجھ کے ہر ایک اسے کھینچنے کے لئے رسہ کھینچتا ہے۔ خواہ وہ ایک لحظہ ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔ میلہ کے دنوں میں ۹ اور ۱۰ تک ۱۲ ہزار روپیہ مندر کے [illegible] پر کھانا کھلاتے ہیں۔ اس کا زیادہ بار ریاست میسور کے خزانہ پر پڑتا ہے۔ [illegible] کی [illegible] اس عقیدہ سے اس مقام کے مندر کی زیارت کو آتی ہیں کہ ان کے بچہ ہو جائے گا۔

اس مندر کے تقدس کے متعلق یہ روایت ہے کہ کرشن جی کا بیٹا [illegible] کسی عادتوں میں پڑ گیا تھا جس کی وجہ سے اسے [illegible] سب جگہ پھرایا گیا مگر اس کا علاج نہ ہو سکا۔ پھر [illegible] اس چشمہ پر آ نکلا۔ پیاسا تھا۔ پیاسے گرمی معلوم ہو رہی تھی وہ اس میں [illegible]۔ باہر نکلا تو بیماری جاتی رہی تھی اور اس کے بدن کی کھال ایسی [illegible] تھی جیسے نوزائیدہ بچہ کی ہوتی ہے۔ جس مقام پر وہ ندی سے باہر نکلا تھا وہیں سے شکرانہ کے طور پر یہ عالیشان مندر بنا دیا گیا ہے۔

[illegible]

[illegible] کے لئے [illegible] کیا جاتا [illegible] سالگرہ منائی جاتی ہے

مندر کے [illegible] کا منظر بہت خوب ہے۔ پیچھے پہاڑ ہے جس پر ہر قسم کے درخت بیلیں اور بوٹے لگے ہوئے ہیں۔ [illegible] ہزارہا پھولوں سے شہد اکٹھے کرتے وقت ایک عجیب گونج سی پیدا کرتی ہیں۔ مندر کے دالان میں سانپ بھرے رہتے ہیں جن کے متعلق اعتقاد ہے کہ سبرامنیا دیوتا کی حفاظت میں ہیں۔ بعض ان میں سے بہت [illegible] عمر کے ہیں۔

زمین کی قدیم حالت

ہفت اقلیم کے پرانے نقشے دیکھ کر آجکل کے طلبا سمجھنے لگتے ہیں کہ پہلے لوگ کس قدر بیوقوف تھے کہ زمین کا کیسا بے سروپا نقشہ بنا رکھا تھا کوئی ملک کہیں نظر آتا ہے کوئی کہیں مگر اب تحقیقات سے یہ پایا گیا ہے کہ یہ قطعہ بیس کروڑ برس پہلے خط استوا کے پاس واقع تھا اور افریقہ اور ہندوستان جنوبی قطب میں یا اس کے قریب واقع تھے۔ جنوبی ہند پر برف کی موٹی تہ جمی رہتی تھی۔ ان دنوں شمالی امریکہ برطانیہ یورپ اور چین کے کوئلے کے میدان قدرت تیار کر رہی تھی۔ جنوبی امریکہ جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا کے بیشتر حصے برف سے ڈھکے رہتے تھے اور یہ ملک ہندوستان سے مل کے ایک اقلیم بنے ہوئے تھے اور جنوبی افریقہ کا شمال اس وقت جنوبی قطب میں تھا اس وقت شمالی شاید بحر الکاہل کے علاقہ میں ہو گا مگر اس مقام پر اس کی برف کی چوٹیوں کی کوئی نشانی باقی نہیں پائی جاتی۔ اس وقت کے خط استوا کا نشان کرۂ ارض میں ڈھونڈنے سے یونہی سا مل جاتا ہے کیونکہ علاقے اس نباتات کی نشانیاں ہیں جو گرم مقامات کی دلدلوں میں خوب پھلتی پھولتی تھیں نقشہ ہفت اقلیم میں مختلف مقامات پر ہیں۔ ممکن ہے زمین کا نقشہ کسی زمانہ میں ایسا ہو۔ ہفت اقلیم کے اس نقشہ میں ملک [illegible] جاپان اور ترکستان وغیرہ کے قریب دکھایا گیا ہے اور بالکل [illegible] موجودہ نقشہ میں اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

چھلچھڑیاں

[illegible] میں [illegible] کے زمانہ میں ۱۵۰۰ [illegible] ڈھیر لگا گیا۔

محمد ظفر

چند جوابات

عصمت ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۲ء کے عصمت میں جو چند استفسارات عصمتی بہنوں کے چھپے ہیں۔ ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) جو بہن صاحبہ موٹاپے سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہیں وہ روزانہ چالیس دن تک ولائتی انجیر ایک عدد بہار منہ بہ ترکیب ذیل تیار کر کے کھائیں۔ مرغن اشیاء سے پرہیز۔ سادہ غذائیں زیر استعمال رکھکر ورزش مناسب جاری رکھیں۔

چالیس عدد خشک ولائتی انجیر لے کر ایک بوتل سرکہ میں ایک تولہ سیاہ مرچ ملاکر بھگو رکھیں جب خوب پھول جائیں تو استعمال کرنا شروع کر دیں۔

(۲) جن بہن صاحبہ کے خضاب وغیرہ سے سیاہ داغ پڑ گئے ہیں۔ اور جنہیں نزلہ زکام و مہاسوں کی شکایت ہے وہ گلشن شور کیور تھلہ سے مشورہ کر کے ادویات حاصل کر سکتی ہیں۔

(۳) داد رفع کرنے کے لئے لہسن دو پوتھی یا دو جوے لے کر ایک چٹکی چاولوں کے ساتھ اس قدر پیسیں کہ لیس پیدا ہو جائے اس مرکب کو مقام ماؤف پر لگائیں۔ جلن کا خیال نہ کریں اگر آبلہ بھی پڑ جائے تو بہتر ہے۔ اس پر تیل لگانے سے شفا ہو جاتی ہے اگر آبلہ نہ بھی پڑے تو پہلا مرکب علیحدہ کر کے کچھ دن جلد پر ضرور چھوڑ دیا جائے۔ داد جڑ سے دور ہو جائے گا۔

(۴) عمدہ گلقند تیار کرنے کے لئے دو سیر پختہ اچھے دیسی گلاب کی تازہ پتیاں حاصل کریں کسی واقف کار مالی سے سچا دیسی گلاب شناخت کروالینا چاہئے۔ اب ان پتیوں کو کسی چینی کے برتن میں ڈال کر چار سیر پختہ پسی ہوئی سفید قند آمیز کر کے صاف ہاتھوں سے خوب مل ملکر قند اور پتیوں کو یک جان کر دیں۔ اور ۲۱ روز تک مرتبان کو دھوپ میں رکھیں۔ نہایت عمدہ گلقند تیار ہوگا۔ پیٹ کی کثافتوں کو دور کرنے اور رفع قبض کے لئے گلقند ایک پیالی دودھ کے ساتھ شب کو استعمال کریں۔

نہایت [illegible]

[illegible] بنت ڈاکٹر شیخ محمد افضل ایڈووکیٹ کپورتھلہ

بزم عصمت

(۱) بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں خریداری نمبر کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جواب عصمت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں (۴) رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے لکھا ہوا ہو۔ (ایڈیٹر)

محترمہ بیگم صاحبہ میاں محمد بشیر صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے اپنے صاحبزادے فضل حلیم سلمہٗ کی شادی کی خوشی میں رسالہ عصمت کی اعانت کے لئے ایک سو ایک روپیہ کی رقم عنایت فرمائی ہے جو بذریعہ منی آرڈر روانہ خدمت ہے۔ محمد احسن کانپور

میرے بھائی اختر حسن گوہر علی (خلف مظہر حسن گوہر علی) عمر ۹ سال کا مکتب ۲۳ ؍ اپریل ۱۹۴۲ء کو بمیز خوبی انجام پایا۔ ماشاءاللہ بہت ذہین ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ ساتھ ترقی کے عمر خضری عطا فرمائے۔ دوسری خبر یہ ہے کہ میری ممانی جان (بیگم ڈاکٹر سراج الحق آئی۔ ایم۔ ای) کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ بچے کا نام غالو نصیر الحق رکھا گیا ہے۔ خدا والدین کے زیر سایہ پرورش کرائے۔ میں اس خوشی میں عصمت کو ایک خریدار دیتی ہوں۔

زہرہ بنت علی حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ پٹنہ

نہایت رنج و صدمہ کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرے دادا جان مولوی عبدالصمد صاحب ایم اے پنشنر ڈپٹی کلکٹر مدھیہ باکورہ۔ ۱۷۔ رجب روز یکشنبہ ہم سب کو روتا چھوڑ کر خدا کو پیارے ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) دنیا والے مرحوم کو بے حد عزیز رکھتے تھے۔ آہ —— خدا نے بھی انہیں عزیز رکھا۔ آسانی کے ساتھ بلا لیا۔ عصمتی بہنیں دادا جان مرحوم کی مغفرت کی دعا کریں۔ پانچ روپیہ کی ناچیز رقم نادار فنڈ کے لئے ارسال ہے۔

بنت مولوی عبدالسلام صاحب ایم اے

میں عصمتی بہنوں کو نہایت خوشی سے یہ مژدہ سنانی ہوں کہ میرے پیارے بھائی سید صابر علی متعلم گورنمنٹ کالج لاہور نے بیماری کے باوجود امسال ایم۔ اے کا امتحان اول درجہ میں پاس کیا

[illegible] ہمارے عصمت [illegible]

جو سکیں [illegible] اس لال فرزندگی پر اپنے عزیز بھائی کو دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

ہمشیرہ سید دربار علی شاہ از جگدرہ صوبہ سرحد

میری بھابی جان کو خدا نے بڑی بڑی آرزوؤں اور منتوں کے بعد ایک چاند سا بیٹا عطا فرمایا۔ بہنیں اس بچہ کی صحت و سلامتی کی دعا کریں۔

کوئی بہن اس کا تاریخی نام (خواہ عیسوی ہو یا ہجری) نکال کر بھیج دیں۔ اختر النساء خاتون

دلی شادمانی سے مطلع کرتی ہوں کہ میری بھاوج عزیزہ دیوان سراج النساء بیگم نجف خاں سیونی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جمعہ کی شب بتاریخ ۱۴ اگست کو دختر فرخندہ اختر عنایت فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ اس ننھی بچی کو عمر خضر بخت سکندر بخشے اور فخر خاندان بنائے۔

دیوان زادی نادر جہاں بیگم طاہرہ

عصمت میں ایک بہن صاحبہ نے یہ دریافت کیا تھا کہ تیل کس طرح کھایا جائے کہ اس میں بو نہ باقی رہے۔ اس کی سہل ترکیب یہ ہے کہ تیل ایک سیر پہلے خوب پکایا جائے اور جب پک جائے تو آٹا گوندھ کر ایک پاؤ ہی چھوڑ دیا جائے۔ اور اسی طرح جب وہ جل کر سرخ ہو جائے اور بھنیانہ باقی رہے تو اتار کر چھان لیا جائے۔ اور پھر استعمال کیا جائے۔ دختر محمد حنیف

کڑوا تیل پکانے کی یہ ترکیب خود میری آزمودہ ہے۔ اور اس کی بو کھانے میں ہرگز نہ معلوم ہوگی (مثل گھی) کے ہو جائے گا۔ جب تیل مذکورہ میں پکتے پکتے خوب جھاگ آجائیں تو اس وقت ایک سرخ مرچ ڈال دیجئے۔ پھر گڑ کی ایک چھوٹی سی گولی بنا کر ڈال دیجئے۔ جب وہ گولی بھی جل کر سیاہ ہو جائے تو اس کو بھی مثل مرچ سیاہ کے پھینک دیجئے اول تو اس تیل کی تیزی نکل ہی جائے گی اگر نہ نکلے تو گوندھے ہوئے آٹے کی ٹکیہ ڈال دیں پھر اس کو [illegible] نکال ڈالیں۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آپ چاہتی ہیں۔ [illegible] صاحبہ [illegible] بتائیں کہ کس شہر کی رہنے والی ہیں [illegible] جائے۔ فرخندہ [illegible]

[illegible]

جائے تاکہ [illegible] رہے [illegible] کا تیل [illegible] سے ہے جس کو میٹھا تیل کہتے ہیں۔ تو [illegible] کہ تیل کو [illegible] کر ذرا سی املی ڈال دیں اور خوب گرم کریں۔ یہاں تک کہ [illegible] ہو جائے تو املی نکال پھینکیں۔ بوقت ضرورت [illegible] بوقت ضرورت تھوڑا گرم کر سکتے ہیں۔ ایک [illegible] پر ثور رہے گی یا نہیں ہمیں نہیں معلوم۔ ہمارے یہاں [illegible] پر تیل میں بو نہیں رہتی۔ اختر سبحان

ایک بہن صاحبہ نے اپنی نند کے زکام کی بابت دریافت [illegible] جو علامات انہوں نے بیان کی ہیں۔ یہ کمزوری دماغ [illegible] لئے میں اپنا آزمودہ نسخہ لکھتی ہوں۔ دھنیا آدھ پاؤ [illegible] پیس کر اس میں سے اس کا گودا جیسے چاول بھی [illegible] رکھ لیں۔ پھر روز متواتر سات دن سوجی کا حلوا [illegible] شام کے وقت گرم گرم پر تیار شدہ گودا ایک تولہ کی بجائے کھائیں۔

ہدایت: سوتے تک پانی وغیرہ نہ پئیں۔ [illegible] کے آنے کا امکان ہے۔ یہ ہمارے گھر کا آزمودہ [illegible]

[illegible] بیگم

بیگم سید عبدالخالق صاحب بہادر دیولالی۔ [illegible]

عصمت کے ستمبر کے پرچہ میں شائع کرایا جس [illegible] ہوں۔ لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اگر صرف [illegible] کوئی زخم نہ ہو تو کس طرح دوا لگائی جائے گی۔ [illegible] لکھا ہے یہاں بہار میں اس نام سے لوگ [illegible] فرما کر اس کی ماہیت یعنی شناخت و دیگر کوئی [illegible] شائع کرائیں۔ بیحد ممنون ہوں گی۔ [illegible]

محترمہ بہن ۔ ا ۔ و صاحبہ۔ سوجی [illegible] کا خیال رکھئے۔ شکر [illegible] ہو۔ گھی ہرگز نہ [illegible] فکر نہ کریں۔

(۲) ریشمی کپڑے پر جیسا رنگ دینا ہو [illegible] میں کپڑا ڈال کر چولہے میں چڑھا دیں جب کھول [illegible] پختہ رنگ رنگنے کی ترکیب ہے۔ خورشید [illegible]

دوربین

(۱) کا مغربی محاذ۔ سخت لڑائی کے بعد فرانس کی مشہور بندرگاہ
ڈنکرک پر اتحادیوں کا قبضہ ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی انگلستان کی بندرگاہ
ڈوور کو دشمن سے نجات ملی۔ فرانس کی ساحلی توپوں کے جاری
ہونے والی تباہی بالکل بند ہوگئی ہے۔ یہ پہاڑی علاقہ ہے
پناہ گاہیں تیار بنائے گئے ہیں۔ ہر قصبہ میں جگہ جگہ چاکے
اکام دیتے تھے۔ ذراسی آہٹ ہوتے ہی لوگ ان میں چھپ
جاتے تھے۔ اسی وجہ سے جانی نقصان کم ہوا۔ ۴۱ ہزار کی آبادی گھٹ
کر ۱۱ ہزار رہ گئی۔ ۲۲۵ شہری مرے۔ ۲۶۱ سخت زخمی
ہوئے اور معمولی زخمی ہوئے۔ ۔۔۔۔ ۱۱ مکانوں میں سے دس ہزار کو نقصان
پہنچا اور بالکل برباد ہوگئے۔

(۲) اسا ما آزاد ہوگیا۔ وہاں ولیعہد نے بادشاہ کے آزاد
ہونے تک عارضی حکومت قائم کر دی ہے۔ ہالینڈ کا بہت سا حصہ اتحادی
کے قبضہ میں ہے۔ آرنہم پر جو فوج انگریزوں نے چھتریوں سے
(۳) اتاری تھی وہ موسم کی خرابی کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ اس طرف
ایک چھلانگ لگا کر جرمنی میں بڑھتے چلے جانا بہت آسان تھا۔ پھر اور بادلوں
کی وجہ سے فوج زیادہ فاصلہ پر غلطی سے اتار دی گئی۔ جب
تو بہتر رہے۔ اس نے آرنہم کو گھیرے میں لینے سے روک دیا
تو پھر مرکب فوج کمک نہ پہنچ سکی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا
دور ہو جانے کا اس کا سپہ سالار آٹھ ہزار میں سے دو ہزار سپاہیوں
(۴) کو صحیح سلامت لے گیا۔ باقی مر گئے یا قید ہوگئے
کی تازہ چھتریاں ۔۔۔ میں بہادری کی روح پھونک دی ہے۔
شناخت کرو الینا ۔۔۔ کی طرف فوجیں بڑھ رہی ہیں اور دوسری
میں ڈال کر مارسیلز ۔۔۔ کے قریب اتحادی لشکر پہنچ چکے ہیں
ساحل سے ۔۔۔ جرمنوں کے قبضہ میں رہ گئی ہے۔
اور ۱۱ روز تک ۔۔۔ اڑن بم انگلستان کی طرف روانہ کرتے
تھے ۔۔۔ ساحل پر ہی برباد کر دیئے جاتے ہیں۔ اور
کے ۔۔۔ پہنچ سکے ہیں۔
نہایت ۔۔۔ فوجیں پہنچ کر مشہور شہر ایکس لاشیپل
۔۔۔ ہیں جو بہت ۔۔۔ سے بچائے رکھے گا

عزم کر لیا ہے۔ مگر جنوبی ۔۔۔ کی ۔۔۔ دشمن
کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اتحادی ۔۔۔ کو سپاہیوں کے ساتھ اس پر
پر حملہ کر رہے ہیں۔ جنگ نہایت سخت ہے مگر اتحادی سب آہستہ
احتیاط کے ساتھ بڑھتے جاتے ہیں۔

روسی محاذ

روس نے بلغاریہ اور رومانیہ کو اپنے قبضہ میں لے کے اپنی شرائط صلح ان دونوں سے منوالیں۔ اور
یوگوسلاویہ میں بڑھنا شروع کر دیا۔ اس کی فوجیں بڑے بڑے مضبوط
مقامات سر کرتی ہوئی بلغراد پر قابض ہوگئیں۔ ساتھ ہی ساتھ روسیوں
نے ہنگری پر اپنے زبردست حملے جاری رکھے۔ اور اب وہ اس کے
دارالسلطنت بڈاپسٹ کے قریب پہنچ گئی ہیں۔ جرمنوں کی اندرونی فوج کا
سردار جلد حالات سنوارنے کے لئے وہاں گیا مگر کسی نے اس پر حملہ
کیا۔ وہ زخمی ہوگیا۔ تقریباً سارا ٹرانسلوینیا جو جرمنوں نے رومانیہ سے
ہنگری کو دلوایا تھا اب جرمنوں کے قبضہ سے نکل چکا ہے۔ ہنگری
نے روسیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ مگر جرمنوں نے
بڑھ کر ملک پر قبضہ کر لیا اور اب وہ روسیوں سے مصروف جنگ
ہیں۔ مگر روسیوں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہیں جاتی۔
پولینڈ کا معاملہ البتہ تشویش انگیز ہے کیونکہ روسیوں کا رویہ اتحادیوں
سے جداگانہ ہے۔ وارسا میں محبان وطن نے جرمنوں کے خلاف عام
بغاوت کی اور نہایت زبردست مقابلہ کیا۔ انہیں یقین تھا کہ روسی ان
کی مدد کو جلد قدم بڑھائیں گے۔ مگر تعجب ہے کہ روسی آگے بڑھ کے ان
کی مدد کو نہ آسکے اور سخت مقابلہ کے بعد وارسا والوں کو جرمنوں کے
سامنے ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ روس اتحادیوں کو الزام دیتا ہے کہ
ان کی وجہ سے وارسا میں قبل از وقت بغاوت ہوئی اور وہ اپنے نقشہ
جنگ کو بدل کے اس طرف قدم اٹھانا اپنے سخت مضر سمجھتا ہے۔ روس
نے حکومت پولینڈ مقیم لندن کو بالکل تسلیم نہیں کیا۔ اپنی طرف سے
ایک نئی ہی انتظامی حکومت پولینڈ میں ۔۔۔ کر ۔۔۔
۔۔۔ بھی کام آیا جرمنوں کو ۔۔۔ کے ۔۔۔
کا امکان ہے۔ وزیر اعظم مسٹر چرچل مسٹر ایڈن ۔۔۔ کے
کیونکہ میں ۔۔۔ روز ولٹ سے گفت و شنید کرنے کے ۔۔۔ کا

... جنگ پہنچ جاتا ہے جا تعبیہ نا ... جو ... ہیں کا ... نہایت
ہوشیاری سے انہوں نے سمجھ لیا اور اب برطانیہ شادال و ... حال
کامیاب ... آئے ہیں۔

... فوجیں اپنے نقشہ کے مطابق وارسا کی طرف سے حملہ کرنے
کے ... مشرقی پرشیا میں ... گھس گئیں۔ ... کو اپنا مشہور
... خالی کرنا پڑا۔ اب کونگسبرگ خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ اس
... سے خیال کیا جاتا ہے کہ اگلے ملہ میں ... مشرقی پرشیا سے
... کو نکال دیں گے۔ روسیوں نے ریگا بھی لے لیا۔ خلیج فن لینڈ
میں ... حاصل کر لیا ہے۔ ریاست ہائے بالٹک بھی روسیوں کے
قبضہ میں آ چکی ہے۔ اتحادیوں نے آسٹریا والوں کو پیام دیا ہے کہ
اب وقت ہے کہ وہ اُٹھ کے آزادی حاصل کریں۔

یورپی جنوبی محاذ سال بھر سے زیادہ جنگ کرنے کے بعد اتحادی
وسطائی اٹلی پر قبضہ حاصل کرنے میں کامیاب
ہو گئے ہیں۔ جرمنوں نے سلیقہ اور ... سے اس علاقہ میں جنگ کی۔
کیسل رنگ جرمن سپہ سالار بہادری سے لڑتا ہوا پیچھے ہٹ رہا ہے
رمنی فتح کرنے کے بعد اب اتحادی بولونہ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے
ہیں ... پہاڑوں میں وہ گھس گئے ہیں اور امید ہے کہ جلد درّہ برینر
اتحادی توپوں کی زد میں آ جائے گا۔ انگریزوں نے البانیہ اور یونان
میں فوجیں اتار دیں۔ اور فتوحات حاصل کرنی شروع کر دیں۔ یونان
کے دارالسلطنت ایتھنز پر ان کا قبضہ ہو گیا ہے مصر سے یونانی جلاوطن
حکومت وہاں واپس پہنچ چکی ہے۔ یونان کا بیشتر حصہ آزاد ہو گیا ہے
جرمن ... کی بندرگاہ برباد کر رہے ہیں۔ مجمع الجزائر میں سے کئی
جزیرے انگریزوں کے قبضہ میں آ چکے ہیں۔

جاپانی محاذ بحرالکاہل میں امریکیوں نے جارحانہ پیش قدمی شروع
کر کے کامیابیوں کا دور شروع کر دیا۔ تارادا سائی
پان گوام پلاؤ جزائر پر قبضہ کر چکنے کے بعد انہوں نے جزائر فلپائن میں
بھی فوجیں اتار دیں اور وہ کامیابی سے بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ جزیرہ
... بحری جنگ ہوئی جس میں جاپانیوں کو سخت نقصانات
اٹھانے پڑے۔ خاص جاپان کے جنوبی حصہ پر امریکی بمباروں نے
حملے کر کے نقصان پہنچایا۔
برما میں اتحادی فوجیں بڑھ رہی ہیں۔ آسام کی سرحد پر بھی

... زمین کا ... سے ... کامیابی ...
میں البتہ جاپان کو کامیابیاں ہو رہی ہیں۔ ... کہ ... سے
اتحادی چین کے ساحل پر کسی نہ کسی جگہ ضرور جاپانی فوجیں آ اُترنے ...

تاروں کا جھرمٹ ... گرفتار کر لیا گیا ہے ...
کی درخواست نامنظور کی گئی۔ ان پر ... سازش ... کے
کا الزام ہے۔ ان کا ملازم سرکاری گواہ بن گیا ہے۔

سابق شاہ ایران رضا شاہ کی لاش جنوبی افریقہ سے قاہرہ
میں دفن کئے جانے کے لئے لائی جا رہی ہے۔

مسٹر جناح اور مسٹر گاندھی میں ہندو مسلم سمجھوتہ کے لئے بمبئی
میں جو بات چیت ہو رہی تھی۔ آخر ناکام ثابت ہوئی۔ ملک میں ...
کے حامی اپنے اپنے لیڈر کو حق بجانب ثابت کرنے میں ... ہیں
اتحادیوں نے جنرل ڈیگال کی فرانسیسی حکومت کو ... طور پر باقاعدہ
تسلیم کر لیا ہے۔

باوجود جنگ کے اس دفعہ ۱۷ ہزار مسلمان حج کے لئے پہنچ گئے
ہیں۔ ان میں سے دس فیصدی عورتیں ہیں۔

ابنائے وطن کی قومی دریا دلی کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔ مہاراجہ
پٹیالہ نے سرہند کے تاریخی گوردواروں کی از سر نو تعمیر کے لئے پانچ لاکھ
روپیہ دیا۔ مسز گاندھی کی زوجہ کی یادگار قائم کرنے کے لئے اب تک
ایک کروڑ روپیہ کے قریب جمع ہو چکا ہے۔

حج کے اخراجات کثیر کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ
حکومت کی رقوم جہاز کے کرایہ وغیرہ کے ہمراہ پیشگی وصول کی گئیں
ان رقوم میں معلم کی فیس جدہ سے مکہ منیٰ عرفات تک جانے آنے
سفر اور مکہ سے مدینہ اور وہاں سے واپس پہنچنے کا کرایہ ... کے
ذریعہ فی کس ایک ہزار چالیس روپیہ بارہ آنے ... کے ذریعہ
۱۴۷ روپیہ بارہ آنے شامل تھا۔ اگر مدینہ ... جائیں تو بذریعہ
لاری ۴۴۴ روپیہ چار آنہ اور بذریعہ ... ۲۲۳ روپیہ چھ آنہ ...
دسمبر کے موقعہ پر ... روپیہ میں ...
... میں ایک باپ اپنے بیٹے کو ... سے روکتا
... بیٹے نے ... باپ ...

[illegible]

سیدہ کی بیٹی

حضرت زینب کبریٰؑ کی مفصل مکمل اور جامع سوانحعمری جو علامہ [illegible] صاحب نے کئی سال کی تحقیق و تلاش اور محنت جانفشانی [illegible] ہے۔ یہ حالات زندگی رسول اکرمؐ کی اس لاڈلی کے ہیں جس نے اسلام کے [illegible] جیسے پیارے بھائی پر جگر کے ٹکڑے قربان کرنے کے بعد ایسی [illegible] اٹھائیں کہ ان واقعات کے خیال سے قلب [illegible] ہوا جاتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا [illegible] کون کے خون، تربیت، ماحول اور صحبت کا انسان کی طبیعت پر کس قدر گہرا اثر پڑتا ہے۔ سیدہ کی بیٹی بتائے گی کہ اسلام کسے کہتے ہیں، انسانیت کیا چیز ہے۔ دنیاوی تعلقات کا مطلب کیا ہے۔ شوہر کی رضامندی، بچوں کی تربیت، ماں باپ کی خدمت اور بہن بھائیوں کی محبت کیا معنی رکھتی ہے۔ اسلامی تاریخ سے واقفیت ہونے کے علاوہ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ کربلا کے حقیقی اسباب کیا تھے۔ اور کربلا کے بعد کیا ہوا۔ دشت کربلا کا حال کس قدر درد انگیز ہے۔ اس کے متعلق یہی کہنا کافی ہے کہ مصنف "وداعِ راشد" کے قلم سے یہ واقعات ادا ہوئے ہیں۔ ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بغیر آنسو بہائے پڑھ یا سن سکے۔ شیعہ سنی دونوں فرقوں میں پسندیدہ نظروں سے دیکھی جا رہی ہے۔ دوسری مرتبہ آفسٹ کاغذ پر چھپی۔ قیمت تین روپیہ۔ گلابی کاغذ کا [illegible]

عصمت کی کہانی

"دینِ دنیا کی تاریخ" مولانا راشد الخیری ہندوستان کے پہلے ادیب اور اہلِ قلم ہیں جنہوں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان کو اپنے مشہور نسوانی رسالہ عصمت کی تاریخ سے [illegible] ہندوستان میں کسی اخبار یا رسالہ کا جاری کرنا اور پھر اُسے قائم رکھنا [illegible] ہے جس کا عام لوگ تصور بھی نہیں کرسکتے۔ علامہ راشد الخیری نے رسالہ عصمت کی [illegible] سالہ زندگی کے [illegible] کر کے بتا دیا ہے کہ [illegible] ہندوستان کی سرزمین کس قدر [illegible] ہے۔

عصمت کی کہانی پڑھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس مشہور رسالہ [illegible] علامہ راشد الخیریؒ نے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں [illegible] [illegible] اور آپ نے مستقل طور پر قوم کی خدمت کرتے رہے [illegible]

دوشالہ

شگفتگی سنجیدہ ظرافت، طنز و ملیح [illegible] معاشرت اور اصلاحِ اخلاق سے متعلق دلچسپ گدگدی [illegible] ہوئی باتیں۔ بڑے اور بچے، شہری اور گنوار [illegible] ہر عمر، ہر حیثیت اور ہر ماحول کے شخص کی [illegible] تصنع اور بناوٹ کا نام تک نہ ہو۔ اعلیٰ ادبی چاشنی [illegible]

یہ ہیں چند خصوصیات محترمہ آمنہ نازلی کے [illegible] جو اُردو رسائل میں شائع ہو کر قبول عامہ حاصل کرچکے [illegible] کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔

چند ڈراموں کے عنوانات یہ ہیں۔

دوشالہ۔ ماں۔ شوہر کی شادی۔ خود بھابی۔ [illegible] روشن خیال دلہن وغیرہ

کاغذ بہترین سفید لکھائی چھپائی اعلیٰ۔ جلد پائدار [illegible] دیدہ زیب قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (۱ عہ)

وداعِ راشد

حیاتِ راشد کا آخری باب

حضرت علامہ راشد الخیریؒ کی علالت اور وفات کے حالات [illegible] اوصاف اور مختلف حیثیتوں کا تذکرہ۔

مولانا عبد الماجد دریابادی کی رائے "درد سوز [illegible] کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ آخر وقت کی ساری تفصیل [illegible] آجانے کے بعد کون ایسا سنگدل ہے جس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نہ جاری ہو جائیں گے۔ اُردو ٹریجڈی کے بادشاہ کی کتاب [illegible] بھی چاہیئے تھا کہ وہ خود ایک ٹریجڈی کا تحفہ دنیا کو دے جائیں۔ مولانا رازق الخیری نے اپنے عظیم المرتبت والد کا [illegible] گویا ورثہ میں پایا ہے۔ جملہ حالات اس قدر مفصل تحریر کیے ہیں کہ پڑھنے [illegible] کی آنکھوں کے آگے سینما کی فلم کی طرح نظر آنے لگتے ہیں۔ جذبات [illegible] آخری وقت کا بیان نہایت ہی درد انگیز ہے۔" (سچ لکھنؤ) [illegible]

کتابوں کا تحفہ

... ملاحظہ فرمائیے جن میں چند نئی کتابوں کے نام درج ہیں ...
... کتابیں ... شائع ... اور ... [illegible]

نئی کتابیں

ملک لیلی
- ایک نامور افسانہ نگار
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible] کی عبرتناک کہانی
- [illegible] اور
- [illegible] ایک بے زبان
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible] عورت ہے
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

شمع انجمن
- صادق الخیری [illegible]
- [illegible]
- افسانوں کا مجموعہ [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible] زندگی کو
- [illegible] افسانے
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

ناول

صادق الخیری فیرہ
- دوشیزۂ صحرا
- شمع فروزاں
- زہراب
- شکست
- نرگس
- شمسہ
- میٹھی باتیں
- ستاروں کے کھیل
- فرعون
- ضدی
- برجیس طلعت
- اپاہج
- سزا
- تسنیم، بھائی بھائی
- سلمیٰ
- جہاں آرا
- اس کی کہانی
- زارینہ

عظیم بیگ چغتائی وغیرہ
- روح ظرافت
- روح لطافت
- کولتار، ثروت آرا بیگم
- شوہر پرست بیوی
- [illegible]
- [illegible]

ناول

رشیدہ اختر [illegible]
- خوددار خاتون
- موز و رقص
- سازِ شکستہ
- سودائی
- تلخیاں
- لیلیٰ کے خطوط
- کرن کسی کا
- آنسو اور بیکس
- سوال
- خانماں برباد
- ثروت دلہن

ٹیگور کے افسانے
- نرگس، رجعت، اپاہج [illegible]
- پردیسی، باغباں
- حسن و شباب
- گنج عافیت
- سچی پوجا
- گیتان جلی

افسانے

[illegible]
- بہترین افسانے
- [illegible] کی قیمت
- خاک پروانہ
- واردات
- خواب و خیال
- دامن باغباں
- ڈگمگ
- حسین تارے
- جلوے
- عروسِ ادب
- [illegible]، بلقیس
- [illegible] زاویے
- بھرے
- منتخب افسانے
- نشات ستارے
- شرار
- اہتمام جمال
- سیر گل

افسانے

[illegible]
- [illegible] کی مورت
- نئے افسانے
- ٹوٹے ہوئے تارے
- گھاٹی
- آنچل
- شرت کے بہترین افسانے
- آئینۂ عبرت
- [illegible]
- پردہ [illegible]
- شبیہ زلفیں
- خاک و خس حسن
- کمولی
- ان [illegible]
- آغاز و انجام
- [illegible]
- روشنی اور سائے

حجاب امتیاز علی وغیرہ
- [illegible]
- ادب زریں
- تجلیاں
- صدائے جرس
- [illegible] کہانیاں
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

[illegible]

[illegible]
- شیش محل
- شکوہ شمال
- زندان
- شبابِ انقلاب
- خندۂ سحر
- بازگشت
- دل کی باتیں
- موج کوثر
- تاریخ جرم و سزا
- قوس قزح
- مضامین ابوالکلام آزاد
- آزاد (دو حصے)
- خطباتِ آزاد
- مقالاتِ البلال
- مزاحیہ ڈرامے
- سازِ ہستی

بچوں کے لئے نئی اور پیاری کتابیں
- [illegible]
- لال انگور
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

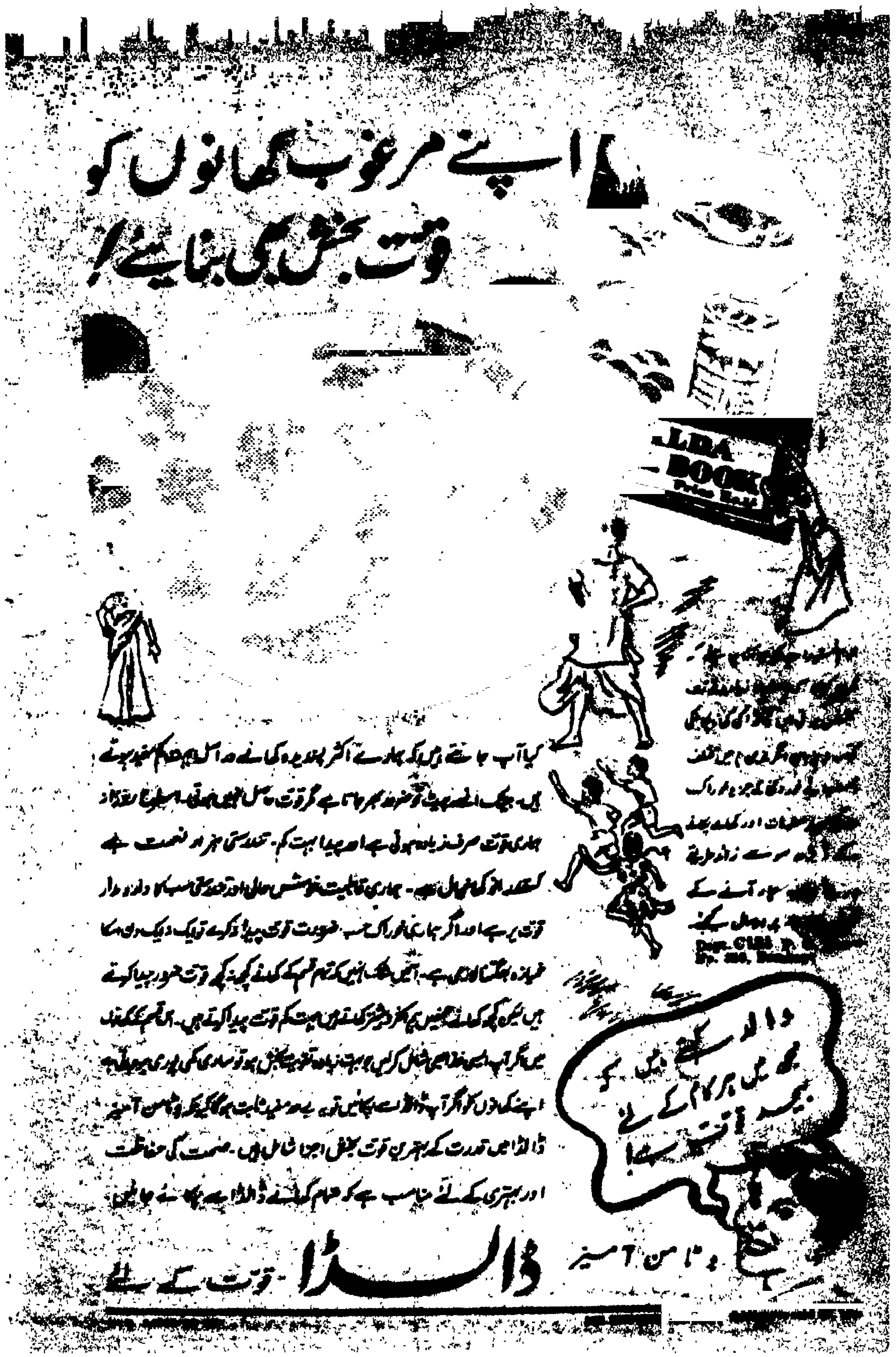
نوحۂ زندگی

وہ سنگدل باپ جس نے لڑکی کو اس گناہ پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک
[illegible] نابالغ ہے۔ وہ شوہر جس نے زہر [illegible]
[illegible] برس تک پرورش کیا بے گناہ بچی کو دیکھ کر نکاح ثانی
[illegible] مصیبتیں جھیل رہی ہے نہال بہال ہے۔ نوحۂ زندگی میں
[illegible] سے کا جس میں ایک عصمت کی [illegible] رکھنے والی بیوی [illegible]
[illegible] اپنے [illegible] کو دانیں بائیں کے
[illegible] کتاب ہے جسے پڑھ کر [illegible]
[illegible] کا نکاح [illegible]
[illegible] کے [illegible] ہوئے۔ [illegible] ایک
[illegible]

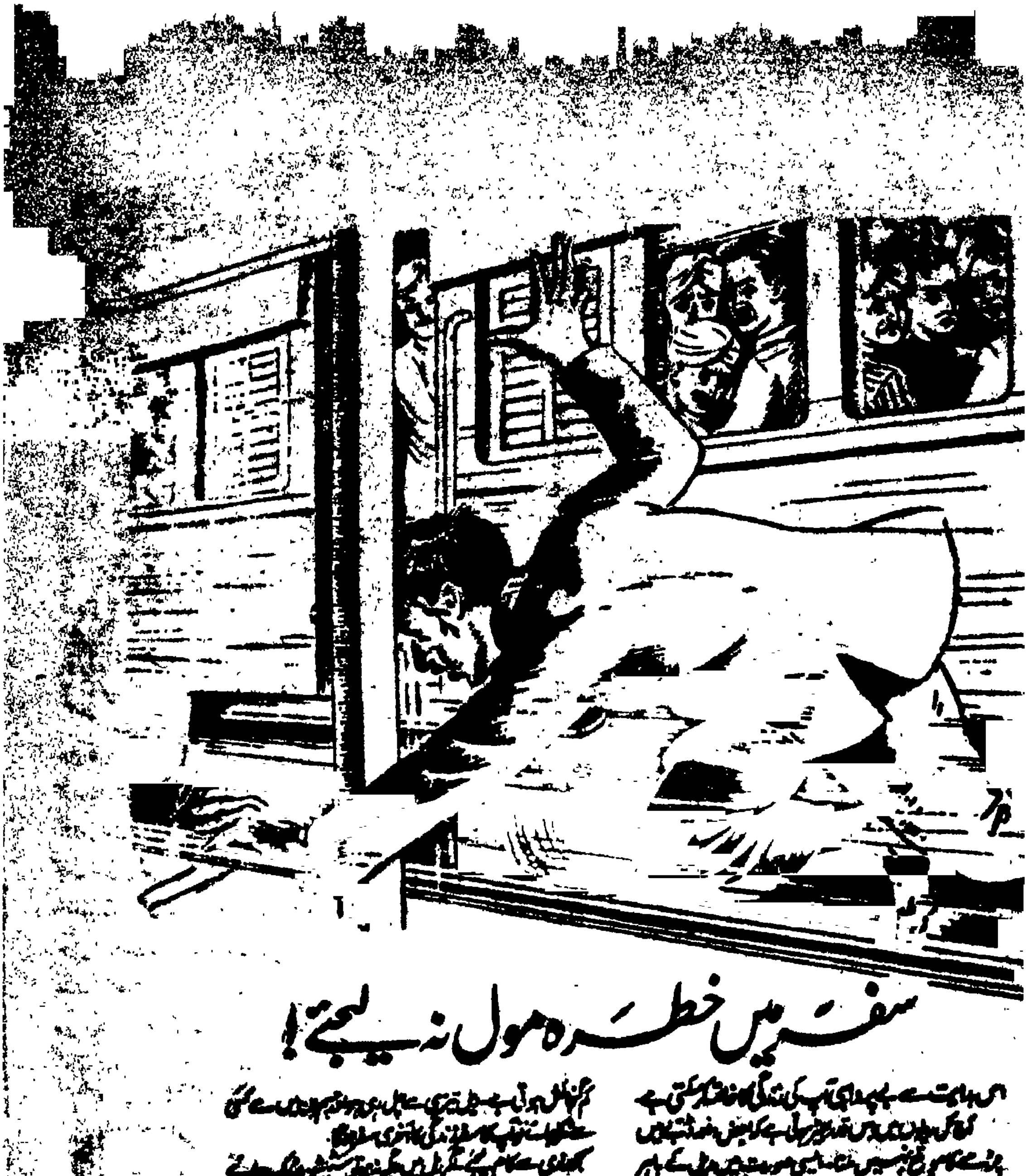
ضرورت رشتہ

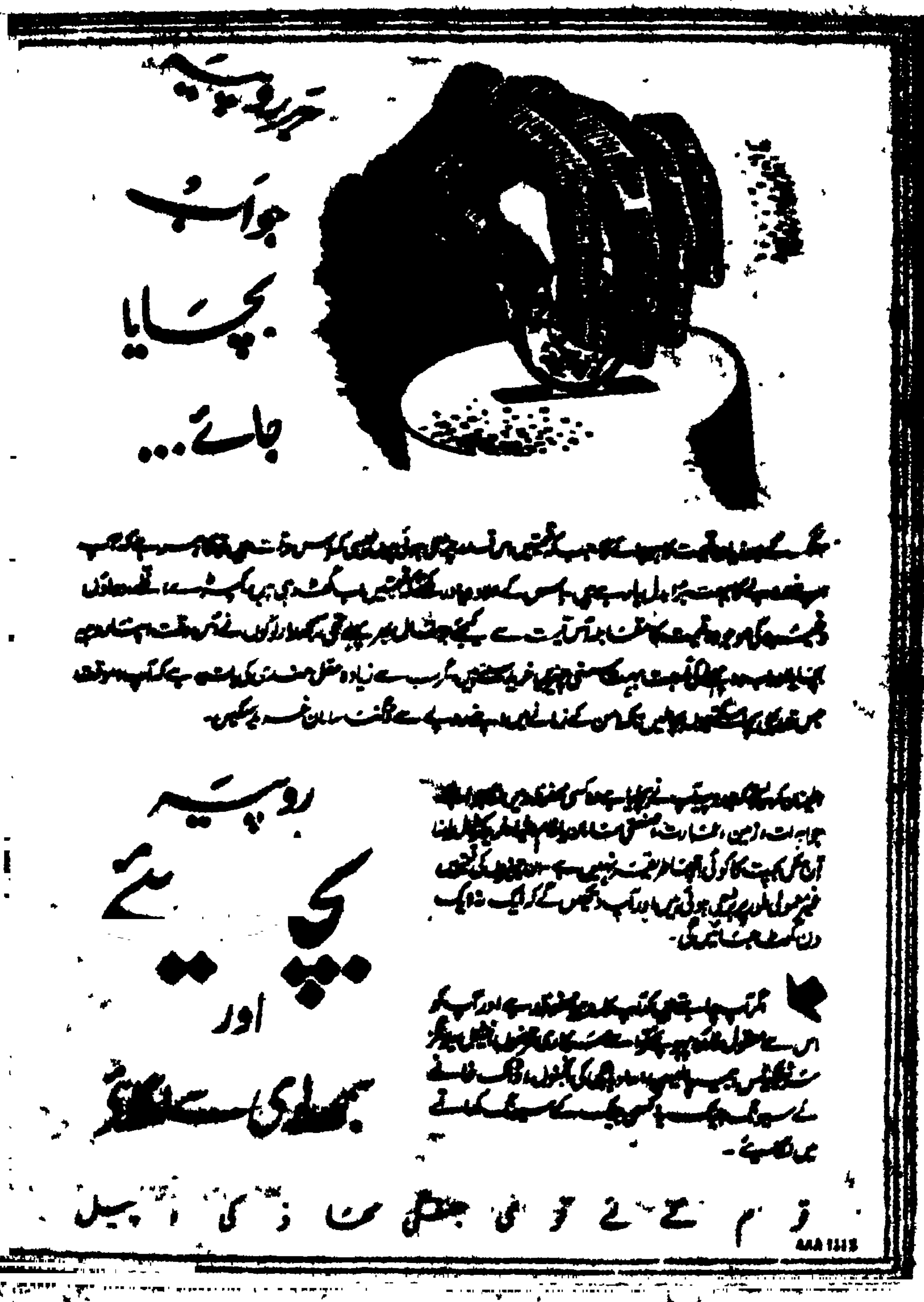
ایک شیعہ شریف خاندان اور تعلیم یافتہ لڑکے کی ضرورت ہے۔ لڑکی کو تعلیم انگریزی طریقہ پر باقاعدہ دی گئی ہے اور طرز معاشرت بھی اسی طریقہ کی ہے۔ لڑکی اعلیٰ خاندان اور ہر طرح قابل تعریف ہے۔ مناسب رشتہ کے لئے درخواستیں مع مفصل حالات تعلیم ملازمت، آمدنی و خاندان وغیرہ ذیل کے پتہ پر آنی چاہئیں۔

پتہ
ف — معرفت منیجر دفتر عصمت دہلی۔



اپنے مرغوب کھانوں کو
قوت بخش بھی بنائیے!
وٹامن آمیز
ڈالڈا - قوت کے لیے


سفر میں خطرہ مول نہ لیجئے!
کیجئے اور سفر میں خطرہ مول نہ لیجئے


ہر روپیہ
جو اب
بچایا
جائے...
روپیہ
بچائیے
اور

[illegible]

[illegible] ناول نگار [illegible] کا بہترین ناول۔ جس کا [illegible] حصہ [illegible] ہو کر ہاتھوں ہاتھ نکل گیا ہے اب کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے۔ [illegible] آزاد خیال نام [illegible] اعلیٰ تعلیم یافتہ مغرب زدہ [illegible] کا عبرت انگیز نقشہ اور ایک نیک خصلت شریف الطبع [illegible] شادی سے پہلے اور شادی کے بعد کی زندگی [illegible] مختلف طبیعتوں اور مختلف عادات [illegible] آدمیوں کے حالات بیان کئے گئے اور اونچے طبقے کے [illegible] خاندانوں کی معاشرت دکھلائی گئی ہے۔ واقعات کی دلچسپی [illegible] کتاب شروع کرکے ختم کرنے پر ہی مجبور کرتی ہے۔ ناول [illegible] ابھی ایک بار بھی نام کو ایسا نہیں کہ طبیعت کہیں اکتا جائے۔ [illegible] دلچسپ ہی نہیں ہیں دردانگیز بھی ہیں اور سبق آموز بھی ہیں۔ [illegible] اپنی طویل علالت کے زمانہ میں لکھا مگر حق یہ ہے کہ خوب لکھا [illegible] سفید چکنا کاغذ۔ کچھ کم دو سو صفحے۔ قیمت ۱۲ آنہ

[illegible] بار

محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کا اصلاحی معاشرتی ناول جس میں ایک معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کے [illegible] پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ زبیدہ نے اپنے منگیتر کے لئے کیا [illegible] کم حیثیت مغربی لڑکی کے ہاتھ کس طرح اپنی پرورش [illegible] اور ایک سچا دوست تمام مشکلات کس طرح حل کرتا ہے۔ یہ ایسے [illegible] ہیں کہ آپ پسند کریں گے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (۱؍۴)

دودھ کی قیمت

منشی پریم چند ہندوستان کے بہترین افسانہ [illegible] اور [illegible] کی قیمت منشی جی کے بہترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔ دودھ کی قیمت ڈرامہ ہے اور آٹھ افسانے اور [illegible] آخری [illegible] منشی جی آنجہانی نے لکھے تھے۔ عنوانات یہ ہیں۔ (۱) [illegible] (۲) کسم (۳) اکسیر (۴) عبھاگا (۵) سکون [illegible] (۶) ریاست کا دیوان (۷) وفا کا دیوتا (۸) دو [illegible] (۹) زاویۂ نگاہ۔ ان عنوانات میں بظاہر جاذبیت [illegible] لیکن کوئی سا افسانہ اس مجموعہ کا پڑھ لیجئے ناممکن ہی نہیں کہ منشی جی کی سحر نگاری کے آپ قائل نہ ہو جائیں۔ اصلاح اخلاق۔ اصلاح [illegible] اور جذبات نگاری کے لحاظ سے یہ افسانے اردو کے بہترین افسانوں میں ہیں جن میں دیہاتیوں اور شہریوں کی [illegible] زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ ہر افسانہ میں ایک پہلو ظرافت اور انسانیت کا [illegible] افسانہ [illegible] درد و اثر ہے۔ تین دفعہ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ [illegible] چکنا سفید کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت دو سو صفحے۔ قیمت ۱۲ آنہ

روحانی شادی

یہ اصلاحی ڈرامہ پلاٹ، مکالمہ، کیرکٹر ہر اعتبار سے کامیاب [illegible] نتیجہ خیز، سبق آموز ہے۔ دلچسپ اور [illegible] عبرت ناک اور کافی [illegible] ڈرامہ بھی۔ اصلاح معاشرت پر اس سے مؤثر اور بلند پایہ [illegible] نکلیں گے۔ قیمت دس آنے (۱۰؍)

صنعت و حرفت

[illegible] خواتین اور کم استطاعت لوگوں کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پیمانے پر تجارت [illegible] اور روزمرہ کی ضروریات سے ہر ماہ ایک معقول رقم پس انداز کرنے کے لئے بہا مشورہ [illegible]

[illegible] صاحبہ اہلیہ مولوی محمد [illegible] ایک ایک چیز کا تجربہ کرکے یہ ضخیم کتاب تیار فرمائی ہے جس میں ایک ایک چیز [illegible] اور آزمودہ نسخے درج کئے گئے ہیں۔ صابن سازی۔ لکڑی کے سامان۔ رنگ روغن۔ [illegible] کریم [illegible] مختلف اشیاء کو جوڑنے کے مصالحے۔ سمنٹ وغیرہ۔ بوٹ [illegible] کریم۔ اور پالش [illegible] سازی [illegible] خوشبودار [illegible] تیزاب [illegible] تیل [illegible] کریم [illegible]

کتاب صنعت و حرفت کم استطاعت [illegible]

[illegible]

مزاحیہ افسانے [illegible]

- [illegible] نہایت [illegible]
- [illegible] مقبول۔
- [illegible] باتصویر۔
- [illegible] کے آنسو۔
- [illegible] ناک قتل کے حالات ۴
- [illegible] وضعداری اور محبت کی پُر اثر کہانیاں
- [illegible] شعراء کی [illegible] باتصویر ۱۲
- [illegible] افسانے سے زیادہ دلچسپی ہے۔ ۱۴

[illegible] معاشرتی ناول

- [illegible] اصلاحی سبق آموز ناول
- [illegible] کے واقعات نہایت دلچسپ [illegible]
- [illegible] کے حالات نہایت موثر پیرایہ میں [illegible]
- [illegible] سبق آموز واقعات اور دلچسپی ہے
- [illegible] کے سلسلہ میں بہترین تصنیف
- [illegible] کا [illegible] تصنیف ۱۴
- [illegible] اصلاحی ناول
- [illegible] دوسری [illegible] کی دلدادہ
- [illegible] زندگی [illegible]

اصلاحی معاشرتی افسانے

- [illegible] دلچسپ [illegible] کا انجام
- [illegible] تعلیم کا [illegible] دردناک نتائج۔
- [illegible] داستان جس کا [illegible] نے سوچ سمجھ کر کیا
- [illegible] نے سوچ سمجھ کر کیا۔
- [illegible] کے ہاتھوں بیٹے کا قتل۔
- [illegible] کو بے سود [illegible] کیا ہے۔
- [illegible] سبق آموز اور [illegible]
- [illegible] کے [illegible] کیے جاتے ہیں
- [illegible] دل [illegible] آپ بیتیاں باتصویر
- [illegible] بہتر کوئی نعمت نہیں۔
- [illegible] سبق آموز
- [illegible]
- [illegible] نہایت دلچسپ افسانہ۔
- [illegible] کے [illegible] کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔
- [illegible] افسانے ہے۔
- [illegible] کی کہانی [illegible] کی زبانی
- [illegible] کا خاکہ۔

[illegible] کے مجموعے

- [illegible]
- [illegible] باتصویر [illegible]
- [illegible]

- [illegible]
- خدائی [illegible] — [illegible]
- نسوانی زندگی — [illegible]
- گوہر مقصود — [illegible] کی خواہش [illegible] دلچسپ [illegible]
- گلدستہ [illegible] — [illegible] افسانوں کا مجموعہ [illegible] بہترین تحفہ۔
- گرد [illegible] — عورتوں کی اصلاح اور ہدایت میں [illegible]
- بساطِ حیات — حیاتِ انسانی کے متعلق [illegible]
- حور اور انسان — [illegible] شائع ہو [illegible]
- نشیب و فراز — [illegible] عورتوں نے اپنی اپنی زندگی کا [illegible] بیان کیا ہے

مزاحیہ افسانے

- نالۂ عشق — [illegible] افسانے [illegible] بہت مشہور [illegible]
- دلہن [illegible] — [illegible]
- دادا [illegible] — [illegible] نہایت [illegible] لیکن [illegible] خیز [illegible]

نظموں کے مجموعے

- روداد قفس — [illegible] نظموں کا مشہور مجموعہ [illegible] ایڈیشن۔
- گرفتار قفس — اس مجموعہ میں [illegible] موثر نظمیں ہیں یہ دوسرا حصہ ہے

مذہبی مضامین

- احکام نسواں — عورتوں کے متعلق قرآن مجید کے احکام کی تفسیر [illegible]
- محسنِ حقیقی — سرور کائنات صلعم کی زندگی کے متفرق [illegible] میلاد کے [illegible]
- دعائیں — [illegible] دعائیں۔
- قرآنی قصے — ان [illegible] کے حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔
- زیور اسلام — خواتین کے لیے نہایت موثر اور دلچسپ مذہبی مضامین۔

ادب لطیف

- قلب حزیں — چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین [illegible] پاکیزہ شاعری کے بے نظیر نمونے
- لڑکیوں کی انشا — خط و کتابت سکھانے کی بہترین کتاب [illegible]
- سلی ہوئی چڑیاں — [illegible]

سیاسی، صحافتی، سیاحتی مضامین

- شب [illegible] — [illegible]
- یادگار تمدن — [illegible] مضامین
- عالم نسواں — [illegible] خیالات۔
- سیاحتِ ہند — مختلف مقامات کے معاشرتی حالات [illegible]

اسلامی تاریخی ناول

- ماہ مجسم — فاروق اعظم [illegible] محبت۔
- عروس کربلا — واقعہ کربلا کے دردناک حالات [illegible] فسانہ۔
- یاسمین شام — حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت کی اسلامی لڑائیاں۔
- محبوبۂ خداوند — خلیفہ سوم کے زمانہ میں [illegible]
- تیغ کمال — [illegible]
- [illegible] — [illegible]
- آفتاب دمشق — [illegible]
- شاہین و دراج — [illegible]
- در شہوار — [illegible]

[illegible]